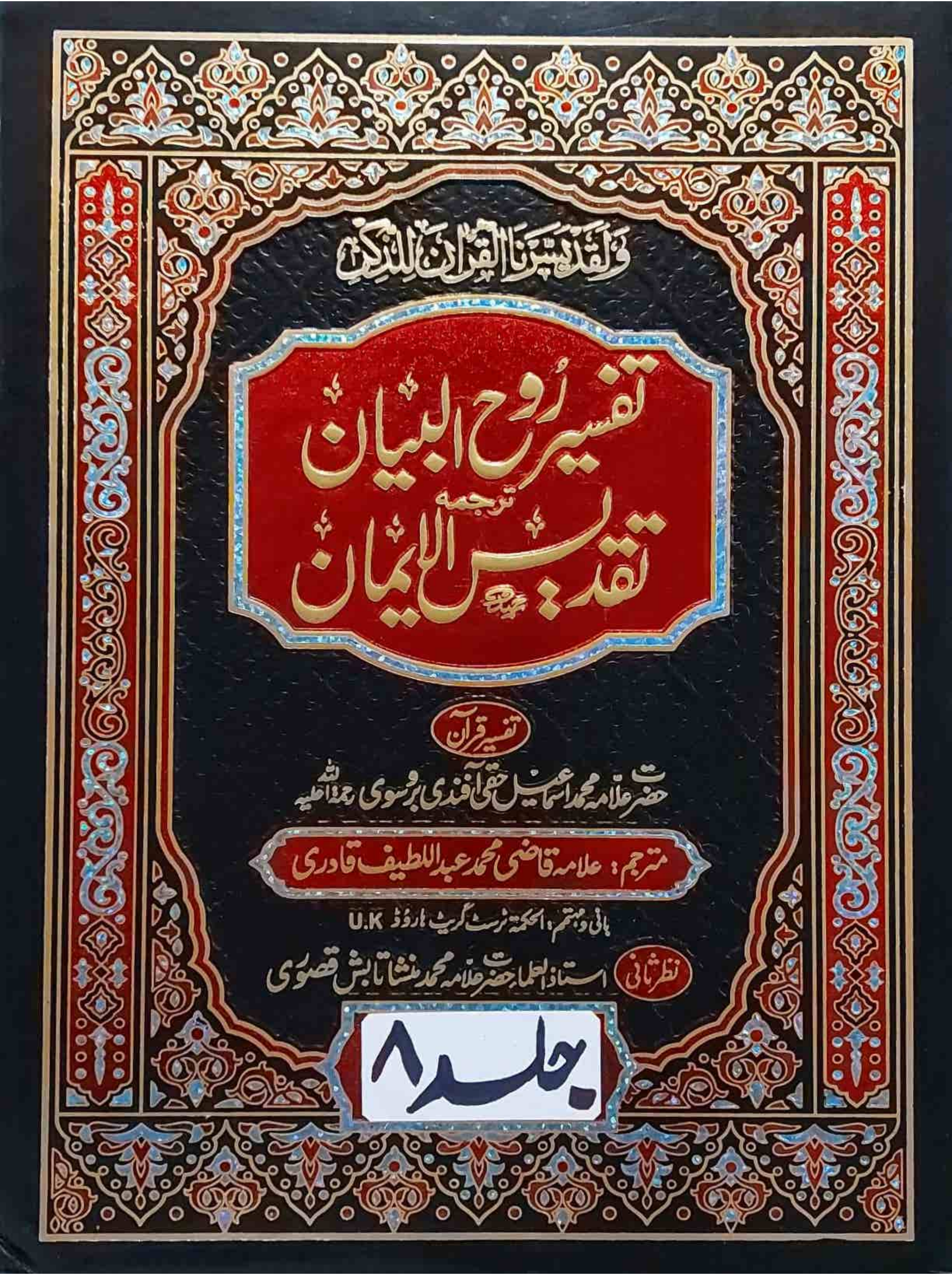

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
تفسیر روح البیان
ترجمہ
تقدیس الایمان
تفسیر قرآن
حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی آفندی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم: علامہ قاضی محمد عبد اللطیف قادری
بانی و مہتمم، الحکمۃ ٹرسٹ گریٹ ہارووڈ U.K
نظر ثانی
استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری
جلد ۸

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو آسان بنادیا ہے۔ (سورۃ القمر)

A

تفسیر روح البیان

ترجمہ

تقدیس الایمان

تفسیر قرآن : حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی آفندی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : علامہ قاضی محمد عبداللطیف قادری

بانی و مہتمم: الحکمۃ ٹرسٹ گریٹ ہاورڈ U.K

نظر ثانی : استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری

پارہ 22 تا 24

عبداللہ اکیڈمی

میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فون: 042-37241382

نام کتاب	......☆......	تفسیر روح البیان ترجمہ تقدیس الایمان
تفسیر قرآن	......☆......	حضرت علامہ محمد اسماعیل حقی آفندی بروسوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ وتخریج	......☆......	علامہ قاضی محمد عبد اللطیف قادری
	......☆......	بانی ومہتمم: الحکمۃ ٹرسٹ گریٹ ہاورڈ U.K
نظر ثانی	......☆......	استاذ العلماء حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری
پروف ریڈنگ	......☆......	علامہ قاضی محمد سعید الرحمٰن قادری 0300-9506527
	......☆......	علامہ قاضی طاہر محمود قادری، علامہ قاضی مظہر حسین قادری
	......☆......	مولانا مقصود الٰہی، مولانا حافظ غالب چشتی
پروف ریڈنگ قرآن	......☆......	قاری محمد اسلام خوشابی 0306-6628331
	......☆......	(رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف حکومت پنجاب)
کمپوزنگ	......☆......	حافظ شاہد خاقان 0321/0311-5841622
اشاعت اول	......☆......	2021
مجلدات	......☆......	10

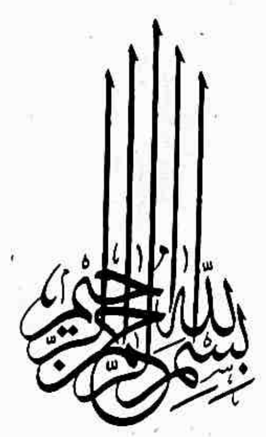
ہدیہ

گورنمنٹ آف پاکستان کے احکامات کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک جہاں بھی آئے گا وہاں ساتھ خاتم النبیین ﷺ کا لفظ لازمی آئے گا۔ حکومت کے اسی حکم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کتاب میں جہاں جہاں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک آیا ہے وہاں ساتھ خاتم النبیین ﷺ لکھ دیا گیا ہے۔ تاہم اگر کہیں لکھنے سے رہ گیا ہو تو قارئین سے التماس ہے کہ آپ ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ خاتم النبیین ﷺ ہی لکھا اور پڑھا جائے۔ شکریہ ادارہ

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ (ادارہ)

فہرست مضامین تفسیر روح البیان (جلد ہشتم پارہ 22-24)

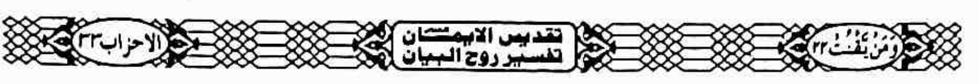


پارہ 22 تا 24

تفسیر روح البیان

ترجمہ

تقدیس الایمان



وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا

اور جو فرمانبردار رہے تم میں اللہ اور اس کے رسول کے کرے نیک کام ہم دیں گے انسے اس کا اجر

مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ

ڈبل۔ اور تیار کی ہم نے اس کی روزی عزت والی۔ اے ازواج نبی نہیں ہو تم مثل

مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ

اور عورتوں کے۔ اگر تم ڈرو اللہ سے تو نہ نرم کرو بات۔ کہ لالچ کرے وہ کہ اس کے دل میں

مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

بیماری ہے اور کہو بات اچھی۔

(آیت نمبر ۳۱) اے ازواج نبی تم میں سے جو بھی اطاعت خدا اور رسول پر ہمیشگی کرے اور نیک عمل کرے گی ہم اسے اجر وثواب بھی ڈبل ہی دیں گے۔ ایک طاعت وتقویٰ کی وجہ سے دوسرا رسول خدا کی رضا حاصل کرنے پر کہ ان کیساتھ زندگی اچھی گذارو اور جوان کے پاس ہے۔ اسی پر قناعت کرو۔ پھر ہم نے تمہارے لئے جنت میں دوہرے اجر کے مطابق اعلیٰ مراتب تیار کر رکھے ہیں۔ یعنی وہ روزی جو عزت والی ہوگی۔

فائدہ: امام راغب نے فرمایا جو چیز اعلیٰ واشرف ہو وہ کریم بھی ہوتی ہے۔ یعنی قابل عزت ہوتی ہے۔

فائدہ: اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں چاہنے والے کو چاہئے کہ وہ دنیوی لذات کو چھوڑ دے۔

حدیث شریف: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندگان خدا دنیوی نعمتوں میں مشغول نہیں ہوتے (رواہ البیہقی)۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں قنوت وعمل کی توفیق دے۔ سستی اور غفلت سے اپنی پناہ میں رکھے کیونکہ یہ حجاب کا سبب بنتی ہیں۔ جیسے عمل صالح شہود کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ ہمیشہ باوضو رہو۔ رزق میں وسعت ہوگی۔ یعنی پاکیزگی کی برکات بہت زیادہ ہیں۔

(آیت نمبر ۳۲) اے نبی کریم ﷺ کی بیویو۔ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ یعنی فضیلت وشرف میں تم باقی عورتوں سے افضل واعلیٰ ہو۔ اس لئے کہ تمہیں رسول کریم ﷺ کی صحبت حاصل ہے۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ

اور ٹھہرو اپنے گھروں میں اور نہ بے پردہ ہو بے پردگی جاہلیت کی (اسلام سے) پہلے کی اور قائم کریں نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ

اور دیں زکوٰۃ۔ اور فرمانبردار رہیں اللہ اور اس کے رسول کی سوائے اس کے نہیں ارادہ کرتا ہے اللہ کہ دور کرے

عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ (٣٣)

تم سے پلیدی اے گھر والو اور تمہیں پاک کرے خوب پاک کرنا

(بقیہ آیت نمبر ٣٢) جو چیز اعلیٰ چیز کی طرف منسوب ہو۔ وہ بھی اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ چونکہ ازواج مطہرات کی نسبت امام الانبیاء کی طرف ہے۔ اس لئے ان کی شان بھی اعلیٰ ہے۔ بشرطیکہ پرہیزگاری اختیار کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار رہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت سے بچتی رہیں۔ آگے فرمایا کہ تم عام لوگوں سے بات کرتے وقت کسی قسم کی نرمی یا عاجزی کا اظہار نہ کرنا۔ جیسے لالچی عورتیں بیگانے مردوں سے باتیں کرتی ہیں۔

مسئلہ: عورت کے لئے مستحب ہے کہ بیگانے مرد سے بات کرتے وقت لہجہ ترش رکھے۔ تاکہ مرد کو کسی قسم کے طمع کا خیال نہ آئے۔ خصوصاً جبکہ خاوند گھر میں نہ ہو۔ کیونکہ عورت کی نرم آواز شہوت کو ابھارتی ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا کہ اگر تم نرم یا عاجزی سے بات کرو گی تو منافقوں کے دل میں طمع پیدا ہوگی، جن کے دل میں بیماری ہے۔ اور گفتگو کرتے وقت بات اچھی کریں کہ جس میں تہمت یا لالچ کا عنصر بھی نہ ہو اور محبوبانہ لہجہ بھی ہیجڑوں کی طرح کا نہ ہو کیونکہ زنا کا پہلا سبب عورت کا نرم لہجہ ہے۔ اور اچھے انداز سے اخلاق کے دائرے میں رہ کر بات کریں۔

(آیت نمبر ٣٣) اور اے ازواج مطہرات اپنے گھروں میں ہی رہو۔

فائدہ: یہ ظاہراً خطاب اگرچہ ازواج النبی کو ہے مگر باطناً تمام مسلمان عورتوں کو ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تو اس حکم کے بعد ایک دن کیلئے بھی گھر سے نہیں نکلیں بلکہ حج اور عمرہ کیلئے بھی نہیں گئیں۔ یہاں تک کہ آپ کا جنازہ ہی نکلا جو قبر تک لے جایا گیا۔ ان کا انتقال خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں ہوا۔ **حدیث شریف**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں کیلئے بہترین سجدہ گاہ گھر کا اندرونی حصہ ہے (رواہ احمد)۔ آگے فرمایا اور بے پردہ نہ ہوں یعنی اپنے حسن کو ظاہر نہ کرو۔ ان عورتوں کی طرح نہ نکلو۔ جو جاہلیت کے دور میں بے پردہ نکلتی تھیں۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور یاد کریں جو تلاوت ہوتی ہے تمہارے گھروں میں آیات خداوندی کی اور حکمت کی۔ بے شک اللہ

كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ع ﴿٣٤﴾

ہے ہر باریکی سے خبردار۔

(بقیہ آیت نمبر۳۳) جاہلیت اولیٰ کے متعلق کاشفی لکھتے ہیں کہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دور میں اعلیٰ لباس پہن کر مردوں کے راستے میں آراستہ اور زیب وزینت کے ساتھ بیٹھتیں اور ان سے بدکاری کرواتیں اور جن عورتوں کا یہاں بیان ہوا ہے وہ وہ ہیں جو مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں ہیں۔

آگے فرمایا کہ وہ نماز قائم کریں۔ اس لئے کہ بدنی عبادات میں یہی اعلیٰ ہے اور عبادات مالیہ بھی ادا کریں یعنی زکوٰۃ دیں اور تمام کاموں میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے کہا کہ فرضوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور سنتوں میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں۔ آگے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گناہوں کی پلیدی اے اہل بیت۔ اس سے مراد نبوت کے گھر والے ہیں۔ خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ شیعہ کا خیال ہے کہ اس سے مراد صرف پنج تن پاک ہیں اور انہوں نے ازواج مطہرات کو اس سے نکال دیا۔ حالانکہ قرآنی مضمون کا تقاضا (اور سیاق وسباق) تو یہی ہے کہ ازواج مطہرات خاص طور پر اس میں شامل ہیں۔ آگے فرمایا کہ وہ تمہیں گناہوں کے گرد وغبار سے پاک کرے گا۔ جیسے پاک کرنے کا حق ہے۔

پنج تن کے بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی، جناب فاطمہ، حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو کملی میں رکھ کر فرمایا۔ یہ میری اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان سے پلیدی دور فرما اور انہیں پاک فرما (مشکوٰۃ شریف)۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ ازواج مطہرات کو حضور نے نکال دیا (اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقدس حضرات جو پہلے داخل نہ تھے۔ آج سے انہیں بھی اہل بیت میں داخل فرمالیا گیا) اور تطہیر سے جو یہ عقیدہ لیا گیا ہے کہ وہ معصوم ہوگئے یہ بھی غلط ہے۔ وہ محفوظ ضرور ہیں معصوم نہیں ہیں۔

(آیت نمبر۳۴) اے ازواج نبی تم یہ بات بھی یاد کرو کہ تمہارے گھروں کو وحی کا مرکز بنایا گیا ہے تاکہ تم احکام پر عمل کرو اور مناہی سے باز رہو اور قرآنی آیات کی تلاوت کرو اور ان پر عمل کرو۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بے شک مسلمان مرد اور عورتیں اور مومن مرد اور عورتیں اور فرمانبردار مرد اور عورتیں

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر والے مرد اور عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عورتیں

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

اور صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں اور روزے دار مرد اور عورتیں اور بچانے والے

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ

اپنی شرمگاہوں کو مرد اور عورتیں اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت زیادہ مرد اور عورتیں تیار کر رکھا ہے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾

ان سب کیلئے بخشش اور اجر بڑا

(بقیہ آیت نمبر ٣٤) کیونکہ تلاوت سے مقصود خالی تلاوت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مقصد آیات سے نصیحت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔

فائدہ: یادر ہے شرع شریف کے تمام احکام قرآن وحدیث سے نکلے ہیں۔اس لئے قرآن کی کثرت سے تلاوت کی جائے۔گھر میں تلاوت سنت ہے۔تاکہ گھروں میں برکت رہے۔

آگے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ بہت بڑا لطف کرنے والا تمام کاموں سے خبردا ہے۔(شان اہل بیت کے متعلق تفصیلی بیان فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔

(آیت نمبر ٣٥) بے شک مسلمان مرد اور عورتیں مومن مرد اور عورتیں اور دیگر ان کی صفات۔

شان نزول: ازواج مطہرات کے حق میں جب مذکورہ آیات نازل ہوئیں تو باقی مسلمان عورتوں نے کہا۔

قرآن مجید میں ہمارے متعلق تو کوئی آیت نہیں اتری۔ اگر ہمارے عمل اچھے ہوتے تو ہمارے متعلق بھی کوئی آیت اترتی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے اسلام کے آگے سر تسلیم خم کیا اور اپنی پوری فرمانبرداری کا ثبوت دیا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کیا۔ وہ مومن و مسلمان مرد ہیں یا عورتیں ہیں۔

فائدہ : بحر العلوم میں ہے کہ احناف کے نزدیک اسلام و ایمان ایک ہی چیز ہے۔ اسلام کا لغوی معنی جھک جانا ہے اور شرع میں وہ احکام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا رسول خدا ﷺ نے بتائے۔ انہیں دل و جان سے قبول کرنا اور ان پر یقین کرنا۔ اس کا نام تصدیق بھی ہے۔ البتہ مفہوم دونوں لفظوں کا الگ الگ بھی ہے۔ اس لئے ایمان تصدیق کا نام ہے اور اسلام احکام خداوندی کے آگے جھک جانے کا نام ہے۔ قرآن پاک نے بعض مقامات پر ان کو الگ الگ بھی کر دیا۔ جیسا کہ سورۃ الحجرات کی آیت ۱۴ میں ان دونوں کو الگ الگ کر دیا گیا ہے۔

آگے فرمایا۔ اطاعت پر قائم رہنے والے مرد اور عورتیں۔ سچے مرد اور عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور عورتیں اور تواضع کرنے والے مرد اور عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے مرد اور عورتیں یعنی وہ لوگ جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرتے رہتے ہیں۔

فائدہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نمازوں کے بعد اور صبح و شام سونے سے پہلے اور بعد بلکہ ہر گھڑی اور ہر پل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں۔ **فائدہ** : کثرت سے یاد کرنا یہ ہے۔ کہ دل لگا کر یاد کرنا۔

مسئلہ: علم دین میں مشغولی یا تلاوت قرآن یا دعا یہ سب چیزیں ذکر الٰہی کو شامل ہیں۔

حدیث شریف : حضور ﷺ نے فرمایا جو نیند سے بیدار ہو کر بیوی کو بھی جگائے پھر دونوں دو دو رکعات نفل ادا کریں۔ انہیں ذاکرین میں لکھ دیا جاتا ہے (رواہ ابوداؤد) تو ان مذکورہ صفات والوں کے متعلق فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ان عشرہ اعمال کی وجہ سے تیار کر رکھی ہے ان کی بخشش اور بہت بڑا اجر۔ اس سے مراد جنت ہے۔ یعنی ان مذکورہ حضرات کو دنیا میں عبادت کی توفیق اور اپنی معرفت اور آخرت میں ان کی آرزو سے بڑھ کر انعام و اکرام عطا فرمائے گا۔ (ذکر الٰہی کے فضائل پڑھنے ہوں تو فیوض الرحمٰن کا مطالعہ کریں)۔ یا میری تصنیف برکات ذکر کا مطالعہ بہت مفید رہے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا

اور نہیں جائز ہے کسی مومن اور مومنہ کیلئے کہ جب فیصلہ کردے اللہ اور رسول کسی کام کا

اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ

تو ہوان کوکوئی اختیار اپنے معاملے میں۔ اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی پس تحقیق

ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ﴿٣٦﴾

گمراہ ہوگیا صریح طور پر۔

(آیت نمبر ۳۶) کسی مسلمان مرد وعورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ جب اللہ اوراس کا رسول فیصلہ فرمادیں۔ کسی کام کا۔ تو پھر اس میں کسی کوکوئی اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ اس پر اعتراض یا جرح قدح کرے۔

شانِ نزول: زید بن حارثہ جنہیں نبی پاک ﷺ نے آزاد فرمایا تھا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں ہی رہتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح کرنا چاہا۔ مگر ان کے بھائی نے انکار کردیا تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ مسلمانوں کو اپنے معاملات میں اللہ رسول کے فیصلے کے بعد کوئی اختیار نہیں۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے خلاف کوئی بات سوچیں۔ اس لئے سب مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اختیارات کو نبی کریم ﷺ کے اختیار کے تابع کریں اور آئندہ کیلئے یاد رکھیں جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا۔ یعنی ان کے حکم کے خلاف کرے یا اپنی من مانی کرے گا۔ وہ سیدھی راہ سے کھل مکھلا گمراہ ہوگیا ہے۔ اس لئے جس سے یہ امر واقع ہوا۔ اس پر توبہ واستغفار واجب ہے اسے چاہئے کہ وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ **فائدہ:** چنانچہ اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ نے معافی مانگی اور اجازت دے دی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا فیصلہ اٹل ہے۔ اس میں کسی کولیت ولعل کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ **فائدہ:** البتہ اگر حضور ﷺ مشورہ لیں۔ تو پھر اختیار ہے۔ جو بھی فیصلہ کریں۔ اس میں بھی حضور ﷺ کی مرضی پر راضی ہوجانا زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر اللہ اور اس کے رسول پاک نے فیصلہ فرمادیا۔ تو پھر کسی کو اس میں ردوبدل کا کوئی اختیار نہیں۔)

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ

اور اے محبوب جب آپ نے کہا اسے کہ انعام کیا اللہ نے جس پر اور آپ نے بھی نعمت کی اس پر کہ رہنے دے

عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ

اپنے پاس بیوی اپنی اور ڈر اللہ سے۔ اور آپ نے چھپایا اپنے جی میں جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا

اور آپ ڈرتے تھے لوگوں سے حالانکہ اللہ زیادہ مستحق ہے کہ تم ڈرو اس سے۔ پس جب پوری کرلی زید نے اس سے

وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ

غرض ہم نے نکاح کردیا آپ کے ساتھ۔ تاکہ نہ ہو اوپر مومنوں کے کوئی حرج بیوی کے متعلق

اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

ان کے منہ بولے بیٹوں کی جب ختم کرلیں ان سے اپنی غرض اور ہے کام اللہ کا کیا ہوا۔

(آیت نمبر ۳۷) اے محبوب جب آپ فرمار ہے تھے۔ اس شخص کو جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت کا انعام فرمایا۔ **فائدہ:** جب سابقہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ نے عرض کی یارسول اللہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر راضی ہیں۔ آپ حضرت زید کے ساتھ یہ نکاح کر دیں تو حضور ﷺ نے دونوں کا آپس میں نکاح کر دیا اور کافی عرصہ وہ اکٹھے رہے۔ ایک دن حضرت زید حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ میں بیوی کو طلاق دے دوں۔ فرمایا۔ کوئی اس میں خرابی تو نہیں دیکھی۔ عرض کی۔ قسم بہ خدا میں نے اس میں خیر ہی دیکھی۔ البتہ وہ اپنے نسبی فخر کی وجہ سے مجھے حقیر جانتی ہے تو حضور ﷺ نے طلاق دینے سے منع کر دیا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے طلاق دینے سے اس کو منع کیا۔ وہ وہ شخص ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور پھر اے محبوب تو نے بھی اس کی تربیت کر کے اور بیٹا بنا کر اور آزادی جیسی نعمت سے نواز کر انعام کیا۔



حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مزید تعارف:

یہ اصل میں غلام نہیں تھے۔ابھی بچے ہی تھے۔کہ کسی نے ان کو پکڑ کر بیچ دیا۔پھر یہ بکتے بکاتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔غلاموں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید انتہائی محبوب تھے۔پھر ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ بھی بہت پیارے تھے۔آپ کو سات جنگوں میں امیر لشکر بنایا گیا۔غزوہ موتہ میں کرک کے مقام پر شہید ہوئے۔غزوہ بنی مصطلق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ میں نائب مقرر فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو فرمایا۔اپنی بیوی کو ابھی اپنے پاس ہی روک رکھ۔ان کے کسی ضرر کی وجہ انہیں طلاق نہ دے۔اللہ تعالیٰ سے ڈر۔آگے فرمایا کہ اے محبوب آپ اپنے دل میں چھپاتے ہیں جسے عنقریب اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے کہ جلد آپ کا نکاح حضرت زینب سے ہونے والا ہے۔اسئلۃ المقحمہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کا نکاح زینب سے ہونے والا ہے۔تو آپ نے اس وحی کو لوگوں سے یا حضرت زید سے مخفی رکھا کیونکہ مشیت ایزدی سے اس کا تعلق ہے اور ایسے امر کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ظاہر کرنا ضروری نہیں تھا۔البتہ اوامر یا نواہی سے متعلق ہو یا اخبار و اعلام ہو تو اس کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔آگے فرمایا کہ آپ لوگوں کی ملامت اور عار سے ڈرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے اپنے منہ بولے بیٹے سے نکاح کرلیا ہے۔اس بات کا آپ کوئی فکر نہ کریں۔

آگے فرمایا کہ جب حضرت زید نے اپنی بیوی سے ضرورت پوری کرلی۔یعنی انہیں طلاق دے دی اور ان کی عدت پوری ہوگئی۔تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کردیا۔یہ نکاح ۴ ہجری یکم ذی قعد کو ہوا۔آپ فخریہ کہا کرتیں۔سب کے نکاح اپنے مکان میں میرا نکاح آسمان میں ہوا۔گواہوں کے بغیر نکاح ہونا یہ صرف ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔یہ نکاح گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا۔اب کسی نے اعتراض کرنا ہے۔تو وہ اللہ تعالیٰ سے کرے۔بلکہ یہ نکاح عرش پر ہوا تاکہ ایمان والے کفار کی طعنہ زنی سے دل تنگ نہ ہوں۔**مسئلہ**: اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے کا جواز بھی ثابت ہوگیا۔جب وہ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں اور ان کی عدت بھی گذر جائے۔آگے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسے اسے منظور ہے ویسے ہی ہو کر رہے گا۔کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

بی بی زینب کے کمالات کو بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بی بی زینب اپنے اندر بہت سارے کمالات رکھتی تھیں: (۱) دین میں خیر و برکت۔(۲) تقویٰ و طہارت۔(۳) صدق فی الحدیث۔(۴) صلح رحمی۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۚ سُنَّةَ اللّٰهِ

نہیں ہے اوپر نبی کے کوئی حرج اس بارے میں جو مقرر فرمایا اللہ نے اس کیلئے۔ دستور رہا ہے اللہ کا

فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۙ ﴿٣٨﴾

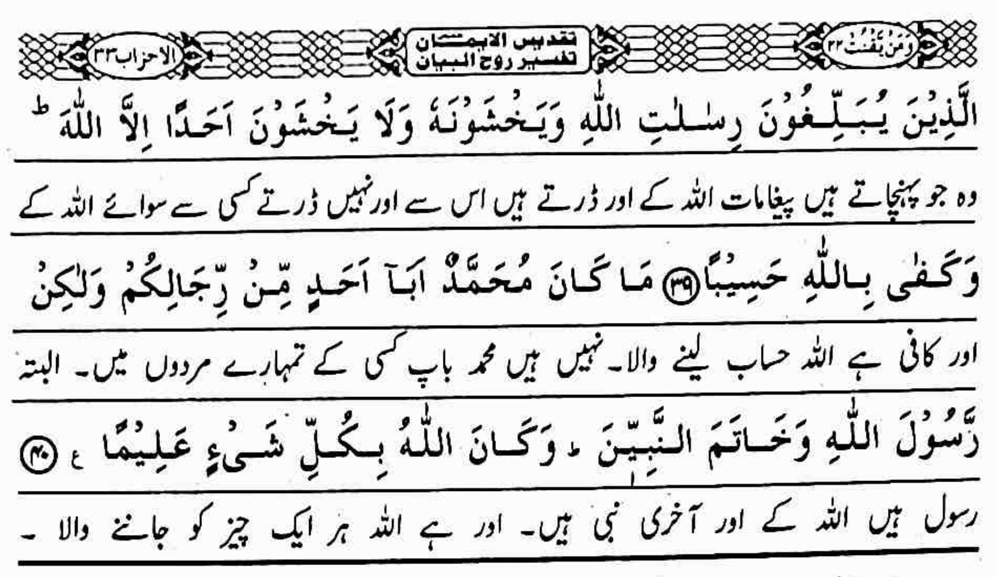
ان لوگوں میں جو گذر گئے اس سے پہلے۔ اور ہے کام اللہ کا مقررہ تقدیر کے موافق ۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۷)(۵)صدقہ خیرات۔(۶)درویش نوازی۔(۷)مہمان نوازی۔(۸)دادودہش ۔
(۹)حضور ﷺ کے بعد سب سے اول حضور کے پاس جانے میں۔آپ ۲۰ ہجری کو مدینہ طیبہ میں فوت ہوئیں۔آپ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔کل عمر آپ کی ترپن (۵۳) سال ہوئی۔

حضرت زید کی شان: حضرت زید کی شہادت کے بعد جب وہ جنت میں پہنچے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کا استقبال ایک حور نے کیا۔تمام صحابہ میں حضرت زید کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کا نام قرآن میں آ گیا کہ ہر مسلمان تلاوت میں ان کے نام کو ضرور پڑھے گا۔

(آیت نمبر ۳۸) نبی پاک علیہ السلام کیلئے کوئی حرج نہیں ان معاملات میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔یعنی حکمت الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے نبی کو کسی تنگی میں نہ ڈالے۔اور یہی طریقہ جاری رہا ان لوگوں میں جو اس سے پہلے گذر گئے۔یعنی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نکاحوں میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔جیسے جناب داؤد علیہ السلام کی سو (۱۰۰) بیویاں اور سولونڈیاں تھیں۔اسی طرح جناب سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں اور سات سو لونڈیاں تھیں۔اس لحاظ سے آپ کیلئے بھی امت کے مقابلے میں نکاح کرنے میں وسعت رکھی گئی ہے۔آگے فرمایا کہ ہے حکم الٰہی اٹل فیصلہ شدہ اور یقینی حکم۔

مسئلہ :معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے حکم الٰہی سے قضاء وقدر کا جو بھی فیصلہ ہوا۔وہ ان کے حق میں بہتر تھا۔اگر چہ ظاہراً لوگوں کی نظروں میں نقصان والا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے مراتب کو ساری مخلوق پر بلند کیا۔اور ہمارے پیارے آقا ﷺ کا مرتبہ سب نبیوں پر بلند کیا۔



الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

وہ جو پہنچاتے ہیں پیغامات اللہ کے اور ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے سوائے اللہ کے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٣٩﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ

اور کافی ہے اللہ حساب لینے والا۔ نہیں ہیں محمد باپ کسی کے تمہارے مردوں میں۔ البتہ

رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾ ع

رسول ہیں اللہ کے اور آخری نبی ہیں۔ اور ہے اللہ ہر ایک چیز کو جاننے والا۔

(آیت نمبر ٣٩) وہ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات امتوں تک پہنچاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچاتے ہیں اور امر و نہی کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ خصوصاً ان باتوں میں جو رسالت سے متعلق ہوں۔ ان میں ذرہ برابر کمی بیشی نہیں کرتے۔ نہ کسی ملامت والے کی ملامت سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔

فائدہ: انبیاء کرام علیہم السلام کا عقیدہ تو یہی تھا کہ نفع ونقصان اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اس کے ارادے اور مشیت سے باہر کوئی چیز نہیں۔ یہ جو قرآن میں بعض جگہ انبیاء کا خوف مخلوق سے بیان ہوا۔ وہ بشری طبع سے ہے۔ آگے فرمایا کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کا حساب لینے والا۔

سبق: بندے پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حساب سے پہلے وہ اپنا محاسبہ خود کرے اور ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ **فائدہ**: شہوت کا کنٹرول نکاح سے ہی ہوسکتا ہے۔ یا پھر کثرت کے ساتھ روزے رکھنے سے۔

فائدہ: مسواک، عطر اور نکاح کرنا ہر نبی علیہ السلام کی سنت رہی ہے۔ آدم علیہ السلام سے لیکر نبی آخر زمان ﷺ تک۔ **فائدہ**: دو حکم دائمی رہے: (١) ایمان۔ (٢) نکاح۔

(آیت نمبر ٤٠) محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ محمد وہ ہوتا ہے جس کی بہت زیادہ تعریف ہو اور وہ بے شمار اچھی خصلتوں کا مالک ہو۔

فائدہ: شیخ زکریا فرماتے ہیں مقدمہ جزریہ میں ہے کہ وہ ذات جو عقائد۔ اقوال وافعال میں اور اخلاق میں محمود ہو۔ اس کو محمد ﷺ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کے دادا عبد المطلب نے الہام ربانی سے یہ نام رکھا۔ کائنات میں سوا

بدنصیبوں کے سب لوگ آپ کے مدح خواں ہے۔ یہ نام حضور ﷺ کا ذاتی ہے باقی نام صفاتی ہیں۔ بعض علماء نے صفاتی نام ہزار سے زیادہ لکھے ہیں۔ کئی نام اللہ تعالیٰ کے اور حضور ﷺ کے ایک ہی ہیں۔ جیسے رؤف رحیم وغیرہ۔ لیکن یہ شرک نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں اور حضور ﷺ کی صفات سب کی سب عطائی ہیں۔

بارہ کا عدد: "لاالہ الا اللہ" کے حروف بارہ۔ "محمد رسول اللہ" کے حروف بھی بارہ۔ ابوبکر صدیق کے بھی بارہ۔ عمر بن الخطاب کے بھی بارہ۔ عثمان بن عفان کے بھی بارہ۔ اور علی بن ابی طالب کے بھی بارہ۔

نام محمد (ﷺ) کی برکت: جس نے اپنا نام میری محبت میں اور برکت لینے کیلئے محمد رکھا وہ جنت میں جائیگا۔ (۲) جس کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو۔ وہ نیت کرے کہ اب جو بچہ پیدا ہوگا۔ اس کا نام محمد رکھیں گے۔ ان شاء اللہ وہ لمبی زندگی پائے۔

نام محمد (ﷺ) چومنے سے بخشا گیا:

موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک گناہ گار مرا۔ تو گندگی کے ڈھیر پر ڈال دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اسے غسل دے کر جنازہ پڑھیں اور دفنا دیں۔ پوچھا یا اللہ یہ سو سال گناہ میں رہا۔ فرمایا۔ اس کی ایک عادت مجھے پسند آئی کہ توراۃ میں محمد نام دیکھ کر چوم لیتا تھا۔ اس لئے میں نے اسے بخش دیا۔

شان نزول: حضور ﷺ کا نکاح جب جناب زینب سے ہو گیا تو منافقوں نے واویلا کیا کہ انہوں نے بہو سے نکاح کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جب محمد ﷺ۔ کسی بالغ مرد کے باپ ہی نہیں تو بہو کیسی اور نکاح کی حرمت کیسی۔ اگر چہ حضور ﷺ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ مگر وہ حد بلوغت کو بھی نہیں پہنچے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے ہوئے۔ قاسم۔ عبد اللہ اور ابراہیم۔ یہ تینوں صاحبزادے بچپن میں فوت ہو گئے۔ آگے فرمایا لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔

نبی اور رسول میں فرق: رسول عام ہے۔ انسان ہو یا فرشتہ۔ لیکن نبی صرف انسانوں میں تشریف لائے۔ (ربط یہ ہے کہ باپ سے نسل چلتی ہے۔ نام زندہ رہتا ہے۔ لیکن زیادہ سے زیادہ دو یا تین پشتوں تک۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا رسول ہے۔ یعنی اس کا ڈنکا قیامت تک بجے گا)۔ آگے فرمایا کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی اب آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئیگا۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی زمین پر واپس آئیں گے تو امتی کی حیثیت سے اور وہ اسلام کی ترویج کریں گے۔ آگے فرمایا اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا۔ یعنی کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾

اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو یاد کرنا بہت زیادہ اور پاکی بیان کرو اس کی صبح وشام

(بقیہ آیت نمبر ۴۰) **نکتہ**: حضور ﷺ کا خاتم ہونا قطعی ہے۔ جب نبی آپ کے بعد نہیں آ سکتا تو رسول بطریق اولیٰ نہیں آ سکتا۔ اب نبوت کا دعویدار جھوٹا۔ بہتانی۔ دجال۔ گمراہ گر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی مدعی نبوت سے دلیل مانگنے والا بھی کافر ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے۔ شاید سچا ہی ہو اور حضور کو خاتم النبیین نہ ماننے والا بھی کافر ہے۔ خواہ وہ حضور ﷺ کو نبی یا رسول مانتا ہو۔

(آیت نمبر ۴۱) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ جس کا وہ اہل ہے۔ تہلیل۔ تحمید یا تکبیر وغیرہ خواہ دل سے یا زبان سے ذکر کرو۔ اور بہت زیادہ ذکر کرو۔ دن ہو یا رات۔ سردی ہو یا گرمی۔ گھر ہو یا جنگل۔ زمین پر ہو یا پہاڑ پر سفر میں یا گھر میں۔ بیماری میں ہو یا صحت میں کھڑے ہو یا بیٹھے یعنی ہر حال اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو۔

ایک **حدیث شریف** میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ لوہے کی طرح دلوں پر بھی زنگ آ جاتا ہے۔ عرض کی گئی۔ دلوں کو جلاء کس سے ملتی ہے تو فرمایا۔ تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے (مشکوٰۃ شریف)۔ یاد رہے۔ نماز۔ تلاوت قرآن۔ درس وتدریس یہ سب ذکر کی قسمیں ہیں۔ کثرت کے ساتھ ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائیگی۔

ایک **حدیث شریف** میں فرمایا۔ جو جس سے محبت زیادہ کرتا ہے۔ اس کا ذکر بھی زیادہ کرتا ہے۔ (مسند امام ابوحنیفہ)

(آیت نمبر ۴۲) کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھو صبح وشام یعنی ہمہ وقت یا دو وقتوں کا ذکر اس لئے کیا کہ دن رات میں دو وقت ایسے ہیں جن میں فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ (۱) نماز صبح میں اور (۲) نماز عصر میں۔ **فائدہ**: کشف الاسرار میں ہے۔ لفظ بکرۃ سے صبح کی نماز کی طرف اشارہ ہے اور اصیلاً میں نماز عصر کی طرف۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ جو نماز فجر کے بعد ایک جماعت کے ساتھ طلوع آفتاب تک بیٹھ کر ذکر کرے۔ طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔ اسے کامل حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔ (الترغیب والترہیب) **فائدہ**: یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام نماز فجر سے نماز اشراق تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ **سبعات عشر**: سورہ فاتحہ۔ آخری دو سورتیں، سورۂ اخلاص، سورۃ الکافرون۔ آیۃ الکرسی، سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ درود شریف۔ استغفار۔ سات سات مرتبہ۔ یہ وظیفہ حضور علیہ السلام کا فرمودہ ہے۔ اس کی بہت بڑی تاثیر ہے۔ (فتاویٰ ابن حجر)

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

وہی ہے جو رحمت اتارتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تاکہ وہ تمہیں نکالے اندھیروں سے

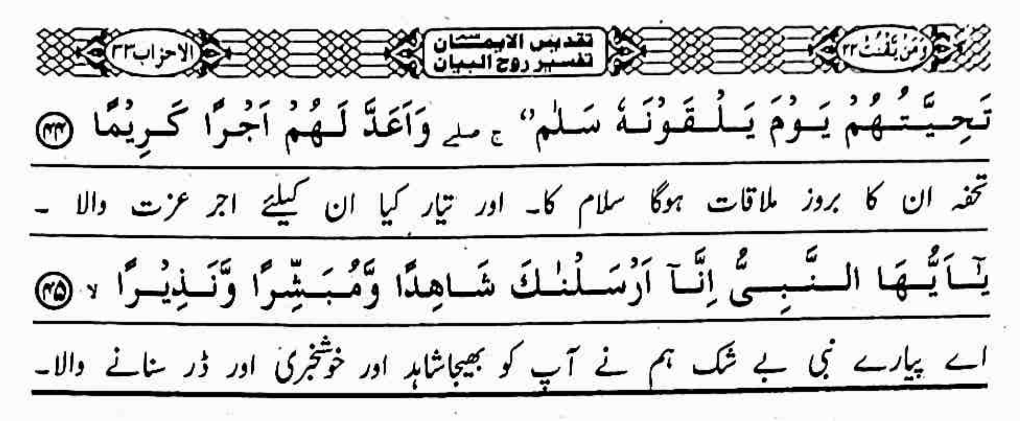
اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾

طرف روشنی۔ اور ہے مومنوں پر مہربان۔

(آیت نمبر ۴۳) وہ ذات جو تم پر رحمت اتارتی ہے۔ یہاں صلوٰۃ کا مجازی معنی رحمت و استغفار ہے۔ اور فرشتوں کی طرف صلوٰۃ کا لفظ منسوب ہو تو پھر معنی ہے کہ فرشتے تمہارے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو پھر معنی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی بھلائی اور ان کے تمام کاموں میں بہتری چاہتا ہے۔

معراج کی رات: جب حضور ﷺ عرش کے قریب پہنچے تو (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز میں) آواز آئی کہ ٹھہریں آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ کہتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا رب تو صلوٰۃ (نماز) سے بے نیاز ہے تو آواز آئی کہ میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ پر اور آپ کی امت پر۔ **فائدہ:** ابوبکر رضی اللہ عنہ تو وہاں نہیں تھے۔ وہ آواز ایک فرشتے کے ذریعے دی گئی۔ تاکہ حضور ﷺ مانوس ہوں۔ کیونکہ حضور ﷺ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت تھی۔

آگے فرمایا کہ وہ صلوٰۃ و عنایت اس لئے کرتا ہے کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔ اس لئے کہ ہر ہدایت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ یہاں ظلمات سے مراد جہالت۔ شرک۔ کفر۔ گناہ اور نفس کی خرابیاں ہیں۔ اسی طرح نور سے مراد ایمان۔ توحید۔ علم۔ اطاعت۔ یقین۔ ہدایت۔ روحانیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا سے تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ اور شہود حاصل کرو اور انوار شریعت سے منور ہو جاؤ۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ازل سے مومنوں پر مہربان ہے۔ یعنی ہمیشہ ان پر اپنی الطاف کریمانہ کرتا رہتا ہے اور فرشتوں کے ذریعے ان کی اصلاح فرماتا ہے۔ ظلمات جمع کا صیغہ ہے۔ اور نور واحد ہے۔ چونکہ ظلمات ظلمۃ کی جمع ہے۔ جس کا حقیقی معنی اندھیرا اور مرادی معنی گمراہی ہے۔ چونکہ گمراہی کی اقسام بے شمار ہیں۔ اس لئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔ اور نور کا معنی روشنی اور مراد ہدایت ہے۔ اور ہدایت ایک ہی ہے۔ اس لئے واحد کا صیغہ لایا۔



تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ج صلے وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

تحفہ ان کا بروز ملاقات ہوگا سلام کا۔ اور تیار کیا ان کیلئے اجر عزت والا۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لا ﴿۴۵﴾

اے پیارے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا شاہد اور خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔

(آیت نمبر۴۴) ان کی تحیت جوایک دوسرے کو جنت میں کہیں گے "حیّاك الله"۔ یہ درازی عمر کی دعا تھی۔ اب ہر دعا کو تحیۃ ہی کہا جاتا ہے۔ خواہ حیات دنیوی ہو یا اخروی۔ آگے فرمایا۔ جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے اس سے مراد موت یا قبروں سے اٹھنا یا جنت میں داخل ہونا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام ہوگا۔ یا یہ سلام فرشتوں کی طرف سے بندوں پر ہوگا کہ جب وہ بندوں کو جنت کی خوشخبری سنانے آئیں گے۔ یا جب بھی ان کے سامنے آئیں گے تو ان کی تعظیم وتکریم کیلئے انہیں سلام کہیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے ہر دروازے سے ان پر داخل ہوکر انہیں سلام عرض کریں گے۔

فائدہ: ابن عطا فرماتے ہیں کہ مومن کو جنت میں سب سے بڑا تحفہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کا ہوگا۔

آگے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بہت بڑا اجر وثواب تیار فرمایا۔ اس سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں۔ اجر کریم سے مراد یہ ہے۔ کہ انہیں مہمانوں کی طرح بڑی عزت تکریم سے جنت میں رکھا جائے گا۔

فائدہ: یہ آیت اس امت کیلئے بہت بڑی نعمتوں سے ہے اور ان کی فضیلت پر بہت بڑی روشن دلیل ہے۔

(آیت نمبر۴۵) اے پیارے نبی۔ یہ ندا کرامت اور تعظیم کی ہے۔ (کہ باقی انبیاء کو ذاتی نام سے اور حضور کو صفاتی نام سے پکارا گیا) فرمایا۔ بے شک ہم نے بھیجا آپ کو شاہد بنا کر۔ شہادۃ بمعنیٰ علم ہے۔ وہ علم خواہ بصر سے یا بصیرت سے حاصل ہو۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی عظمت سے آپ کو رسول بنایا۔ اس حال میں کہ آپ کی شہادت آپ کی امت کی تصدیق وتکذیب کیلئے مقدر فرمائی۔ جو آپ قیامت میں ادا فرمائیں گے۔ اس کے بعد فیصلہ ہوگا اور فرمایا کہ آپ اطاعت گذاروں کو جنت کی خوشخبری اور اہل کفر وفسق اور گناہ گاروں کو جہنم کا ڈر سنانے والے ہیں۔

2

وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

اور بلانے والا طرف اللہ کے اس کے حکم سے اور چراغ چمکانے والا۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾

اور خوشخبری دو مومنوں کو۔ کہ بے شک ان کیلئے اللہ کی طرف سے فضل ہے بہت بڑا۔

(آیت نمبر ۴۶) اور بلانے والے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ یا اس کے دین کی طرف۔

امام الانبیاء کی افضلیت: سب انبیاء کرام علیہم السلام نے امتوں کو جنت کی طرف بلایا اور سرورِ کونین ﷺ نے لوگوں کو حق کی طرف بلایا اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ میری طرف آؤ۔ بلکہ ہمیشہ حق ہی کی طرف جانے کی دعوت دیتے رہے اور یہ دعوت باذن اللہ تھی۔ تاکہ حق تک رسائی آسان ہو جائے چونکہ مخلوق میں رہتے ہوئے خالق کی طرف متوجہ ہونا ایک مشکل کام تھا۔ لیکن اب اذن الٰہی سے آسان ہو گیا۔ آگے فرمایا کہ اے محبوب۔ آپ کو روشن اور درخشاں چراغ بنایا۔ حضور ﷺ کو سراج منیر اس لئے کہا گیا کہ آپ کی ہی وجہ سے جہالت اور گمراہی کے تمام اندھیرے غائب ہوئے۔ جیسے چراغ آنے سے گھر کا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی آپ کی جلوہ گری سے کفر کی ظلمت ختم ہوگئی۔ گویا حضور ﷺ کی آمد اہل ایمان کیلئے موجب صدر احت اور ہزاروں خوشیوں کا باعث ہے۔ **فائدہ:** آپ کا چراغ ایسا فیاض ہے کہ اس سے ہزاروں بلکہ (لاکھوں کروڑوں) چراغ بھی روشن کئے جائیں۔ اس کی روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ نورانیت مصطفےٰ کا کمال یہ ہے اور اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے نور سے پیدا فرمایا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ جیسے سورج سارے جہان کو روشن کر رہا ہے۔ لیکن اس کے نور میں کوئی کمی نہیں۔

(آیت نمبر ۴۷) اے محبوب۔ ایمان والوں کو خوشخبری سنادیں کہ بے شک ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے انہیں شرف بھی زیادہ ملا اور اعمال کا اجر بھی بہت زیادہ دیا گیا۔ بہ نسبت سابق انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں کے۔ چونکہ سابقہ امتوں کو عمریں لمبی ملیں مگر اعمال پر اجر اتنا زیادہ نہیں ملتا تھا۔ جتنا زیادہ اس امت کو نیک اعمال پر ثواب دیا جاتا ہے۔ اس امت کو اگرچہ عمریں کم دی گئیں۔ لیکن ان کے نیک اعمال پر بہت بڑے اجر دیئے گئے۔ (اس امت کی ایک اور فضیلت یہ ہے۔ کہ اس امت کو سب امتوں کے بعد لایا گیا۔ تاکہ قبروں میں کم سے کم وقت رہنا پڑے۔ اور اس امت نے جو کچھ دنیا میں دیکھا وہ پہلی کسی امت نے نہیں دیکھا۔)

وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

اور نہ مانیں کافروں کی اور منافقوں کی بات اور درگذر کریں ان کی ایذاء پر اور بھروسہ کریں اللہ پر۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ

اور کافی ہے اللہ کارساز۔ اے ایمان والو جب تم نکاح کرو مسلمان عورتوں سے پھر

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ

تم انہیں طلاق دیدو۔ پہلے انہیں چھونے کے تو نہیں تمہارے لئے ان کی عدت

تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

کہ تم اسے شمار کرو۔ پس نفع دوانہیں اور چھوڑوانہیں اچھے طریقے سے۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۷) **فائدہ**: بعض مشائخ فرماتے ہیں۔ فضل کبیر سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی اجر وثواب ہے نہ کوئی شرافت ہے نہ بزرگی۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و معاذ بن جبل کو یمن میں بھیجا کہ وہاں جا کر مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ آسانی دکھاؤ۔ نفرت نہ دلاؤ۔ نہ مشکل میں پھنساؤ۔ میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔

(آیت نمبر ۴۸) اے محبوب کفار مکہ کی بات نہ مانیں اور نہ مدینہ شریف کے منافقوں کی کوئی بات مانیں۔ یعنی ان کی بات سن کر دعوت وتبلیغ میں نرمی نہ کریں اور نہ انذار میں چشم پوشی کریں۔ لہٰذا ان کافروں منافقوں سے دور ہی رہیں اور ان سے سخت نفرت کریں اور اگر وہ آپ کو دعوت وتبلیغ پر ستائیں تو اس کی پرواہ نہ کریں اور تمام امور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ وہی آپ کو کفایت فرمائے گا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز۔ یعنی سب کے کام بنانے والا۔

(آیت نمبر ۴۹) اے ایمان والو جب تم مومنہ عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر ان سے جماع کرنے سے پہلے ہی انہیں طلاق دے دو۔ **مسئلہ**: اگرچہ کتابیہ عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نکاح کرنا ہی ہے تو مومنہ عورتوں سے نکاح کرو۔ فاسقہ فاجرہ غیر مسلمہ سے اجتناب کرو۔ آگے فرمایا پھر تم انہیں جماع سے پہلے ہی اگر طلاق دے دو۔ **فائدہ**: اس سے معلوم ہوا۔ نکاح سے پہلے اگر کوئی مرد کسی عورت کو طلاق دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔ طلاق نکاح کے بعد ہوتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا

اے پیارے پیغمبر بے شک ہم نے حلال کیں آپ کیلئے وہ بیویاں جنہیں دیا آپ نے ان کا حق مہر اور جن پر

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ

مالک ہوا آپ کا ہاتھ (کنیزیں) جو غنیمت میں دیں اللہ نے آپ کو اور بیٹیاں چچا کی اور بیٹیاں پھوپھیوں کی

وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ

اور بیٹیاں خالو کی اور بیٹیاں خالاؤں کی جنہوں نے ہجرت کی آپ کے ساتھ اور عورت مسلمان اگر

وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق خَالِصَةً لَّكَ مِنْ

نذر کرے اپنی جان واسطے نبی کے۔ اگر چاہے نبی یہ کہ نکاح کرے اس سے یہ خاص رعایت آپ کے لئے ہے

دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

سوائے مسلمانوں کے۔ تحقیق ہمیں علم ہے جو مقرر کیا ہے ہم نے ان پر بیویوں کے متعلق اور جن پر مالک ہوئے

اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾

ان کے ہاتھ تاکہ نہ ہو آپ پر کوئی تنگی۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۹) آگے فرمایا کہ ایسی عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ تم ان سے نکاح ثانی کیلئے انتظار عدت نہ کرو۔ ہاں اگر جماع ہو جائے۔ یا خلوت صحیحہ ہو جائے۔ یعنی بیوی خاوند ایسی جگہ تنہائی میں رہے۔ جہاں ان کا جماع کرنا آسان تھا۔ تو یہ حکم جماع میں آ گیا۔ خواہ جماع نہ کرے۔ اگر ایسی صورت ہوئی تو عدت گذارنا ضروری ہے۔ اور اگر جماع یا خلوت صحیحہ نہیں ہوئی اور طلاق ہوگئی تو فرمایا۔ انہیں نفع دو۔ یعنی کپڑے۔ چادر۔ دوپٹہ اور قمیص دے دو۔ اگر حق مہر مقرر نہیں ہوا۔ ورنہ حق مہر دے دو اور انہیں اچھے طریقے سے رخصت کر دو۔ یعنی انہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔

سبق: مسلمان پر واجب ہے کہ ناحق کسی کا دل نہ دکھائے۔ اگر کسی کو ایذاء دی تو اس سے معافی مانگ لے۔

(آیت نمبر ۵۰) اے پیارے نبی ہم نے آپ کے لئے حلال کر دیں۔ وہ عورتیں جن کا حق مہر آپ نے ادا

کر دیا۔ یعنی عقد نکاح ہو یا اس کے قائم مقام اور اس کے عوض میں جو کچھ ادا کیا جائے اسے اجر کہا جاتا ہے۔ عمل خواہ دنیوی ہو یا اخروی اس کے بدلے کا نام اجر ہے لیکن یہاں مہر مراد ہے۔ مہر بھی عورت سے نفع اٹھانے کا عوض ہے۔ مہر معجّل ہو یا موٴجل اور نکاح کے وقت اس کا ذکر ہوا یا نہیں۔ نکاح اس کے ذکر کئے بغیر بھی ہو جاتا ہے۔ بہر حال نکاح سے مہر واجب ہو جاتا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ لونڈیاں جو آپ کے قبضہ میں ہیں وہ بھی ہم نے آپ پر حلال کیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالِ فئی یعنی مالِ غنیمت سے دیا ہے۔ مالِ فئی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کفار و مشرکین سے جنگ کے دوران غلبہ پا کر حاصل کیا جائے۔

حضور ﷺ کی چار لونڈیاں: ماریہ قبطہ، ریحانہ، جاریہ جمیلہ، التجا قرضیہ۔

آگے فرمایا تمہارے لئے حلال ہیں چچا اور پھوپھی کی بیٹیاں اور حضور ﷺ کے بارہ چچے تھے اور چھ پھوپھیاں تھیں اور سات چچازاد بہنیں تھیں۔ آگے فرمایا اور حلال ہیں خالہ اور خالو کی بیٹیاں۔ لیکن حضور ﷺ کا نہ خالو نہ خالہ۔ لیکن ان مذکورہ میں وہی حلال ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ اسی لئے ام ہانی چچا کی بیٹی ہونے کے باوجود آپ نے ان سے نکاح نہیں کیا کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ اس سے یہ بھی معنی نکلا کہ آپ غیر مسلمہ سے بھی نکاح نہیں کر سکتے۔ آگے فرمایا۔ مومنہ عورت بھی آپ کے لئے حلال اگر وہ مومنہ اپنا آپ نبی پاک کو ہبہ کر دے۔ یاد رہے یہاں ہبہ کا مطلب ہے۔ مہر کے بغیر اپنے آپ کو حضور علیہ السلام کے عقد میں کر دینا۔ بشرطیکہ اگر ارادہ کر لیا نبی علیہ السلام نے اس کے ساتھ نکاح کا۔ یعنی نکاح حضور کی مرضی پر موقوف ہے۔ لیکن اپنے آپ کو حضور ﷺ کیلئے ہبہ کرنا یہ خاص ہے۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ۔ کسی دوسرے مسلمان کیلئے جائز نہیں۔ یعنی انہیں نکاح کے بعد حق مہر دینا واجب ہے۔ خواہ نکاح کے وقت ذکر ہوا یا نہیں۔

آگے فرمایا کہ ہمیں معلوم کہ ہم نے ان مسلمانوں پر کیا واجب کیا ہے۔ ان کی بیویوں کے حقوق میں اور جو ان کی لونڈیاں ہیں۔ تا کہ آپ کو نکاح کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ ہو۔ یہ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ شرائط عقد اور ان کے حقوق باقی مسلمانوں پر لازم کئے وہ آپ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے آپ پر کوئی فرض نہیں۔ آگے فرمایا کہ ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ

پیچھے ہٹاؤ جسے چاہو آپ ان سے اور جگہ دو اپنے پاس جسے آپ چاہو ۔

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ

اور پھر جسے آپ چاہیں الگ کرنے کے بعد تو بھی نہیں گناہ آپ پر۔ یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ ٹھنڈی ہوں

اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ

ان کی آنکھیں۔ اور غم نہ کریں اور راضی رہیں جو بھی دیا آپ نے ان کو سب کی سب۔ اور اللہ جانتا ہے

مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾

جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور ہے اللہ علم و بردباری والا۔

(آیت نمبر ۵۱) اے محبوب۔ آپ اپنی عورتوں میں سے جسے چاہیں اس کی باری کے باوجود اسے پیچھے ہٹا دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دے دیں۔ یہ آپ کو اختیار ہے۔ اسی طرح آپ جسے رکھنا چاہیں یا طلاق دینا چاہیں۔ آپ عورتوں کے مالک ہیں۔ جس عورت سے نکاح کرنا چاہیں اور ان میں سے جسے آپ نے علیحدہ کر دیا آپ پر نہ حرج ہے نہ گناہ نہ عتاب نہ ملامت اسی طرح باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ طلاق دیں یا طلاق والی کو واپس کر لیں۔ آپ پر کوئی حرج نہیں۔ اگر چہ پہلے برابر تقسیم واجب تھی۔ لیکن اس آیت کے نزول سے وجوب منسوخ ہو گیا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ ازواج مطہرات سے برابری کا سلوک کرتے۔ صرف حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ آگے فرمایا کہ آپ کی مشیت پر یہ سب کام اس لئے کیا تا کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں ان سے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں آپ سے اور وہ سکون پائیں اور نہ وہ غمزدہ ہوں اور جو کچھ آپ انہیں عنایت فرمائیں۔ اس سے وہ خوش ہوں اور اسے آپ کا احسان سمجھیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے علم والا ہے جو تم ظاہر کر دیا چھپاؤ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ کوئی بات اس سے چھپی نہیں ہے۔ اور بردبار ہے کہ سزا میں وہ جلدی نہیں کرتا۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ

نہیں حلال آپ کیلئے عورتیں اس کے بعد اور یہ کہ بدلیں ان سے اور بیویاں ۔

وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اگرچہ بھائے آپ کو ان کا حسن۔ مگر جس پر مالک ہو آپ کا دایاں ہاتھ۔ اور ہے اللہ

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا ع ﴿۵۲﴾

اوپر ہر چیز کے نگاہ بان۔

(آیت نمبر ۵۲) اے محبوب اس کے بعد آپ کے لئے حلال نہیں۔ یعنی آپ کیلئے ۹ عورتوں کا نصاب کافی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ انہوں نے دنیا کے مال و دولت کے مقابلے میں آپ کو پسند کیا۔ آپ بھی ان ہی پر اکتفا کریں۔ آپ کی امت کیلئے چار عورتیں بہ یک وقت اور آپ کیلئے نو بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ اور نہ آپ کے لئے یہ جائز ہے کہ آپ ان کے سوا کسی سے نکاح کریں اور نہ یہ روا ہے کہ ان سب کو یا ان میں سے بعض کو طلاق دیکر اس کی جگہ کوئی اور نکاح میں لے آئیں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ رسول اور آخرت کو اختیار کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی عزت افزائی فرمائی اور فرمایا کہ اگرچہ آپ کو کسی کا حسن بھا جائے۔

حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو مال و جمال کی وجہ سے کسی عورت سے نکاح کرے تو وہ مال و جمال دونوں سے محروم رہے گا اور اگر دین کی وجہ سے نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مال و جمال سے بھی نوازتا ہے۔ (بخاری) آگے فرمایا کہ ان نو بیویوں کے علاوہ جن کنیزوں کے اپ مالک ہیں انہیں آپ اپنے تصرف میں لائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے جو آپ کی ہر چیز کی حفاظت فرماتا ہے۔ (ازواج مطہرات کے بارے میں مکمل سیرت دیکھنی ہو تو فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔ مسئلہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اسے ایک نظر دیکھنا جائز ہے۔

فائدہ: دیکھنے سے مراد یہ نہیں۔ کہ اس کے ساتھ سیر سپاٹے کرتے پھریں۔ یا وہ آپس میں رنگ رلیاں مناتے رہیں۔ بلکہ ایک دفعہ دیکھ سکتا ہے۔ تا کہ اسے پسند آجائے تو پھر اس سے نکاح کر دیا جائے۔ باقی معاملات خاندانی عورتیں ان سے طے کر کے اسے بتادیں۔ کہ وہ لڑکی کیسی عادت والی ہے۔ یا اس کا چال چلن کیسا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى

اے اہل ایمان نہ داخل ہو خانہ ہائے نبی میں مگر یہ کہ اجازت ملے تمہیں طرف

طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ

کھانے کے نہ دیکھو ان کے برتنوں کو۔ لیکن جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ پھر جب تم کھا چکو

فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ

تو متفرق ہو جاؤ۔ اور نہ دل بہلاؤ باتوں سے بے شک یہ ہے تکلیف دینا نبی کو

فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ

تو وہ شرماتے ہیں تم سے۔ اور اللہ نہیں شرماتے حق بات کہنے سے۔ اور جب تم مانگو ان سے

مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ

برتنے کی چیز تو مانگو ان سے پیچھے پردوں کے۔ یہ پاکیزگی تمہارے

وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا

اور ان کے دلوں کیلئے۔ اور نہیں ہے جائز تمہارے لئے کہ ایذا دو رسول اللہ کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو

اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

آپ کی بیویوں سے آپ کے بعد کبھی بھی۔ بے شک یہ ہے نزدیک اللہ کے بہت بڑی بات

(آیت نمبر ۵۳) اے ایمان والو نبی علیہ السلام کے گھروں میں نہ داخل ہو۔

شانِ نزول : حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد حضور ﷺ نے دعوت ولیمہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانے کے بعد باتوں میں مشغول ہو گئے۔ بی بی زینب رضی اللہ عنہا ایک کونے میں چھپی بیٹھی تھیں۔ حضور ﷺ نے شرم کی وجہ سے انہیں کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں اور فرمایا کہ

میرے نبی کے گھر میں بغیر اجازت جانا بھی منع ہے۔ اگر اجازت ملنے پر جاؤ تو وہاں بلا وجہ زیادہ دیر ٹھہرنا بھی منع ہے۔ اور وہاں بیٹھ کر ادھر ادھر برتنوں کو دیکھتے رہنا یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ جب بلایا جائے تو دولت کدہ پر حاضر ہو جاؤ۔ لیکن ادب کو بھی ملحوظ خاطر رکھو اور باتوں میں انس پیدا نہ کرو۔ یعنی نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو جاؤ اور نہ گھر والوں کی باتوں کے سننے میں لگ جاؤ کہ گھر والے تمہاری وجہ سے پریشان ہو جائیں۔ بے شک یہ تمہارا باتوں میں لگ جانا۔ نبی اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ اس لئے کہ آپ کا حجرہ مبارک تنگ ہے۔ تمہارے خواہ مخواہ بیٹھنے سے تکلیف پہنچی۔ اب وہ تو تمہیں گھر سے نکالنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو حق بات کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا اور تمہیں آئندہ کیلئے حکم دیتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے گھر میں کسی وجہ سے جاؤ تو جس مقصد کیلئے گئے اس سے فارغ ہونے کے بعد جلد وہاں سے نکل جایا کرو۔

سفید ریش سے شرم: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ سفید بالوں والے کو عذاب دینے سے شرماتا ہے۔

مسئلہ: مہمان کو بھی کسی کے گھر میں جا کر پکا ڈیرہ نہیں لگا لینا چاہئے۔ جتنا جلد ہو واپس چلے جانا چاہئے۔ مزاج پرسی کے لئے آنے والوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

احمق کی دو علامات: (۱) کسی کے گھر بے وقت جانا۔ (۲) وہاں ضرورت سے زیادہ بیٹھنا۔

مسئلہ: کسی کے گھر میں جاؤ تو تین دفعہ وقفے وقفے سے سلام دو۔ جواب ملے تو داخل ہو جاؤ۔ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ طبع پر بوجھ ڈالنے والے روح کا بخار ہیں۔ اعمش سے پوچھا گیا کہ تمہاری آنکھیں کیوں خراب ہیں تو اس نے کہا۔ طبع پر بوجھ ڈالنے والوں کو دیکھنے سے آنکھیں خراب ہو گئیں۔ **مسئلہ:** اس آیت میں زیادہ کھانے والوں کی بھی مذمت کی گئی ہے۔ احنف کہتے ہیں (طعمتم فانتشروا) ان کے لئے ہی نازل ہوئی کہ کھانا کھا کر جلدی گھر سے چلے جاؤ۔ لیکن اگر صاحب خانہ آپکے بیٹھنے کو پسند کرتا ہے تو پھر بیٹھے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔

آگے فرمایا کہ جب تم ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یعنی دروازے کے باہر سے ہی مانگو۔ اس لئے کہ تمہارا پردے کے پیچھے سے مانگنا تمہارے دلوں کی پاکیزگی ہے اور ان کے دلوں کی بھی پاکیزگی ہے۔ اس طرح تم خواطر نفسانیہ اور خیالات شیطانیہ سے محفوظ رہو گے کیونکہ مرد و عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھیں تو دل میں خطرہ بھی واقع نہیں ہوتا اور شریعت مطہرہ نے بھی یہی تاکیدی حکم دیا ہے کہ کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہ بیٹھے۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا۔ جہاں مرد و عورت تنہائی میں ہوتے ہیں تیسرا وہاں شیطان ہوتا ہے۔ (رواہ احمد والترمذی والطبرانی)

اِنْ تُبْدُوْا شَیْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۵۴﴾

اگر تم ظاہر کرو کچھ یا چھپاؤ اسے پس بے شک اللہ ہے ہر چیز کو جاننے والا ۔

(بقیہ آیت نمبر۵۳) **آیت حجاب** :حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلی خواہش پر نازل ہوئی۔آیت حجاب کے اترنے سے پہلے عورتیں مردوں کے سامنے بغیر پردہ آتی جاتی تھیں۔

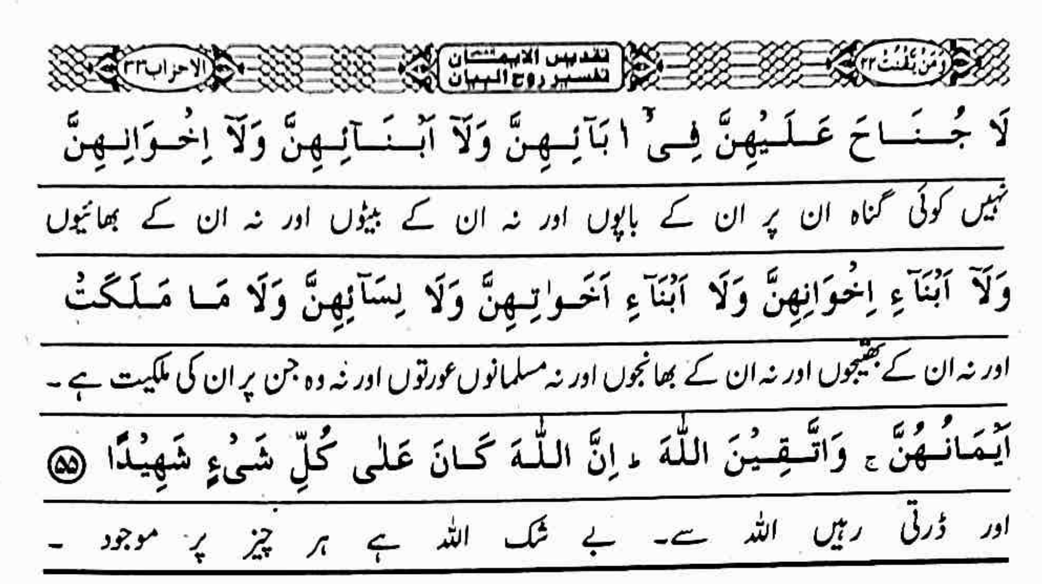
آگے فرمایا۔اور تمہارے لئے مناسب نہیں ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ۔یعنی ان کی ظاہری حیات میں ایسے کام نہ کرو۔کہ آپ کی طبع مبارک کو ناگوار ہو اور آپ کو تکلیف پہنچے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ آپ کی زوجہ کے ساتھ حضور ﷺ کے وصال کے بعد نکاح کرو۔نہ آپ کے طلاق دینے کے بعد تم ان سے نکاح کر سکتے ہو یہ حکم ہمیشہ کیلئے ہے کیونکہ وہ تمہاری مائیں ہیں۔وہ بروز قیامت بھی حضور ﷺ کی بیویاں ہوں گی۔ایک **حدیث** میں ہے۔فرمایا میں نے رب تعالیٰ سے مانگا ہے کہ جنت میں بھی میری یہی بیویاں میرے ساتھ ہوں۔

رسول خدا ﷺ کی تعظیم وادب امت پر واجب ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور ادب دل وجان سے کریں۔آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی آپ کا ادب وتعظیم اسی طرح ضروری ہے۔جس طرح زندگی میں (یہ ادب تعظیم وتوقیر اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کے نصیب مین لکھی ہے)۔

شان نزول : طلحہ بن عبید اللہ تیمی نے کہا کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد میں جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔روایت کی صحت کے بارے میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔مجھے توقف تھا۔اس لئے کہ جناب طلحہ تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔وہ اتنی ہلکی بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔چنانچہ تحقیق کی بعد معلوم ہوا کہ یہ طلحہ اور ہے۔

آگے فرمایا۔بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔یعنی گناہ کبیرہ اور ہولناک بات ہے۔

(آیت نمبر۵۴) اگر تم ظاہر کرو ایک چیز جس کی بھلائی معلوم نہ ہو۔یعنی ترک ادب یا حفظ حرمت نہ ہوا۔یا چھپاؤ اسے اپنے سینے میں یعنی زبان پر نہ لاؤ۔جیسے ایک شخص نے دل میں خیال کیا کہ میں حضور ﷺ کے بعد جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کروں گا تو انہیں جاننا چاہئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔اسی بناء پر وہ تمہارے اعمال کی تمہیں جزاء وسزا دے گا۔خواہ اعمال ظاہر کئے ہوں یا چھپ کر۔اس میں سب گناہ آ گئے۔



لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ

نہیں کوئی گناہ ان پر ان کے باپوں اور نہ ان کے بیٹوں اور نہ ان کے بھائیوں

وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ

اور نہ ان کے بھتیجوں اور نہ ان کے بھانجوں اور نہ مسلمانوں عورتوں اور نہ وہ جن پر ان کی ملکیت ہے۔

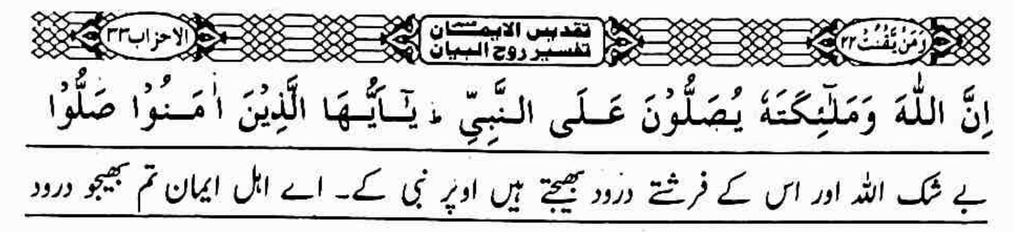
اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

اور ڈرتی رہیں اللہ سے۔ بے شک اللہ ہے ہر چیز پر موجود۔

(بقیہ آیت نمبر ۵۴) **سبق**: اے بندگان خدا جب تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن اور ہر چھوٹے بڑے عمل کو دیکھتا ہے تو پھر تم پر ضروری ہے کہ ہمہ وقت اس کے آگے سر تسلیم خم رہو۔ اسی کی اطاعت میں زندگی گذارو۔ حلال کھاؤ اور سچ بولو۔ عبادت وریاضت اور قرآن کی تلاوت جاری رکھو۔ گناہوں سے توبہ کرنے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے اور پاکیزہ اخلاق اپنانے کی پوری کوشش کرو۔ بخل۔ ریاء اور طمع سے دور رہو اور جود وسخا توکل اور قناعت کو اپناؤ۔

(آیت نمبر ۵۵) اپنے باپوں کے سامنے پردہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

شان نزول: جب آیت پردے والی اتری تو حضور ﷺ سے عرض کی گئی۔ وہ کیا اپنے باپوں، بیٹوں، ان کے بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں سے پردے کا کیا حکم ہے۔ تو فرمایا ان سے پردہ نہیں ہے۔ ان مذکورہ لوگوں کو جائز ہے کہ وہ اپنی رشتہ دار عورتوں کے پاس آجاسکتے ہیں۔ ماموں اور چچا بھی باپ کی طرح ہیں۔ اس لئے ان کا نام نہیں لیا۔ آگے فرمایا کہ مومنہ عورتوں سے بھی پردہ نہیں ہے۔ دیگر مذاہب کی عورتوں کے پاس جانا ناجائز ہے کیونکہ ان کے برے اثرات مسلمان عورتوں پر پڑ سکتے ہیں۔ البتہ کتابی عورتیں آجاسکتی ہیں کیونکہ ان کا ازواج مطہرات کے پاس آنا ہوتا رہتا اور حضور ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ آگے غلاموں اور کنیزوں کے آنے جانے میں بھی حرج نہیں ہے۔ ورنہ انہیں گھر کے کام کاج میں تکلیف ہوگی۔ آگے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی ڈرتی رہیں۔ خاص کر پردے کے معاملے میں کیونکہ ہر غیر محرم سے پردہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس لئے جتنا بھی ممکن ہو سکے وہ پردہ میں رہیں اور حکم الٰہی کی مخالفت بھی نہ کریں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا اور اس کا خوف از حد ضروری ہے۔



اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اوپر نبی کے۔ اے اہل ایمان تم بھیجو درود

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

اس پر اور خوب سلام پڑھو۔

(بقیہ آیت نمبر ۵۵) آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ تمہارے اقوال وافعال اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے احوال، اقوال اور افعال کو درست فرمائے۔

(آیت نمبر ۵۶) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پاک ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ یعنی آپ کے شرف اور تعظیم شان کا اظہار کرتے ہیں۔

فائدہ: القہستانی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب رحمت ہے اور فرشتوں کی استغفار کو صلوٰۃ کہا گیا۔ انسانوں اور جنوں کی صلوٰۃ نماز، رکوع، سجدہ، دعا وغیرہ ہے۔ حیوانات کی اور حشرات الارض کی صلوٰۃ تسبیح ہے۔ **فائدہ**: بعض بزرگ فرماتے ہیں۔ صلوٰۃ غیر نبی پر رحمت اور نبی پر بمعنی مدح وثناء کے ہے۔ قولاً اور فعلاً نصرت ودیانت ہے۔ آگے فرمایا۔ اے ایمان والو۔ تم بھی درود بھیجو اور سلام پورے اہتمام سے بھیجو کیونکہ تمہارا زیادہ حق بنتا ہے۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود بھیجو تو اس میں عمومیت کا خیال رکھو۔ یعنی میرے علاوہ میری آل میرے اصحاب اور اولیاء علماء کو بھی اس میں شامل کرو۔ (کنز العمال)

فائدہ: سخاوی فرماتے ہیں۔ اس سے مراد ہے مجھ پر اور دیگر سب انبیاء پر درود بھیجو۔ **فائدہ**: درود میں اللھم کا لفظ باقی اسماء رب یا رحمٰن وغیرہ سے زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس میں لفظ اللہ آتا ہے۔ **فائدہ**: اور درود میں حضور کا ذاتی اسم مبارک محمد ﷺ زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ آپ صفات کمال کے جامع ہیں۔ **فائدہ**: شرح کشاف میں ہے۔ اللھم صل علی محمد کا مطلب ہے۔ اے اللہ محمد ﷺ کو دنیا میں اعلاء دین اور اسلام میں معظم فرما اور آپ کے ذکر کو عام فرما اور آپ کی شریعت کو تا قیامت باقی رکھ اور امت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما۔ اولین، آخرین اور انبیاء و مرسلین میں آپ کی فضیلت واضح فرما۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا میرے نبی پر درود بھیجو۔ ہم نے عرض کی کہ ہم اس کے اہل نہیں۔ اے اللہ تو خود ہی ان کی شان کے مطابق ان پر درود بھیج۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے ہیں۔ جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ **حدیث** نمبر۲: دنیا میں کوئی مسلمان مجھ پر درود پڑھے تو میری روح کو اللہ تعالیٰ لوٹاتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں (بخاری)۔ درود وسلام تو ہر وقت پڑھا جارہا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور دائمی طور پر قبر میں زندہ ہیں۔ اس لئے کہ دنیا میں کوئی ایسا وقت ہے ہی نہیں کہ جب کوئی نہ کوئی درود نہ پڑھ رہا ہو اور حضور ﷺ اس کے درود وسلام کا جواب نہ دے رہے ہوں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر انسان مرنے کے بعد عالم برزخ میں زندہ ہے۔ سنتا سمجھتا اور مسلمان ہے تو سلام کا جواب دیتا ہے۔ حضور ﷺ تو رفیق اعلیٰ میں ہیں۔ آپ کے روح کا بدن مبارک کے ساتھ تعلق ہے۔ ہر سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ روح کی پرواز کو بدن کی چال پر قیاس نہ کیا جائے۔

درود وسلام کی وجہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سجدہ کروا کر آدم علیہ السلام کی شان بڑھائی اور اپنے محبوب کیلئے درود وسلام کا تحفہ امت پر لازم کر کے قیامت تک کیلئے ہر آن اپنے پیارے نبی کی شان بڑھائی جارہی ہے۔ سجدہ تو ایک دفعہ ہوا پھر بات ختم ہوگئی۔ دوسری بات یہ کہ سجدہ فرشتوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ اس میں شریک نہیں۔ درود وسلام تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور سب مسلمان پڑھ رہے ہیں۔ جب یہ آیت اتری تو نبی پاک ﷺ کا چہرا مبارک بہت چمک رہا تھا۔ فرمایا یہ آیت مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ پیاری ہے۔

درود میں ابراہیم علیہ السلام کا نام:

ابراہیم علیہ السلام نے آرزو کی کہ الٰہی میرا ذکر قیامت تک لوگوں کی زبانوں پر جاری رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور نماز میں آپ کا نام درود شریف میں اپنے حبیب کے نام سے متصل بعد رکھ دیا۔ تا کہ ان کا نام قیامت تک مسلمانوں کی زبان پر جاری رہے۔ **فائدہ:** حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی سننے کے بعد آپ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ **مسئلہ:** امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم ﷺ کا اسم گرامی زبان پر آئے تو درود پڑھنا واجب ہے۔ امر تو بے شک تکرار کا متقاضی نہیں ہے لیکن قاعدہ مسلم ہے کہ سبب کے تکرار سے وجوب مکرر ہوتا ہے۔ جیسے وقت کے تکرار سے وجوب مقرر ہوتا ہے۔ یعنی مثال کے طور پر نماز قائم کرو تو جوں ہی وقت ہوگا، نماز لازم ہو جائیگی۔

حدیث شریف: جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے وہ جہنم میں داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنی رحمت سے دور کردے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

بے شک وہ جو تکلیف دیں اللہ اور اس کے رسول کو لعنت ہے ان پر اللہ کی۔ دنیا اور آخرت میں

وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾

اور تیار کیا ان کیلئے عذاب رسوا کرنے والا

(بقیہ آیت نمبر ٥٦) **مسئلہ**: دعا کی قبولیت کیلئے اس کے اول اور آخر میں درود ضرور پڑھے۔ **مسئلہ**: حضور ﷺ کا نام مبارک لکھنے کے بعد صلعم یا ص لکھنا درود کی جگہ یہ سخت گناہ ہے۔ (درود شریف کے بے شمار مسائل وفوائد حضور ﷺ کے اسم گرامی پر انگوٹھے چومنے کے دلائل اور حضور ﷺ کے طفیل آدم کی توبہ قبول ہونے کا واقعہ اور کن کن مواقع پر درود پڑھنا چاہئے۔ اس کیلئے فیوض الرحمٰن کا مطالعہ کریں)۔

(آیت نمبر ٥٧) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو ایذاء دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی خلاف ورزی۔ یا اس کی طرف اولاد منسوب کرنا۔ اس کا شریک ٹھہرانا۔ اس کی قدرت کا انکار۔ قیامت کو اٹھنے کا انکار اور زمانے کو گالیاں دینا وغیرہ اور رسول اللہ ﷺ کی ایذائیں تو مشہور ہیں۔ انہیں مجنون، شاعر اور کاہن کہنا، گالیاں دینا، پتھر مارنا، دانت شہید کر دینا وغیرہ۔ جو کفار کرتے تھے۔

فائدہ: بعض علماء نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو ہی ایذاء دینا ہے۔

حضور ﷺ کے والدین کو جہنمی کہنا بھی حضور ﷺ کو ایذاء دینا ہے۔ ایسے بے ادب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ نے ایک امام کو دیکھا قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوک رہا ہے۔ اسے نماز پڑھانے سے حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔ آگے فرمایا۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائیں ان پر لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی دنیا اور آخرت میں۔ ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مسئلہ: نبی پاک علیہ السلام کو کسی طرح کی بھی تکلیف پہنچانا بالاتفاق حرام ہے۔ تمام ائمہ کے نزدیک حضور ﷺ کو گالی دینا کفر اور ارتداد ہے۔ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کرنا واجب ہے۔ امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں۔ اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔ اسے قتل کیا جائے۔ بلکہ کسی نبی کو بھی گال دینے والے کا یہی حکم ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا

اور وہ جو ایذا دیتے ہیں مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر ان کے کچھ کئے کے۔ پس تحقیق اٹھایا انہوں نے

بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ

بہتان اور گناہ کھلا۔ اے پیارے نبی فرمائیں اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے اور ان عورتوں سے

الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ

جو مومنہ ہیں کہ ڈالیں اپنے موہوں پر کچھ حصہ اپنی چادروں کا۔ یہ زیادہ قریب کہ پہچانی جائیں

فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

تو نہ ستائی جائیں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

(آیت نمبر ۵۸) وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو ایذاء دیتے ہیں۔ یعنی ان کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں۔ جن سے ان کو رنج پہنچتا ہے۔ بغیر کسی وجہ کے کہ جو انہوں نے کیا۔ یعنی وہ اس کے مستحق نہ تھے۔

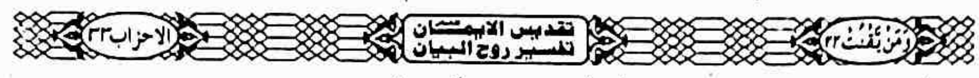
مسئلہ: معلوم ہوا کسی مسلمان کو بھی دکھ یا تکلیف دینا حرام ہے۔ عام مسلمانوں کیلئے حرام ہے تو جو صحابہ کو بھونکتے ہیں۔ خصوصاً خلفاء راشدین اور خوارج جو اہل بیت خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بکواس کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے گویا اپنے سر پر بہتان اور بہت بڑا گناہ اٹھایا۔ جس کی سزا جہنم ہے۔

نتیجہ: دونوں آیات کا یہ نکلا کہ جو مسلمانوں کو ایذاء دیتا ہے۔ وہ اصل میں اللہ تعالیٰ کے رسول کو ایذاء دیتا ہے اور جو رسول خدا کو ایذاء دے گویا وہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء دیتا ہے۔

حدیث شریف قدسی: فرمایا۔ جو میرے ولی کو ایذاء دیتا ہے تو تحقیق وہ مجھ سے اعلان جنگ کرتا ہے (ریاض الصالحین)۔ ایک **حدیث** میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن (کامل) کعبہ سے زیادہ قدر و منزلت والا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(آیت نمبر ۵۹) اے میرے پیارے نبی آپ اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے فرمادیں۔

فائدہ: جمع کا صیغہ بتا رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ایک نہیں بلکہ چار تھیں: (۱) زینب۔ (۲) رقیہ۔



(۳) کلثوم۔ (۴) فاطمہ۔ جو قرآن پاک کو بھی نہیں مانتا۔ وہ اور کس چیز کو مانے گا۔

آگے فرمایا کہ مومنہ عورتوں سے بھی فرمادیں کہ اگر وہ کسی ضرورت سے باہر جائیں تو چہرے اور بدن پر بڑی چادر اوڑھ لیا کریں تاکہ برے لوگ ان کے درپے آزار نہ ہوں۔ یہ اپنے اوپر اوڑھنی رکھنا زیادہ قریب ہے اس بات کے کہ وہ پہچانی جائیں اور برے لوگ انہیں ایذاء نہ پہنچائیں۔

فائدہ :عورتیں گھر میں اپنے محرموں کے سامنے بے شک بناؤ سنگار کریں یا بغیر پردہ رہیں لیکن جب باہر جائیں تو پردے کا خیال رکھیں۔ آگے فرمایا کہ اگر منافقین منافقت سے باز نہ آئے اور وہ جن کے دلوں میں فسق و فجور کا مرض ہے۔ یعنی جن کا ایمان کمزور ہے اور وہ زنا اور فواحش کے مرتکب ہیں اور وہ لوگ جو مدینے میں جھوٹی خبریں اڑاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے جنگ کرنے اور انہیں جلاوطن کرنے کا حکم ہم دینے والے ہیں یا ان کو قتل کرنے کیلئے آپ کو ان پر مسلط کرنے والے ہیں۔ پھر وہ آپ کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکیں گے۔ یعنی مدینہ شریف میں آپ کی نزدیکی انہیں پھر نصیب نہیں ہوگی۔ سوا چند ایک کے۔ یا چند دن تک پھر وہ یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔

آگے فرمایا۔ ان پر لعنت کی گئی۔ اب وہ جہاں پائے جائیں لعنت ان پر پڑتی رہے گی۔ انہیں پکڑا جائے اور وہ ذلیل کر کے قتل کئے جائیں۔ جب تک کہ وہ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔

فائدہ :محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ نہ منافقین نے شرط پوری کی۔ نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو مذکورہ حکم کو پورا کرنے کا فرمایا۔ چونکہ وہ از حد شرارتی تھے ہر طرف جھوٹی افواہیں پھیلاتے۔ کہ مسلمان مارے گئے۔ شکست کھا گئے یا گرفتار ہو گئے۔ یا مسلمانوں کو ڈراتے کہ تمہارے دشمن آ رہے ہیں۔ اور وہ تمہیں قتل کریں گے۔ تاکہ ایسی خبروں سے مسلمانوں کے دل دکھیں۔ ڈر جائیں اور ان پر غیروں کا رعب آ جائے تو اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت بھی کی اور جلاوطنی پر انہیں مجبور کیا گیا۔

سبق :عقل مند پر لازم ہے کہ شقاوت اور منافقت کی طرف مائل نہ ہو بلکہ اخلاص اور امور حق کو پورا کرنے میں پوری کوشش کرے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي

اگر نہ باز آئے منافق اور جن کے دلوں میں مرض ہے۔ اور جھوٹ اڑانے والے

الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ج ۝٦٠

مدینہ میں تو ضرور ہم تمہیں ان پر مسلط کریں گے پھر وہ نہیں رہ سکیں گے تمہارے ساتھ مدینہ میں مگر تھوڑے۔

مَّلْعُوْنِيْنَ ج اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝٦١

پھٹکارے ہوئے جہاں پائے جائیں پکڑ کر قتل کئے جائیں چن چن کر۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ج وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝٦٢

دستور الٰہی ہے ان لوگوں میں جو گذر گئے اس سے قبل۔ اور ہرگز نہیں تو پائے گا دستور الٰہی میں کوئی تبدیلی۔

(آیت نمبر٦٠) یعنی منافقوں کو جس بات سے روکا گیا۔ اگر وہ باز نہ آئے۔ یعنی جو کچھ اب وہ منافقت کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ اس سے مراد موجودہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔ یعنی جن کے ایمان کمزور یا متزلزل ہیں اور طرح طرح کے فسق وفجور میں لگے ہوئے ہیں اور وہ بھی جو مدینہ شریف میں جھوٹی خبریں اڑانے والے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کو ڈراتے تھے کہ کفار تم پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یا آگے پیچھے خبریں پھیلانا کہ مسلمان مارے گئے ، شکست کھا گئے۔ پکڑے گئے وغیرہ انہیں متنبہ کیا گیا کہ ہم مسلمانوں کو تم پر مسلط کردیں گے اور مسلمانوں کو کہیں گے کہ انہیں قتل کردیا جلاوطن کردو تو پھر تم مسلمانوں کے قریب نہ رہ سکو گے مگر تھوڑے ہی۔

(آیت نمبر٦١) لعنت کردی گئی ان پر یعنی اللہ کی رحمت سے دور کردیئے گئے۔ اس میں ان کی مذمت کو بیان کیا گیا یعنی اب وہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر لعنت ہی ہے۔ اب مسلمانوں کو چاہئے کہ انہیں پکڑیں اور اچھی طرح انہیں قتل کریں۔

(آیت نمبر٦٢) اللہ تعالیٰ نے یہی طریقہ جاری رکھا سابقہ امتوں میں کہ منافقین انبیاء کرام علیہم السلام کو پریشان کرتے۔ ان کے متعلق غلط افواہیں پھیلاتے اور شہید کردیتے۔ تاکہ عوام ان سے بدظن ہوں۔ آگے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ یعنی اسے کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر فرمایا ہے وہ لازماً ہو کر رہے گا۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ

پوچھتے ہیں آپ سے لوگ قیامت کے متعلق ۔فرمادیں بے شک اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور تمہیں کیا معلوم

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾

شاید قیامت پاس ہی ہو۔

(بقیہ آیت نمبر ٦٢) **فائدہ**:اس آیت میں منافقوں کو تہدید ہے۔اسی طرح ان کے جاہل اور نااہل صوفی جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ حق کے طالب ہیں۔لیکن ان کے کردار منافقوں سے بھی بدتر ہیں۔لباس عارفین کی طرح اور اپنے آپ کو اہل باطن کہتے ہیں لیکن سیرۃ کے لحاظ سے دین کے ڈاکو اور اسلام کے چور ہیں۔اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اگر یہ اپنے طور طریقے سے باز نہ آئے تو ان کے ساتھ وہی ہوگا۔جو ان سے پہلے دین کے ڈاکوؤں کا حال ہوا تھا۔

(آیت نمبر ٦٣)لوگ آپ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھتے ہیں۔

شان نزول : مشرکین نے حضور ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اگر واقعی قیامت ہے تو اب قائم ہو جائے۔یہ بات استہزاء ٹھٹھہ مخول اور حضور ﷺ کو پریشان کرنے اور انکار کے طور پر کہی۔انہیں معلوم تھا کہ قیامت کا علم مخفی ہے۔اسے اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتے۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا۔آپ انہیں فرمادیں۔اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔نہ اس پر کوئی مقرب فرشتہ آگاہ ہے نہ کوئی نبی اور رسول۔آگے فرمایا۔تمہیں کیا معلوم قیامت قریب ہی ہو۔جسے تم بہت دور سمجھ رہے ہو۔

فائدہ :چونکہ وہ قیامت کے وقوع میں جلدی چاہنے والے تھے اور ان کا سوال بھی سرکشی پر مبنی تھا۔اس لئے انہیں تہدیدی جواب دیا۔

علامات قیامت :(١)وعدہ کی خلاف ورزی ہوگی۔(٢)شر والوں کی عزت ہوگی۔(٣)شریف لوگ ذلیل کئے جائیں گے۔(٤)دین کا علم اٹھ جائے گا۔(٥)جہالت عام ہوگی۔(٦)زنا کھلے عام ہوگا۔(٧)کنجریاں ناچیں گی۔(٨)فسق وفجور کا دور دورہ ہوگا۔(٩)شراب کھلے طور پر پی جائے گی۔(١٠)موت اچانک ہوگی۔(١١)فاسق وفاجر لوگ مسجد میں اونچے آواز سے چیخ چیخ کر بولیں گے۔(١٢)بارشیں بے وقت ہوں گی۔(١٣)امانت میں خیانت ہوگی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۙ ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ

بے شک اللہ نے لعنت کی کافروں پر اور تیار کیا ان کے لئے جلانے والا عذاب۔ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اس میں

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۚ ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ

نہ پائیں گے حمایتی اور نہ مددگار۔ جس دن الٹے کئے جائیں گے ان کے منہ آگ میں تو کہیں گے

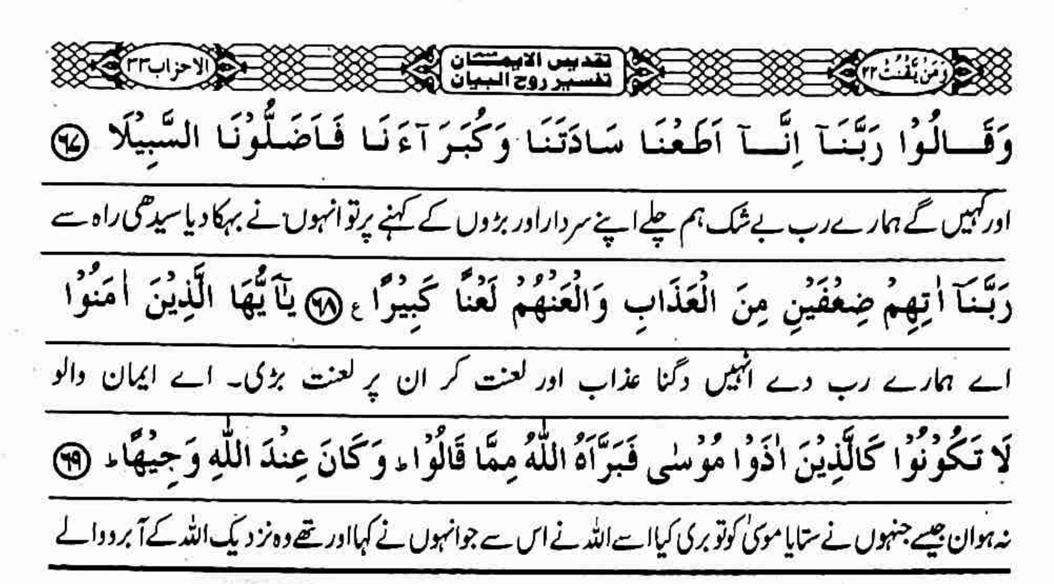
يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾

کاش ہم نے مانی ہوتی بات اللہ کی اور مانا ہوتا حکم رسول کا۔

(آیت نمبر۶۴) بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی۔ اس سے مراد تمام کفار ہیں۔ صرف منکرین قیامت نہیں بلکہ حضور ﷺ کے مخالفین اور دشمنی رکھنے والے کیونکہ وہ حق کا استہزاء کرتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(آیت نمبر۶۵) اس آگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اس بھڑکائی ہوئی آگ میں ہمیشہ کیلئے رہنے کے دو لفظ ارشاد فرمائے۔ ایک خلود دوسرا ابد اس سے مبالغہ مراد ہے۔ یعنی کفار و مشرکین کا وہاں سے نکلنا محال ہے۔ خواہ کروڑوں سال گذر جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ وہ کوئی اپنا حمایتی نہیں پائیں گے جو انہیں بچالے اور نہ ایسا مددگار پائیں گے جو ان سے عذاب کو ہٹا سکے۔ یا انہیں عذاب الٰہی سے نکال سکے۔

(آیت نمبر۶۶) جس دن ان کے چہرے آگ سے پھر جائیں گے یا ان کے منہ ایک طرف سے دوسری طرف پھرائے جائیں گے۔ جیسے پکایا جانے والا گوشت ہانڈی میں ادھر سے ادھر کیا جاتا ہے تاکہ اچھی طرح پک جائے۔ یا انہیں جہنم میں الٹا کر کے پھینکا جائے گا۔ خاص کر چہرے کا ذکر اس لئے کیا کہ سارے بدن میں یہی اشرف واکرم ہے۔ اگرچہ آگ سارے جسم کو لگے گی۔ لیکن چہرے کو انتہائی بدشکلی سے بدل دیا جائیگا۔ یعنی سفید چہرے سیاہ کالے ہو جائیں گے تو اس وقت وہ کہیں گے۔ کاش ہم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی۔ یعنی انہیں اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوگا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا ہوتا۔ جن چیزوں سے روکا گیا ان سے ہم باز آئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ ان کی دعوت قبول کی ہوتی تو آج یہ عذاب نہ دیکھتے اور نہ ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہوتے۔ بلکہ ہم مسلمانوں کے ساتھ جنت میں مزے کر رہے ہوتے۔



وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾

اور کہیں گے ہمارے رب بے شک ہم چلے اپنے سرداراور بڑوں کے کہنے پرتو انہوں نے بہکا دیا سیدھی راہ سے

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اے ہمارے رب دے انہیں دگنا عذاب اور لعنت کر ان پر لعنت بڑی۔ اے ایمان والو

لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ ﴿٦٩﴾

نہ ہوان جیسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کوتو بری کیا اسے اللہ نے اس سے جوانہوں نے کہااور تھے وہ نزدیک اللہ کے آبرو والے

(آیت نمبر ٦٧) دنیا میں کافروں کے حکم ماننے والے بروز قیامت کہیں گے۔اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مان کر نبی کی بات ٹھکرا دی اور اپنے لیڈروں کی بات مانی جو ہمیں کفر وشرک کی تلقین کرتے تھے۔ جورات دن ہمہ وقت ہم سے کفر گناہ اور تیری نافرمانیاں کرواتے۔اگر ہم ان کے کہنے پر نہ چلتے تو ہمیں ڈراتے اور تکلیفیں پہنچاتے۔ ان کا مطلب یہ ہوگا کہ یا اللہ ان لیڈروں کو عذاب دیا جائے اور ہماری غلطی نہیں۔اس لئے ہمیں معاف کیا جائے کیونکہ ان لیڈروں نے ہمیں سیدھی راہ سے گمراہ کیا تھا اور کفر وشرک کی باتیں بڑے طریقے سے بیان کر کے طریق اسلام اور توحید سے ہمیں بہت دور رکھا۔

(آیت نمبر ٦٨) اے ہمارے رب ان ہمارے لیڈروں کو ڈبل عذاب دے کیونکہ انہیں عذاب کا بڑا شوق تھا۔ بار بار نبیوں کو کہتے کہ جس عذاب کا وعدہ دیتے ہو۔وہ لے آ ؤ۔ یہ خود گمراہ تھے اور ہمیں بھی گمراہ کیا۔اس لئے ایک عذاب ان کے اپنے گمراہ ہونے کا دوسرا ان کا ہمیں گمراہ کرنے کا عذاب دے۔آگے فرمایا ان پر لعنت کر بہت بڑی۔ یعنی لعنت پر لعنت کر۔جیسا دوسری آیت میں فرمایا۔ان پر لعنت اللہ کی فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔ایک قرات میں لعنا کثیرا بھی آیا ہے۔یعنی ان پر بے شمار لعنتیں ہوں۔

(آیت نمبر ٦٩) اے ایمان والو نہ ہو جاؤ۔ان لوگوں کی طرح جنہوں نے ایذاء دی موسیٰ علیہ السلام کو۔

شان نزول : مفسرین نے فرمایا۔یہ آیت ان کے متعلق ہے۔جنہوں نے حضرت زینب کا نکاح حضور ﷺ سے ہوا۔تو اس وقت طعن وتشنیع کی۔(۲) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔حضور ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا۔تو ایک گستاخ نے کہا۔یہ تقسیم، عدل اور رضا الٰہی کے خلاف ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

يٰٓـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ ﴿٧٠﴾

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور کہو بات سیدھی۔

(بقیہ آیت نمبر ٦٩) اللہ تعالیٰ موسیٰ پیغمبر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکالیف برداشت کیں۔ جیسے قارون نے ان پر بے بنیاد الزام لگادیا۔ یا ایک مرتبہ چند بے وقوفوں نے موسیٰ علیہ السلام سے نہانے کی فرمائش کی کہ ہمارے ساتھ دریا میں نہائیں۔ آپ شرم وحیا والے تھے۔ آپ نے انکار کیا تو انہوں نے آپ پر عیب لگادیا۔ جس سے آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ ان سے دور ایک جگہ نہانے کیلئے گئے جوں ہی کپڑوں اتار کر ایک پتھر پر رکھے تو وہ پتھر کپڑے لے کر بھاگ پڑا۔ آپ اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے اس مقام پر آگئے۔ جہاں وہ لوگ نہارہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام تو صحیح ہیں۔ ہمارا خیال غلط تھا (بخاری)۔ اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بری کردیا ان باتوں سے جو ان کے بارے میں مخالفین نے کہیں۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کیلئے جو کچھ موجب نقص وعیب وہ سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بری کردیا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی وجاہت والے تھے۔ یعنی صاحب جاہ ومنزلت اور قرب والے اسی لئے ان کو عیب نقص سے بری کردیا۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ وجیہ وہ ذات ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگے وہ اسے مل جائے۔ **فائدہ:** اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ازل سے ہی ذی وجاہت تھے۔ اس لئے بنی اسرائیلیوں کے نقص وعیب والا کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ قارون کے بہتان لگانے سے اس نے اپنا بیڑا غرق کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی وجاہت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

(آیت نمبر ٧٠) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ **فائدہ:** اللہ تعالیٰ کے حقوق پورے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا اور اس کے بندوں کے حقوق کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچانا۔ خصوصاً نبی کریم ﷺ کو۔

تقویٰ کی اقسام: (١) عوام کا تقویٰ یہ کہ وہ کفر وشرک سے بچیں۔ (٢) خواص کا تقویٰ یہ کہ وہ ہر قسم کے گناہوں سے بچیں۔ (٣) خاص الخاص کا تقویٰ یہ کہ نیک اعمال سے وصال حق پائیں۔ (٤) انبیاء علیہم السلام کا تقویٰ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کہو وہ بات جو سیدھی ہو۔ **فائدہ:** کاشفی نے لکھا۔ "قول سدید" اس سچی بات کو کہا جاتا ہے۔ جس میں جھوٹ کا معمولی شائبہ بھی نہ ہو اور وہ بات بالکل درست ہو۔ سابقہ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے مسلمانو تم واقعہ افک کی طرح اس بی بی زینب کے متعلق بھی غلط بات مت کہو۔ اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ کیونکہ سچ بولنا ہر بھلائی کی اصل ہے۔

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

وہ درست کرے گا تمہارے اعمال اور بخشے گا تمہارے گناہ اور جس نے اطاعت خدا اور رسول کی

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو تحقیق کامیاب ہوا بڑا۔ بے شک ہم نے پیش کی امانت آسمانوں اور زمین

وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط

اور پہاڑوں پر تو انہوں نے انکار کیا اس کو اٹھانے سے اور ڈر گئے اس سے اور اٹھالیا اسے انسان نے۔

اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا لا ﴿٧٢﴾

بے شک وہ ہے ظالم جاہل۔

(آیت نمبر۷۱) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح فرمائے گا۔ یعنی تمہیں اعمال صالحہ کی توفیق بخش کر وہ قبول کرلے گا اور ان پر ثواب بھی عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا۔ یعنی نیکی پر استقامت دے کر گناہوں کا کفارہ بنادے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہے۔

حدیث شریف: مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ بہترین کلام اللہ تعالیٰ کی ہے اور بہترین سیرت سیرت محمدی ہے (ﷺ)۔

(آیت نمبر۷۲) بے شک ہم نے دینا چاہی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو کہ وہ اسے اٹھائیں۔

فائدہ: امانت خیانت کی ضد ہے۔ یعنی کوئی چیز کسی کے پاس کچھ وقت کیلئے رکھی جائے۔

امانت کے مراتب: (۱) تکالیف شرعیہ اور امور دینیہ۔ جن کی نگرانی ضروری ہے کیونکہ امانت کی طرح ان کی ادائیگی لازم ہے۔ (۲) یا امانت سے مراد عقل ہے۔ اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ (۳) توحید بھی امانت ہے۔ اسی کے ذریعے ایمان تمام عبادات۔ سچائی۔ اعمال میں نیک نیتی۔ طہارت، وعدہ وفائی، نعمتوں پر شکر۔ حدود الٰہی کی حفاظت وغیرہ قابل قبول ہوئے۔ (۴) عشق بھی امانت ہے۔ اسی عشق کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو فرشتوں پر فضیلت دی۔

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ

تا کہ عذاب دے اللہ منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو۔ اور توبہ قبول کرے اللہ

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

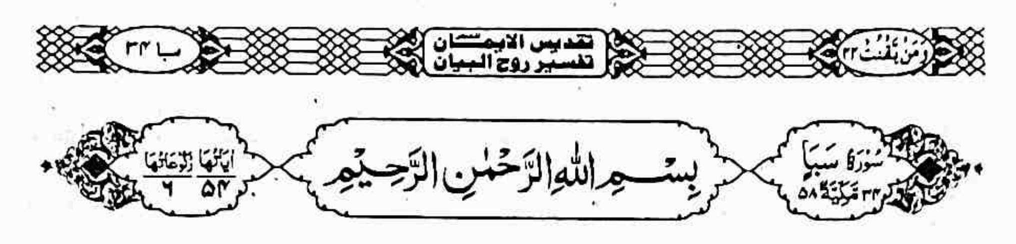
مسلمان مردوں اور عورتوں کی۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ۔

فائدہ: لوائح میں ہے کہ جو عشق و محبت عالم بشریت میں ہے۔ یہ ملکیت کے ملک میں نہیں ہے۔ اگر چہ وہ معصوم ہیں۔ لطف الٰہی کے پروردہ ہیں۔ لیکن عشق و محبت میں درد والم نہ ہو تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

(۵) امانت کے اس مرتبے کا نام فیض الٰہی ہے۔ جو بلا واسطہ ملنا تو محال ہے البتہ انبیاء و اولیاء کے ذریعے مل سکتا ہے جسے یہ نہیں ملا وہ "ظلوماً جھولا" کے زمرے میں آ جاتا ہے۔ آگے فرمایا۔ کہ جب امانت آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے رکھی تو زمین و آسمان وغیرہ سب نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور اس کا بوجھ اٹھانے سے ڈر گئے اور کہا کہ اے رب کریم ہم تیرے حکم کے ویسے ہی پابند ہیں۔ نہ ثواب چاہتے ہیں نہ عذاب۔ یہ جواب انہوں نے خوف و خشیت کی وجہ سے دیا۔ انکار نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں ایجاباً و الزاماً نہیں کہا۔ بلکہ اختیار دیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار پر کوئی زجر و توبیخ نہیں کی لیکن انسان نے اس امانت کو اٹھالیا۔ باوجودیکہ آسمانوں اور پہاڑوں کے مقابلے میں نہایت ضعیف و کمزور تھا۔ لیکن ہمت کر کے اٹھالیا کیونکہ چیز کو اٹھانے کیلئے ہمت کا ہونا ضروری ہے۔ **فائدہ**: حمل کا مطلب قبول کرنا ہے (الارشاد) جب انسان نے امانت اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بر و بحر میں سواری پر اٹھایا کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ انسان کو ظلوم اس لئے کہا کہ یہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اور امانت کے حقوق کو ادا نہ کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا اور جھول اس لئے کہ اس نے اپنے انجام کو نہ جانا۔

(آیت نمبر ۷۳) تا کہ عذاب دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو۔ یعنی امانت دینے کا مقصد یہ ہے کہ منافقین کی منافقت اور مشرکین کا شرک ظاہر ہو۔ پھر انہیں اس کے مطابق عذاب ہو۔ آگے فرمایا۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والے مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرما کر ان کی بخشش فرمائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بہت زیادہ مغفرت فرماتا ہے۔ غلطی ہو جائے تو معاف فرما دیتا ہے اور عبادات پر بہت بڑے اجر و ثواب دیتا ہے۔

یہ سورۃ مورخہ ۵ ستمبر ۲۰۱۶ء بمطابق ۲ محرا الحرام بروز بدھ کو اختتام پذیر ہوئی



الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ

ہر خوبی اللہ کیلئے جس کا ہے سب جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اسی کی تعریف ہے

فِی الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ

آخرت میں۔ اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔ وہ جانتا ہے جو جاتا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے

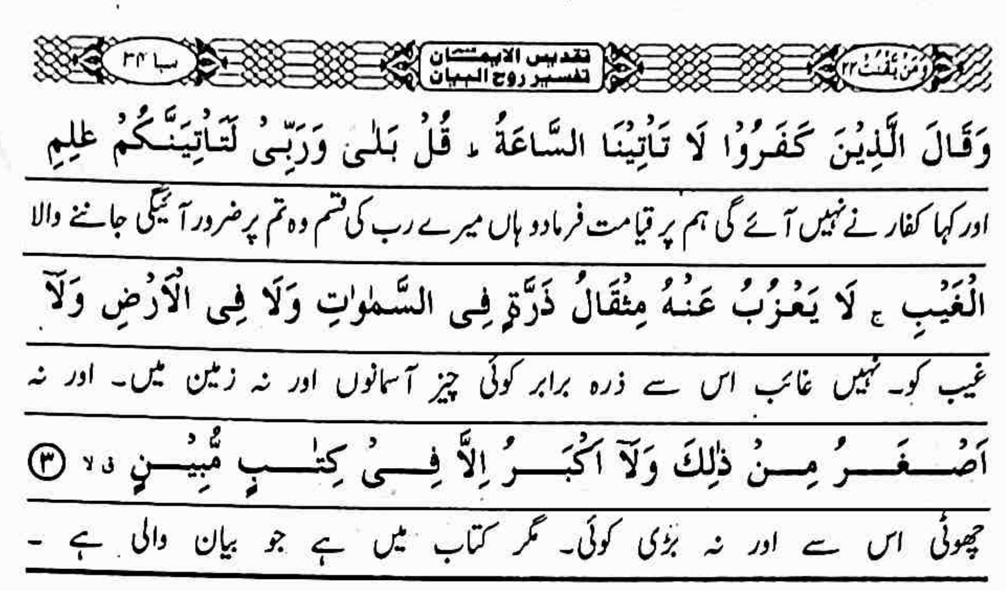
مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ②

اس سے۔ اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں۔ اور وہ مہربان بخشش والا ہے۔

(آیت نمبر۱) تمام تر مدح وثنا کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس لئے کہ وہی خالق ومالک ہے۔ جس کی ملکیت اور تصرف ایجاد واعدام کے لحاظ سے۔ زندگی اور موت کے طور پر سب اسی کا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ یعنی جملہ موجودات کا خالق ومالک وہی ہے۔ ساری مخلوق اس کی مملوک ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بنائی ہیں کہ ہم ان سے نفع اٹھائیں۔

آگے فرمایا کہ جب دنیوی حمد اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے تو آخرت کی حمد بھی اسی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ اول آخر حمد اسی کیلئے ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا میں حمد عبادت کے طور پر کی جاتی ہے اور آخرت میں لذت کے طور پر کی جائے گی۔ آخرت میں حمد کرنے سے ایسی لذات محسوس ہوں گی۔ جیسے پیاسے کو پانی سے ہوتی ہے۔ آگے فرمایا اور وہ حکمت والا ہے۔ یعنی دنیوی تمام امور کو مضبوط کیا۔ جیسے اس کی حکمت کا تقاضا تھا اور مصلحت تھی۔ ویسے ہی تدبیر فرمائی اور وہ خبیر ہے یعنی اشیاء کے ظاہر وباطن کے مخفی اسرار کو بھی وہ جانتا ہے۔

(آیت نمبر۲) وہ جانتا ہے جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں۔ یعنی جو زمین میں بیج ڈالا جاتا ہے تاکہ کھیتی پیدا ہو۔ اسی طرح جو بارش کے قطرے زمین میں جذب ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام خزینے اور دفینے۔ کیڑے اور مکوڑے جو زمین میں چھپے ہوئے ہیں۔ انہیں سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جو زمین سے نکلتا ہے۔ اسے بھی جانتا ہے۔



وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ عٰلِمِ

اور کہا کفار نے نہیں آئے گی ہم پر قیامت فرمادو ہاں میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آئیگی جاننے والا

الْغَیْبِ ۚ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَاۤ

غیب کو۔ نہیں غائب اس سے ذرہ برابر کوئی چیز آسمانوں اور نہ زمین میں۔ اور نہ

اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۙ ﴿۳﴾

چھوٹی اس سے اور نہ بڑی کوئی۔ مگر کتاب میں ہے جو بیان والی ہے ۔

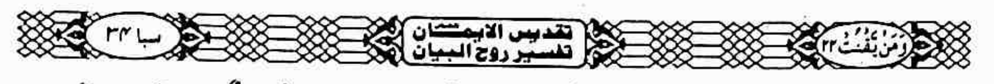
(بقیہ آیت نمبر۲) یعنی وہ کیڑے جو اپنے بلوں سے نکلتے ہیں۔ یا نباتات، معدنیات یا چشمے جو بھی نکلتا ہے۔ وہ سب کو جانتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے۔ یعنی ملائکہ یا کتب سماوی تقدیریں۔ یا رزق۔ یا برکات اور بارشیں وغیرہ اور جو آسمانوں کی طرف چڑھتا ہے۔ جیسے فرشتے یا ارواح، بخارات اور دھوئیں۔ دعائیں اور اعمال صالحہ وغیرہ ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آگے فرمایا۔ وہ رحم فرمانے والا ہے حمد کرنے والوں پر۔ اور بخشنے والا ہے کوتاہی کرنے والوں کو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خلق ملک اور تصرف وحکمت اور علم ورحمت ومغفرت والا اور بڑی بڑی صفات والا ہے تو پھر حمد کے لائق بھی وہی ہے۔ حمد کا معنی۔ حمد اختیاری اس اچھی تعریف کو کہا جاتا ہے۔ جو تعظیم کی وجہ سے کی جائے۔ اس وقت نعمت کا حصول ہو یا نہ ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کرنا جو اس کی شان کے لائق ہو۔

حمد تین قسم ہے: حمد قولی: جو اللہ تعالیٰ کی تعریف زبان سے کی جائے۔ حمد فعلی: یعنی اعمال صالحہ بدنیہ جو محض رضاء الٰہی کیلئے کئے جائیں۔ حمد حالی: معارف اور اخلاق الٰہیہ کے اوصاف سے موصوف ہونا۔

فائدہ: دکھ اور تکلیف کے وقت حمد کرنا دلالت کرتا ہے کہ بندہ اپنے مالک کے فیصلے پر راضی ہے۔

(آیت نمبر۳) کافروں نے کہا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ اس سے مراد قیامت کے وجود کی ہی نفی ہے۔ آنے کا نام ویسے ہی لے لیا۔ اصل میں وہ وجود قیامت کے ہی منکر تھے۔ **فائدہ:** کشف الاسرار میں ہے۔

منکرین قیامت کے دو گروہ: (۱) ایک گروہ کہتا۔ ہمارا ظن ہے۔ ہمیں قیامت کے کا یقین نہیں شک ہے۔ حالانکہ قیامت کا یقین اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرض ہے۔ (۲) دوسرا گروہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے نزدیک قیامت ہے ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محبوب ان کو بتادیں۔



لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④

تاکہ بدلہ دے ان کو جو ایمان لائے اور اعمال اچھے کئے۔ ان ہی کیلئے بخشش اور روزی عزت والی ہے۔

وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤

اور جنہوں نے کوشش کی ہماری آیات میں ہمیں عاجز بنانے کی ان ہی کیلئے عذاب ہے جو سخت دردناک ہے۔

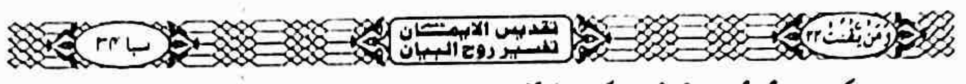
(بقیہ آیت نمبر۳) ہاں ہاں ضرور قیامت ہوگی اور آئیگی لیکن اس ہونے اور لانے کا سب معاملہ غیبی ہے۔ آپ قسم کھا کر انہیں بتائیں کہ مجھے میرے پروردگار کی قسم ہے وہ ضرور تمہارے لئے قائم ہوگی۔

غیب کی تعریف یہ ہے۔ وہ اشیاء جو مخلوق سے غائب ہوں۔ جیسے ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔ اسے کوئی انسان نہیں جانتا۔ (ہاں جسے اللہ تعالیٰ علم غیب دے وہ بتا سکتا ہے۔ بلکہ اس پر قرآن گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے پسند کرتا ہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔)

فائدہ: قسم اس لئے دی گئی تا کہ مخالفین کیلئے انکار کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اس لئے کفار کو بھی حضور ﷺ کی صداقت پر پورا الیقین تھا۔ وہ جانتے تھے کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہ تکبر، ہٹ دھرمی سے وہ نہ مانے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے کوئی چیز ایک ذرہ برابر بھی نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں۔ نہ چھوٹی سے چھوٹی نہ بڑی سے بڑی ہے مگر وہ سب کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں موجود ہے۔

(آیت نمبر۴) اس آیت میں قیامت آنے کی وجہ بیان کی گئی۔ یعنی قیامت اس لئے آئیگی تا کہ نیک عمل کرنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اچھی جزاء دے اور ان کیلئے نیک اعمال اور ایمان کی وجہ سے ان کی بخشش بھی ہے۔ اور ان نیک اعمال کی وجہ سے ان کے گناہوں کو مٹا دیا جائیگا کیونکہ انسان نسیان اور خطاء سے مرکب ہے۔ غلطی ہو جاتی ہے اور دوسری چیز یہ کہ انہیں اچھا رزق ملے گا۔ جو بغیر تکلیف کے اور بغیر کسی کا احسان سر پہ رکھنے کے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ اور باعزت ملے گا۔ جیسے مہمانوں کو گھروں میں باعزت طور پر کھانا دیا جاتا ہے۔

(آیت نمبر۵) اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری قرآنی آیات میں طعن وتشنیع کی اور انہیں رد کیا اور لوگوں کو ایمان لانے سے منع کرنے کی کوشش کی۔ اس حال میں کہ اپنے گمان کے مطابق وہ ہمیں عاجز کر کے کہیں نکل جائیں گے اور اسلام کو ختم کرنے کیلئے ان کا مکر کامیاب ہو جائیگا۔ وہ یاد رکھیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یعنی کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد نہ جینا ہے۔ نہ قیامت ہے۔ نہ حساب کتاب ہے۔ اور نہ جزاء وسزا ہے۔



وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ

اور دیکھتے ہیں صاحب علم کہ جو بھی اترا آپ پر رب کی طرف سے وہ برحق ہے اور ہدایت کرتا ہے

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۞

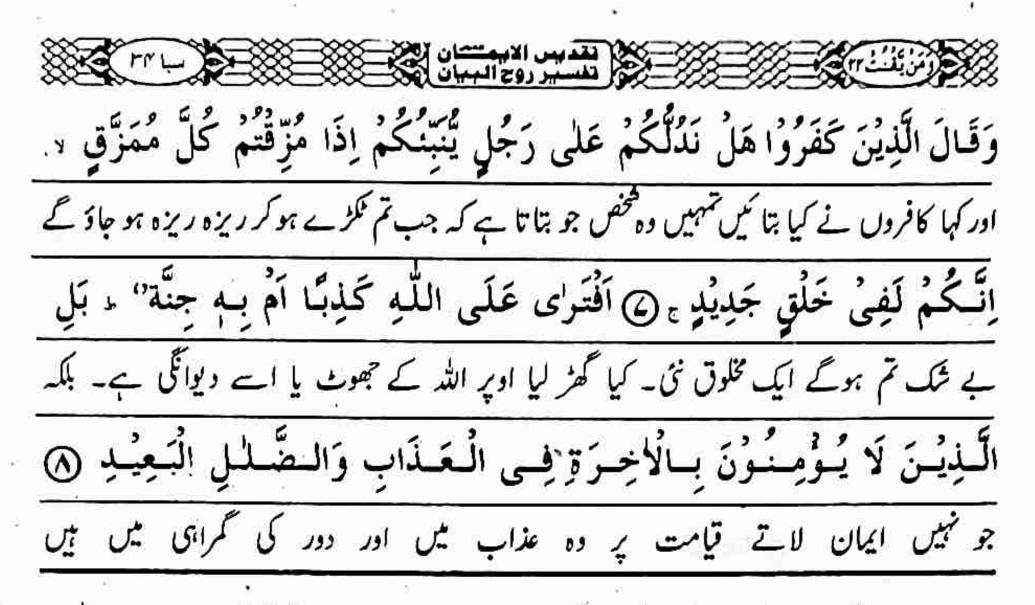
طرف راستے عزت وتعریف والے کے۔

(بقیہ آیت نمبر۵) نہ حساب کتاب نہ ثواب کی امید نہ عذاب کا ڈر۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا کہ وہ کوشش کرتے ہیں۔ ہم پر غلبہ پا کر ہمیں عاجز کرنے کی۔ تا کہ جو آیات ہم نے نازل فرمائی ہیں۔ انہیں وہ مٹا دیں۔ آگے فرمایا یہی لوگ جو ہماری آیات کو مٹانے کے درپے ہیں۔ ان کیلئے بہت بڑا عذاب ہے جو انتہائی دردناک ہے۔

(آیت نمبر۶) اصحاب رسول یا امت کے علماء جانتے ہیں۔ یا اہل کتاب کے مسلمان اہل علم جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب اخبار وغیرہما رضی اللہ عنہم جانتے ہیں جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا۔ اس سے مراد نبوت یا کتاب ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے اور ہدایت دیتا ہے۔ اس راستے کی طرف جو عزیز وحمید کا ہے۔ راستے سے مراد توحید اور تقوی کی راہ ہے۔ عزیز وہ ذات ہے جو جھٹلانے والے سے بدلہ لے سکے اور حمید وہ جو ماننے والے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فائدہ: یاد رہے ایمان اور اسلام ایسی دولتیں ہیں۔ جن کی وجہ سے آدمی دونوں جہانوں میں عزت پاتا ہے۔ ان ہی کی وجہ سے قرب ذات اور وصال الٰہی اور رویت نصیب ہوگی۔ جیسے کفر وشرک سے دنیا وآخرت کی ذلت ملتی ہے اور قیامت کے دن مشاہدہ سے حجاب بنتا ہے۔ یعنی دیدار الٰہی ہونا ناممکن ہوگا۔

فلاسفہ کا رد: فلاسفہ کا خیال ہے کہ محمد (ﷺ) عرب کا ایک سمجھدار آدمی تھا۔ جس نے علم وحکمت کی بناء پر نبوت وشریعت کو نکالا اور وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے خود ہی قرآن مجید گھڑ لیا۔ اسی وجہ سے وہ فلاسفہ اپنی پوری کوشش کرتے رہے کہ حق ختم ہو اور باطل قائم رہے۔ اس پر وہ پورا زور لگاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی سخت مذمت بیان فرمائی۔ ع: یہ اتنا ہی ابھرے گا جتنا وہ دبا دیں گے۔۔۔۔ یہ دین اسلام ہے۔ یہ دبنے کیلئے آیا ہی نہیں۔ اسے مٹانے والے خود ہی مٹ گئے مگر یہ دن بدن پھیلتا ہی جا رہا ہے۔



وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ

اور کہا کافروں نے کیا بتائیں تمہیں وہ شخص جو بتاتا ہے کہ جب تم ٹکڑے ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے

اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ ⑦ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ

بے شک تم ہوگے ایک مخلوق نئی۔ کیا گھڑ لیا اوپر اللہ کے جھوٹ یا اسے دیوانگی ہے۔ بلکہ

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ⑧

جو نہیں ایمان لاتے قیامت پر وہ عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں

(آیت نمبر ۷) کافروں نے کہا۔ یعنی جو منکرین قیامت ہیں۔ اس سے مراد قریش مکہ ہیں انہوں نے ٹھٹھہ مخول کرتے ہوئے کہا کہ کیا بتائیں تمہیں وہ آدمی اس سے ان کی مراد حضور ﷺ ہیں کہ جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چورہ ہو جاؤ گے اور مٹی ہو کر مٹی سے مل جاؤ گے۔ تو پھر بے شک تم ایک نئی پیدائش میں ہو جاؤ گے۔ یعنی اسی شکل وصورت میں دوبارہ پیدا ہو جاؤ گے۔ جیسے اب تم ہو۔

(آیت نمبر ۸) کیا اس مذکورہ خبر دینے سے اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا ہے۔ ان کی مراد نبی اکرم ﷺ ہیں۔ یہ ہمزہ استفہامی انکار اور تعجب کیلئے ہے۔ یہ بھی کفار مکہ کا مقولہ ہے۔

افتراء اور کذب میں فرق ہے کہ افتراء یہ ہے کہ انسان جھوٹ کو اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کرے اور کذب یہ ہے کہ کبھی دوسرے کی تقلید میں خلاف واقعہ بات کہنا تو کفار نے کہا کہ محمد ﷺ نے یہ بات خود بنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں فرمائی اور یا پھر انہیں کوئی (معاذ اللہ) جنون ہے۔ جو اس قسم کی باتوں کا وہم ڈالتا ہے۔ بلا ارادہ ان کی زبان پر ایسی باتیں آ جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیا کہ محمد ﷺ کو نہ جنون ہے۔ نہ انہوں نے افتراء کیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ انہیں خود یہ بات سمجھ نہیں آ رہی۔ اور وہ میرے محبوب میں یہ نقائص نکال رہے ہیں۔ حالانکہ میرا محبوب ان سے پاک ہے۔ ایسے منکروں کی راہ ہدایت پر آنے کی کوئی امید نہیں۔

فائدہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو مجنون کہنے والے خود مجنون ہیں۔ اس لئے کہ وہ خود ہی عذاب اور گمراہی میں جانا چاہتے ہیں۔ تو یہ دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ اگر نہیں کچھ فہم وادراک ہوتا تو وہ اس حقیقت کو جاننے کی کوشش کرتے اور بے ہودہ باتیں نہ کرتے۔

اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے اسے جو ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے آسمان وزمین سے۔ اگر

نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ

ہم چاہیں تو دھنسا دیں انہیں زمین میں۔ یا گرادیں ان پر ٹکڑا آسمان سے۔ بے شک

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ع ⑨

اس میں ضرور نشانی ہے ہراس بندے کیلئے جو رجوع کرنے والا ہے۔

(آیت نمبر ۹) کیا وہ نہیں دیکھتے اس طرف کہ جو کچھ ان کے آگے اور پیچھے ہے۔

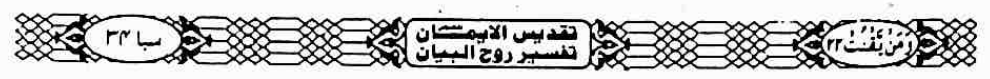
فائدہ: وہ جو گناہ کرتے ہیں جن پر عذاب آنا ضروری ہے تو انہوں نے اس چیز کو نہیں دیکھا جو انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ ان کے بھاگ کر نکلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

آگے فرمایا۔ اگر ہم چاہیں تو ان کے کردار پر انہیں ایسے زمین میں دھنسا دیں۔ جیسے قارون کو زمین میں دھنسایا۔ پھر وہ واپس نہیں آسکا۔ یا ہم ان پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرادیں۔ جیسے ایکہ والوں پر آگ گرائی۔ جب انہوں نے بڑے بڑے جرم کئے۔ پھر عذاب کا مطالبہ کیا۔ اس سے مراد شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ جن پر آسمان کا ایک ٹکڑا چنگاریاں بن کر پتھروں کی طرح ان پر گریں۔ وہ لوگ بھی کھیتوں، باغوں کے مالک تھے۔ ان پر پہلے سخت گرم لو چلی پھر وہ لوگ بادل کا ٹکڑا سمجھ اس کے سائے کے نیچے جمع ہوئے تو وہ حقیقت میں آگ تھی جو ان پر برسائی گئی۔ آگے فرمایا۔ بے شک اس عذاب کے آنے میں نشانی تھی ہر اس بندے کیلئے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ یعنی گناہوں سے باز آجائے۔ توبہ کر کے حق کی طرف رجوع کرے۔

فائدہ: اس آیت میں توبہ اور رجوع الی اللہ کی ترغیب دی گئی اور جرموں اور گناہوں پر زجر و توبیخ کی گئی۔

فائدہ: ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب بندہ صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو وہ منیب ہو جاتا ہے۔

فائدہ: ابو سعید قرشی فرماتے ہیں۔ منیب وہ ہے جو ہر گناہ سے اور ہر اس چیز سے منہ پھیرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے سے روکے۔



وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ ⑩

اور تحقیق دیا ہم داؤد کو اپنا فضل اے پہاڑو میری طرف اس کے ساتھ رجوع کرو اور اے پرندو اور نرم کیا اس کیلئے لوہا

(آیت نمبر ۱۰) اور تحقیق ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اپنا فضل بخشا۔ یعنی اپنی طرف سے ان پر فضل و کرم کیا۔

فائدہ: فضل کا ایک معنی زیادہ ہے۔ یعنی جناب داؤد علیہ السلام کو باقی انبیاء علیہم السلام کی نسبت کچھ زیادہ دیا جو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو نصیب نہ ہوا۔ کبھی کبھی فاضل مفضول بھی ہوتا ہے۔

فائدہ: اس سے داؤد علیہ السلام کے معجزات مراد ہیں لیکن فضل کا انحصار صرف معجزات پر ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی کئی فضائل جیسے علم کا ہونا زبور کا ملنا وغیرہ انہیں عطا ہوا۔ ان کے ہاتھوں میں لوہے کا آٹے کی طرح نرم ہونا۔

حضور پر فضل اور داؤد پر فضل میں فرق:

جناب داؤد کے ذکر میں صرف فضل کا لفظ نکرہ لایا۔ جس کا مطلب ہے کہ ان پر فضل الٰہی کی ایک نوع داؤد علیہ السلام کو ملی۔ اور اس کے ساتھ لفظ ''منا'' سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فضل الٰہی کا کچھ حصہ ملا اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ اور اس فضل کو عظیم کی صفت سے بیان کیا اور وہ مضاف ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کا فضل ہوا۔ آگے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اے پہاڑو جناب داؤد علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہو۔ **فائدہ**: جب جناب داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتے تو پہاڑوں سے بھی اسی طرح کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ جیسے کوئی تسبیح پڑھ رہا ہوتا ہے۔ یہ جناب داؤد کا معجزہ تھا۔

فائدہ: ''اوّبی'' کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اے پہاڑو جہاں داؤد چل کر جاتے ہیں تم بھی ادھر چل کر جاؤ۔ یہ بھی جناب داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ پہاڑ آپ کے ساتھ چلتے تھے اور فرمایا کہ اسی طرح ہم نے پرندوں کو بھی داؤد علیہ السلام کے تابع کر دیا۔ وہ بھی ان کی موافقت میں تسبیح پڑھتے تھے۔ آپ کی خوش لحانی کا یہ حال تھا کہ ہر چیز آپ کے زبور کی تلاوت سنتی تھی۔ پرندے وجد میں آ کر زمین پر گر جاتے اور کئی انسان اپنی جان کھوہ بیٹھتے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں خوش لحانی اور خوبصورت آواز بھی عطیہ الٰہی ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کو اچھے لہجے میں پڑھنے کو مستحسن کہا۔ آگے فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کیلئے لوہے کو موم اور تر آٹے کی طرح نرم کر دیا۔ وہ اسے اپنے ہاتھ سے جیسے چاہتے موڑ لیتے تھے اور جو چاہتے بنا لیتے تھے۔ یہ خصوصی کمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے داؤد علیہ السلام کو ملا ہوا تھا۔

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾

یہ کہ بنائیں بڑی زرعیں اور ایک انداز رکھیں بنانے میں اور عمل کرو نیک بے شک میں تمہارے اعمال دیکھتا ہوں۔

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ

اور سلیمان کے قابو میں ہوا کردی صبح کے وقت ایک ماہ۔ اور شام کو ایک ماہ کے برابر سفر کراتی ۔

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ

اور بہایا ان کیلئے چشمہ تانبے کا۔ اور جنوں میں سے جو کام کرے ان کے سامنے بہ حکم الٰہی۔ اور جو

یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۱۲﴾

پھرے ان میں ہمارے حکم سے ہم چکھاتے ہیں اسے عذاب جلانے والا۔

(آیت نمبر ۱۱) یہ کہ داؤد علیہ السلام نے بنائیں کھلی زرہیں جو مضبوط اور لمبی ہوں۔

فائدہ: سب سے پہلے زرہ داؤد علیہ السلام نے بنائی۔ اس سے پہلے پوری چادر کا خول بنالیتے جو زرہ کا کام دیتی۔

حکایت : حدیث میں ہے۔ ایک دن آپ باہر کہیں تھے تو ایک فرشتہ سے ملاقات ہوئی جو انسانی شکل میں تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا داؤد کیسا آدمی ہے۔ اس نے کہا۔ ان میں ایک عادت نہ ہو تو وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ پوچھا کون سی عادت اس نے کہا کہ وہ اپنا اور اہل وعیال کا خرچ بیت المال سے لیتے ہیں تو انہوں نے کہا تو پھر کھاؤں کہاں سے۔ تو اس نے کہا زرہیں بنائیں۔ آپ ہاتھ کی کمائی سے آپ کے فضائل وکمالات اور زیادہ ہوجائیں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے اور ایک حدیث میں فرمایا۔ انسان کی بہترین غذا اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔ آگے فرمایا کہ زرہیں بنانے میں ایک بہترین انداز رکھیں اور باقی اوقات میں نیک اعمال کریں۔ جس میں دنیوی کوئی غرض نہ ہو۔ اور وہ خالص حق کیلئے ہو۔ بے شک میں تمہارے اعمال کو خوب دیکھتا ہوں۔ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ ہر ایک کے عمل کا پورا بدلہ دونگا۔

(آیت نمبر ۱۲) اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا تابع کی جو صبح طلوع آفتاب سے لیکر دوپہر تک ایک ماہ کا سفر طے کرتی۔ یعنی وہ ہوا تخت سلیمان کو اٹھا کر اتنی تیز چلتی کہ سوار دو ماہ میں جہاں پہنچے وہ ہوا وہاں تک ایک دن میں پہنچاتی۔

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ

بناتے سلیمان کیلئے جووہ چاہتے اونچے محل اور تصویریں اور حوض بڑی پراتوں کی طرح اور دیگیں

رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿١٣﴾

لنگر دار۔ عمل کرو اولاد داؤد شکر والا۔ اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر والے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۲) ایک ماہ کا سفر صبح سے دوپہر تک اور ایک ماہ کا دوپہر سے شام تک کا۔ آپ پوری زمین پر بادشاہ تھے۔ آگے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہادیا۔ یعنی ان کیلئے تانبے کو پانی کی طرح بہادیا۔ جیسے ان کے والد گرامی کیلئے لوہا نرم کردیا۔ یہ چشمہ صنعا شہر کے قریب تھا۔ آگے فرمایا کہ ہم نے جنات کو بھی ان کے تابع کیا۔ لفظ من سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے جن تابع نہیں تھے صرف جنوں کا ایک گروہ تھا۔ جو آپ کے سامنے کام کرتے تھے۔ رب تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اور ان جنوں میں سے جو بھی سلیمان علیہ السلام کے حکم واطاعت سے منہ پھیرتا یا نافرمانی کرتا تو ہم اسے جہنم کی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔

فائدہ: مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہمہ وقت ایک فرشتہ ساتھ رہتا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا ڈنڈا ہوتا۔ جو جن سلیمان علیہ السلام کی جو نافرمانی کرتا تو فرشتہ اسے آگ کے ڈنڈے سے سزا دیتا تھا۔ اس لئے کوئی جن آپ کی حکم عدولی ہرگز نہیں کرتا تھا۔ **حدیث شریف**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان پر غلبہ عطا کیا۔ وہ میرے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا وہ مجھے نیکی کی بات ہی بتاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(آیت نمبر۱۳) وہ جن سلیمان علیہ السلام کیلئے وہی کام کرتے جو وہ چاہتے تھے۔ گھر کے اوپر بالا خانے میں جو گھر کی مکرم جگہ ہوتی۔ جیسے مسجد کی مکرم ترین جگہ محراب ہے۔ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح بادشاہ کے صدر مقام جہاں وہ بیٹھے یا رہے۔ عام لوگوں کی وہاں تک رسائی نہ ہو۔ یعنی جن سلیمان علیہ السلام کیلئے بہت ہی مضبوط محلات بناتے۔ ان اعلیٰ اور مضبوط مقامات کو محاریب کہا جاتا تھا۔ یا قلعہ کی طرح کا مقام جہاں بیٹھ کر دشمن کی مدافعت کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے سلیمان علیہ السلام کیلئے درجنوں محلات مختلف مقامات میں بنائے۔ ان تمام کے نشانات مٹ گئے۔ صرف ان کی کاریگری کا ایک نمونہ مسجد اقصیٰ ہے۔ جس کے حسن ورونق پر اور خوبصورت خوش رونق منظر پر دنیا آج بھی حیران ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ

توجب ہم نے دی انہیں موت تو نہ ہوا جنوں کو آپ کی موت کا علم۔ مگر دیمک نے زمین سے کھائی ان کی عصا۔

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ؕ ﴿۱۴﴾

جب گرے تو واضح ہوا کہ جن اگر ہوتے علم غیب والے تو نہ ٹھہرتے عذاب میں خوار ہو کر۔

(بقیہ آیت نمبر۱۳) **سلیمان علیہ السلام کی تین دعائیں:** سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل کرنے کے بعد تین دعائیں مانگیں: (۱) کہ میرا ہر فیصلہ حکم الٰہی کے مطابق ہو۔ (۲) مجھے ایسی بادشاہی ملے نہ پہلے کسی کو ملی ہو نہ آئندہ ملے۔ (۳) مسجد اقصیٰ میں آنے والے مسلمان کے گناہ معاف ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے امید ہے اپنے پیغمبر کی دعائیں قبول فرمالیں۔

فائدہ: چار سو ترپن سال یہ مسجد خوب آباد رہی۔ پھر بخت نصر ظالم نے اس کو ویران کیا اور اس سے قیمتی اشیاء لعل و جواہر نکال کر لے گیا۔ بالآخر وہ بھی بری طرح ہلاک ہوا۔ اس کے دماغ میں بھی مچھر گھس گیا تھا۔ (تصاویر کے عدم جواز پر دلائل دیکھنا ہوں تو فیوض الرحمٰن میں اس مقام کا مطالعہ کریں)۔

آگے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے جنوں سے بڑے بڑے پیالے اور دیگر اشیاء بنوائیں۔ جفان بہت بڑا پیالا حوض کی طرح کا۔ بعض مفسرین نے فرمایا۔ اتنا بڑا کہ جس میں ایک ہی دفعہ ہزار آدمی کا کھانا پکایا جائے۔ جناب سلیمان علیہ السلام کے لنگر میں۔ بارہ ہزار بکریوں اور بکروں اور بارہ ہزار گائیوں اور بیلوں کا گوشت پکتا تھا۔ بارہ ہزار روٹیاں پکانے والے تھے اور کھانے والے اندازے سے باہر تھے۔ آگے فرمایا کہ ہانڈیاں بناتے تھے جو تانبے کی بنائی جاتی تھیں اور فرمایا کہ اے داؤد کی اولاد عبادت کر کے میرا شکر ادا کرو کہ میں نے اپنے فضل و کرم سے تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ جن میں ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نعمتیں ہیں۔ لہٰذا اس کے بدلے میں آل داؤد پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اور فرمایا کہ میرے شکر کرنے والے بندے بہت تھوڑے ہیں۔

(آیت نمبر۱۴) پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام کی وفات کا فیصلہ کیا کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائیں۔

سلیمان علیہ السلام کی وفات کا حال: مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام جنگل میں جدھر تشریف لے جاتے وہاں کا ایک ایک پودا بول کر بتاتا کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں۔ میرے اندر یہ یہ تاثیر ہے۔ آپ علماء کو یہ چیزیں لکھوا دیتے۔ ایک دن ایک پودے نے اپنا نام خروب بتایا اور کہا میری تاثیر یہ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ط كُلُوْا

تحقیق ہے ملک سبا کیلئے ان کی آبادی میں نشانی۔ دو باغ تھے دائیں اور بائیں طرف۔ کھاؤ

مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ط بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾

اپنے رب کے رزق سے اور شکر کرو اس کا۔ شہر پاکیزہ اور رب بخشنے والا۔

(بقیہ آیت نمبر۱۴) میں بتاؤں کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی آپ سفر آخرت کی تیاری کریں۔ عرض کیا۔ یا اللہ میں تو بالکل تیار ہوں۔ لیکن مسجد اقصیٰ کا تعمیری کام باقی ہے۔ اگر جنوں اور شیطانوں سے میرا حال مخفی رہے۔ تاکہ جو کام میں نے انہیں سونپے ہیں وہ مکمل کر دیں۔ اس کے بعد غسل کیا اور نیا لباس پہن کر عبادت خانہ میں تشریف لائے اور لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ وہیں آپ کا روح مقدس قبض ہو گیا۔ ایک سال تک آپ اسی لاٹھی پر کھڑے رہے۔ سال کے بعد لاٹھی کو نیچے سے دیمک نے کھایا تو آپ کا جسم مبارک زمین پر آ گیا۔ تب جنوں کو معلوم ہوا کہ آپ تو عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلیمان کی موت کا علم نہ دیا۔ مگر ایک کیڑے (دیمک) نے سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی کو نیچے سے کھایا اور آپ کا جسم مبارک زمین پر آ گیا۔ جب آپ زمین پر آئے۔ تب جنوں کو اپ کی وفات کا علم ہوا تو فرمایا۔ اگر جن غیب کا علم رکھتے تو سال بھر کا عرصہ ذلیل و خوار کرنے والے عذاب میں نہ رہتے۔ اتنی سخت تکالیف کو نہ اٹھاتے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ جن اس معاملہ میں بے خبر رہے۔ **فائدہ:** علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ جسے چاہے وہ علوم غیبیہ عطا فرماتا ہے۔

فائدہ: سلیمان علیہ السلام کی عبادت گاہ کے چاروں طرف شیشے کی دیواریں تھیں۔ جن آپ کو کھڑا دیکھ کر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے۔

(آیت نمبر۱۵) تحقیق قوم سبا کے شہروں میں نشانی ہے۔

قوم سبا سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی۔ ان کا بڑا یعرب بن قطال تھا۔ سب سے پہلے عربی زبان اس نے بولی تھی۔ اسی کو ابو عرب الیمن کہا جاتا تھا۔ اسماعیل علیہ السلام نے باقاعدہ عربی خالص زبان کے طور پر بولی اور اسی لغت میں قرآن نازل ہوا۔ عربی زبان اہل جنت کی زبان ہے۔ ملک سبا صنعا سے تین راتوں کے سفر کے مسافت پر ہے۔ ملکہ بلقیس کا یہی ملک ہے۔ جس کا ذکر سورۂ نمل میں ہے۔ اس ملک اور شہر کی نشانی یہ ہے کہ اس شہر والوں کو بے شمار انعامات سے نوازا گیا اور انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے ہر طرح کی دولت اور آسائش بخشی تھی۔

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ

پھر انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے بھیجا ان پر تیز پانی کا سیلاب۔ اور انہیں بدل دیئے دو باغوں کے بدلے

جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾

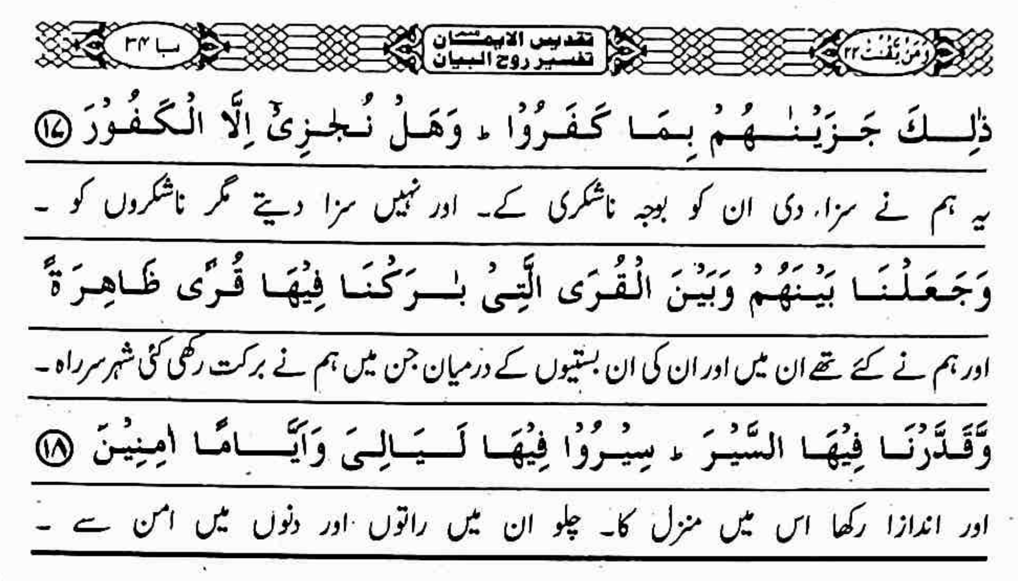
اور دو باغ۔ دونوں کے پھل بدمزہ اور جھاڑیاں اور بیریاں قلیل مقدار۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۵) لیکن ان کی نافرمانی اور ظلم و سرکشی کی وجہ سے ان پر قہر و غضب الٰہی اترا اور وہ تباہ ہو گئے۔

واقعہ: یہ ہوا کہ ان کے دو باغ تھے۔ ایک شہر کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب تھا۔ تو ان کے نبی علیہ السلام نے انہیں فرمایا۔ کھاؤ اس سے ضرور لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر بھی ادا کرو۔ یہ قسم قسم کے پھل فروٹ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا رزق ہے۔ اسے کھاؤ پھر یہ پاکیزہ شہر بھی اللہ تعالیٰ نے دیا۔ جس کی آب و ہوا پاکیزہ ہے اور خوش گوار ہے۔ یہ سب انعامات خداوندی ہیں۔ وہ تم سے صرف شکریہ کا طالب ہے۔ وہ رب ہے بخشنے والا۔

اس شہر کی خصوصیات: وہاں ہر طرف پھولوں کی خوشبو۔ مچھر مکھی بچھو سانپ وغیرہ بھی نہ تھے۔ نہ جوئیں تھیں۔ باغوں پر پھل کا یہ حال کہ ایک آدمی ٹوکرا سر پہ رکھ کر ایک سرے دوسرے سرے تک پہنچتا تو خود بخود گرنے والے پھلوں سے وہ ٹوکرا بھر جاتا۔

(آیت نمبر ۱۶) تو سبا والوں نے کفران نعمت کیا۔ ظلم و ستم شروع کر دیا۔ وہاں تیرہ انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے اور انہیں ایمان و طاعت کی طرف بلایا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے (سونامی کی طرح) ان پر پانی کا سیلاب بھیجا۔ ان کا بہت بڑا ڈیم تھا۔ جس کا میٹھا پانی وہ پیتے۔ اور باغوں کو بھی سیراب کرتے۔ اس میں چوہے داخل ہوئے اور بند کو توڑ دیا۔ وہ لوگ بمعہ مکانات اور باغات کے تباہ ہو گئے۔ العرم ان کے ڈیم کا نام تھا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کی وجہ سے ہم نے ان کے اعلیٰ باغات نیست و نابود کیے۔ انہیں اس کے بدلے میں گھٹیا قسم کے دو اور باغ دے دیئے۔ جن کے پھل کڑوے اور ان کے ساتھ کانٹے تھے۔ خمط کو پنجابی میں پوہلی کہتے ہیں۔ اثل جھاڑی کو کہتے ہیں اور کچھ بیری کے درخت تھے۔ لیکن اس بیری کے پھل کھانے کے لائق نہیں تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کے باغات بہت اعلیٰ تھے۔ مگر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے باغات کے بہترین درختوں کے بجائے گندے کڑوے اور بدذائقہ پھلوں والے درخت دیئے گئے۔ جیسے ان کے عمل برے ایسی ہی ان کو نعمتیں بھی بری ملیں۔



(آیت نمبر ۱۷) ہم نے انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت ترین سزا دی کہ ان کے باغات تبدیل کر دیئے اور یہ سزا اس وجہ سے انہیں دی کہ انہوں نے نعمت پر ناشکری کی۔ اس لئے ہم نے ان سے اپنی نعمتیں چھین لیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان بھی نبی تشریف لائے۔ اس لئے کہ یہ مذکورہ دور وہی فترت کا دور ہے جو ان دو انبیاء علیہم السلام کے درمیان واقع ہوا۔ البتہ اس دور میں کوئی صاحب کتاب نبی نہیں آیا۔ یہ اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔ تو اس سے یہی مراد ہوگی کہ کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آیا۔ آگے فرمایا۔ نہیں ہم سزا دیتے مگر صرف ان لوگوں کو جو نعمتوں کی ناشکری میں حد سے تجاوز کر جائیں۔ یا اس سے مراد کفر ہے۔

فائدہ: ''ہل'' اگرچہ استفہام کیلئے آتا ہے۔ مگر اس کے بعد ''الا'' استثنائیہ آ جائے تو پھر ''ہل'' نافیہ ہوتا ہے۔ اسی طرح نعمت کے انکار پر کفران کا لفظ قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے۔

فائدہ: اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مومن شکر کرنے سے ظاہری اور باطنی نعمتیں پا لیتا ہے۔ یعنی اس سے یقین، تقویٰ، اخلاص اور توکل اور اچھے اخلاق پا جاتا ہے اور کفران نعمت سے کفر و نفاق، شک اور برے اوصاف اسے مل جاتے ہیں۔ جیسے بلعم کا حال ہوا۔

(آیت نمبر ۱۸) کیا ہم نے ان کے درمیان اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم برکتیں رکھیں (یعنی شام کی بستیاں) قریب قریب۔ یعنی ان کی بستیوں کو اتنا قریب کر دیا۔ کہ انہیں بہت زیادہ نہیں چلنا پڑتا تھا۔

فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ

تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب دوری ڈال ہمارے سفروں میں۔ اور ظلم کیا اپنی ہی جانوں پر پھر ہم نے انہیں کر دیا

اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

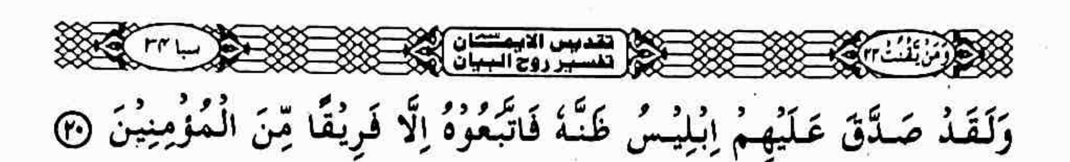
قصے کہانیاں اور پراگندہ پوری پریشانی سے۔ بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ہر بڑے صبر والے شکر والے کیلئے۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۸) **دوسری نعمت کا بیان:** اس سے پہلے ان نعمتوں کا بیان تھا۔ جن کا تعلق ان کے اندرونی امور سے تھا۔ جیسے ان کے مکانات اور باغات اور ان سے حاصل ہونے والی اشیاء کا ذکر ہو۔ اب ان نعمتوں کا بیان ہے جو ان کے امور خارجہ سے متعلق تھیں۔ جیسے شہروں کی طرف سیر۔ تجارتی معاملات وغیرہ۔ پیچھے بیان ہوا کہ انہوں نے اندرونی نعمتوں کو ٹھکرایا تو اس کا کیا انجام ہوا۔ اب مضمون کو مکمل کرتے ہوئے فرمایا۔ ان کے خارجی انعامات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی بستیاں بالکل ایک دوسری کے بالکل قریب قریب تھیں اور ایک ہی راستے پر تھیں۔

فائدہ: بحر المعانی میں ہے۔ مآرب شہر یمن سے شام تک چار ہزار سات سو بستیاں تھیں۔

آگے فرمایا کہ ہم نے ان بستیوں کے درمیان ایک معین مسافت مقرر فرمائی تھی کہ یمن سے شام تک جانے والے کو شہروں میں سے آرام کے ساتھ چلنے کی وجہ سے تھکان معلوم ہی نہیں ہوتی تھی اور پورے راستے میں زادراہ کی بھی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ یعنی سفر کے دوران ہر طرح کی نعمتوں سے نوازے جاتے تھے۔ آگے فرمایا کہ ہم نے انہیں کہا کہ ان بستیوں میں دن رات پرامن جاؤ کسی چور ڈاکو یا درندے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ پورے راستے میں چین۔ اطمینان اور امن پاؤ گے۔

(آیت نمبر ۱۹) مفسرین فرماتے ہیں کہ اہل سبا ایسی اعلیٰ نعمتیں پا کر غرور میں آ گئے۔ بلکہ عیش و عشرت سے بھی اکتا گئے۔ تندرستی اور عافیت سے ان کا جی بھر گیا۔ جیسے بنی اسرائیل من سلویٰ کھا کھا کر پھٹ گئے تھے۔ پھر لہسن اور پیاز مانگ لیا۔ اسی طرح وہ بھی کہنے لگے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں دوری فرما دے۔ درمیان میں جنگل ہوں۔ سفر کاٹنے کیلئے سواریاں ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے شہروں کو تباہ کر دیا۔ درمیان میں باغوں والے مقامات جنگل بن گئے۔ چونکہ انہوں نے شرک اور گناہ کر کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کی اور انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا۔ اسی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی آیا اور فرمایا ہم نے انہیں آنے والی نسلوں کیلئے عبرت اور قصہ کہانی بنا دیا کہ لوگ ایک دوسرے کو ان کے حالات سنائیں۔



وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور البتہ تحقیق سچ کر دکھایا انہیں شیطان نے اپنا گمان پھر انہوں نے پیروی کی اس کی سوائے ایک گروہ کے جو مسلمان تھے

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ

اور نہیں تھا شیطان کو ان پر کوئی تسلط۔ مگر یہ کہ ہم دکھائیں کون صحیح مانتا ہے آخرت کو ان میں کون ہے

هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ع ﴿۲۱﴾

جو شک میں ہے۔ اور آپ کا رب اوپر ہر چیز کے نگاہ بان ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۹) اور ہم نے انہیں ایسا جدا جدا کیا کہ اس کی مثال کہیں نہیں ملے گی۔ کوئی کہاں کوئی کہاں چلا گیا۔ اس قصہ میں بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ مصائب و آلام پر صبر کرنے والوں اور شکر گذاروں کیلئے۔

(آیت نمبر۲۰) اور تحقیق شیطان نے اپنا خیال سچا کر دکھایا۔ یعنی سبا والوں کو خواہشات وشہوات میں لگا کر اپنا مطلب پورا کیا۔ اور انہوں نے بھی شرک میں اور ہر قسم کے گناہوں میں شیطان کی ہی پیروی کی۔ صرف ایمان والوں نے اس کی پیروی نہیں کی۔ لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اسی لئے انہیں فریق کہا۔ چونکہ شیطان کو یقین تھا کہ وہ انہیں گمراہ کرلے گا۔ اور وہ جانتا ہے کہ انسان شہوت اور غضب میں سخت ہے۔ اس کے ذریعے میں انہیں گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ چنانچہ وہ اپنے گمان میں سچا نکلا۔ کہ انہیں گمراہ بھی کیا۔ اور انہیں تباہ بھی کیا۔

فائدہ: چونکہ فرشتوں نے کہہ دیا تھا کہ یہ انسان فساد مچائے گا اور خون بہائے گا تو شیطان نے اسی سے اپنا یہ گمان قائم کرلیا تھا کہ میں اسے جلد گمراہ کرلوں گا۔ انسان اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرے تو کبھی گمراہ نہ ہو۔

(آیت نمبر۲۱) اور شیطان کو نہیں تھا تسلط ان پر۔ مگر ہم دکھانا چاہتے تھے کہ کون ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون ہے جسے اس کا شک ہے۔

فائدہ: ایمان کے مقابلے میں شک لانے میں اشارہ ہے کہ انسان کا کفر کی طرف جانے کا پہلا قدم شک ہے۔ شک سے آگے جائیگا تو پھر کفر کی وادی میں ڈوب جائیگا۔ پھر وہ شک اسے ہر طرف سے گھیر کر کفر کی وادی میں غرق کر دیتا ہے۔ اس لئے جان لینا چاہئے کہ جب شک کا معاملہ اتنا شدید ہے کہ اس کا زوال ناممکن ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی

فرمادو پکارو انہیں جن کو تم نے سمجھا سوائے اللہ کے۔ نہیں مالک وہ ایک ذرے کے

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾

آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ اور نہیں ان کو اس میں کوئی شراکت اور نہ اس کا ان میں سے کوئی مددگار ہے۔

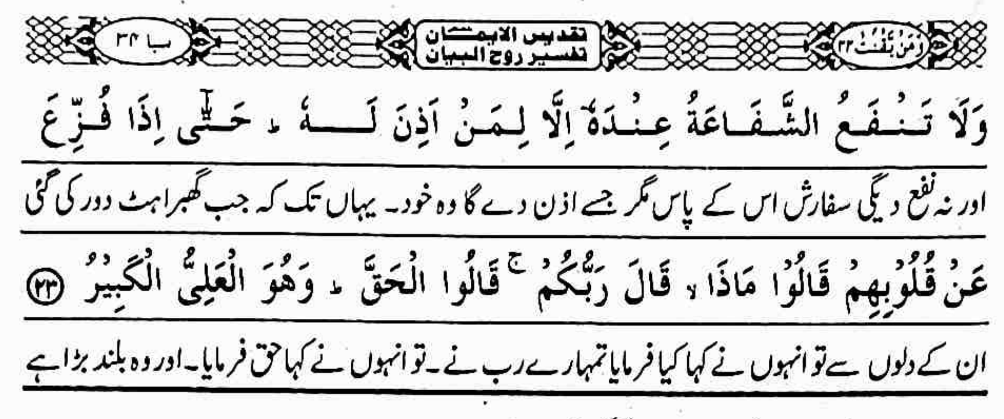
(بقیہ آیت نمبر ۲۱) تو پھر کفر یقینی کا کیا حال ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کے ساتھ اس لئے لگا دیا تا کہ آخرت کو ماننے اور نہ ماننے والوں میں امتیاز ہو۔ آگے فرمایا کہ تیرا رب سب کا نگہبان ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں۔ حفیظ وہ ذات ہے۔ جو ہر چیز کی حفاظت اس طرح کرے۔ جس کے وہ شئی لائق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر فضل و کرم ہوتا ہے۔ یا ان کے اعمال کا نتیجہ ہے کیونکہ نیک اعمال سے آدمی آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے۔

نسخہ: جو بندہ ''الحفیظ'' لکھ کر اپنے ساتھ رکھ لے کوئی درندہ اس پر حملہ نہیں کر سکے گا۔

دعا: اے اللہ ہماری دنیا آخرت کی تمام مصیبتوں میں حفاظت فرما۔ تو ''ارحم الراحمین'' ہے۔

(آیت نمبر ۲۲) اے محبوب ان لوگوں سے فرما دیں۔ یعنی مشرکوں سے جن کے عقائد غلط اور خیالات گندے ہیں کہ تم لوگوں نے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اگر تم اپنی درپیش مشکلات و مصائب میں بلاؤ (کہ وہ تمہاری تکالیف کو دور کریں یا کوئی نفع پہنچائیں تو وہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں۔ نہ نقصان دور کر سکتے ہیں)۔ اس لئے کہ وہ ذرا برابر کسی چیز کے مالک نہیں۔ نہ آسمانوں میں نہ زمین میں چونکہ مشرکین کے کچھ معبود زمینی تھے۔ یعنی بت وغیرہ اور کچھ آسمانی تھے۔ جیسے چاند سورج ستارے وغیرہ تو ان کے ان خود ساختہ معبودانِ باطلہ میں کوئی بھی نہیں جن کی ان زمینوں یا آسمانوں میں کسی قسم کی شراکت ہو اور نہ ہی ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ہر فرد سے بے نیاز ہے اور ان کے یہ خود ساختہ بت بالکل عاجز ہیں۔ (یعنی جسے اتنی بڑی بڑی مخلوق جیسے فرشتے ہیں۔ ان کی حاجت نہیں۔ تو ان پتھروں کے بنائے ہوئے بتوں کی اسے کیا حاجت ہے وہ تو ہر ایک سے بے نیاز ہے)۔



وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ

اور نہ نفع دیگی سفارش اس کے پاس مگر جسے اذن دے گا وہ خود۔ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور کی گئی

عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

ان کے دلوں سے تو انہوں نے کہا کیا فرمایا تمہارے رب نے۔تو انہوں نے کہا حق فرمایا۔اور وہ بلند بڑا ہے

(آیت نمبر۲۳) اور نہیں فائدہ دے گی کسی کی سفارش اس کے ہاں۔

فائدہ: شفاعۃ کا مطلب کسی سے غیر کیلئے عفو وفضل مانگنا۔یعنی سفارش کرنے والا مشفوع لہ کی نجات اور اس کے ثواب میں زیادتی چاہتا ہے۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شفاعت تو ہوگی مگر اس کیلئے جس کیلئے اجازت ہوگی۔

فائدہ: حضور ﷺ کی شفاعت امت کیلئے وسیلہ ہے۔

شفاعت میں شرط یہ ہے کہ شفیع مشفوع لہ سے عالی مرتبت ہو۔مشرکین یہ کہتے تھے کہ بت بروز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت کر کے ان کو بخشوائیں گے۔یہ ان کا عقیدہ مبنی برفساد ہے۔اس لئے کہ بت شفاعت کرنے کے اہل ہی نہیں۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت وہی کرے گا۔جسے اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ تو جنہیں شفاعت کرنے کی اجازت ہی نہیں وہ کیسے شفاعت کریں گے۔آگے فرمایا کہ یہاں تک کہ جب شفیع اور مشفوع لہ کی گھبراہٹ ختم کی جائے گی اور انہیں خوش خبری دی جائے گی کہ اب تمہارا مدعا پورا ہوگیا تو لوگ پوچھیں گے کہ تمہارے رب تعالیٰ نے شفاعت کے متعلق کیا فرمایا تو شفاعت کرنے والے فرمائیں گے جو کچھ بھی رب تعالیٰ نے فرمایا۔وہ حق ہے۔یعنی مستحقین کیلئے اذن شفاعت کا حکم ربانی ہوا ہے۔اور وہ حق ہے اور وہ رب تعالیٰ بہت بڑی عظمت والا ہے۔وہ علو اور کبریائی میں یکتا اور ذات وصفات میں منفرد ہے۔قول وفعل میں بے مثال ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہیں کرسکتا۔

شفاعت : نہ ہر کوئی شفاعت کریگا۔نہ ہر ایک کیلئے شفاعت ہوگی۔شفاعت صرف مسلمانوں کی ہوگی۔اور وہ بھی اس کی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اجازت دیگا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ

فرمادو کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمانوں اور زمین سے۔ فرمادو اللہ اور بے شک ہم یا تم

لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا

البتہ اوپر ہدایت کے یا کھلی گمراہی میں ہیں۔ فرمادو نہیں تم پوچھے جاؤ گے اس کے بارے جو ہم نے جرم کیا۔

وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

اور نہ ہم پوچھے جائیں گے جو تم کرتے ہو۔

(آیت نمبر ۲۴) اے محبوب ان مشرکوں سے پوچھیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے۔

فائدہ: یعنی اے محبوب ان مشرکوں کو ایسے دلائل دیں کہ وہ اقرار کریں واقعی یہ بت تو کسی چیز کے مالک نہیں۔ اگر چہ وہ یہاں منہ بند کر لیں گے۔ لیکن ان کے دل گواہی دیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جو سب کو رزق دیتا ہے۔ وہی ساری مخلوق کے رزق کا متولی ہے۔ البتہ کم یا زیادہ رزق دینا یہ اس کی اپنی مرضی و مشیت پر ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ رزق حلال کا طلب کرنا دوسرے فرائض کی طرح فرض ہے۔ ایک اور **حدیث** میں ہے کہ جس نے چالیس روز حلال کھایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور کر دے گا۔

آگے فرمایا بے شک وہ اور خاص تم البتہ ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہو۔ یعنی ہم میں یقیناً ایک گروہ ہدایت پر ہے اور دوسرا گمراہ ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا۔ یہاں او بمعنی واؤ ہے۔ یعنی ہم اور تم ہدایت پر ہیں اگر ایمان لائیں اور گمراہ ہیں اگر ایمان نہ لائیں۔ یعنی ہدایت پر ہونے کی علامت مومن ہونا ہے۔

(آیت نمبر ۲۵) اے محبوب انہیں فرمادیں کہ ہمارے جرموں کے بارے میں تم نہیں پوچھے جاؤ گے اور نہ ہم سے پوچھا جائیگا تمہارے اعمال کے متعلق۔ یعنی جو تم کفر و شرک یا دیگر اعمال بد کرتے ہو۔ اس کی ہم سے پوچھ نہیں ہوگی۔ وہ تم سے ہی پوچھا جائے گا کہ تم نے شرک وغیرہ کیوں کیا۔

فائدہ: یہی طریقہ کار انصاف کے لحاظ سے بلیغ تر اور جھگڑے اور فساد سے دور ہے۔



قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴿۲۶﴾

فرمادو جمع کرے گا ہمیں ہمارا رب پھر فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان حق سے اور وہی بہت اچھا فیصلے والا علم والا ہے

قُلْ اَرُونِيَ الَّذِينَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾

فرمادو دکھاؤ مجھے وہ جنہیں تم نے ملایا اسکا شریک بنا کر۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(آیت نمبر۲۶) اے محبوب فرمادیں۔ ہمارا رب قیامت کے دن حشر وحساب کیلئے ہمیں جمع فرمائے گا پھر اللہ جل شانہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے گا حق کے ساتھ۔یعنی اس وقت سب کا حال کھل جائے گا کہ حق والے جنت میں اور باطل والے کفار جہنم میں اور اللہ تعالیٰ ہی فیصلے فرمانے والا ہے اور وہ جانتا ہے کس کا کیا فیصلہ ہونا ہے کیونکہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

فائدہ:بعض مشائخ فرماتے ہیں۔فتاح کا معنی ہے۔تنگی سے کشادگی بخشااور وہ ذات جو دولڑنے والوں میں حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے اور ان کی مشکل حل کردے اور وہ ذات جو خیر وبرکت عطا فرمائے اور فقر وفاقہ دور کرے۔

اسم فتاح کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے امور دنیا آسان ہوتے ہیں اور دل کو نورانیت ملتی ہے۔اس کا ہر کام آسان اور رزق میں فراوانی حاصل ہوتی ہے۔

(آیت نمبر۲۷) اے میرے محبوب ان کو فرماؤ کہ تم مجھے وہ لوگ دکھاؤ۔ وہ جن کو تم نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔یعنی ان کے کیا کارنامے ہیں۔

فائدہ :اس میں ان مشرکوں کی بہت بڑی خطا کو ظاہر فرمایا ہے اور انہیں بتایا کہ ان کی رائے فاسد ہے۔یعنی تم نے جو بتوں کو اللہ تعالیٰ سے ملا دیا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کی تو مثل کوئی نہیں۔شریک کیسے ہو سکتے ہیں۔تمہارے ہاتھوں سے بنائے ہوئے خدا تو انتہائی بے کار ہیں۔نہ کچھ بنا سکتے ہیں۔نہ رزق روزی دے سکتے ہیں۔پھر عبادت کے لائق کیسے ہوگئے۔یہ گویا ان کیلئے مسکت الزام اور حجت ہے۔

آگے فرمایا ہرگز نہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہرگز اچھا نہیں،بلکہ وہی اللہ تعالیٰ ہے۔جس کا غلبہ قاہر ہے اور حکمت باہر ہے تو اس کی تمہارے معبودوں سے کیا نسبت (ع۔ چہ نسبت خاک را باعالم پاک) یعنی عزیز ذات کہاں اور ایک ذلیل شیء کہاں۔عزیز وہ ذات ہے جس تک عقل کی کوئی رسائی ہی نہیں۔(یاعزیز) کا وظیفہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معزز بنائے گا اور وہ مخلوق کا محتاج نہیں رہے گا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر کافی سب لوگوں کیلئے۔ خوش خبری اور ڈر سنانے والا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾

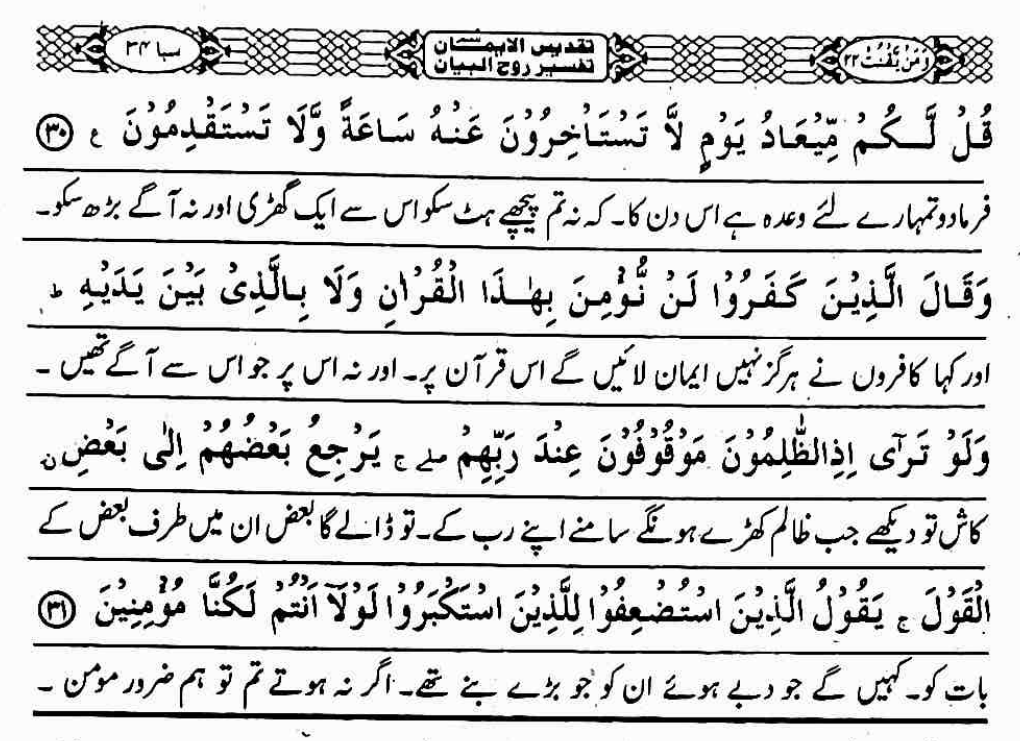
اور کہتے ہیں کہ کب ہے یہ وعدہ اگر ہو تم سچے۔

(آیت نمبر ۲۸) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کیلئے رسول بنا کر (کافہ کو الناس کا حال بنایا یعنی قیامت کے دن جو بھی انسان آئیگا۔ یا جس پر الناس کا لفظ بولا جائے گا۔ اس کیلئے آپ رسول ہیں)۔ آگے فرمایا کہ ایمان والوں کو خوشخبری سنانے اور منکروں کو عذاب سے ڈرانے کیلئے بھیجا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یعنی جہالت انہیں کفر وعصیان پر مجبور کرتی ہے۔ اس جہالت کی وجہ سے ہی انہیں ڈرایا گیا۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کس قدر نعمت اور فضل الٰہی سے محروم ہو رہے ہیں۔ اگر انہیں علم ہوتا تو خوشخبری کے حق دار ہوتے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ سے معلوم ہو گیا۔ کہ حضور ﷺ کی رسالت کل کائنات کیلئے ہے۔ اور کافی ہے۔ یعنی آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا کہ باقی انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں میں مجھے فضیلت حاصل ہے: (۱) مجھے جوامع الکلم بنایا گیا۔ (۲) رعب سے مجھے مدد دی گئی۔ (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ (۴) میرے لئے ساری زمین پاک اور مسجد بنائی گئی۔ (۵) اور مجھے ساری مخلوق کا رسول بنایا گیا۔ (۶) مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ (بخاری و مسلم)۔ **فائدہ:** امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے بھی نبی ہیں۔ بلکہ آپ جملہ انسانوں جنوں فرشتوں حیوانات جمادات و نباتات کے بھی نبی ہیں۔

(آیت نمبر ۲۹) مشرکین اپنی جہالت کی وجہ سے حضور ﷺ سے یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہنسی کرتے ہوئے کہتے کہ جس وعدہ سے تمہیں خوش کیا جاتا ہے۔ یا جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے۔ وہ کب ہے اگر تم سچ کہہ رہے ہو۔ یعنی اپنے دعویٰ کے واقع ہونے یا وجود میں سچے ہو تو بتاؤ کہ وہ کب پورا ہوگا۔ چونکہ وہ اس کی حقیقت سے جاہل تھے۔ جب اسے دیکھ لیں گے تو پھر دور بھاگیں گے۔ اور پناہ مانگیں گے۔



قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ع ﴿۳۰﴾

فرمادو تمہارے لئے وعدہ ہے اس دن کا۔ کہ نہ تم پیچھے ہٹ سکو اس سے ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھ سکو۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ط

اور کہا کافروں نے ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر۔ اور نہ اس پر جو اس سے آگے تھیں ۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ صلے ج يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ن

کاش تو دیکھے جب ظالم کھڑے ہونگے سامنے اپنے رب کے۔ تو ڈالے گا بعض ان میں طرف بعض کے

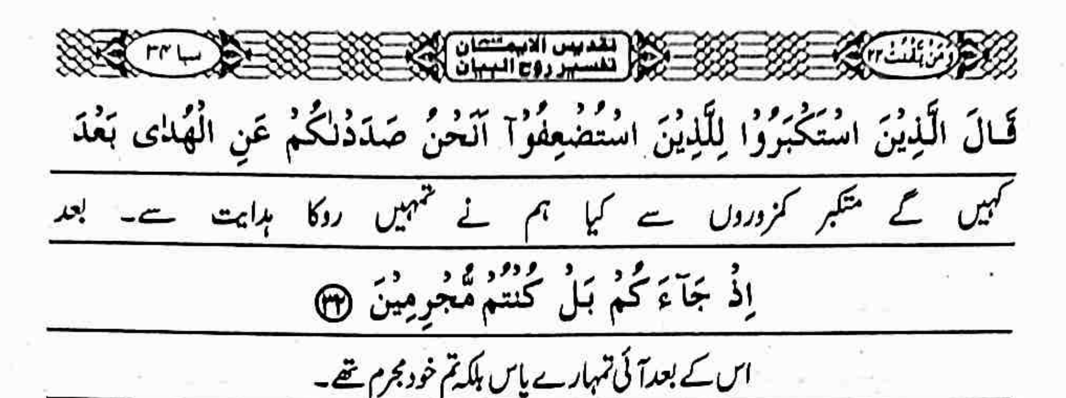
الْقَوْلَ ج يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

بات کو۔ کہیں گے جو دبے ہوئے ان کو جو بڑے بنے تھے۔ اگر نہ ہوتے تم تو ہم ضرور مومن ۔

(آیت نمبر۳۰) اے میرے محبوب آپ فرمادیں تمہارے لئے ایک وعدہ کا دن مقرر ہے۔ جسے بعث ونشور کہتے ہیں۔ جب وہ دن اچانک آجائیگا۔ پھر اس وعدے کے اصل وقت سے وہ پیچھے نہیں ہونگے۔ یعنی قیامت اپنے پورے وقت پر آجائے گی۔ اس کا وقت سے آگے یا پیچھے ہونا بالکل محال ہے۔

(آیت نمبر۳۱) کفار مکہ نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوا اور نہ اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل ہوئی جن میں قیامت کا بیان ہے۔ یعنی توراۃ یا انجیل۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے۔ وہ آنکھ جو شیطان کے قبضے میں ہے۔ وہ مجھے کب جانتی ہے اور وہ دل جس پر شیطان کا تسلط ہے۔ وہ قرآن کی عزت وحرمت کو کیا جانے۔ البتہ وہ دل جسے امان الٰہی کی پناہ نصیب ہو۔ اسے رسالت ونبوت کی طرف راہ ملے گی اور جس کی آنکھ کفر کی غلاظت سے پاک ہو اور جو خواب شہوات سے بیدار ہو۔ اسے معجزات وبیّنات نظر آئیں گے۔ آگے فرمایا۔ کاش تو وہ منظر دیکھے کہ جب ظالموں یعنی قیامت کے منکروں کو رب کے ہاں کھڑا کیا جائیگا۔ یعنی قیدی بنا کر محاسبہ کے میدان میں لائے جائیں گے تو وہ ایک دوسرے پر بات لوٹائیں گے۔ یعنی وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں گے۔ جنہیں دنیا میں کمی بنایا گیا تھا۔ وہ ان سے کہیں گے جو متکبر تھے۔ یعنی دنیا میں جو بڑے سرکش تھے۔ اور غریبوں کو ایمان لانے سے زبردستی روکتے تھے۔



قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ

کہیں گے متکبر کمزوروں سے کیا ہم نے تمہیں روکا ہدایت سے۔ بعد

اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾

اس کے بعد آئی تمہارے پاس بلکہ تم خود مجرم تھے۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۱) جنہیں دنیا میں سرکشی اور اپنی بڑھائی کا بڑا دعویٰ تھا جو نہ خود ایمان لائے نہ اور کسی کو اس طرف آنے دیا اور عبادت الٰہی سے منہ موڑ رکھا تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام پر آئے ہوئے احکام کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور عوام کو بھی ڈرا دھمکا کر اور کسی کو بہلا کر گمراہ کر رکھا تھا۔ ان متکبروں کو کمزور سمجھے جانے والے کہیں گے۔ اگر تم نہ ہوتے۔ یعنی تم اگر ہمیں ایمان لانے سے نہ روکتے۔ تو ہم ضرور مسلمان ہوتے۔ تم نے ہی ہمیں ایمان قبول کرنے سے روک رکھا تھا اور تم ہمیں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے تھے۔ لہذا ہم تمہارے ڈر کی وجہ سے ایمان نہ لا سکے۔ اور اتنی بڑی نعمت سے محروم رہے۔

(آیت نمبر ۳۲) متکبران کمزوروں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت پر آنے سے روکا تھا کہ اب تم اپنے ایمان کو ثابت کرنا چاہتے ہو۔ کیا ہم نے تمہیں کہا تھا کہ تم ایمان نہ لاؤ۔ جب کہ ہدایت و ایمان تمہارے پاس آ گئے۔ یعنی ہم نے تمہیں نہیں روکا تھا۔ بلکہ تم تھے ہی مجرم۔ یہ جرم تم نے خود ہی کیا تھا کہ تم نے اپنی مرضی سے ایمان قبول نہ کیا کیونکہ تم اپنے باپ دادا کی تقلید کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

فائدہ: کفار کو بتایا گیا کہ یہ دنیا کی تمہاری دوستیاں اور ایک دوسرے کی فرمانبرداری بروز قیامت دشمنیوں میں بدل جائیں گی۔ ایک دوسرے سے تم بیزار ہو جاؤ گے۔ بلکہ جہنم میں تو جا کر ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور خوب ایک دوسرے کی مالش کریں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

تو کمزور کہیں گے ان متکبروں کو بلکہ فریب کرنارات اور دن کو ۔

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

جب تم ہمیں حکم دیتے کہ ہم کفر کریں اللہ کے ساتھ اور ہم بنائیں اس کا شریک۔ اور چھپائیں گے پشیمانی

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ

جب دیکھیں گے عذاب۔ اور ہم ڈالیں گے طوق ان کی گردنوں میں جو کافر ہیں۔ نہیں سزا دیئے جائیں گے

اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٣﴾

مگر اس کی جو تھے وہ کرتے۔

(آیت نمبر ۳۳) اور لیڈروں سے کمزور لوگ کہیں گے بلکہ رات دن تمہارے مکروفریب نے ہمیں ایمان قبول کرنے سے روکا۔ تمہارا بار بار ہمیں اپنی طرف ترغیب اور لالچیں دینا کہ ہم کفر اور گناہوں میں پھنسے رہیں اور جب تم ہمیں رات دن یعنی ہمیشہ یہی حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کریں اور ہم اس کے شریک ٹھہرائیں بتوں کو۔

فائدہ: اصل بات یہ ہے کہ وہ آپس میں لڑ جھگڑ کر اپنی ندامت کو چھپانا چاہیں گے۔ اس لئے کہ سامنے جہنم کا عذاب دیکھ لیں گے۔ لیکن اب کیا فائدہ نادم ہونے کا اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے کا۔

آگے فرمایا کہ ہم ان کے گلے میں طوق ڈال دیں گے جنہوں نے کفر کیا۔ تا کہ پوری مخلوق کے سامنے ذلیل ہوں۔ **نکتہ:** چونکہ دنیا میں شہوات نفسانی میں پڑے رہے اور لوگوں کے ساتھ مکروفریب کرنے میں انہیں شیطان نے جکڑا ہوا تھا۔ لہذا قیامت کے دن بھی انہیں آگ کے زنجیروں میں جکڑا جائیگا۔ آگے فرمایا یہ سزا انہیں صرف ان کے عملوں کی دی جائے گی کہ وہ دنیا میں کفروشرک اور طرح طرح کے گناہ اور نافرمانیاں کرتے تھے۔ **مسئلہ:** دنیا میں کسی کو زنجیروں سے جکڑنے یا آگ میں ڈالنے کی سزا دینا سخت منع ہے۔ یہ آخرت کے ساتھ خاص ہے۔ البتہ اگر کسی کے بھاگنے کا خطرہ ہو پھر اسے باندھنا جائز ہے۔ یا وہ بدنصیب جو زنجیروں سے ماتم کرتے ہیں یا جو اپنے آپ کو زنجیروں سے جکڑ کر باندھ لیتے ہیں۔ تا کہ پتہ چلے کہ وہ کوئی بڑے بزرگ ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا مگر کہا اس کے امیروں نے بے شک ہم جو تم دے کر بھیجے گئے اس کے منکر ہیں

وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور کہا کرتے کہ ہم بڑھ کر ہیں مالوں اور اولاد میں۔ اور نہیں ہم عذاب دیئے جائیں گے۔

(آیت نمبر ۳۴) ہم نے نہیں بھیجا کسی شہر میں کوئی ڈرانے والا۔ یعنی کوئی نبی جو انہیں عذاب الٰہی سے ڈرائے۔ مگر اس شہر کے بڑے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے یہی کہا کہ ہم اس چیز کے جو تم دے کر بھیجے گئے۔ منکر ہیں۔ چونکہ قوم کے سرمایہ دار ایمان لانے اور نبی کی فرمانبرداری کرنے میں اپنی توہین سمجھتے تھے۔

فائدہ: اس آیت میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اے میرے محبوب آپ ان لیڈروں اور مال داروں کی باتوں سے کہ جو کچھ کہہ اور کر رہے ہیں۔ اس سے پریشان نہ ہوں۔ اس سے پہلے بھی جب رسول تشریف لاتے تو اس قوم کے بڑے بڑے گستاخ یہی باتیں کرتے تھے۔ اور اسی طرح رسولوں کو پریشان کرتے تھے۔

فائدہ: اگرچہ غریب امیر سب یہی کہتے تھے لیکن ایسی گستاخیوں کے اصل داعی دولتمند اور سرمایہ دار تھے۔ جب وہ انکار اور تکذیب کرتے تو ان کے ضمن میں عوام بھی وہی کچھ کرتے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ لوگ بادشاہوں کے دین پر ہی ہوتے ہیں۔ بڑے میاں واہ واہ چھوٹے میاں سبحان اللہ۔

(آیت نمبر ۳۵) کافروں نے اپنی دولت کے گھمنڈ میں غریبوں سے اور محتاجوں سے کہا کہ دنیا میں ہم مال میں اور اولاد میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ یعنی جن کی وجہ سے دنیا میں فتنہ ہے۔ وہ ہمارے ہاں بہت زیادہ ہے۔ لہذا ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ یعنی پہلے تو قیامت ہے ہی نہیں۔ اور اگر ہوئی بھی تو عذاب ہم پر نازل نہیں ہوگا۔ ہمیں جب دنیا میں بڑی بڑی عزت اور وقار ملا ہوا ہے تو آخرت میں کیوں ذلیل وخوار کیا جائیگا۔ (آخرت میں ہماری یوں ہی عزت افزائی ہوگی۔ یہ بھی شیطان کا وہ سبق ہے۔ جو اپنے ہر چیلے کو وہ پڑھاتا ہے۔ اور وہ اسے جہنم تک پہنچاتا ہے۔ بعض نام نہاد مسلمان بھی اس کے اس چکر میں آجاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)



قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

فرمادیں بے شک میرا رب پھیلاتا ہے رزق جس کیلئے چاہتا ہے اور وہی تنگ کرتا ہے۔ لیکن زیادہ تر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ع ﴿٣٦﴾

بے علم ہیں۔

(آیت نمبر ٣٦) اے میرے محبوب آپ ان کافروں کو جواب دیں۔ بے شک میرا رب تبارک وتعالیٰ جس کیلئے چاہتا ہے۔ رزق کو کشادہ فرمادیتا ہے۔ یعنی جس کیلئے کشادگی بہتر جانتا ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہے یا کافر اس کو روزی زیادہ دیتا ہے۔ اسی طرح رزق تنگ کرتا ہے جس کیلئے چاہے۔ یہ سب کچھ اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے اور اس میں ہزاروں حکمتیں پنہاں ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی کو کسی نیکی کی وجہ سے (یا کسی پیر وغیرہ کی دعا وغیرہ کی وجہ سے) روزی زیادہ کردیتا ہے۔ کسی کی روزی تنگ ہوگئی تو وہ سمجھے کہ فلاں گناہ کی وجہ سے ہوا۔ لہذا یاد رکھیں۔ رزق کی وسعت اور تنگی کا دارومدار نیکی اور برائی پر نہیں۔ اسی طرح دنیوی جاہ مرتبہ یا اعزاز بھی کسی کی وجہ سے نہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے۔ کہ نیکی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ معاشی تنگی سے غنی کردیتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دنیا ایک دسترخوان کی طرح ہے۔ اس سے نیک اور برے سب کھاتے ہیں (مسند الشافعی) اور آخرت والا وعدہ سچا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ جس کا جس طرح چاہے گا اپنی مرضی سے فیصلہ فرمائے گا۔ آگے فرمایا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے یعنی غفلت والے اور خسارے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت سے بے خبر ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ رزق کی وسعت شرف وکرامت سے اور رزق کی تنگی ذلت وخواری کی وجہ سے ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رزق کی وسعت اور کمی میں بندے کا امتحان ہے۔ البتہ کم رزق والا صبر کرے تو اس کے اللہ تعالیٰ آخرت میں درجات بلند فرماتا ہے۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ

اور نہیں مال تمہارے اور نہ اولاد تمہاری اس قابل کہ وہ قریب کرلے تمہیں ہمارے ہاں مگر جو ایمان لائے

وَعَمِلَ صَالِحًا ز فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور کرے کام نیک تو ان ہی کیلئے بدلہ ہے ڈبل بوجہ اس کے جو عمل کئے اور وہ بالاخانوں میں پُر امن ہونگے

(آیت نمبر ۳۷) اے لوگو تمہارے وہ مال اور اولاد جنہیں تم ہماری نزدیکی اور قرب کا ذریعہ سمجھ رہے ہو۔ ان کی وجہ سے تمہیں ہمارا قرب حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ پس اس مسلمان کو ڈبل ثواب ملے گا۔ یعنی انہیں ایک نیکی پر کم از کم دس گنا اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے سات سو گنا اجر ملے گا اور اگر مال اور اولاد کو نیک کام میں لگایا تو ایسے مال اور اولاد سے بھی ڈبل اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہوگا۔ آگے فرمایا کہ یہ ڈبل اجر ان کے نیک اعمال کی وجہ ہوگا۔ اور وہ جنت کے بالاخانوں میں یعنی اونچے اونچے اور کئی منزلہ محلات میں پرامن ہونگے۔ اور کسی قسم کی تکلیف، آفت، مصیبت، موت، بڑھاپا، مرض، دشمن کا خوف وغیرہ بالکل نہیں ہوگا۔ نہ جنت سے نکالے جانے کا انہیں ڈر ہوگا۔ نہ نعمتیں ختم ہونے کا کوئی غم ہوگا۔

تقرب الٰہی کے اسباب: (۱) اعمال صالحہ۔ (۲) احوالہ صافیہ۔ (۳) انفاس زاکیہ۔ (۴) عنایت سابقہ۔ (۵) رعایت صادقہ۔ جن کو یہ اسباب مل جائیں وہ بلند درجات پاسکتے ہیں۔

فقر نبوی ﷺ کا حال: جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اس وقت حضور ﷺ چٹائی پر آرام فرمارہے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے تو آپ کے جسم مبارک پر چٹائی کے گہرے نشانات تھے تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ یہ دنیا کے معمولی بادشاہوں کے اعلیٰ بستر ے ہوں اور دونوں جہانوں کے سردار کے بدن مبارک پر چٹائی کے یہ نشان تو فرمایا۔ اے عمر ہم نے دنیا دنیا داروں کیلئے چھوڑ دی اور انہوں نے آخرت ہمارے لئے چھوڑ دی۔

سبق: عقل مند وہ ہے جو زینت دنیا سے دھوکا نہیں کھاتا اور وہ اپنے مالک ومولیٰ کی رضا کیلئے پوری کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور دنیا کی فانی نعمتوں کو ترک کیا جائے۔ **دعا:** ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ ہماری امیدیں غیروں سے منقطع کردے اور اپنی ذات کی طرف متوجہ فرمائے۔

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور جنہوں نے کوشش کی ہماری آیات میں عاجز بنانے کی وہی عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ

فرمادو بے شک میرا رب وسیع کرتا ہے رزق جس کیلئے چاہے اپنے بندوں کا اور تنگ کرتا ہے۔جس کا چاہے

مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور جو تم نے خرچ کی کوئی چیز تو وہ اس کا بدلہ دیگا اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے۔

(آیت نمبر ۳۸) اور جو لوگ ہماری قرآنی آیات میں کوشش کرتے ہیں۔انہیں رد کرنے کی اور ان آیات پر کفار کی طرح طعن وتشنیع کرتے ہیں اور ان کے ابطال کرنے میں جد وجہد کرتے ہیں۔کیا ان کا یہ خیال ہے کہ وہ ہماری گرفت سے نکل جائیں گے اور پھر ہمیں عاجز کر دیں گے یا ان کا گمان ہے کہ ان کا مواخذہ ہی نہیں ہوگا۔آگے فرمایا۔یہ لوگ بچ نہیں سکتے یہ عذاب جہنم میں حاضر کئے جائیں گے اور جن پر انہوں نے بھروسہ کر رکھا ہے۔بروز قیامت وہ معبود انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔نہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں چھپ جائیں گے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے۔اس سے مراد انبیاء اور اولیاء کے بے ادب گستاخ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے۔انہیں انبیاء واولیاء پر اعتراض کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ایسے لوگ حق تعالیٰ کی نظر عنایت سے گر جاتے ہیں۔

(آیت نمبر ۳۹) اے محبوب فرما دیں بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اس کا رزق وسیع کر دیتا ہے۔یعنی اسے کثرت سے مال ودولت دیتا ہے۔اور جس کا رزق کم کرنا چاہے تو کم کر دیتا ہے۔اس میں اس کی آزمائش بھی ہے اور حکمت بھی۔آگے فرمایا کہ جو چیز بھی تم طاعت الٰہی میں یا طریق خیر یا نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اور عوض عطا فرمائے گا۔یا تو دنیا ہی میں اتنا دیتا ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا یا آخرت کا ثواب اور جنت کی ان گنت نعمتیں مراد ہیں۔یا دنیا اور آخرت دونوں جگہ دیتا ہے۔لہذا خوب اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تم پر کس قدر لطف وعنایت فرماتا ہے۔آگے فرمایا کہ وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔یعنی دنیا میں جتنے بھی دینے والے بادشاہ یا آقا ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب دینے والوں سے بہتر دینے والا ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾

اور جس دن اٹھائے گا ان سب کو۔ پھر فرمائے گا فرشتوں سے کیا یہ تمہیں تھے پوجتے۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾

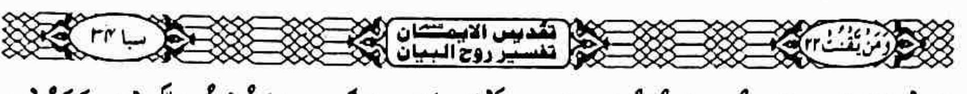
وہ کہیں گے پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ وہ بلکہ یہ تھے پوجتے جنوں کو اکثر ان پر ہی یقین رکھتے تھے۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۹) جسے کوئی فنا نہیں۔ اس کے علاوہ دینے والے خود بھی فانی ان کا مال بھی فانی۔ اللہ خود باقی اس کی عطا بھی باقی۔ **فائدہ**: بحر العلوم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ضروریات پوری کرنا بزرگ ترین عبادات سے ہے۔ حضور ﷺ نے امت کو اس بات کی ترغیب دی۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا خاندان کہنا مجازاً ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت پیارا ہے جو اس کے خاندان (مخلوق) کو نفع پہنچائے۔

(آیت نمبر ۴۰) اے محبوب اپنی امت کو وہ دن یاد کرائیں۔ جس دن سب امیر و غریب۔ سرکش اور کمزوروں کو ہم اکٹھا کریں گے۔ کوئی ان میں سے نہیں رہ جائیگا۔ خصوصاً وہ لوگ جو فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہیں خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان (مشرکوں) فرشتوں کی پوجا کرنے والوں کے سامنے فرشتوں سے فرمائے گا اور یہ فرمان زجر و توبیخ کے ساتھ ہوگا۔ تاکہ انہیں فرشتوں کی شفاعت کرنے سے پکی ناامیدی ہو جائے کیونکہ ان مشرکوں کا عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے سفارش کر کے ہمیں چھڑالیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا یہ لوگ تمہاری پوجا کرتے تھے۔

فائدہ: اگرچہ مشرکین فرشتوں کے علاوہ بھی کئی چیزوں کو پوجتے تھے۔ یہاں صرف فرشتوں کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ باقی معبودوں سے اعلیٰ تھے تو باقی مشرکوں کو معلوم ہو جائے کہ ان اعلیٰ کو پوجنے والوں کا یہ حال ہے تو پھر باقیوں کا کیا حال ہوگا۔

(آیت نمبر ۴۱) تو اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کہتے ہوئے عرض کریں گے۔ اے اللہ تیری ذات پاک اور منزہ ہے۔ تو ہم سب کا والی ہے۔ ان مشرکوں کے سوا۔ یعنی ان مشرکوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ یعنی وہ ان کی پرستش کا صاف انکار کر دیں گے کہ ہمارا ان سے کوئی واسطہ تعلق ہی کوئی نہیں۔ ہم کس طرح ان کی پوجا سے راضی ہو سکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ہماری پوجا نہیں کرتے رہے۔ بلکہ یہ اپنی جہالت کی بناء پر جنوں یعنی شیطانوں کو پوجتے رہے اور ان کی اطاعت کرتے رہے۔ (یعنی شیطان اپنی پوجا فرشتوں کے ناموں کے ذریعے کرواتا ہے۔ اپنے آپ کو فرشتہ ظاہر کروا کر کچھ ان کے کام کرتا ہے۔ پھر ان سے اپنی پوجا کرواتا ہے)۔



فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

تو آج نہیں مالک ہوگا بعض تم میں بعض کے نفع کا اور نہ نقصان کا اور ہم فرمائیں گے ظالموں سے

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

چکھو عذاب آگ کا وہ جسے تھے جھٹلاتے

(بقیہ آیت نمبر ۴۱) **فائدہ**: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے فرشتوں کے خیالی مجسمے بنائے اور ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے۔ یا شیطان نے ایسے مجسمے بنا دیئے۔ ان مشرکوں کی اکثریت ان کی پوجہ کرنے والے تھے۔ درحقیقت انہوں نے شیطان کی تابعداری کی اور جو اس نے انہیں عقیدہ دیا۔ اسی کو مان لیتے تھے۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا کہ "وھم" ضمیر انسانوں کی طرف راجع ہے۔ اب معنی یہ ہے کہ اکثر لوگ ان جنوں کی جھوٹی باتیں مانتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ تم ان کی پرستش کرو وغیرہ۔

(آیت نمبر ۴۲) آج حشر کے دن مشرکوں کے بت ان کے نہ نفع کے مالک ہوں گے نہ نقصان کے۔ یعنی سفارش کر کے انہیں نفع دینے کی غرض سے نہیں بچا سکیں گے۔ اور نہ عذاب ان کا دور کر سکیں گے۔ کیونکہ بروز قیامت مطلق حکمران اللہ تعالیٰ ہی ہوگا لہٰذا لوگ نفع کی امید صرف اللہ تعالیٰ سے ہی رکھیں۔ گویا یہ کلام بھی ان فرشتوں کا ہے کہ وہ اپنے پرستاروں کو کہہ دیں گے کہ آج ہم عاجز ہیں یہ بات اس لئے بتائی جارہی ہے کہ ان کی فرشتوں سے جو شفاعت کی امیدیں ہیں وہ بالکل ختم ہو جائیں۔ فرشتے صرف مسلمانوں کی شفاعت کرتے ہیں۔ اور بروز قیامت کریں گے۔ آگے فرمایا کہ ہم ظالموں سے کہہ دیں گے۔ یعنی جنہوں نے کفر و شرک کیا اور نبی کو جھٹلا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ تم نے ایمان کے بجائے کفر کو اختیار کیا۔ اب تم آگ کا عذاب چکھو۔ جسے تم جھٹلاتے تھے اور تم اصرار کرتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی۔ اگر آ گئی تو ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم جس طرح دنیا میں معزز تھے۔ اسی طرح آخرت میں بھی ہماری عزت ہوگی۔

سبق: عقل مند کو چاہئے کہ مخلوق کی طرف سے منہ پھیر لے اور اپنا رجحان اللہ تعالیٰ کی طرف کر لے تاکہ جہنم کی آگ سے نجات پائے اور جنت اور قرب و شہود کی کامیابی حاصل کرے۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ

اور جب پڑھی جاتیں ان پر ہماری آیتیں واضح۔ تو کہتے نہیں ہے یہ مگر ایک مرد چاہتا ہے کہ روکے تمہیں

عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ

اس سے جن کو تھے پوجتے باپ دادا تمہارے۔ اور کہتے نہیں ہے یہ مگر بہتان گھڑا ہوا۔ اور کہتے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾

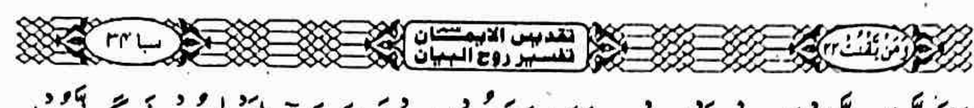
کافر لوگ حق کو جب آیا ان کے پاس نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ؕ ﴿۴۴﴾

اورنہیں دیں ہم نے انہیں کوئی کتابیں جنہیں وہ پڑھتے اورنہیں بھیجے ہم نے ان کی طرف آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والے

(آیت نمبر۴۳) اور جب رسول پاک ﷺ کی زبان مبارک سے ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتیں جو توحید خداوندی اور شرک کے باطل ہونے پر واضح دلالت کرتیں تو نبی پاک ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہتے نہیں ہے۔ یہ مگر ایک آدمی اور وہ کہتے کہ یہ آدمی چاہتا ہے کہ وہ روک دے ہمیں ان کی پوجا سے جن کی پرستش ہمارے آباء واجداد ایک عرصہ سے کرتے چلے آ رہے ہیں اور ایک نئے دین کی طرف ہمیں دعوت دیتا ہے۔ جسے وہ دین اسلام کہتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو اس نئے مذہب کے تابع کر دے اور کفار ومشرکین کہا کرتے تھے کہ نہیں ہے یہ قرآن مگر ان کا اپنا گھڑا ہوا (جھوٹ) ہے کہ جو اس میں قیامت یا حساب وکتاب کا بیان ہے۔ یہ منگھڑت باتیں ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں یہ باتیں عناد تکبر اور جہالت سے کہتے تھے۔ ورنہ وہ اپنی جگہ مانتے تھے کہ یہ قرآن نہ شعر ہے۔ نہ کہانت ہے نہ جادو ہے اور کافر قرآن پاک کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ تو محض کھل مکھلا جادو ہے۔ یعنی ان کے ہاں جب قرآن پاک آیا تو وہ فوراً تکذیب اور انکار پر آمادہ ہو گئے۔ ذرا برابر بھی اس میں تامل اور غور وفکر نہیں کیا اور اسے جادو کہہ دیا تا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ کیونکہ اس زمانے میں بھی لوگ جادو سے نفرت کرتے تھے۔

(آیت نمبر۴۴) اور نہیں دیں ہم نے انہیں کتابیں کہ وہ پڑھتے۔ **فائدہ:** ایک اور مقام پر فرمایا۔ کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے مضبوط پکڑیں۔



وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا

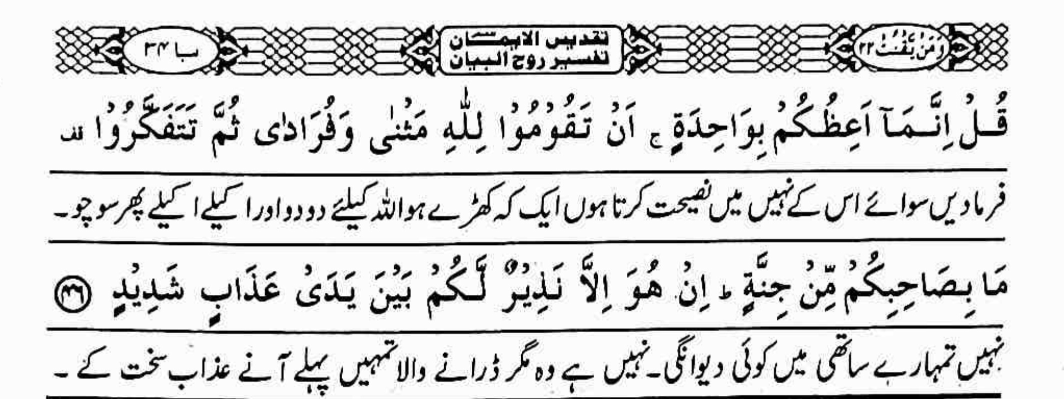
اور جھٹلایا انہوں نے جو ان سے پہلے ہوئے۔ اور نہیں پہنچے دسویں حصے کو جو ہم نے انہیں دیا۔ جھٹلایا

رُسُلِيْ ۗ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ع ﴿۴۵﴾

انہوں نے میرے رسولوں کو۔ پھر کیسا رہا میرا انکار۔

(بقیہ آیت نمبر۴۴) **فائدہ:** اس آیت میں بتایا۔ کہ عرب کے لوگوں پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور وہ کہتے تھے۔ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی یا کوئی رسول ہمارے پاس تشریف لاتے تو ہم بڑے عبادت گذار ہوتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ آرزو پوری کی۔ تو اس کتاب کو انہوں نے نہیں مانا اور رسول کا انکار کیا اور تکذیب کردی۔ حالانکہ نہ اس سے پہلے ان کی طرف کوئی نبی بھیجا نہ کتاب تو پھر بھی انہوں نے شرک کا مسئلہ گھڑ لیا اور اسی کو اپنا مذہب بنالیا۔ یہ ان کی جہالت اور فسق و فجور سے ہوا۔ اور بتایا گیا کہ یہ لوگ پرلے درجے کے بے وقوف ہیں کہ انہیں اس کے بارے میں کوئی علم ہی نہیں۔ یہ گویا انہیں تہدید کی گئی۔

(آیت نمبر۴۵) قریش مکہ یا مشرکین کے عرب کے پاس جو مال و اولاد ہے یہ تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں جو ہم نے ان سے پہلوں کو دیا۔ وہ طاقت میں مال میں لاؤ لشکر میں اور لمبی عمروں کے لحاظ سے اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ یہ مکے والے تو ان کا عشر عشیر بھی نہیں تو ان پہلوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ پھر کیسے رہا ان کا انکار کرنا۔ یعنی میرا انکار کرنے کی وجہ سے ان کی جڑ ہی کٹ گئی اور وہ نیست و نابود ہوگئے۔ **فائدہ:** تو جب اتنے بڑے اور طاقت ور میرا انکار کرنے کی وجہ سے ملیا میٹ ہوگئے تو یہ کیا چیز ہیں۔ اس لئے سابقہ کفار کے حالات سے انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ کہ جب ان پر میرا عذاب آیا۔ تو پھر انہیں مال و متاع کام آیا نہ ان کی اولاد نہ ان کے رشتہ دار انہیں کام آسکے۔ **سبق:** انسان کامل وہ ہے جو دنیا میں رہ کر دنیا بھی کمائے اور باقی وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ جو شخص دنیا کا بندہ ہی بن جاتا ہے اور ہوا جس نفسانیہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ گمراہ ہو کر تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ جیسے پہلے لوگ تباہ ہوئے۔ لہٰذا ایسے بدبختوں سے دور رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ لوگ ظاہراً تو دوست ہوتے ہیں اور اندر سے دشمن ہوتے ہیں اور وہ عذاب آخرت کا بھی موجب ہوتے ہیں۔



قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ

فرمادیں سوائے اس کے نہیں میں نصیحت کرتا ہوں ایک کہ کھڑے ہو اللہ کیلئے دو دو اور اکیلے اکیلے پھر سوچو۔

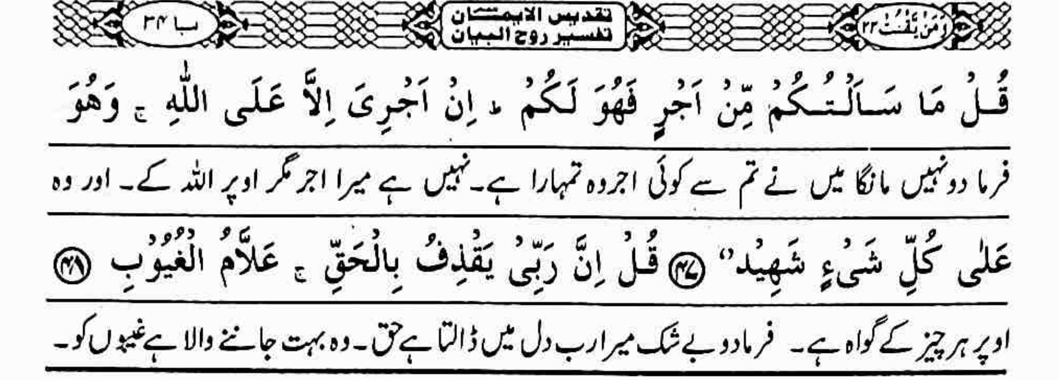
مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

نہیں تمہارے ساتھی میں کوئی دیوانگی۔ نہیں ہے وہ مگر ڈرانے والا تمہیں پہلے آنے عذاب سخت کے۔

(آیت نمبر ۴۶) اے محبوب آپ انہیں فرمادیں کہ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم مجلس رسول علیہ السلام میں کھڑے ہو جاؤ۔ اپنی جماعتوں سے الگ الگ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی رضا جوئی کیلئے۔ یعنی اس میں ریا کاری نہ ہو تو تم دو دو یا ایک ایک ہی کر کے حضور اقدس ﷺ کے بارے میں خوب غور وفکر کرو (تو نتیجہ یہی نکالوگے) کہ تمہارے اس ساتھی (رسول اللہ ﷺ) میں کوئی جنون وغیرہ نہیں ہے۔ جیسے تم خیال کررہے ہو۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تتفکروا" پر اگر وقف تام ہو تو پھر معنی یہ ہوگا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں پورا غور وخوص کرو اور ان کے لائے ہوئے احکام میں تحقیق کرو تو تم ان کی ذات کے بارے میں جان لوگے کہ ان میں کمال ہی ہیں۔ اور جتنے تم ان میں نقائص نکالتے ہو ان میں سے ایک نقص بھی میرے محبوب میں نہیں ہے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو غور وفکر کرنے پر تنبیہ فرمائی کہ تم یہ سوچ کر بتاؤ کہ کیا اتنا بڑا امر جس کے تابع دنیا وآخرت ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ نے ایک مجنون کے ہاتھ میں دے دیا ہو؟ کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ اگر وہ (معاذ اللہ) مجنون ہوتے تو کبھی اتنی بڑی ذمہ داری انہیں نہ سونپی جاتی۔ یہ بات تو کفار ومشرکین دیکھ رہے ہیں کہ اس نبی کو ایسی تائید غیبی ہر معاملے میں حاصل ہے اور ان کی نبوت کو تو اللہ تعالیٰ نے دلائل سے ایسا پختہ کردیا کہ پہاڑ اور درخت بھی ان کا کلمہ پڑھنے لگ گئے۔

آگے فرمایا کہ یہ تمہارے صاحب نہیں ہیں مگر تمہیں ڈرسنانے والے سخت ترین عذاب کے آنے سے پہلے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو عذاب سے بچ نہیں سکوگے۔



قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ

فرما دو نہیں مانگا میں نے تم سے کوئی اجر وہ تمہارا ہے۔ نہیں ہے میرا اجر مگر اوپر اللہ کے۔ اور وہ

عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾

اوپر ہر چیز کے گواہ ہے۔ فرمادو بے شک میرا رب دل میں ڈالتا ہے حق۔ وہ بہت جاننے والا ہے غیبوں کو۔

(آیت نمبر ۴۷) اے محبوب فرمادیں کہ میں نے تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجر تو نہیں مانگا یہ اجر وغیرہ لینا دینا تمہارے لئے ہے۔ میرا تم سے کسی قسم کے اجر یا مزدوری کا کوئی مطالبہ نہیں۔

شان نزول: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جب آیت "قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی" نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے مشرکین مکہ سے فرمایا۔ میرے رشتہ داروں کے متعلق مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ تو وہ اس سے باز آ گئے لیکن ساتھ ہی انہوں نے کہا ہم نے تمہارے کہنے پر تمہارے رشتہ داروں کو برا کہنا چھوڑ دیا لیکن تم ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز نہیں آئے۔ تو فرمایا۔ میں کسی کو برا نہیں کہتا میں تو اللہ تعالیٰ کے احکام تم تک پہنچاتا ہوں۔ ان احکام پر تم سے کچھ نہیں مانگتا کیونکہ میرا اجر بطور ثواب کے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اس لئے کہ نہ میں دنیا کو پسند کرتا ہوں۔ نہ دنیا کے مال واسباب چاہتا ہوں۔ میں آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب چاہتا ہوں اور میرا رب ہر چیز سے مطلع ہے۔ یعنی وہ میرے خلوص نیت اور سچائی کو خوب جانتا ہے۔

سبق: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعوت الی الحق دینے والے پر لازم ہے کہ وہ اس میں خالص رضاء الٰہی کو مدنظر رکھے۔ دنیا کی لالچ کا دھیان دل میں نہ لائے۔ اور آخرت پر اپنی نظر رکھے۔

(آیت نمبر ۴۸) اے محبوب فرمادیں میرا رب حق یعنی وحی القا کرتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے۔ لیکن اس کا چناؤ کسی علت کا محتاج نہیں ہے۔ نہ کسی حیلے سے وہ حاصل ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو ثابت کرتا ہے اور وہ تمام غیبوں کا بہت زیادہ جاننے والا ہے۔ یعنی وہ آسمانی اور زمینی مخلوق کے تمام پوشیدہ امور کو اچھی طرح جانتا ہے۔

فائدہ: غیوب جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا تا کہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے غیبی علوم کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک کے دل کی بات کو بھی جانتا ہے۔ اسی طرح جو کچھ کسی کے دل میں آئندہ کبھی بھی آنے والا ہے۔ اس کو بھی وہ جانتا ہے بلکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے تمام حالات واقعات اور ان کے دلوں کے اسرار کو جانتا ہے۔

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ

فرمادیں آ گیا حق اور نہ پہل کرتا ہے باطل اور نہ لوٹ کر آئے۔ فرمادیں اگر میں گمراہ ہوں

فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىٓ

تو سوائے اس کے نہیں میری گمراہی میری ذات پر۔ اور اگر ہدایت پر ہوں تو بوجہ اس کے جو وحی کرتا ہے

اِلَىَّ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾

میری طرف میرا رب۔ بے شک وہ سننے والا قریب ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۸) اور ان کے تمام حقائق کو جانتا ہے اور اس کے علوم میں کوئی تغیر نہیں۔ **وظیفہ** :یاغلام الغیوب کو جو کثرت سے پڑھے۔ اس پر حالات منکشف ہو جاتے ہیں اور اسے بھول نہیں لگتی۔ بلکہ حافظہ تیز ہو جاتا ہے۔

(آیت نمبر ۴۹) اے محبوب فرمادیں۔ حق یعنی توحید یا اسلام آ گیا ہے اور باطل یعنی کفر و شرک مٹ گیا۔ یہاں تک کہ اس کا نام و نشان بھی ختم ہو گیا۔ جیسے کسی کے مرنے کے بعد اس کا نام نشان ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ مثال دی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے تشریف لا کر شرک کو ختم فرما دیا۔ اس لئے فرمایا کہ باطل سے مراد شرک ہے اور شرک کی نہ ابتداء ہے اور نہ وہ حق کی موجودگی میں لوٹ کے آ سکتا ہے۔ **حدیث شریف**: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ جب مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ فتح مکہ کے وقت داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے اندر باہر تین سو ساٹھ بت تھے (صحیح مسلم شریف)۔ جنہیں فتح مکہ کے وقت نبی کریم ﷺ توڑتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ فرما رہے تھے۔ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور یہ آیت کریمہ بھی تلاوت فرما رہے تھے۔

(آیت نمبر ۵۰) اے محبوب فرمادیں کہ اگر میں تمہارے باپ دادا کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے تمہارے گمان کے مطابق گمراہ ہو گیا ہوں تو یہ گمراہی میں نے خود ہی اپنے سر پر لی۔ یعنی میری گمراہی کا وبال میری ذات پر ہو گا کیونکہ وبال کا سبب گمراہی ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں (جیسا کہ فی الواقع میں ہدایت ہی پر ہوں) تو اس کا سبب یہ ہے کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف سے جو وحی کی جاتی ہے۔ جس میں حکمت کا بیان ہوتا ہے اور ہدایت کا ملنا بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے اور بے شک وہ سننے والا قریب ہے۔ یعنی ہدایت والوں اور گمراہوں کی سب باتیں سنتا ہے اور ہر چیز اس کے بہت قریب ہے۔ کوئی چیز اس سے دور نہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ ﴿٥١﴾

کاش تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ہونگے تو نہ نکل سکیں گے اور پکڑے جائیں گے جگہ نزدیک سے۔

وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۚۖ ﴿٥٢﴾

اور کہیں گے ہم ایمان لائے۔ اس پر کیسے وہ پائیں اسے اب جگہ دور سے۔

وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾

حالانکہ تحقیق کفر کیا انہوں نے ساتھ اس کے اس سے پہلے۔ اور ڈالتے ہیں بن دیکھے جگہ دور سے۔

(آیت نمبر ۵۱) کاش تو دیکھے۔ جب کفار گھبراہٹ میں ہوں گے۔ موت کے وقت یا قبر میں یا قبروں سے اٹھنے کے وقت جو بڑا سخت ہولناک منظر ہوگا تو وہ قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکیں گے اور وہ قریب کی ہی جگہ سے پکڑے جائیں گے۔ یعنی جہاں بھی ہوئے پکڑ لئے جائیں گے۔ جیسے کوئی قریب ہی کھڑا آدمی پکڑا جاتا ہے اور پھر جہنم کی طرف جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کیلئے تو قریب و بعید سب برابر ہے۔

(آیت نمبر ۵۲) پھر وہ عذاب کو دیکھ کر کہیں گے۔ اب ہم محمد ﷺ پر ایمان لاتے ہیں۔ اب وہ اس ایمان کو کہاں اور کیسے پاسکتے ہیں یا اب وہ کب انہیں آسانی سے مل سکتا ہے۔ اتنے دور کی جگہ میں پہنچ کر۔ اس لئے کہ ایمان تو وہ مقبول ہے جو دنیا میں قبول کیا گیا ہو۔ وہ دار التکلیف تھا اور اب تو وہ دار الجزاء میں آ گئے۔ اب تو جتنا مرضی سے خلوص ظاہر کریں۔ وہ بالکل بے سود ہے۔ اس لئے اب وہ ایمان کے معاملہ سے کوسوں دور ہو گئے۔ اس لئے جو دنیا میں دولت ایمان سے محروم رہا۔ اسے مرنے کے بعد یہ دولت نہیں مل سکتی۔

(آیت نمبر ۵۳) حالانکہ اس سے پہلے وہ (دنیا میں) محمد ﷺ کا انکار کر کے کفر کر چکے ہیں۔ یا یہ معنی ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں اس سخت عذاب سے دنیا میں ڈرایا۔ جہاں ایمان لانا مقبول ہوتا ہے۔ اب آخرت میں تو ان کیلئے قبولیت والے دروازے بند ہو گئے۔ اب پشیمانی کا کیا فائدہ۔ اب خسران پشیمانی اور عذاب کے علاوہ ان کیلئے کچھ بھی نہیں۔ شاعر کہتا ہے۔ زمین کے اوپر زندہ تھا تب کچھ نہیں کر سکا۔ اب مر کر زمین کے نیچے کیا کرے گا اور یہ کافر رسول اللہ ﷺ کے متعلق وہ باتیں کرتے ہیں جو ان کے شایان شان نہیں بلکہ کوسوں دور ہیں۔ کبھی شاعر، کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی مجنون۔ ایسے لوگوں کا مرنے کے بعد کیسے ایمان قبول ہوگا۔

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ

اور رکاوٹ ڈالی گئی ان میں اور اس کے درمیان جو وہ چاہتے ہیں جیسے کیا گیا ان گروہوں سے جو ان سے پہلے ہوئے۔

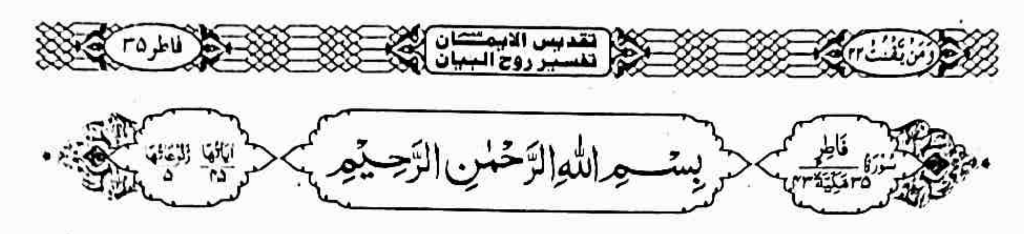
إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿۵۴﴾

بے شک وہ تھے دھوکا ڈالنے والے شک میں۔

(آیت نمبر ۵۴) اب حائل ہو جائے گی ان کافروں کے درمیان رکاوٹ اور اس کے درمیان جو وہ چاہیں گے۔ یعنی ایمان اور نار جہنم جیسے ہوا پہلے ان جیسے گروہوں کے ساتھ۔ اس لئے کہ بے شک وہ تھے دنیا میں شک کے اندر۔ یعنی جو ایمان لانا ان پہ دنیا میں واجب تھا۔ لیکن یہ دھوکہ دینے والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔ مریب شک میں ڈالنے والے کو کہتے ہیں۔ یا شکی آدمی کو کہتے ہیں تو جب کافروں کا کام شک ہی شک تھا۔ تو اب آخرت میں یقین انہیں کیا فائدہ دے گا۔

سبق: آیت میں کفر اور تہمت بالغیب اور شک کی مذمت کی گئی۔ لہذا احکام الٰہیہ میں کسی حکم کا انکار یا اس میں شک کرنا ٹھیک نہیں۔ نیز انسان پر لازم ہے کہ کسی کے متعلق بدگمانی نہ کرے۔ البتہ اپنے نفس پر بدگمان رہے۔ اس لئے کہ انسان جانتا ہے کہ نفس کی شرارت بہت بری ہے اور ہر آدمی اپنے آپ کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس کے اندر کون کون سی خرابیاں ہیں۔ لہذا اپنے نفس پر بدگمانی کر کے ہی اپنے آپ کو بچایا جا سکتا ہے لیکن یہ مشکل کام اولیاء کرام ہی کر سکتے ہیں۔ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں نفس کی شرارتوں سے بچائے اور دوسروں کی عیب جوئی کے بجائے اپنے عیب تلاش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سورہ سبا: ۱۶، اکتوبر بمطابق ۱۴ محرم ۱۴۳۸ھ بروز اتوار ختم ہوئی



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ

سب خوبیاں اللہ کی جو بنانے والا ہے آسمانوں اور زمین کو بنانے والا فرشتوں کو رسول جو

اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پروں والے دو اور تین اور چار۔ بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے۔ بے شک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

ہر چیز پر قادر ہے۔

(آیت نمبر۱) **سورۂ فاطر:** تمام حمدوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔اس آیت میں اللہ پاک نے اپنی حمد خود بیان فرمائی ہے۔تاکہ بندوں کو اس کی تعریف کرنے کا طریقہ آ جائے۔

فائدہ: تعریف اصل میں نعمت پر ہوتی ہے۔جیسے کھاتے ہیں تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"۔سو کے جاگتے ہیں تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ"۔چھینک آئے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہتے ہیں۔

سر اور داڑھ کے درد کا ورد: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ۔ جو الحمد للہ علی کل حال پڑھے اسے درد نہیں ہونگے ۔اگر چھینک یا ڈکار کے ساتھ یہ کلمات کہے اسے جذام کی تکلیف نہیں ہوگی ۔ بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ ان کلمات سے ستر بیماریاں ختم ہوتی ہیں۔

آگے فرمایا سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو ایسا بنایا کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہیں اور وہی ذات فرشتوں کو رسول بنانے والی ہے۔ یہاں فرشتوں میں رسول سے مراد چار مقرب فرشتے، جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام ہیں۔

فائدہ: فرشتوں کی رسالت سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام انبیاء کرام علیہم السلام تک بذریعہ وحی یا الہام پہنچاتے رہے۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ

جب کھولے اللہ لوگوں کیلئے کچھ رحمت پھر نہیں کوئی روکنے والا اسے۔ اور جو روک لے

فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

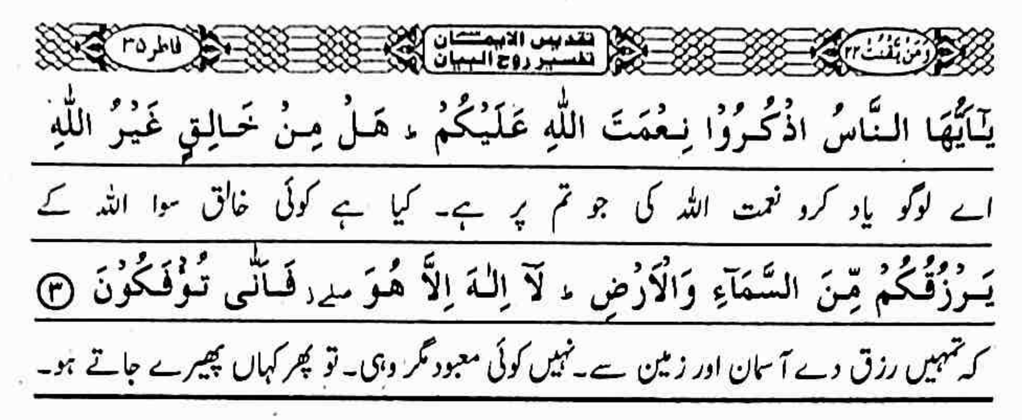
تو نہیں کوئی بھیجنے والا اسے اس کے بعد۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے

(بقیہ آیت نمبر۱) آگے فرمایا کہ وہ فرشتے پروں والے ہیں۔ دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے۔ جن کی وجہ سے وہ تیز رفتاری کے ساتھ زمین و آسمان کے درمیان آتے جاتے ہیں اور سینکڑوں سالوں کا راستہ آن واحد میں طے کر لیتے ہیں۔ کچھ فرشتوں کے پر اس سے زیادہ بھی ہیں۔ جیسے جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں۔ ان میں دو پر پھیلائیں تو وہ مشرق و مغرب تک پھیل جاتے ہیں۔

مومن کامل فرشتوں سے افضل ہے۔ اگرچہ فرشتے مقرب بارگاہ ہیں اور نورانی مخلوق ہیں اور اہل ایمان مٹی سے ہیں لیکن کثرت عبادت سے وہ فرشتوں سے افضل ہیں۔ ولی اللہ کی پرواز بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنکھ جھپکنے کی دیر میں آسمانوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ جیسے آصف بن برخیا نے سینکڑوں میلوں سے بلقیس کا تخت ایک آن میں جناب سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کھڑا کیا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے جس قدر چاہے۔ اپنی مشیت اور حکمت سے بڑھاتا ہے۔

سب سے اعلیٰ وبالا ہمارا نبی: ہر نبی خوبصورت ہے۔ ہمارے حضور ﷺ سب سے خوبصورت اور آپ کا حسن ملیح تھا۔ اور آپ کی آواز مبارک بھی بہت پیاری تھی اور حکم دیا کہ قرآن کو خوبصورت آواز میں پڑھو۔ البتہ اس کو مدنظر رکھیں کہ معنی میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ اور گانے کی طرز پر بھی نہ پڑھا جائے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس لئے کہ تمام ممکنات اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کو عاجز جاننا کفر ہے۔

(آیت نمبر۲) جب اللہ تعالیٰ بندوں کیلئے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (یعنی نعمت وعافیت یا صحت) دیتا ہے تو مخلوق میں سے کسی کی طاقت نہیں کہ اسے کوئی روک سکے۔ **فائدہ:** اس رحمت سے مراد دنیوی رحمت ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ہم نے ان پر آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی مال و دولت کے خزانے عطا کر دیئے۔ اور لوگوں کی ضروریات کو پورا کر دیا۔



يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

اے لوگو یاد کرو نعمت اللہ کی جو تم پر ہے۔ کیا ہے کوئی خالق سوا اللہ کے

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③

کہ تمہیں رزق دے آسمان اور زمین سے۔ نہیں کوئی معبود مگر وہی۔ تو پھر کہاں پھیرے جاتے ہو۔

(بقیہ آیت نمبر۲) آگے فرمایا کہ جب رحمت کے دروازے وہ بند کردے۔ پھر کسی میں طاقت نہیں کہ انہیں کوئی کھول سکے۔ یعنی جسے کچھ دینے سے وہ اپنا ہاتھ روک لے۔ پھر اسے کوئی کچھ دے نہیں سکتا۔ اس کے بعد اور وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ یعنی کسی پر رحمت کا دروازہ کھول دے یا بند کردے کوئی اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور وہ حکیم بھی ہے۔ یعنی جیسے اس کی حکمت و مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے۔ وہ اسی طرح کرتا ہے۔

حدیث شریف :معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ہاتھ اس امت کیلئے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب نیک لوگ بھی بروں سے نرمی کریں گے اور فاسقوں اور فاجروں کی تعظیم وتکریم کرنے لگ جائیں گے اور قاری حافظ اور علماء بھی علم کے باوجود گناہوں کی طرف لگ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی رحمت کا ہاتھ ان سے کھینچ لے گا۔ (مدارک التنزیل)

(آیت نمبر۳) اے لوگو۔ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ تم پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ انہیں یاد کرو۔ یعنی ان نعمتوں کا حق جان کر ان کا اعتراف کرو کہ نعمتیں جس نے دی ہیں۔ عبادت وطاعت کے لائق بھی وہی ہے۔ نعمت عام ہے۔ بدنی ہو جیسے صحت۔ طاقت یا عقل وفہم وغیرہ یا خارجی نعمت جیسے مال وجاہ وغیرہ۔

آگے فرمایا کہ کیا کوئی اللہ کے سوا خالق ہے۔ یعنی اس خالق حقیقی کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔ وہی ایسا خالق اور رازق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق عطا فرماتا ہے۔ یعنی آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے اور زمین سے کھیتی اگا کر رزق عطا فرماتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ نہ اس جیسا کوئی خالق ہے نہ رازق ہے۔ جب بندے کو یہ یقین پیدا ہو جائے تو پھر وہ غیر اللہ سے تعلق نہیں رکھے گا۔ پھر وہ صرف اسی کا طالب ہوگا۔

فائدہ :علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نفس کے قیدی یاد کر تو کچھ نہ تھا۔ تجھے میں نے وجود میں لایا۔ پھر تو خالی ہاتھ آیا۔ میں نے تجھے نعمتوں سے نوازا۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

اور اگر وہ جھٹلائیں آپ کو پس تحقیق جھٹلائے گئے کئی رسول آپ سے پہلے اور طرف اللہ کے لوٹائے جائیں گے

الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

سب کام۔ اے لوگو بے شک وعدۂ الٰہی برحق ہے۔ تو نہ دھوکہ دے تمہیں زندگی

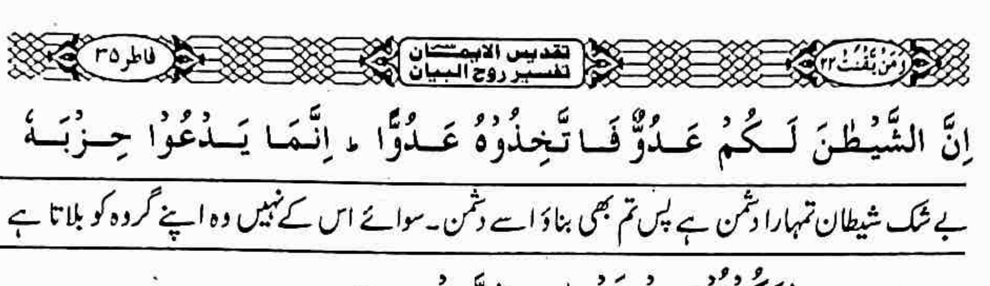
الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾

دنیا کی۔ اور نہ فریب دے تمہیں اللہ کے مقابل کوئی بڑا فریبی۔

(بقیہ آیت نمبر۳) اب بھی اگر تو میری بارگاہ میں آ جائے۔ تو سب پریشانیوں سے بچ جائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب تمہیں یہ یقین ہے پھر تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔

(آیت نمبر۴) اے محبوب اگر یہ تجھے جھٹلانے پر مصر ہیں تو غم نہ کریں اور صبر کریں۔ آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب ہوئی تو انہوں نے بھی صبر کیا اور کامیاب ہوئے اور اللہ تعالٰی کی طرف ہی سب کام لوٹائے جائیں گے۔ وہی جزاء یا سزا دے گا۔ یعنی صابر کو صبر کی جزاء اور جھٹلانے والوں کو تکذیب کی سزا دے گا۔ **فائدہ**: اس آیت میں اپنے پیارے رسول ﷺ کو تسلی دی اور امت کے اولیاء کرام رحمہم اللہ کو بھی سبق دیا کہ جیسے انبیاء کرام علیہم السلام پر تکالیف آئیں۔ انہوں نے صبر کیا تو اللہ تعالٰی نے ان کی مدد فرمائی۔ تم بھی صبر کرو گے تو تمہاری بھی مدد فرمائے گا۔ اہل حقائق کا ہمیشہ یہی طریقہ جاری رہا۔ کہ وہ مصائب و آلام پر صبر کرتے رہے۔

(آیت نمبر۵) اے لوگو بے شک وعدۂ الٰہی برحق ہے۔ یعنی مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا۔ جزاء و سزا کا ہونا یہ سب حق ہے۔ جس کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا۔۔ یہ بات اس لئے فرمائی گئی تاکہ موت سے پہلے اس کی تیاری کی جائے۔ آگے فرمایا کہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے کہ وہ تمہیں آخرت اور قیامت کا حساب و کتاب ہی بھلا دے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ دنیوی زیب و زینت اور شہوات کے پیچھے پڑنے کے بجائے اعمال صالحہ کرو۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ دنیا سمجھدار کیلئے غنیمت ہے اور جاہلوں کے لئے غفلت کا باعث ہے (رسائل ابن ابی الدنیا)۔ اس لئے کہ سمجھ دار دنیا میں زیادہ وقت طاعات میں گذار کر اپنی آخرت سنوارتا ہے اور جاہل دنیا کی لذات میں پڑ کر رب سے غافل ہو جاتا ہے۔ ایک **حدیث** میں ہے۔ تم میں سب سے زیادہ سمجھدار وہ ہے۔ جو ایسے عمل کرے۔ جو اسے مرنے کے بعد کام دیں۔ (ریاض الصالحین)



(بقیہ آیت نمبر ۵) آگے فرمایا کہ تمہیں نہ دھوکا دے سب سے بڑا دھوکے باز۔ یعنی شیطان تمہیں مغفرت کی امید پر گناہوں میں نہ لگائے رکھے۔ جیسے کوئی بے وقوف زہر اس لئے پی لے کہ تریاق مل جائے گا جو زہر کو ختم کر دے گا۔ ہوسکتا ہے۔ خدانخواستہ تریاق تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ مر جائے۔ یوں ہی شیطان کے کہنے پر گناہ کرتا ہے۔ ممکن ہے توبہ کا موقع ملے بغیر ہی موت آ جائے اور سخت عذاب کا مستحق ہو جائے۔

(آیت نمبر ۶) بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ یہ دشمنی جناب آدم علیہ السلام سے چلی آ رہی ہے۔ یہ پرانی دشمنی اس نے قائم رکھی ہوئی ہے۔ وہ تمہارا بھی پکا دشمن ہے۔ لہذا تم بھی اسے اپنے دشمن سمجھو۔ یعنی اپنے عقائد۔ اعمال اور افعال میں کہیں وہ تمہیں اپنے پیچھے نہ لگا لے۔ لہذا اس کے خطرات سے ہوشیار رہو۔

دشمنی کا طریقہ: ایک بزرگ نے بتایا کہ اس کی کوئی آرزو پوری نہ ہونے دو۔ نفس کی سخت مخالفت کرو اور جو بھی کہو یا کرو وہ شرع کے مطابق ہو۔ زبانی کہنا کہ ہم شیطان کے دشمن ہیں اور عملاً اس کے کہنے پر چلنا منافقت ہے۔

دوسرا طریقہ: شیطان سے بچنے کا یہ ہے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرو۔ تا کہ وہ تم سے دور رہے کیونکہ وہ ذکر سے بھاگتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے کہ وہ شیطان کے شر سے بچائے۔

آگے فرمایا۔ بے شک شیطان اپنی جماعت کو بلاتا ہے تا کہ وہ لوگوں کو غیر اللہ کے ساتھ مشغول کر کے ذکر الٰہی سے منہ پھیر لیں تا کہ وہ اس کی پیروی کر کے ہمیشہ کیلئے جہنم کے گھڑے میں جا گریں۔

فائدہ: الارشاد میں ہے کہ شیطان اپنا گروہ بڑھاتا ہے۔ اس لئے دنیوی مشاغل میں غرق ہونے والے یقین کر لیں کہ جتنا وہ اس میں منہمک ہوں گے۔ اتنا ہی اخروی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جنہوں نے کفر کیاان کے لئے عذاب ہے سخت۔ اور جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۧ ﴿۷﴾ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ

ان کیلئے بخشش اور اجر ہے بڑا۔ کیا پس جس کے لئے خوبصورت بنایا گیا برا عمل اس کا تو وہ اسے

حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ

اچھا دیکھے۔ پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔ تو نہ نکلے

نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾

تمہاری جان ان پر افسوس سے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

(آیت نمبر ۷) کافروں کیلئے سخت ترین عذاب ہے۔ جو موجبات ایمان کی مخالفت پر اصرار کرتے ہیں۔ لہذا وہ اپنے کفر اور دعوت شیطان کو قبول کرنے کی وجہ سے سخت عذاب میں پڑیں گے۔

فائدہ: وہ لوگ جو بت پرستی پر خوش اور خواہشات نفسانی پر راضی اور شیطان کی اتباع میں مست ہیں۔ ان پر جلد یعنی دنیا میں یا دیر سے یعنی آخرت کا عذاب ہے جو انتہائی سخت ہے جس کی شدت اور سختی کو سب مانتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو ایمان ویقین پر سختی سے قائم ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ یعنی اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی تا کہ نور ایمان اور زیادہ بڑھے۔ اور ان مومنوں نے شیطان سے بھی دشمنی رکھی۔ اس وجہ سے ان کے لئے بہت بڑی بخشش کا نقد انعام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر پردہ پوشی کی (ورنہ بہت بڑی رسوائی ہوتی)۔ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے کہ جس کا کوئی حساب نہیں۔ یعنی دنیا میں انہیں معرفت ملی اور آخرت میں ہر مقصد کے اندر کامیابی ملی۔ اور دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اطاعت کی توفیق بخشی۔ پھر قیامت میں وہ لوگ سب سے زیادہ ممتاز اور برگزیدہ ہوں گے۔ لہذا بندۂ خدا کو بہت زیادہ شکر کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی خدمت کیلئے چن لیا اور اپنی طاعت وعبادت کی توفیق بخشی۔

(آیت نمبر ۸) کیا پس وہ شخص جس کیلئے اس کا برا عمل بھی مزین کیا گیا اور وہ اسے اچھا سمجھتا ہے۔ **فائدہ**: مراد یہ ہے کہ کفر کے بعد گناہوں کو اچھا جانتا ہے ہمیشہ کفر گناہوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ کفر کبھی بھی نیکی کو پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح شیطان کافر کو گناہ نیکی بنا کر دکھاتا ہے یعنی اسے ثواب کی امید دلاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ

اور اللہ وہ ہے جس نے چلائیں ہوائیں جو ابھارتی ہیں بادلوں کو۔ پھر ہم لے جاتے ہیں طرف شہر مردہ کے

فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ⑨

پھر زندہ کیا اس سے زمین کو بعد اس کے مرنے کے۔ اسی طرح حشر میں اٹھنا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ٨) اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ **فائدہ**: پچھلے مضمون کو پھر دوہرایا اور بتایا کہ سب کام اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں تو دونوں آیات کا مفہوم یہ ہے کہ جو گمراہی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ تب کرتا ہے۔ جب اس کی توجہ گمراہی کی طرف ہوتی ہے۔

اور وہ جسے چاہتا ہے۔ اسے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ یعنی جس کی اپنی توجہ ہدایت کی طرف ہو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے دیتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو فرمایا کہ ان کے برے اعمال سے آپ غمزدہ نہ ہوں۔ سب معاملات میرے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ لہٰذا ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ کیونکہ آپ ان کے گندے کرتوتوں پر سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔ ان پر حسرت کر کر کے کہیں جان ہلاک نہ کر دیں۔ آپ نے پند و نصائح کرنے اور تبلیغ احکام میں حق ادا کر دیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو جو وہ کرتے ہیں۔ یعنی ان کے برے کاموں کی انہیں سزا دے گا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ پر قائم دائم رکھے۔ جس پر اہل دین چلے اس پر ہمیں بھی چلائے اور نیک اعمال کی توفیق بخشے۔

(آیت نمبر ٩) وہ اللہ تعالیٰ کہ جس نے اپنی تقدیر و تدبیر کے ساتھ مناسب انداز سے مختلف قسم کی ہوائیں چلائیں۔ اس سے مراد رحمت کی ہوائیں ہیں۔ صبا کی طرح۔ جو مشرق سے رات کے وقت ان دنوں میں چلتی ہے۔ جب دن اور رات برابر ہوتے ہیں۔ جو دلوں کو سکون بخشتی ہے۔ آگے فرمایا۔ پھر وہ ہوائیں بادلوں کو ابھارتی ہیں اور زمین و آسمان کے درمیان بارش اتارنے کیلئے وہ بادلوں کو پھیلا دیتی ہیں۔ آگے فرمایا کہ پھر ہم انہیں چلا کر مردہ شہر یعنی قحط والے علاقے ویران جگہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر ہم نے ان ویران مقامات کو اترنے والی بارش کے ذریعے زندہ کیا۔ یعنی آباد کر دیا خشکی کے بعد سرسبز و شاداب کر دیا۔ آگے فرمایا۔ اسی طرح مردوں کو بھی قیامت کے دن قبروں سے نکال لیں گے۔ **فائدہ**: یہ مثال کفار کے لئے دی گئی ہے کہ جو دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ

جو ہو چاہتا عزت کو تو وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے عزت ساری۔ اسی کی طرف چڑھتے ہیں کلمات

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ

طیبہ اور عمل نیک بھی وہی اسے بلند کرتا ہے۔ اور جو فریب کرتے ہیں برے ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾

عذاب ہے سخت۔ اور مکر ان کا ہی برد بار کرے گا۔

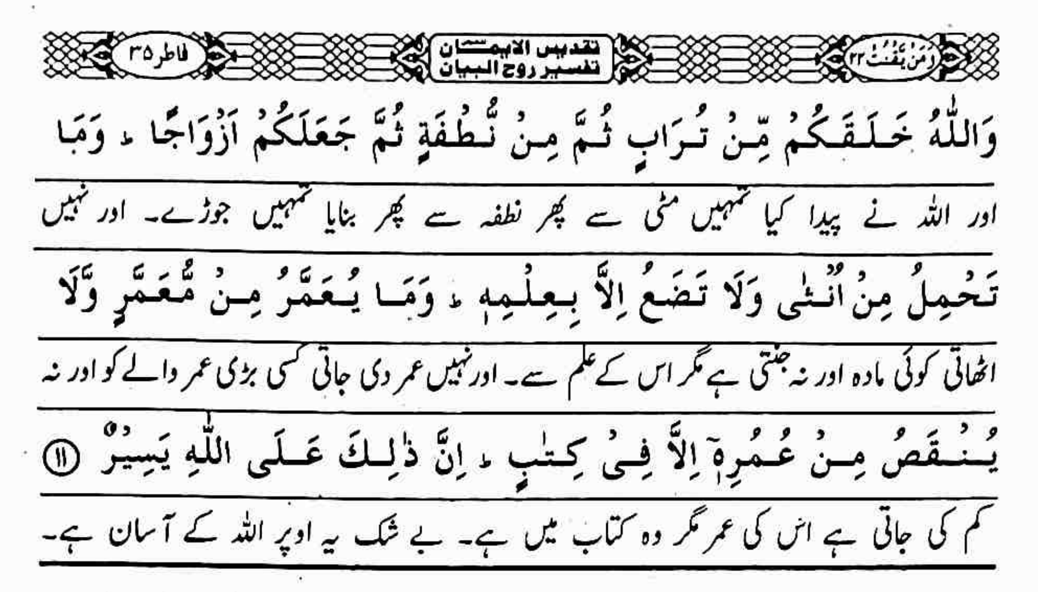
(بقیہ آیت نمبر۹) **حدیث شریف**: ابن رزین عقیلی فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ (ﷺ) اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا تو آپ نے فرمایا۔ کیا تمہارا گذر ویران علاقے کی طرف نہیں ہوا کہ بارش کے بعد وہی ویران علاقہ یکدم سرسبز و شاداب ہو گیا ہو۔ میں نے عرض کی۔ گذر ہوا ہے تو فرمایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی بروز قیامت زندہ فرمادے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

(آیت نمبر۱۰) جو شخص عزت چاہتا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عزت مانگے کیونکہ تمام قسم کی عزتوں کا مالک اللہ ہے۔ خواہ دنیوی عزت ہو یا اخروی۔ اور طاعت وتقویٰ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے عزت طلب کی جائے۔ اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا۔ عزت اللہ اس کے رسول اور ایمان والوں کیلئے ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی عزت دائمی اور باقی رہنے والی ہے۔ اس لئے کہ اہل ایمان کی عزت اللہ اور رسول کی عزت کے تابع اور ان کی عطا سے ہے۔ کاشفی فرماتے ہیں۔ رسول ﷺ اور ایمان والوں کی عزت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

فائدہ: کفار کی عزت مصنوعی ہے اور وقتی ہے۔ بعد میں ان کے لئے ذلت ہی ذلت ہے۔

آگے فرمایا کہ اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں سب کلمات طیبات۔ کلمہ طیب سے مراد دعا استغفار۔ تلاوت قرآن۔ ذکر الٰہی۔ تسبیحات، تحمیدات و دیگر اوراد وظائف الغرض تمام اعمال فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے کر جاتے ہیں۔

فائدہ: یا وہ مقام جہاں کراماً کاتبین اعمال لے کر جاتے ہیں۔ **فائدہ**: بعض اعمال سدرہ تک۔ بعض جنت تک بعض عرش تک بعض اس سے بھی آگے (ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں)۔



وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا

اور اللہ نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر بنایا تمہیں جوڑے۔ اور نہیں

تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا

اٹھاتی کوئی مادہ اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور نہیں عمر دی جاتی کسی بڑی عمر والے کو اور نہ

يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾

کم کی جاتی ہے اس کی عمر مگر وہ کتاب میں ہے۔ بے شک یہ اوپر اللہ کے آسان ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۰) آگے فرمایا۔ نیک عمل اسی کی طرف بلند ہوتا ہے۔ یعنی جیسے توحید خود بخود بارگاہ الٰہی میں پہنچتی ہے۔ ایسے ہی عمل صالح قوت والا (اخلاص والا) ہوتو وہ بھی خود بخود درجات عالیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ حل الرموز میں ہے۔ کلمہ طیبہ نیک اعمال کو بھی اوپر لے جاتا ہے۔

وہ لوگ جو برے مکر وفریب کرتے ہیں۔ اس سے مراد قریش مکہ کی وہ دھوکہ بازیاں جو مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں۔ خصوصاً انہوں نے حضور ﷺ سے کیں۔ دارالندوہ میں بیٹھ کر حضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور مشورہ کیا کہ ان کو شہر بدر کیا جائے، قتل کیا جائے یا قید کر دیا جائے۔ جس کو قرآن پاک میں بیان کیا گیا۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ یہ برے مکر کرتے ہیں۔ ان کیلئے سخت ترین عذاب ہوگا دنیا وآخرت میں اور ان فسادیوں کے مکر وفریب۔ انہیں ہی تباہ کریں گے۔ پھر یہی ہوا کہ مکہ سے بھی نکلنا پڑا۔ بدر میں مارے بھی گئے۔ قیدی بھی ہوئے۔ یعنی جو کچھ انہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں سوچا۔ وہ انہیں خود بھگتنا پڑا۔

(آیت نمبر ۱۱) اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ یہ قیامت کے دن اٹھنے پر ایک اور دلیل ہے۔ اگرچہ مٹی سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ لیکن ضمناً ہم بھی گویا مٹی ہی سے پیدا ہوئے۔ **حدیث شریف:** بے شک بنو آدم مٹی سے بنائے گئے۔ تاکہ انہیں عاجزی آجائے۔ لیکن انہوں نے تو اس کے بجائے تکبر کیا اور جنت میں وہ شخص ہرگز نہیں جائے گا۔ جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا۔ (تفسیر حدائق الروح والریحان)

ابتدائی تخلیق مٹی سے آگے پھر نسل در نسل نطفہ سے جو باپ کی پشت اور ماں کے سینے سے نکلتا ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یعنی تناسل و توالد کے ذریعے آدم کی اولاد کو پھیلا دیا۔ آگے فرمایا کہ پھر تمہارے جوڑے بنائے۔ یعنی مرد اور عورت اور کئی رنگوں میں بنائے۔ کوئی گورا کوئی کالا کوئی سرخ۔ امام قتادہ نے فرمایا۔ جوڑے سے مراد نر اور مادہ ہے۔ چونکہ تمام روئے زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی اٹھائی گئی۔ اس لئے انسانوں کے رنگ الگ الگ ہیں۔

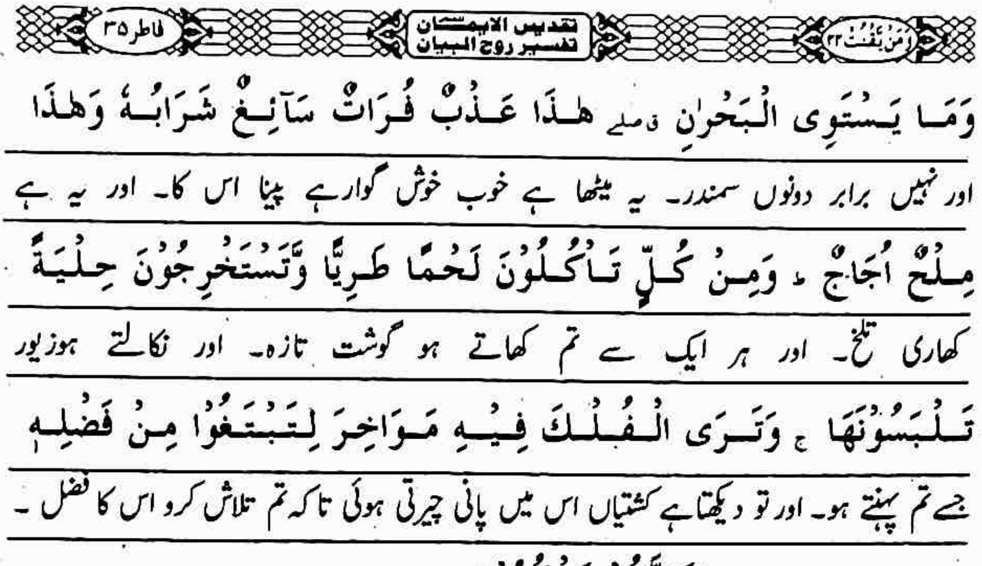
فائدہ :امام نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جوڑے سے مراد روح اور جسم ہے۔ روح اقرب الاقربین اور جسم ابعد الابعدین ہے۔ ان دونوں کو آپس میں ملا دیا۔ آگے فرمایا کہ نہیں حاملہ ہوتی کوئی ماں اور نہ کوئی وضع حمل کرتی (جنتی) ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم سے۔ یعنی سب کچھ اس کے مشیت سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ کہاں ہے کتنا ہے۔ کتنے دن کتنے ساعات تک پیٹ میں رہے گا۔ جب نکلے گا تو کیسا ہوگا۔ کچا یا پکا۔ نر ہوگا یا مادہ وغیرہ۔

آگے فرمایا کہ کسی نر یا مادہ کو نہیں لمبی عمر دی جاتی اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ سب کتاب میں یعنی لوح محفوظ میں یا علم الٰہی میں یا ہر انسان کے صحیفے میں موجود ہے اور بے شک یہ بات اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے۔

فائدہ :یعنی نطفہ سے بڑھاپے تک کے تمام مراحل مشکل تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے لئے بالکل آسان ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر لینا بھی اس کیلئے آسان ہے۔

عمر بڑھ جاتی ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدقہ اور صلہ رحمی سے علاقے آباد ہوتے ہیں اور زندگیاں بڑھ جاتی ہیں۔ **حدیث شریف** میں ہے والدین کی خدمت سے بھی عمر بڑھ جاتی ہے اور جھوٹ رزق کو گھٹاتا ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے۔

فائدہ : عمر کے بڑھ جانے کا مطلب یہ ہے۔ کہ یا تو فی الواقع عمر لمبی ہو جاتی ہے۔ یا اس کی عمر میں برکت آ جاتی ہے۔ یا اس کے مر جانے کے بعد اس کا ذکر لوگوں کی زبانوں پر چلتا رہتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی گویا وہ زندہ ہے۔



وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا

اور نہیں برابر دونوں سمندر۔ یہ میٹھا ہے خوب خوش گوار ہے پینا اس کا۔ اور یہ ہے

مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً

کھاری تلخ۔ اور ہر ایک سے تم کھاتے ہو گوشت تازہ۔ اور نکالتے ہو زیور

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

جسے تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی تاکہ تم تلاش کرو اس کا فضل۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

تاکہ تم شکر کرو۔

(آیت نمبر۱۲) اور نہیں ہیں برابر دو دریا کہ ایک ان میں سے بہت ہی میٹھا ہے کہ پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے کیونکہ اس کا پی لینا انتہائی خوش گوار ہے۔ حلق سے آسانی کے ساتھ اتر جاتا ہے۔ پینے والے کا دل خوش ہو جاتا ہے۔ میٹھی چیز طبع کے موافق ہوتی ہے۔ اسے قوت جاذبہ آسانی سے جذب کر لیتی ہے۔ اور یہاں لفظ شراب کا معنی پینا ہے۔ اس سے مراد پانی ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ دوسرا دریا نمکین سخت کڑوا ہے۔ جب کسی چیز کی نمکینی شدید ہو جائے تو اس میں سخت کڑواہٹ آجاتی ہے۔

نکتہ: جریدۃ العجائب میں ہے کہ سمندر کو نمکین اس لئے بنایا گیا تاکہ پانی بد بودار نہ ہو کیونکہ پانی ایک جگہ ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بد بودار ہو جاتا ہے۔ اور اس میں بے شمار جانور مرتے ہیں۔ نمک کی وجہ سے ان کی بد بو بھی ختم ہو جاتی ہے۔ آگے فرمایا کہ تم دونوں دریاؤں سے تروتازہ گوشت کھاتے ہو۔ یعنی دونوں دریاؤں کے پانی کا ذائقہ بے شک الگ الگ ہے۔ لیکن مچھلی کا گوشت بالکل ایک جیسا لذیذ ہے اور تروتازہ ہے۔ انتہائی ذائقہ دار ہے اور اسی سمندر سے تم زیور نکالتے ہو اور موتی اور مرجان نکالتے ہو۔ جنہیں تم زیورات میں ڈال کر پہنتے ہو۔

فائدہ: زیورات اگرچہ عورتیں پہنتی ہیں۔ لیکن وہ بھی زیب و زینت چونکہ مردوں کیلئے کرتی ہیں۔ اس لئے پہننے کی نسبت مردوں کی طرف کر دی۔

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

داخل کرتا رات دن میں اور داخل فرماتا ہے دن رات میں۔ اور کام میں لگادیئے سورج

وَالْقَمَرَ ۡ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ

اور چاند۔ سب چلتے ہیں میعاد مقررہ تک۔ یہ ہے اللہ رب تمہارا اسی کی

الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۭ ﴿۱۳﴾

بادشاہی ہے۔ اور جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا نہیں مالک وہ کھجور کے چھلکے کے بھی۔

(بقیہ آیت نمبر۱۲) آگے فرمایا کہ تم کشتیوں کو دیکھتے ہو جوان دونوں کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم ان کے ذریعے اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یعنی مختلف ممالک میں جاؤ اور وہاں تجارت کر کے اپنے رزق میں وسعت پیدا کرو۔

حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے کہ میری امت کا نو حصے رزق بیع وشراء میں ہے (الترغیب والترھیب ومجمع الزوائد)۔ اور فرمایا کہ جب تم پر فضل الٰہی ہو تو تم اس کا شکر ادا کرو اور نعمتیں دینے والے کو یاد کرو اور اس کے حقوق بھی ادا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی قدرت والا ہے۔ (جو تمہیں مشکلات سے بچاتا ہے)۔

(آیت نمبر۱۳) اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے۔ یعنی دن کا کچھ وقت رات میں اور رات کا کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے کبھی رات بڑی کبھی دن بڑا ہوتا ہے۔

فائدہ: علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس بڑھانے اور گھٹانے میں بھی اللہ تعالیٰ کی کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ آگے فرمایا کہ سورج اور چاند کو ہم نے تمہارے تابع کر دیا۔ یعنی تمہارے فائدے کیلئے انہیں بنایا اور ان میں بھی بے شمار حکمتیں ہیں۔ بڑے بڑے امور کا دارومدار ان پر ہی ہے۔ ان ہی کے ذریعے فصلیں تیار ہوتی ہیں۔ ہر ایک چل رہا ہے ایک وقت مقررہ تک جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے قیامت تک وقت مقرر کیا ہے۔ قیامت کے دن ان کی حرکت ختم ہو جائیگی دونوں کی منازل مقرر کر دی گئی ہیں۔ سورج سال میں جتنی منازل طے کرتا ہے۔ چاند وہ منازل ایک ماہ میں طے کر لیتا ہے۔ اس نظام کو وہی بہتر جاننے والا بھی ہے اور چلانے والا بھی ہے۔

آگے فرمایا کہ یہ وہ عظیم الشان ذات ہے۔ جس نے عجیب قسم کی صنائع کو عجیب طریقے سے بنایا۔ یہی اللہ تعالیٰ ہے جو تمہارا رب ہے۔ زمینوں اور آسمانوں کے تمام ملکوں کا مالک ہے۔ لہذا اس کی معرفت حاصل کرو۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ

اگر تم بلاؤ ان کو تو نہیں سنتے پکار تمہاری۔ اور اگر سن لیں تو حاجت پوری نہ کریں تمہاری

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾

اور بروز قیامت انکار کریں گے تمہارے شرک کا۔ اور نہیں کوئی تجھے بتائے گا مثل اس خبر دینے والے کے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾

اے لوگو تم سب محتاج ہو اللہ کے۔ اور اللہ ہی بے پرواہ تعریفوں والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۳) اس کی عبادت کرو اور اسی کے احکام پر چلو۔ آگے فرمایا کہ تم جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو وہ تو تمہاری کسی طرح مدد نہیں کر سکتے۔ وہ تو ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ قطمیر اس چھلکے کو کہا جاتا ہے۔ جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتا ہے۔ یہ مثال ان کی حقارت کی وجہ سے دی گئی ہے۔ کہ وہ اتنی حقیر چیز ہیں۔

(آیت نمبر۱۴) اگر تم ان بتوں کو اپنی مدد کیلئے یا تکلیف دور کرنے کیلئے پکارو تو وہ تمہاری آواز نہیں سن سکتے۔ اس لئے کہ وہ نرے پتھر ہیں۔ پتھر کیسے سنیں گے۔ اگر بالفرض سن بھی لیں تو وہ تمہیں جواب نہیں دے سکیں گے۔ اس لئے کہ جب ان کی زبان ہی نہیں تو بولیں گے کیسے۔ لہذا بت نفع دینے یا تکلیف دور کرنے سے ہی عاجز ہیں اور عجب یہ ہے۔ کہ بروز قیامت وہ تمہارے پوجنے کا ہی انکار کر دیں گے اور صاف کہہ دیں گے کہ تم نے ہماری پوجا کی ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان کو کیا معلوم کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آگے فرمایا۔ اے محبوب اس بات کے متعلق تمہیں کوئی نہیں بتائے گا۔ جیسے حق تعالیٰ خبر دینے والا ہے کیونکہ وہی اصل حقائق کو جانتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی مخبر کسی خبر کو نہیں جانتا۔

فائدہ: امام ذروتی فرماتے ہیں۔ الخبیر وہ ہے۔ جو شیء کی کنہ اور تمام امور کی باریکیوں کو جانتا ہے۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ الخبیر وہ ہے۔ کہ جس سے اندرونی خبریں پوشیدہ نہ ہوں اور ملک وملکوت میں کوئی خبر جاری نہیں ہوتی اور کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا اور نہ کوئی سانس نکلتا ہے۔ مگر ان تمام امور کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

(آیت نمبر۱۵) اے لوگو تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔ تمہیں اپنی ذات میں جو امور درپیش ہوتے ہیں یا جو مصائب و آلام تم پہ آتے ہیں۔ ہر معاملے میں تمہیں اپنے خالق و مالک کی محتاجی ہے۔ خواہ منافع حاصل کرنے ہوں یا مصائب سے بچنا ہو۔ اسی طرح آخرت کے معاملات میں بھی سب اسی ذات کے محتاجی ہے۔

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٦﴾

اگر وہ چاہے تو لے جائے تمہیں اور لے آئے مخلوق نئی۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۵) خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔

نکتہ: باقی مخلوق اللہ تعالیٰ کے افعال کی محتاج ہے۔ برخلاف انسان کے کہ انسان ذات وصفات دونوں کا محتاج ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں جیسے ایک بادشاہ جو حسن و جمال والا ہو۔ اس کی رعایا اس کے خزانوں کی محتاج ہوگی۔ مگر جو اس کے عاشق ہیں وہ اس کے افعال کے بھی محتاج اور اس کی ذات کے بھی محتاج ہیں کیونکہ عاشق کو اپنا محبوب چاہئے ہوتا ہے اور کچھ اسے ملے یا نہ ملے۔ وہ دیدار کا زیادہ مشتاق ہوتا ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ فقر میرا فخر ہے۔ میں اسی پر فخر کرتا ہوں (مقاصد الحسنہ)۔ اسی طرح ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں۔ اے اللہ مجھے میری محتاجی کے ساتھ اپنی طرف سے غنا عطا فرمادے اور اپنے غنا کی طلب کا مجھے محتاج بنانا۔ تاکہ میں کسی اور کا محتاج نہ رہوں۔

فائدہ: اصل امیری یہی ہے۔ جسے فقیری کے لباس میں ظاہر کیا گیا۔ (سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی)۔ ع: دو جہاں کی نعمتیں ان کے خالی ہاتھ میں۔

آگے فرمایا کہ وہی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو مطلق طور پر غنی ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ اسے کسی کی حاجت نہیں دنیا میں اگر کوئی امیر ہے تو اس کی امارت خادموں اور نوکروں کے بغیر نہیں چل سکتی یا دنیا کا کوئی بھی زمین پر رہنے والا کسی نہ کسی کا ضرور محتاج ہے۔ اس کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو کسی کا محتاج نہیں۔

اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے کسی کی نہ ضرورت نہ حاجت ہے۔ اگر وہ انہیں نہ بھی پیدا کرتا تو اس کی خدائی میں کوئی فرق نہ پڑتا۔ حتیٰ کہ اسے ہماری عبادت کی بھی حاجت نہیں۔

(آیت نمبر ۱۶) اگر اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے۔ یعنی تمہیں ختم کردے اور لے آئے ایک نئی مخلوق مراد یہ ہے کہ تمہیں چاہئے کہ تم طاعت وعبادت پر پوری کوشش کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیست ونابود کر کے دوسری کوئی مخلوق لے آئے تو وہ بھی تمہاری طرح انسان ہوں گے یا کوئی اور قسم کی مخلوق ہو۔ جو تم نے پہلے نہ سنی نہ دیکھی۔ اور وہ تم سے بہتر ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والے۔ **فائدہ**: اصل میں یہ اظہار غضب ہے تاکہ بھولے ہوئے اپنی غلطیوں اور گناہوں سے توبہ کریں اور غفلت دور کردیں۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ وَاِنْ

اور نہیں ہے یہ اوپر اللہ کے مشکل۔ اور نہیں بوجھ اٹھائے گا بوجھ دوسرے کا۔ اور اگر

تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ

بلائے تو بوجھ اٹھانے کی طرف تو نہیں اٹھایا جائیگا اس سے کچھ۔ اگرچہ وہ ہو قریبی رشتہ دار

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ

سوائے اس کے نہیں آپ ڈرائیں انہیں جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور قائم کی نماز۔ اور جو

تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

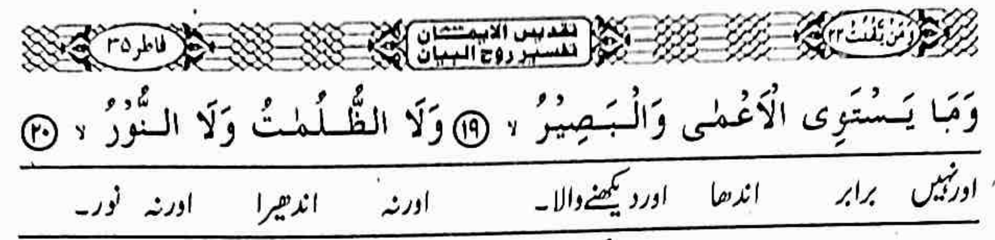
پاک ہوا تو بے شک پاک ہوا اپنی ذات کیلئے۔ اور طرف اللہ کے پھرنا۔

(آیت نمبر ۱۷) اور یہ تمہیں مٹانا اور کسی دوسری مخلوق کو لے آنا اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ بہت آسان ہے۔ اس لئے کہ اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔ جب وہ کسی چیز کو فرماتا ہے ہو جا۔ تو وہ بغیر دیر کئے ہو جاتا ہے۔ دیکھتے نہیں پہلی قوموں کو نیست و نابود کر دیا اس کے بعد نئی قومیں آئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ قریش مکہ کو بھی یہ بات مدنظر رہے ایسا اب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ کسی کام میں جلدی نہیں کرتا۔ بلکہ وہ مہلت دیتا ہے۔

سبق: عقلمند پر لازم ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

(آیت نمبر ۱۸) کوئی نہیں اٹھائے گا کسی دوسرے کا بوجھ۔ یعنی بروز قیامت کوئی گناہ گار کسی دوسرے کے گناہ نہیں اٹھائے تا کہ اس کا بوجھ ہلکا ہو۔ یعنی ہر ایک اپنے گناہوں کا بوجھ ہی اٹھائے ہوئے آئیگا۔ دنیا میں تو ایک دوسرے کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مگر آخرت میں یہ نہیں ہوگا۔ سوائے اس کے کہ جسے گمراہ کیا یا جیسے ظالم کے سر پر مظلوم کے گناہ ڈال دیے جائیں گے اور اگر بلائے گا بوجھ اٹھانے کیلئے یعنی جو جو دنیا میں گناہ کئے تھے۔ ان کے بوجھ اٹھانے کیلئے جب کسی کو بلائے گا تا کہ وہ بوجھ اٹھائے تو کوئی بھی تیار نہ ہوگا کہ اس کا بوجھ اٹھائے۔ اگرچہ وہ کوئی بہت ہی قریبی رشتہ کیوں نہ ہو۔ جیسے باپ یا بیٹا بھائی یا ماں ہی ہو۔ اس لئے کہ ہر ایک کو اپنی جان کی فکر پڑی ہوگی۔

فائدہ: جب سب نے اپنا بوجھ اٹھایا ہوگا تو دوسرے کا بوجھ کوئی کیسے اٹھائے گا۔ **مسئلہ:** اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مجرم ہوں گے پکڑ ان کی ہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالے گا۔



وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ ⑲ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ ⑳

اورنہیں برابر اندھا اور دیکھنے والا۔ اور نہ اندھیرا اور نہ نور۔

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ ㉑

اور نہ سایہ اور نہ گرمی۔

(بقیہ آیت نمبر۱۸) **ہر ایک نفسی کہے گا:** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ماں باپ بیٹے سے یا بیوی خاوند سے کہے گی کہ میری مدد کرو یا بوجھ اٹھاؤ تو وہ کہیں گے۔ ہم خود اپنے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ تمہاری کیا مدد کریں۔

آگے فرمایا۔ اے محبوب بے شک آپ صرف ان لوگوں کو ڈر سناتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں۔ بن دیکھے۔ یعنی نہ انہوں نے عذاب دیکھا۔ نہ قیامت کو۔ لیکن ہمہ وقت خدا کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہیں اور نماز کو پورے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا ڈرانا بھی اس کو مفید ہے۔ جو نماز صحیح ادا کرتا ہے اور جس کے دل میں خشوع وخضوع ہی نہیں۔ وہ مردہ دل ہیں۔ ان کو ڈر سنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آگے فرمایا جو گناہوں سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھتا ہے۔ وہ اپنے نفع کیلئے پاک صاف رکھتا ہے۔ یعنی اس کا فائدہ اسی کی ذات کو ہوگا۔ مثلاً جو نماز روزہ ادا کرتا ہے وہ اپنے لئے ادا کرتا ہے اور فرمایا کہ تم نے لوٹ کر میرے پاس ہی آنا ہے۔ تم اچھے عمل کر رہے ہو۔ یا برے۔ بہرحال تم لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی آؤ گے۔ پھر وہ بتادے گا کہ تم نے صحیح کیا یا غلط کیا۔

(آیت نمبر۱۹) اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ یہ مثال کافر اور مومن کی دی گئی۔ یعنی کافر اندھا ہے کیونکہ وہ اندھا ہونے کی وجہ سے راہ حقیقت سے بھٹک گیا ہے اور آنکھوں کی محرومی کی وجہ سے اسے راستہ نہیں مل رہا اور مومن اللہ کے فضل سے انکھیارہ ہے۔ اسے صحیح راستہ مل گیا وہ اس پر چل رہا ہے۔ تو یہ دونوں بالکل برابر نہیں ہیں۔

(آیت نمبر۲۰) اسی طرح اندھیرے اور روشنی بھی برابر نہیں۔ یعنی کافر کفر وشرک اور جہالت وگناہوں کی تاریکی میں ہے۔ وہ کبھی اس اندھیرے سے چھٹکارا نہیں پاسکتا اور مومن توحید اخلاص اور علم وطاعت اور حقانیت کے نور میں ہے۔ ظلمات جمع کا صیغہ اس لئے کہ باطل کی اقسام بہت ہیں اور نور کا صیغہ واحد اس لئے لائے کہ تمام عبادات کا مرکزی نقطہ ایک ہی ہے اور وہ توحید ہے۔ اسی کو نور کہا گیا۔

(آیت نمبر۲۱) سایہ اور دھوپ بھی برابر نہیں۔ اس لئے کہ سائے سے نفس کو راحت ہوتی ہے اور گرمی سے تکلیف یعنی مومن جنت کے سائیوں میں راحت پائے گا اور کافر دوزخ کے عذاب کی گرمی میں مشقت اٹھائے گا۔

وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ

اور نہ برابر ہیں زندے اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے۔ اور نہیں

اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ؕ ﴿٢٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

آپ سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں۔ نہیں آپ مگر ڈرانے والے بے شک بھیجا ہم نے آپ کو

بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾

حق کے ساتھ خوشخبری اور ڈر سنانے والا۔ اور نہیں ہوئی کوئی امت مگر ہوا اس میں ڈر سنانے والا۔

(آیت نمبر۲۲) زندے اور مردے بھی برابر نہیں۔ اس لئے کہ زندے اپنی حیات سے نفع اٹھاتے ہیں اور وہ ظاہر و باطن میں ذکر وفکر کرتا ہے اور کافر کے ظاہر و باطن دونوں بے کار ہیں۔ یا مراد ہے کہ علم والے زندہ ہیں اور جاہل مردہ ہیں۔ **فائدہ:** حیات معنوی پر فنا نہیں آتی۔ حیات صوری روح کے نکلنے سے ختم ہو جاتی ہے۔

آگے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سناتا ہے۔ جسے وہ سنانا چاہے۔ اسے فہم اور وعظ قبول کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ آگے فرمایا اور نہیں ہیں۔ آپ سنانے والے ان کو جو قبروں میں ہیں۔

(آیت نمبر۲۳) اے محبوب نہیں ہیں آپ مگر جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والے۔ نہ آپ مہر شدہ دل والوں تک قرآن پہنچانے کے پابند ہیں۔ اس لئے کہ یہ کافر تو مردوں کی طرح ہیں۔ **فائدہ:** بعض عارفین نے فرمایا۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب آپ ابوجہل جیسے دل والوں کو اپنی طرف کیوں متوجہ فرماتے ہیں۔ جبکہ اس کا دل ہی خبیث ہے۔ وہ ایسے قیمتی موتی کیسے قبول کر سکتا ہے۔ اس کی اتنی اہلیت ہی نہیں۔ (معلوم ہوا اس آیت میں سماع موتیٰ کی نفی نہیں۔ بلکہ یہ بتایا گیا کہ کفار مردے ہیں۔ ان کو آپ سنانے نہیں گئے۔ بعض لوگ یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ آپ قبروں والوں کو نہیں سنا سکتے۔ یہ معنی غلط ہے)۔

(آیت نمبر۲۴) بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ یعنی آپ حق کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ یا یہ معنی ہے کہ ہم نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا۔ یعنی قرآن اور اسلام کے ساتھ۔ اس حال میں کہ آپ مسلمانوں کو جنت کی بشارت دینے والے اور کفار کو جہنم سے ڈرانے والے ہیں اور سابقہ امتوں میں کوئی ایسی امت نہیں۔ جس میں کوئی ڈر سنانے والا نبی نہ آیا ہو۔ یا کوئی عالم ربانی نہ آیا ہو۔ (اسی طرح اس امت میں حضور ﷺ کے بعد علماء ربانی اس فریضے کو سرانجام دے رہے ہیں)۔

وَإِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ج جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور اگر جھٹلائیں آپ کو تو تحقیق جھٹلایا ان سے پہلوں نے۔ آئے ان کے پاس رسول

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

واضح دلائل سے اور صحیفوں اور کتاب روشن کے ساتھ۔ پھر میں نے پکڑا ان کو جو کافر ہوئے

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ع ﴿٢٦﴾

پھر کیسا ہوا انکارر کرنا۔

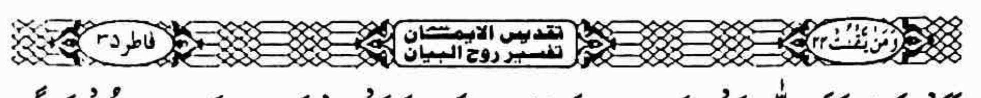
(بقیہ آیت نمبر۲۴) **فائدہ**: الکواشی میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد زمانہ فترت میں بھی ان کے دین کی طرف بلانے والے صاحب ایمان لوگ رہے ہیں۔ جو لوگوں کو ہدایت دیتے تھے۔

(آیت نمبر۲۵) اے محبوب اگر یہ منکرین آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو ان کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ ان سے پہلوں نے بھی جھٹلایا اپنے رسولوں کو جو رسول ان کے پاس واضح دلائل اور معجزات لائے جو ان کی نبوت و رسالت پر صداقت کی دلیل تھی اور وہ ان کے پاس صحیفے بھی لائے۔ جیسے جناب شیث، ادریس اور ابراہیم علیہم السلام پر اور روشن کتاب لے کر آئے۔ جن میں وہ احکام اور دلائل اور مواعظ تھے۔ وعدہ اور وعیدتھیں۔ جن کی انہیں ضرورت تھی۔ جیسے تورات، زبور جیسی کتابیں آئیں تو انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو تسلی دی کہ یہ تکذیب کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی ہے۔ اس تسلی دینے کی وجہ یہ ہے کہ قریش کے تکذیب کرنے کی وجہ سے آپ بہت ہی غمزدہ و پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محبوب ان کی باتوں سے یا ان کے جھٹلانے پر غمزدہ نہ ہوں (تو اس سے حضور ﷺ کے دل مبارک کو تسکین مل گئی)۔

(آیت نمبر۲۶) پھر میں نے انہیں کئی قسم کے عذابوں میں پکڑا۔ جو اپنے کفر پر قائم تھے۔

فائدہ: یعنی ان پر گرفت کی وجہ کفر پر ڈٹ جانا اور اپنے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنا ہے تو پھر کیسا رہا میرا انکار کرنا۔ **فائدہ**: ابن الشیخ نے فرمایا کہ یہ استفہام تقریری ہے اس لئے کہ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ سابقہ قومیں سخت عذاب میں مبتلاء ہوئیں تو آپ نے بطور استفہام یہ کلمہ فرمایا تا کہ کفار کو نصیحت حاصل ہو۔



اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا

کیا نہیں تو نے دیکھا بے شک اللہ نے اتارا آسمان سے پانی۔ پھر نکالے ہم نے اس سے پھل جن کے مختلف

اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا

رنگ ہیں۔ اور پہاڑوں میں بعض سفید اور کچھ سرخ مختلف ہیں رنگ ان کے۔

وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾

اور کچھ کالے بھوجنگ۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۶) یعنی اس آیت میں نبی پاک ﷺ کو تسلی بھی دی گئی اور کفار کو دھمکی بھی دی۔ اور ساتھ ہی امت کو بھی نصیحت کر دی۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ سمجھدار وہی ہوتا ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

فائدہ: جن انبیاء علیہم السلام کو امت نے ستایا ان کے ثواب میں اضافہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوا اور اگر کسی امت کے کسی فرد نے نہیں مانا تب بھی نبی کے ثواب میں کمی نہیں آئی۔ اسی طرح اولیاء کاملین کو بھی احکام تبلیغیہ پر جتنی تکالیف پہنچیں ان کو بھی اسی قدر ثواب زیادہ ملا۔

(آیت نمبر ۲۷) اے محبوب کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت کے ساتھ آسمان سے یا اوپر کی جانب سے پانی بارش کی شکل میں اتارا۔ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے سے کمال قدرت وحکمت کے ساتھ مختلف قسم کے پھل پیدا فرمائے۔ جیسے انار، سیب، انجیر، انگور وغیرہ جن کے رنگ بھی الگ اور ذائقے بھی مختلف اور ایک ایک نوع کی کئی کئی قسم کے رنگ اور ذائقے۔ چنانچہ انگور کی پچاس قسمیں کھجور کی سو قسمیں پھر کئی زرد۔ کوئی سرخ۔ کوئی سبز کوئی سفید کوئی سیاہ۔ آگے فرمایا کہ پہاڑوں میں راستے رکھ دیئے۔ یعنی پہاڑوں کی وہ لکیریں اور راستے مختلف رنگوں والے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ پہاڑوں میں چلنے والوں کیلئے راستے ظاہر ہیں۔ ان میں کچھ سفید اور کچھ سرخ ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ پہاڑ سفید ہوں تو راستے بھی سفید ہوں کیونکہ بہت سارے پہاڑ سفید ہوتے ہیں لیکن ان کے راستے ان سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ان کے رنگ مختلف ہیں اور بعض ان میں سخت کالے۔ یاہ کالے کوے کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ سب عجائب قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا

اور لوگوں اور جانوروں اور چوپایوں کے بھی مختلف ہیں رنگ اسی طرح بے شک

يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾

ڈرتے ہیں اللہ سے وہی بندے جو عالم ہیں بے شک اللہ عزت والا بخشش والا ہے

(آیت نمبر ۲۸) اور بعض لوگ اور جانوروں اور چوپائیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں کہ بعض سفید ہیں اور بعض سرخ ہیں اور بعض سیاہ ہیں اسی طرح۔ یعنی جس طرح پہاڑ مختلف رنگ کے ہیں۔ اسی طرح جانور بھی مختلف رنگوں کے ہیں۔ آگے فرمایا۔ سوا اس کے نہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ہی نہیں جانتا۔ وہ اللہ کو کیا جانے اور جو جانتا نہیں وہ ڈرے گا کیسے؟ جو اللہ تعالیٰ کو جتنا زیادہ جانے گا۔ اتنا ہی زیادہ ڈرے گا۔ (صحیح البخاری)۔ چونکہ حضور ﷺ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے عالم ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بھی آپ ہیں۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا بھی ہوں اور سب سے زیادہ متقی بھی ہوں۔ یہاں علماء سے مراد علماء ربانی یا علماء آخرت ہیں۔ اسی لئے علماء پر الف لام آیا ہے۔ **فائدہ:** پچھلی آیات میں کفار کا ذکر فرمایا کہ وہ انبیاء ﷺ کی تکذیب اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بہت دور ہیں اور اب یہ بتایا گیا کہ علماء ربانی اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں کہ انہیں اس کی معرفت حاصل ہے۔ آگے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور ڈرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ یعنی سرکشوں کو سزا دیتا ہے اور توبہ کرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ سے پوچھا گیا۔ بڑا عالم کون ہے۔ تو فرمایا۔ تم میں سے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے (بحر العلوم سمرقندی)۔ آگے آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ **فائدہ:** امام ابوحنیفہ، عمر بن عبد العزیز اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ کہ خشیۃ استعارہ ہے تعظیم کیلئے۔ اب معنی یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں میں علماء کو قابل تعظیم بنایا۔ کہ ان کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

سبق: عقل مند کو چاہئے۔ کہ وہ علم کے حاصل کرنے میں پوری کوشش کرے۔ تاکہ اس میں خوف خدا پیدا ہو۔ جتنا خوف خدا زیادہ ہوگا۔ اتنا ہی علم بھی زیادہ ہوگا۔ **دعا:** حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ میری امت کے علماء کو بخش دے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

بے شک جو پڑھتے ہیں کتاب اللہ کی اور قائم کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا۔

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُوْرَهُمْ

چھپا کر اور ظاہر وہ امید رکھتے ہیں ایسی تجارت کی جس میں ہرگز خسارہ نہیں۔ تاکہ پورا دے ان کا اجر

وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ إِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾

اور مزید بھی دے انہیں اپنے فضل سے۔ بے شک وہ بخشش والا قدردان ہے۔

(آیت نمبر ٢٩) بے شک جو لوگ ہمیشہ کتاب اللہ (قرآن) کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

فائدہ: درس دینا۔ پڑھانا۔ آیات وظیفہ کے طور پر پڑھنا وغیرہ سب تلاوت کو شامل ہے۔

آگے فرمایا کہ انہوں نے نماز ادا کی پوری شرائط اور آداب کے ساتھ اور نیک کاموں میں خرچ کیا اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا۔ یعنی مال غریبوں اور مسکینوں کو دیا۔ پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی۔ جیسے بھی ان سے بن پڑا وہ خرچ کرتے ہیں۔ **فائدہ**: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں۔ پوشیدہ اس لئے دیتے ہیں کہیں ریاء نہ ہو جائے اور اعلانیہ اس لئے تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ہو۔ نفلی صدقات چھپا کر دینا بہتر ہے اور فرضی صدقہ زکوٰۃ وغیرہ اعلانیہ طور پر دینا بہتر ہے۔

آگے فرمایا۔ رب تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے اس سودے سے ثواب ملنے کی امید کرتے ہیں اور یہ وہ تجارت ہے۔ جس میں کوئی نقصان نہیں۔ "بور" اس نقصان کو کہا جاتا ہے۔ جس میں تباہی اور ہلاکت ہو۔

فائدہ: الارشاد میں ہے کہ یہ وہ تجارت ہے کہ جس میں نفع ہی نفع ہے۔ اس لئے کہ اس میں دنیوی اور فانی مال دے کر اخروی اور باقی اور دائمی اجر حاصل کیا گیا اور پھر اس کریم سے اجر کی امید کی گئی کہ جس جیسا کوئی کریم نہیں کہ جس سے امید کا ثمر ملنا یقینی ہے۔

(آیت نمبر ٣٠) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ انہیں پورا پورا اجر عطا فرمائے۔ بلکہ اس پر اپنے فضل و کرم سے اور زیادہ بھی دے اور وہ اپنے خزائن رحمت سے اتنا عطا فرمائے کہ جس کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اس کا لطف و کرم قیامت کے دن اس وقت دیکھنے والا ہوگا۔ جب وہ شفاعت کا اذن عام دے دیگا۔ بے شک وہ کوتاہیوں کو بخشنے والا اور طاعات پر اجر و ثواب دینے والا ہے۔



وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ

اور جو وحی کی ہم نے آپ کی طرف کتاب میں سے وہ برحق ہے تصدیق کرتی ہے اس کی جو اس سے پہلے آئیں

اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۳۱﴾

بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۰) **شکر کی تین قسمیں:** (۱) کم درجے والا اونچے مرتبے والے کا شکر اطاعت کے ساتھ کرے اور اس کی مخالفت سے بچے گا۔ (۲) ہم مرتبہ کا شکر یوں کرے کہ اس کے احسان کے بدلے میں برابر احسان کرے۔ (۳) ادنی درجے والے کا شکر یہ ہے کہ اس کے تھوڑے کام پر خوشی اور رضا کا اظہار کرے۔ (فرمودہ ابواللیث)۔ **فائدہ:** امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکریہ ادا کرنے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے بلکہ پوری زندگی اس کی اطاعت میں گذارے۔

(آیت نمبر ۳۱) وہ چیز جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی کتاب یعنی قرآن مجید جو برحق ہے۔ اور اس میں سچائی ہی سچائی ہے۔ جس میں جھوٹ یا شک کا کوئی امکان نہیں۔ جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ یعنی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام پر اترنے والی کتابوں کے بالکل موافق ہے جو عقائد واصول ان میں تھے۔ ان ہی کے مطابق یہ بھی ہے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ظاہری اور باطنی سب امور سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ **فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حقانیت جتلا کر پھر اس کی تلاوت پر اجر وثواب اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے اجر کثیر عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ اس کیلئے اجر وثواب ہے۔ جو قرآن کی کثرت سے تلاوت کرتا ہے۔ ان پڑھ تو اس اجر وثواب سے محروم ہے۔

قرآن پڑھنے والوں کی شان: بروز قیامت نور کے ممبر بچھائے جائیں گے۔ پھر اعلان ہوگا کہ کہاں ہیں خدام القرآن آئیں اور ان ممبروں پر بیٹھ جائیں۔ آج سے انہیں کوئی خوف وخطرہ نہیں۔ وہ ان پر اس وقت تک بیٹھے رہیں گے۔ جب تک باقی سب لوگوں کا حساب وکتاب ہوگا۔ اس کے بعد یہ اونٹنیوں پر بیٹھ کر جنت میں چلے جائیں گے۔ **حدیث شریف:** اگر تم نیک بختوں والی عیش، شہادت کی موت، قیامت کے دن کی پکڑ سے نجات اور اس دن کی گرمی میں سایہ چاہتے ہو تو قرآن سیکھو۔ اس لئے کہ یہ رحمٰن کی کلام ہے اور شیطان سے دور رکھتی ہے اور ترازو کو وزنی بنائے گی۔

ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ

پھر وارث بنایا ہم نے کتاب کا ان کو جنہیں ہم نے چنا اپنے بندوں میں سے۔ ان میں بعض نے ظلم کیا اپنی جانوں پر۔

وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

اور بعض میانہ روی پر رہے۔ اور بعض آگے نکل گئے نیکیوں میں حکم الٰہی سے۔ یہ اس کا

الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ؕ ﴿۳۲﴾

فضل ہے بڑا۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۱) **سبق** :اگر تم سعادت مندوں جیسی عیش اور شہداء جیسی موت اور حشر کے دن نجات چاہتے ہو تو قرآن کا درس دیا کرو۔ **مسئلہ** :تنبیہ میں ہے کہ جن اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے۔ اس وقت تلاوت، درود اور دعا یا تسبیح و تہلیل پڑھی جائے۔ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر اذکار وظائف یا تلاوت مستحب ہے اور بہت اعلیٰ عمل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس وقت ذکر و وظائف دنیا و مافیہا سے کئی گنا زیادہ بہتر ہے۔ **مسئلہ** :فوت شدہ نمازیں، سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بھی اگر اس وقت آ گیا ہے تو پڑھنا جائز ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو کثرت سے تلاوت قرآن کرتے ہیں یا درس و تدریس قرآن کرتے ہیں۔

(آیت نمبر ۳۲) پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا۔ جو ہمارے چنے ہوئے بندے تھے۔ اس سے حضور ﷺ کی امت کے علماء ربانی مراد ہیں۔

فضیلت امت محمدی: جب یہ آیت کریمہ اتری تو رسول کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور تین بار آپ نے ارشاد فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری امت کو تمام امتوں پر اس طرح برگزیدہ بنایا۔ جیسے ان کے رسول کو تمام رسولان عظام پر اور اس کی کتاب کو تمام کتابوں پر چن لیا۔ **مسئلہ**: قرآن مجید کا وارث بنانے کا یہ مطلب نہیں کہ سب کے سب حافظ قرآن ہوں بلکہ قرآن کا کچھ حصہ بھی یاد ہو تو وہ اس میں شامل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سارے حافظ تو نہ تھے۔ البتہ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔ اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ **فائدہ** :آج دنیا کے تمام مسلمان بمعہ اولیاء اللہ کے مل جائیں۔ وہ ایک صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ج

باغات ہیں رہنے کے داخل ہونگے اس میں تو پہنائے جائیں گے اس میں کنگن سونے کے اور موتی ۔

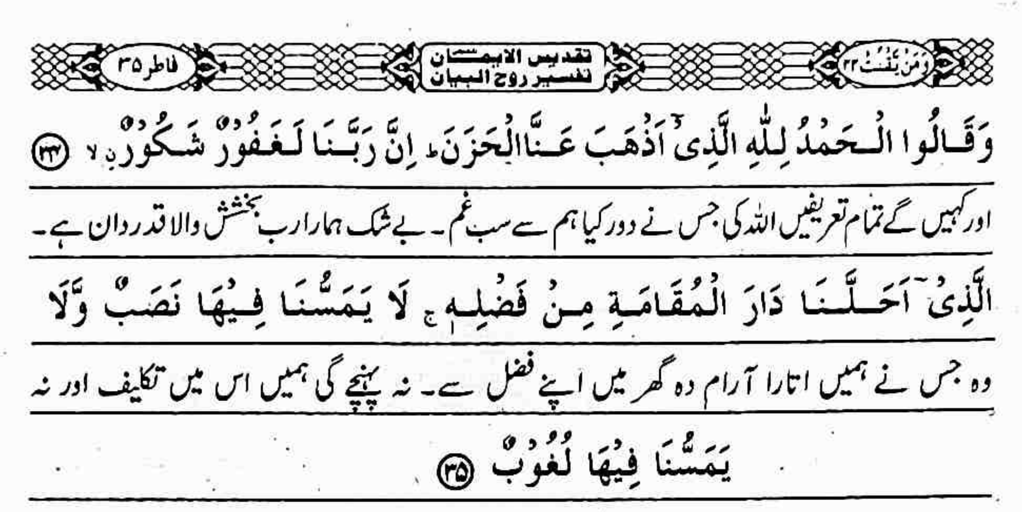
وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾

اوران کالباس جنت میں ریشمی ہوگا۔

(بقیہ آیت نمبر۳۲) وارث تین قسم ہیں۔ان میں سے ایک قسم تو وہ ہے جنہیں ہم نے برگزیدہ بنایا۔لیکن کچھ ان میں کتاب اللہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ان کا معاملہ موقوف ہے۔ چاہے اللہ تعالیٰ عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کرے اوران میں سے تیسری قسم وہ لوگ ہیں جو درمیانی چال چلتے ہیں۔یعنی نہ وہ ظالمین میں سے ہیں نہ سابقین کے درجے کو پہنچے۔کتاب اللہ پر بھی عمل کرتے رہتے ہیں۔یا یہ مطلب ہے کہ وہ خوف امید کے درمیان رہتے ہیں اوران میں اعلیٰ قسم وہ ہے جو نیک اعمال سے اور علم وعمل سے ثواب و جنت اور رحمت میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں۔**حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا (نحن الآخرون السابقون) یعنی ہم سب سے آخر میں آکر آگے نکلنے والے ہیں (مشکوٰۃ شریف)۔**حدیث شریف:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ممبر پر بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہمارا سابق تو سابق ہی ہے اور ہمارا قصد (درمیانہ) ناجی ہے اور ہمارا ظالم بھی بالآخر بخشا جائیگا (رواہ العقیلی)۔(ان تین جماعتوں کے متعلق مزید تفصیلات فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں) آگے فرمایا یہی وہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔**نکتہ:** چونکہ ہمارے نبی پاک ﷺ سارے انبیاء سے افضل ہماری کتاب ساری کتب سے افضل اور یہ امت تمام امم سے افضل ہے،اس لئے افضل کو فضل ہی ملنا چاہئے۔

(آیت نمبر۳۳) سابقین جنات عدن میں داخل ہوں گے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جنت کا داخلہ محض فضل ربی سے ہوگا۔کسی کے استحقاق کا لحاظ نہیں ہوگا۔آگے فرمایا کہ جنتیوں کو آراستہ کرنے کیلئے انہیں زیور پہنایا جائیگا۔یعنی جنتی مردوں اور عورتوں کو جنت میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔یہ سب سے اعلیٰ زیور ہوگا۔اس سے حسن وزینت میں اور زیادہ اضافہ ہوگا اور اس کے علاوہ انہیں موتی بھی پہنائے جائیں گے۔

فائدہ: کاشفی مرحوم نے فرمایا۔جیسے عجم والے سونے کے کنگن پہنتے تھے۔ایسے ہی جنتی بھی پہنیں گے۔یا یہ معنی ہے کہ انہیں ایسے کنگن پہنائے جائیں گے۔جن میں موتی جڑے ہوں گے۔یا وہ سونا ہی ایسا ہوگا کہ اس کی صفائی موتیوں کی طرح ہوگی۔آگے فرمایا کہ ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔لیکن دنیا کے ریشم سے بہت اعلیٰ ہوگا۔



وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ ﴿۳۴﴾

اور کہیں گے تمام تعریفیں اللہ کی جس نے دور کیا ہم سے سب غم۔ بے شک ہمارا رب بخشش والا قدر دان ہے۔

الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا

وہ جس نے ہمیں اتارا آرام دہ گھر میں اپنے فضل سے۔ نہ پہنچے گی ہمیں اس میں تکلیف اور نہ

یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾

پہنچے اس میں کوئی تھکان۔

(آیت نمبر ۳۴) جنتی جنت میں جا کر کہیں گے۔ تمام محامد اس اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے جہنم سے بچایا اور جنت میں پہنچایا۔ وہ بہت بڑی قدرتوں کا مالک ہے۔ جس نے ہمیں جنت میں داخل فرما کر ہم سے تمام غم دور فرما دیئے چونکہ جنت میں ہر طرح کی خوشی اور سرور ہوگا۔ اس لئے وہ دنیا قبر اور قیامت کے دن کی ہولنا کی کے تمام دکھ بھول جائیں گے۔ **فائدہ**: چونکہ حزن کی کئی اقسام ہیں: معاش، زوال نعمت، بھوک، پیاس، حاسدوں اور دشمنوں کے ساتھ بغض آفات، بلیات، برا خاتمہ، موت، قبر کا خوف، قیامت کی ہولنا کی، دوزخ، پلصراط، کا ڈر اب وہ ان تمام پریشانیوں سے نکل گئے ہوں گے۔ آگے فرمایا۔ بے شک ہمارا رب ہماری کوتاہیوں کے باوجود ضرور گناہ گاروں کو بخشنے والا پورا پورا ثواب دینے والا ہے۔

(آیت نمبر ۳۵) اور وہ ذات جس نے ہمیں ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ میں اتارا۔ محض اپنے فضل وکرم انعام واکرام سے۔ ہمارے اعمال اس قابل نہ تھے۔ کہ کوئی چیز اس پر واجب ہوتی۔ اس لئے کہ ہم سے اگر کوئی نیکی ہوئی بھی ہے تو وہ بھی اسی کی توفیق سے۔ **فائدہ**: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جنت میں داخلہ محض فضل ورحمت سے ہوگا۔ البتہ درجات اعمال وحسنات کے حساب سے ملیں گے۔ آگے فرمایا کہ ہمیں جنت کے دار الاقامۃ میں نہ کسی قسم کی تھکان ہوگی۔ نہ کوئی درد جیسے دنیا میں ہوتا ہے۔ نہ اس میں کوئی سستی اور کاہلی ہوگی۔

فائدہ: ضحاک سے روایت ہے کہ جب جنتی انتہائی خوبصورت بچے اور خدام کو دیکھیں گے گویا وہ خالص موتی ہیں۔ پھر فرشتوں سے ملاقات ہوگی۔ جو انہیں ہدیئے اور تحفے پیش کریں گے اور انہیں جنتی حلے پہنائیں گے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگوٹھیاں پہنائی جائیں گی۔ تو ان کی خوشی اس قدر ہوگی۔ جس کا حساب نہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا

اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ ہے جہنم کی نہ قضا آئے ان پر کہ مر جائیں ۔

وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ ﴿٣٦﴾

اور نہ ہلکا ہو ان سے ان کا عذاب۔ اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں ہر ناشکرے کو ۔

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ

اور وہ چلائیں گے اس میں۔ کہ ہمارے رب ہمیں نکال تاکہ ہم عمل کریں نیک سوا اس کے جو

كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَ

کئے تھے ہم نے عمل۔ کیا نہیں عمر دی تمہیں نصیحت حاصل کرتا اس میں جس نے حاصل کرنی تھی۔ اور آئے

كُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۧ ﴿٣٧﴾

تمہارے پاس ڈرانے والے۔ پھر چکھو اب نہیں ہے ظالموں کا کوئی مددگار۔

(آیت نمبر ٣٦) اور جنہوں نے کفر کیا یعنی اللہ کے وجود یا توحید کا انکار کیا۔ انہیں اس کی وجہ سے جہنم کی سزا ہوگی جس کے برابر کوئی سزا نہیں۔ پھر جہنم میں جانے کے بعد کوئی موت نہیں آئیگی کہ انہیں کچھ آرام ملے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے عذاب میں کمی بھی نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ آنکھ جھپکنے کی دیر کیلئے بھی عذاب سے فرصت نہیں ملے گی۔ بلکہ جب آگ بجھنے پر آئے گی تو اور زیادہ جوش دے دیا جائیگا۔ یعنی ان پر عذاب بدستور رہے گا۔ آگ کبھی نہیں بجھے گی۔ آگے فرمایا کہ ہم ایسے منکروں کو اسی طرح خوفناک سزا دیتے ہیں۔ یعنی ہر بڑے کافر کو جو کفر میں یا وہ ناشکری کرنے میں بہت بڑھا ہوا ہے گویا جیسا بڑا گناہ ایسی بڑی سزا۔

(آیت نمبر ٣٧) اور وہ کفار دوزخ میں چلا چلا کر فریاد کریں گے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں آگ سے نکالیں اور ہمیں دنیا میں بھیج دیں تاکہ ہم وہاں جا کر ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں وہ اعمال اب نہیں کریں گے جو ہم پہلے کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ انہیں زجر و توبیخ کے ساتھ ارشاد فرمائیں گے۔

اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾

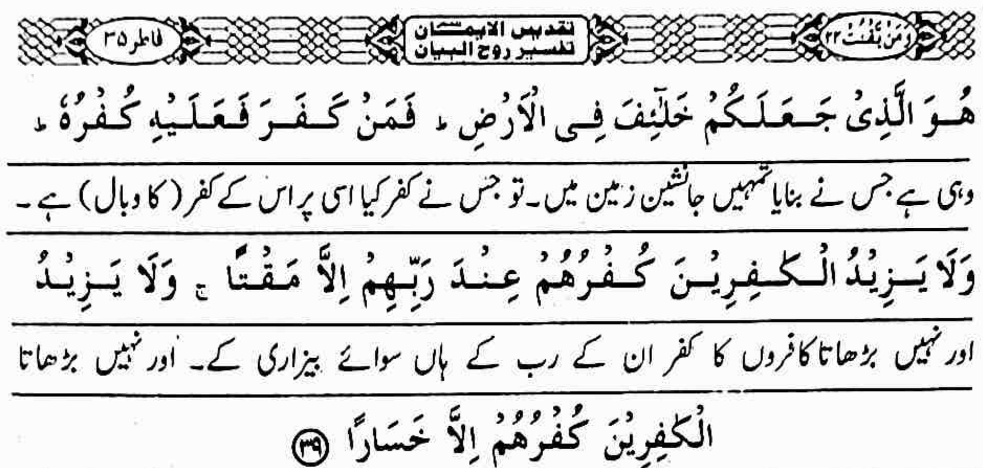
بے شک اللہ جانتا ہے چھپی باتیں آسمانوں اور زمین کی بے شک وہ جاننے والا ہے دلوں کے راز

(بقیہ آیت نمبر ۳۷) اور فرمایا جائیگا کہ کیا ہم نے تمہیں دنیا میں عمر نہیں دی تھی۔ جس میں تمہیں نصیحت حاصل کرنے کا بہت بڑا موقع دیا تھا۔ جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت پاسکتا تھا۔ اور اپنی اصلاح حال کر سکتا تھا۔ اگر اس میں تھوڑے وقت کیلئے بھی اپنی اصلاح کر لیتے تو آج اتنی بڑی سزا سے بچ جاتے۔ یعنی انسان کو بلوغت کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقل جیسی اعلیٰ نعمت نصیب ہوئی ہے ساٹھ سال یا اس سے کم وبیش عمر ملی۔ تو اس پر لازم تھا کہ وہ مصنوعات میں غور وفکر کر کے صانع کو پہچانتا۔ کسی دین کی سمجھ رکھنے والے سے مل کر اپنے احوال درست کرتا۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو توبہ اور عذر کیلئے عمر بڑھا کر ساٹھ سال دی ہے (رواہ البخاری) اور ایک **حدیث** میں ہے۔ جب انسان کی عمر چالیس سال ہو جاتی ہے۔ ایک فرشتہ آواز دیتا ہے۔ کھیتی کاٹنے کا وقت قریب آ گیا۔ جب ساٹھ سال کا ہو جائے تو پھر کہتا ہے جو کیا ہے اسی کو پاؤ گے۔ جب ستر سال کا ہو جائے گا تو کہتا ہے۔ حساب کیلئے تیار ہو جاؤ۔ (کنز العمال)

آگے فرمایا کہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔ یعنی نبی اکرم ﷺ آئے یا اس سے مراد قرآن مجید ہے لیکن تم نے اس وقت کسی کی بات نہ مانی لہذا اب عذاب کا مزہ چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ یعنی جو کفر اور نافرمانی اور ہر طرح کے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ اب ان کے لئے ایسا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ جو انہیں عذاب سے بچائے۔ اس میں اشارہ ہے کہ دنیا میں غفلت کی نیند میں آنکھیں بند رکھیں۔ اس وقت کیا کچھ نہیں۔ اب پچھتا رہے ہیں۔ ع: بخت جب بیدار تھا کم بخت آنکھیں سو گئیں۔ اب پچھتانے سے کیا ہوگا۔

(آیت نمبر ۳۸) بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی چھپی باتیں جاننے والا ہے۔ یعنی زمین و آسمان کے اندر کی تمام اشیاء جو بندوں کی نظروں سے غائب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم اسے محیط ہے۔ یعنی اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ پھر اس سے ان کافروں کا حال کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر انہیں دنیا میں دوبارہ لوٹا بھی دیا جائے۔ تب بھی وہ وہی کریں گے۔ جو کچھ انہوں نے پہلے کیا۔ بے شک وہ سینوں کے بھیدوں کو بھی جاننے والا ہے۔ وہ مخلصین کے اخلاص اور صادقین کے صدق اور منکرین کے انکار اور منافقین کے نفاق وغیرہ سب کو جانتا ہے۔



هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ کَفَرَ فَعَلَیْهِ کُفْرُهٗ ؕ

وہی ہے جس نے بنایا تمہیں جانشین زمین میں۔تو جس نے کفر کیا اسی پر اس کے کفر (کا وبال) ہے۔

وَلَا یَزِیْدُ الْکٰفِرِیْنَ کُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا یَزِیْدُ

اور نہیں بڑھاتا کافروں کا کفر ان کے رب کے ہاں سوائے بیزاری کے۔ اور نہیں بڑھاتا

الْکٰفِرِیْنَ کُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾

کافروں کا کفر سوائے نقصان کے۔

(آیت نمبر ۳۹) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔جس نے تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں پچھلوں کا زمین میں خلیفہ بنا کر اس میں تصدیق کی چابیاں تمہارے حوالے کیں اور اس زمین کے تمام منافع تمہارے لئے مباح کئے (سوا ان کے جو اس نے حرام کر دیئے)۔یا یہ معنی ہے کہ جو متاع دنیا پہلے ان کے ہاتھ میں تھی۔اب وہ تمہارے پاس ہے۔لہٰذا تم اس کی قدرت کو تسلیم کرو اور وحدانیت کا اقرار کرو اور اس کی اطاعت کر کے اس کے شکر گذار بندے بن جاؤ۔

آگے فرمایا کہ جو کفر کرے گا۔یعنی خلیفہ بنانے والے کے حکم کی مخالفت کرے گا یا اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے گا اور اپنی خواہش پر چلے گا تو اس کے کفر کا وبال اور اس کی سزا اسی کو ملے گی۔یعنی راندہ درگاہ ہوگا اور لعنت کا مستحق ہو جائے گا اور نہیں بڑھاتا کافروں کا کفر ان کے رب کے ہاں مگر غضب کو۔یعنی ان کا کفر غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے اور اسی سزا میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کافروں کا کفر نہیں بڑھاتا مگر خسارے کو یعنی آخرت کے گھاٹے اور جنت سے محرومی کو بڑھاتا ہے۔یعنی وہ انسان کتنا بڑا بدنصیب ہے۔جو جنت کے بدلے غضب الٰہی خرید لیتا ہے۔

فائدہ: یعنی غضب الٰہی بھی بہت بڑا ہے اور ان کا خسارہ بھی بہت بڑا ہے کہ جس سے بڑا کوئی خسارہ نہیں ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَ كُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا

فرمادیں بھلا بتاؤ تمہارے وہ شریک جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا۔ مجھے دکھاؤ کیا بنایا انہوں نے

مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ

زمین میں یا ان کی شراکت ہے آسمانوں میں۔ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی تو وہ واضح دلائل پر ہیں

عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾

اس سے بلکہ نہیں وعدہ دیتے ظالم آپس میں ایک دوسرے کو مگر دھوکے کا۔

(آیت نمبر ۴۰) اے محبوب فرمادو کیا تم نے دیکھا ہے اپنے معبودوں یعنی بتوں کو جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ بھلا مجھے دکھاؤ۔ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز بنائی ہے۔ جو صرف انہوں نے بنائی ہو۔ یا ان کی کوئی شراکت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ آسمانوں کے بنانے میں جس کی وجہ سے وہ خدائی میں شریک ہو گئے۔ یا کوئی ہم نے انہیں ایسی کتاب دی جس میں لکھا ہو کہ ہم نے انہیں اپنی خدائی میں شریک کیا۔ جس کی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل رکھتے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم یعنی مشرک نہیں وعدہ دیتے بعض بعض کو۔ اس سے مراد ان کے بڑے سردار ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں کو دھوکے میں ہی رکھتے ہیں۔

فائدہ: وہ انہیں کہتے کہ یہ بت قیامت کے دن سفارش کر کے ہمیں بچا لیں گے۔ حالانکہ یہ بالکل دھوکا تھا۔ اس آیت میں ان کے خسیس ارادے اور عقلوں کی کمی کو بیان کیا گیا۔

سبق: عقل مند پر لازم ہے وہ توحید کی تحقیق کر لے اور اپنے عقیدے کی درستی کر لے اور ہر فعل کا فاعل اور خالق اللہ تعالیٰ کو ہی جانے۔ اور ہرایرے ویرے کی باتوں میں نہ آئے۔ تا کہ آخرت خراب نہ ہو۔

حکایت: ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں بنی اسرائیل کے جنگل میں جا رہا تھا کہ وہاں کالے رنگ والی نوجوان لڑکی کو دیکھا۔ جس کا دامن عشق الٰہی سے پر تھا۔ لگا تار آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے سلام کہا تو اس نے کہا اے ذوالنون تجھ پر بھی سلام ہو۔ میں نے کہا یہ آپ نے مجھے کیسے جانا تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسموں سے دو ہزار سال پہلے روح پیدا فرمائے۔ پھر انہیں عرش کے گرد گھمایا۔ جنہوں نے ایک دوسرے کو پہچانا ان کی آپس میں محبت ہوئی۔ جو نہ پہچان سکے ان کا اختلاف رہا تو اس وقت سے میری روح نے تجھے پہچان لیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ

بے شک اللہ نے روک رکھا ہے آسمانوں اور زمین کو کہ وہ جنبش کریں۔ اور وہ ہٹ جائیں

اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

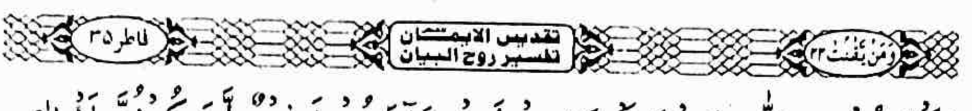
تو کون روکے انہیں کوئی اس کے بعد۔ بے شک ہے وہ بردبار بخشنے والا ۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۰) تو انہوں نے فرمایا کہ اے لڑکی تو تو بڑی دانا معلوم ہوتی ہے مجھے اللہ تعالیٰ کے دیئے علم سے کچھ بتاؤ۔ تو اس نے کہا۔ اے ابوالفیض جسم پر انصاف کا ترازو رکھ۔ یہاں تک کہ ماسوی اللہ نکل جائے اور تیرا دل ایسا صاف ہو جائے کہ اس میں سوارب کے اور کچھ نہ ہو۔ اس وقت تجھے اس کے دروازے پر قیام نصیب ہوگا۔ اور وہ نئی دوستی میں داخل فرمائے گا۔ میں نے کہا کچھ بعد بھی بیان کر تو اس نے کہا۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ پھر جب بھی دعا مانگو گے تو وہ قبول ہوگی۔ دل کی غفلت کے وقت دعا قبول نہ ہوگی۔ موحد حقیقی وہی ہے۔ جس کے دل سے مطلقاً شرک مٹ گیا ہو۔

(آیت نمبر ۴۱) بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اپنی قدرت سے تھام رکھا ہے کہ کہیں گر نہ جائیں۔ یعنی اسے یہ گوارہ نہیں کہ یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور البتہ اگر یہ زمین و آسمان اپنے مرکز سے ہٹ جائیں۔ جیسا کہ بروز قیامت ہوگا تو پھر کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے روک سکے یعنی پھر لوٹا کر اسے اپنے مرکز پر لے آئے۔ اس کے بعد کوئی ایک بھی فرد ایسا نہیں ہے۔ (جو زوال سے بچا سکے)۔ آگے فرمایا کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہے بردبار یعنی جلد سزا نہ دینے والا۔

فائدہ: کفار و مشرکین جو اتنے بڑے جرموں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان پر آسمان گر جائیں۔ اس کے باوجود کہ انہوں نے اتنا بڑا کفر کیا۔ پھر بھی توبہ کر کے کلمہ توحید کے وہ قائل ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں تو وہ ذات بخشنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دو صفات: حلیم اور صبور: مجرم سزا پانے میں صفت صبور میں مامون نہیں۔ البتہ صفت حلیم میں مامون ہیں۔ یعنی قیامت کے دن صفت صبور کے باوجود گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ برخلاف حلیم کے کہ اس میں اسے کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن یہ مسلمانوں کے لئے ہے۔ کفار کیلئے ہر حال میں خطرہ ہے۔



وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى

اور قسمیں کھائیں اللہ کی پختہ قسمیں۔ کہ اگر آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا تو ضرور ہونگے زیادہ ہدایت والے

مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۙ (۴۲)

گروہوں میں سے۔ پھر جب آ گیا ان کے پاس ڈرانے والا۔ تو نہیں بڑھی ان کی مگر نفرت۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۱) **فائدہ**: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح اسماء حسنیٰ میں لکھا ہے کہ الحلیم وہ ہے۔ جو گناہ گاروں کے گناہوں کو دیکھے مگر اس کا غضب جوش میں نہ آئے اور بدلہ لے سکنے کے باوجود انتقام میں جلد بازی نہ کرے۔

سبق: عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اس اسم کے مطابق اپنے عقیدے کو درست کرے اور لوگوں کی غلطیوں سے درگذر کرے اور ان کے جرموں پر چشم پوشی کرے بلکہ جہاں تک ہو سکے بروں سے نیکی کا سلوک کرے۔ یہی کمال انسانیت ہے۔ (احسان کرنے والوں سے احسان بدلہ ہے۔ احسان نہ کرنے والے سے احسان نیکی ہے۔)

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان ہے کہ اس نے ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو تھام رکھا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ کا ستون ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرما رہا ہے۔ دنیا اللہ والوں کے طفیل قائم ہے۔ فتوحات مکیہ میں ہے کہ ہر ملک یا شہر یا بستی میں کسی اللہ والے کا ہونا ضروری ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے۔

(آیت نمبر ۴۲) مشرکین مکہ نے قسمیں کھائیں۔ کہ اگر ان کے ہاں کوئی نبی آیا۔ تو وہ ایمان لے آئیں گے۔

فائدہ: عہد جاہلیت میں دستور تھا کہ باپ دادا یا بتوں کی قسمیں کھاتے اور جب اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے تو وہ اسے جہد الیمین سے تعبیر کرتے تھے۔ ان کے نزدیک یہ قسم بہت بڑی ہوتی۔

ربط: حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مشرکین مکہ نے سنا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پکی قسمیں کھا کر کہا۔ اگر ان کے ہاں کوئی نبی ڈر سنانے والا آیا۔ تو ضرور وہ بہت زیادہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے اور فرمانبرداری کرنے والے اور اچھے دین دار ہوں گے۔ سابقہ امتوں کے لحاظ سے یعنی یہود و نصاریٰ سے بہتر ہوں گے۔ یا سب امتوں سے بہتر امت ہوں گے۔ یعنی حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ان کا یہ حال تھا۔ لیکن جب وہ تشریف لے آئے تو انہیں اس رسول سے سخت نفرت ہوگئی۔

اسۡتِكۡبَارًا فِى الۡاَرۡضِ وَمَكۡرَ السَّيِّیٴِ ؕ وَلَا يَحِيۡقُ الۡمَكۡرُ السَّيِّیٴُ اِلَّا

تکبر کرتے ہوئے زمین میں اور فریب برے۔ اور نہیں پڑتا مکر برا مگر

بِاَهۡلِهٖ ؕ فَهَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا سُنَّتَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۚ فَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۚ

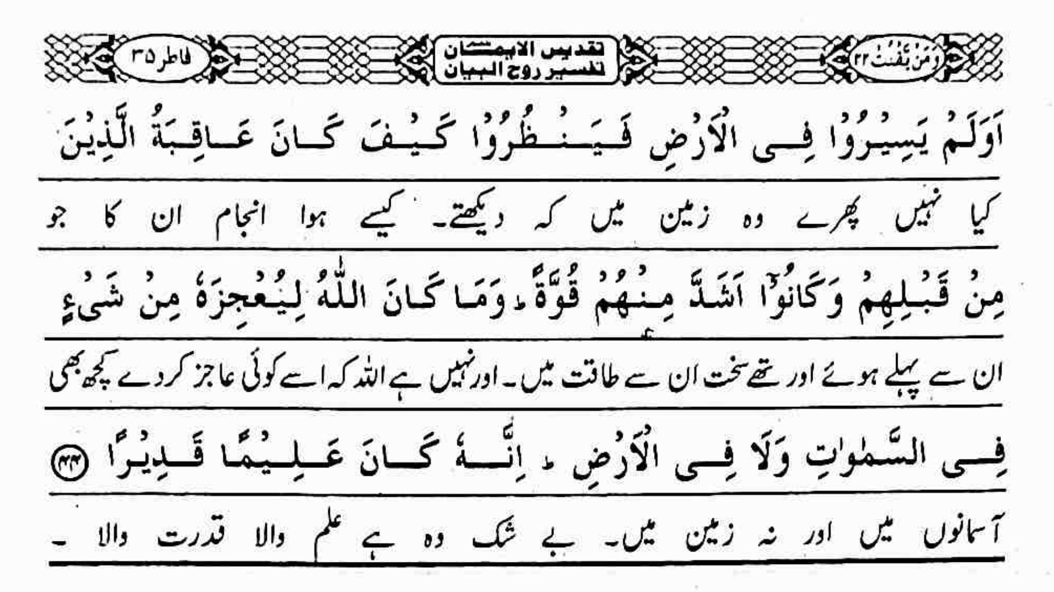
اسی (فریبی) پر تو نہیں انتظار کرتے مگر طریقے پہلے لوگوں کا تو ہرگز نہیں پائے گا دستور الٰہی میں کوئی تبدیلی

وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحۡوِيۡلًا ﴿۴۳﴾

اور ہرگز نہیں تو پائے گا دستور خدا میں پھرنا۔

(آیت نمبر ۴۳) اور پھر جب وہ افضل المخلوقات اشرف الانبیاء ﷺ تشریف لے آئے تو انہیں اور تو کوئی چیز زیادہ نہ ہوئی مگر نفرت یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں اسلام کی ایسی نفرت بھر دی۔ کہ وہ حق اور ہدایت سے دور ہی ہوتے چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور ایمان کے مقابل تکبر اور سرکشی کی۔ چونکہ ابتداء اسلام میں غریب غریب لوگوں نے ایمان قبول کیا۔ کفار ان کے پاس بیٹھنا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ **فائدہ**: بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ انسان تو مٹی سے بنا۔ اسے چاہئے اپنی حد میں رہے۔ اس سے تجاوز نہ کرے۔ یعنی غرور و تکبر نہ کرے۔ تکبر سے انسان ذلیل ہوتا ہے۔ اور عاجزی سے سربلند ہوتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا منکر زمین میں تکبر کرتا ہے اور برے برے مکر و فریب سوچتا ہے۔ جیسے کفار نے بجائے ماننے کے تکبر کیا۔ بلکہ حضور ﷺ کے قتل کرنے کیلئے دار الندوہ میں سازشیں کیں۔ آگے فرمایا کہ پھر نہیں گھیرا اس برے مکر نے مگر اسی کو جو اس کا اہل تھا۔ یعنی کافروں نے حضور ﷺ کو قتل کرنے کا مکر کیا۔ جتنے کافروں نے اس منصوبے میں شرکت کی ان سب کو بدر میں سزا ملی۔ ہمیشہ کسی کے متعلق برائی سوچنے والے کو برائی گھیر لیتی ہے۔ یا جو دوسروں کیلئے برا سوچتا ہے وہ خود اس برائی میں مبتلا ہوتا ہے۔ مشہور ہے۔ کہ جو دوسروں کیلئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ مکر و فریب اور دھوکہ جہنم میں ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) یعنی مکر و فریب کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ یہ صرف کفار کی عادت تھی۔ مسلمانوں کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر غلطی خرابی خصوصاً مکر و فریب سے بچائے۔ آمین۔ آگے فرمایا کہ یہ جھٹلانے اور مکر و فریب کرنے والے نہیں انتظار کر رہے مگر پہلے لوگوں کے طریقے کی۔ یعنی پہلی امتوں میں بھی یہی خرابیاں تھیں۔ اس وجہ سے ان پر عذاب آئے۔



اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

کیا نہیں پھرے وہ زمین میں کہ دیکھتے۔ کیسے ہوا انجام ان کا جو

مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ

ان سے پہلے ہوئے اور تھے سخت ان سے طاقت میں۔ اور نہیں ہے اللہ کہ اسے کوئی عاجز کردے کچھ بھی

فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾

آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ بے شک وہ ہے علم والا قدرت والا۔

(آیت نمبر۴۴) یعنی یہ اہل مکہ کیا سرزمین شام عراق اور یمن کی طرف تجارۃ کی غرض سے نہیں گئے کہ وہ سابقہ امتوں کے گرے ہوئے محلات کو دیکھتے کہ پہلے رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ یعنی قوم عاد ثمود اور سبا والے۔ جو ان مکہ والوں سے ہر لحاظ سے زیادہ مضبوط تھے۔ اور لمبی عمروں والے تھے۔ لیکن جب ان پر عذاب آیا تو پھر نہ انہیں مال و دولت کام آیا۔ نہ لمبی عمر نے نفع دیا۔ نہ طاقت سے کوئی فائدہ ملا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔ نہ زمین کی کسی چیز میں یہ طاقت ہے نہ آسمان میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس سے غائب ہو جائے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ کوئی اس کے حکم سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس کا علم کائنات میں ہر چیز پر حاوی ہے۔

فائدہ :اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے دوستوں پر بہت بڑا فضل ہے اور وہ اپنے دوستوں کے دشمنوں کی ہلاکت میں دیر بھی نہیں لگاتا۔ مہلت ضرور دیتا ہے۔ شاید وہ باز آجائیں۔

فائدہ :یہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مہلت بھی بہت دیتا ہے۔ اچانک گرفت نہیں کرتا تاکہ لوگ اس کے معاف کرنے اور احسانات کو جانیں اور اللہ تعالیٰ کو عفو و احسان پکڑ اور انتقام سے زیادہ پسند ہے۔ اس کا کرم، اس کا احسان، اس کی رحمت غضب کے آگے آجاتے ہیں۔

فائدہ :بندوں کے گناہوں پر جب بھی غضب الٰہی جوش میں آتا ہے۔ تو پھر اس کی رحمت اس جوش کو ٹھنڈا کردیتی ہے۔ (سبحان اللہ)

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

اور اگر پکڑنے لگے اللہ لوگوں کو ان کے کئے پر تو نہ چھوڑے اس کی پیٹھ پر کوئی جانور۔ لیکن

يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

وہ ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وقت مقررہ تک۔ پھر جب آ گیا ان کا وقت مقرر تو بے شک اللہ ہے

بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ع ﴿٤٥﴾

اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

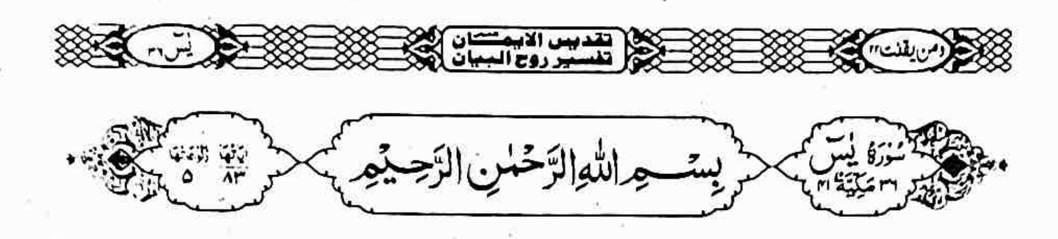
(آیت نمبر ۴۵) اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں پر فوراً ہی پکڑنا شروع کر دے تو اس زمین پر کوئی چلنے والا زندہ نہ رہے۔ یعنی بندوں کے گناہوں کی نحوست سے جانور بھی مارے جائیں۔ جیسے سابقہ امتوں پر عذاب آنے پر ایسا ہوا کہ مکلف بنی آدم کی نافرمانیوں کی وجہ سے جنگلی جانوروں اور ہوا میں اڑنے والے پرندوں پر بھی مصیبت آ گئی۔

نکتہ: جو جانور جن انسانوں کی وجہ سے مارے گئے۔ وہ قیامت کے دن ان پر دعویٰ دائر کریں گے کہ انہوں نے گناہ کئے تو ہم پر مصیبت آئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ کر رہنا چاہئے۔

فائدہ: جیسے نوح علیہ السلام کے وقت اس قوم پر عذاب طوفان کی شکل میں آیا تو وہی جانور بچے جو کشتی میں سوار کئے گئے۔ باقی سب ہلاک ہو گئے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک وقت مقرر تک لوگوں کو ڈھیل دیتا ہے۔ وہ وقت مقرر اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ بروز قیامت ان کے تمام اعمال کا انہیں بدلہ دے گا۔ اعمال اچھے ہوئے تو بدلہ بھی اچھا ہوگا۔ اعمال برے ہوئے تو بدلہ بھی برا ہوگا۔ البتہ وہ اگر معاف فرما دے۔ تو یہ اس کی طرف سے مہربانی ہوگی۔ (ہمیں اس کی ذات پر امید ہے۔ کہ وہ ہم پر رحم فرمائے گا۔)

لفظ بصیر کی خاصیت: جو شخص یا بصیر جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے سو مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نظر تیز کرتا ہے اور بصیرت کو کھول دیتا ہے اور اس کے قول و فعل کو درست فرما دیتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کے طفیل ہماری بصیرت کو کھول دے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہمیں قلب سلیم والوں میں بنائے۔ (آمین)



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰسٓ ① وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ② اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ③

قسم ہے قرآن حکمت والے کی۔ اے محبوب آپ بے شک رسولوں میں سے ہیں۔

(آیت نمبرا) سورۂ یاسین، یہ سورت کا نام ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے سورۂ یاسین اور طہٰ پڑھی۔ فرشتوں نے سن کر کہا۔ خوشخبری ہے اس امت کیلئے جن پر یہ سورتیں نازل ہوں گی۔ ان پیٹوں اور زبانوں کیلئے جن سے یہ نکلیں گی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ یاسین اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ یہ یاانسان سے مخفف ہے۔ اس انسان سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔ جیسے یاایہا النبی، یاایہا الرسول۔ ابن الحنفیہ فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے یامحمد۔ اس کی دلیل ''انک لمن المرسلین'' ہے۔ (مزید تشریح فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر۲) قسم ہے قرآن حکمت والے کی۔ یاحکیم بمعنی حاکم جیسے علیم بمعنی عالم ہے۔ یعنی اس میں جو جو احکام ہیں۔ وہ بہت ہی محکم ہیں۔ اتنے محکم کہ ان میں نہ تناقض ہے نہ کوئی عیب نہ شک۔ نہ کوئی اس میں تغیر و تبدل کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا نظم و نسق انتہائی مضبوط ہے اور یہ قرآن ہر حکمت کا سرچشمہ ہے۔ جو لوح محفوظ سے اترا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ اس قرآن کی ہم ہی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ کتاب اور حکمت اسرار پر مشتمل ہے۔ بلکہ یہ تو ہر حکمت کا سرچشمہ اور ہر نصیحت کا معدن ہے۔ اس لحاظ سے یہ اس قبیل سے ہے کہ کلام کو متکلم کی صفت دے دی گئی ہے۔ یعنی یہ وہ کلام ہے جس کا قائل حکیم ہے۔

(آیت نمبر۳) بلکہ آپ اکمل و افضل الرسل ہیں۔ یہ کفار کے رد میں ہے کہ جب انہوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ آپ رسول نہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میری محبوب بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے شہادت ہے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا کہ کافی ہے اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ۔ **فائدہ:** انسان العیون میں ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رسالت کی قسم کھائی ہے۔

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ ④ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۙ ⑤

اے محبوب آپ سیدھی راہ پر ہیں۔اس قرآن کا اترنا اس غالب ذات کی طرف سے ہے جو نہایت مہربان ہے

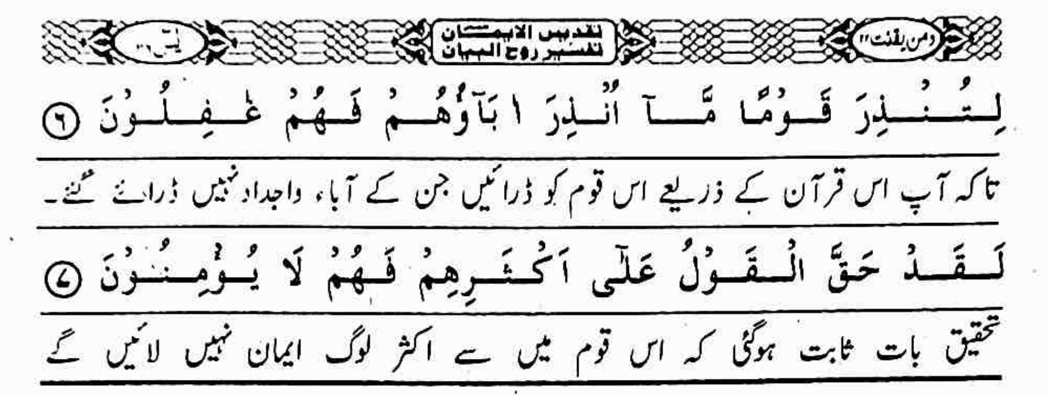
(بقیہ آیت نمبر۳) **فائدہ**: حضور ﷺ راتوں کو اس قدر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یاسین، یا طٰہ اور اے شفاعت کے طالب ہم نے قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ **فائدہ**: جب کفار نے کہا کہ آپ رسول نہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا کہ محبوب آپ بے شک ہمارے رسولوں میں سے ہیں۔ **فائدہ**: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی رسالت پر شہادت ہے۔لیکن اس کے علاوہ کسی نبی اور رسول کی گواہی پر قسم نہیں کھائی گئی۔خصوصیت مصطفےٰ ہے کہ آپ کی رسالت کیلئے قرآن حکیم کی قسم کھائی گئی۔ بلکہ جب بھی رسولوں پر اعتراض ہوا۔تو انہوں نے خود اس کا جواب دیا۔لیکن آمنہ کے لعل کو فرمایا محبوب تو چپ رہ۔تیری طرف سے ہم جواب دیتے ہیں۔

(آیت نمبر۴) آپ بالکل سیدھی راہ پر ہیں۔یعنی راہ توحید جو شریعت والی ہے اور جو سیدھی جنت تک جانے والی ہے۔آپ بالکل اس پر قائم ہیں۔

اعتراض: اگر کوئی کہے اس جملہ کی کیا ضرورت تھی کیونکہ رسول ہوتا ہی وہ ہے جو سیدھی راہ پر ہو۔ **جواب**: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی نظم میں دو صفتوں کو جمع کر دیا ہے۔یعنی نہ اس جیسا کوئی رسول ہے، نہ اس کی شریعت جیسا کوئی صراط مستقیم ہے۔اسی لئے ان کے مرتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکا۔ **فائدہ**: انبیاء کرام علیہم السلام کی زیادہ سے زیادہ پرواز ساتویں آسمان تک ہے اور فرشتوں کی زیادہ سے زیادہ پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہے لیکن اس شان والے کی پرواز وہاں تک ہے جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ جا سکتا ہے نہ نبی مرسل۔یعنی توحید اور شریعت کی راہ جو سیدھی جنت میں لے جانے والی ہے۔یا قرب خداوندی اور رضا الٰہی تک پہنچانے والی جو ابدی لذات اور دیدار خدا بخشتی ہے۔دوسرے مقام پر "ھدی مستقیم" فرمایا گیا۔یعنی سیدھی ہدایت پر جو دین و شریعت کی راہ ہے۔تو آپ اس پر ہیں۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یاسین سے صراط مستقیم تک حضور ﷺ کی سیادت بیان ہوئی اور بتایا گیا کہ آپ کے کمالات تک کسی کی رسائی نہیں اور پھر آپ کی رسالت پر قرآن کی قسم سے گواہی دی گئی۔

(آیت نمبر۵) **فائدہ**: تنزیل سے مراد قرآن ہے۔یہ لفظ اس قدر ذہنوں میں سما گیا ہے کہ تنزیل کا لفظ سنتے ہی یقین آجاتا ہے کہ اس سے مراد نازل ہونے والا قرآن ہی ہے۔تنزیل کا معنی تھوڑا تھوڑا کر کے اترنا۔



لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾

تاکہ آپ اس قرآن کے ذریعے اس قوم کو ڈرائیں جن کے آباء واجداد نہیں ڈرائے گئے۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾

تحقیق بات ثابت ہوگئی کہ اس قوم میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے

(بقیہ آیت نمبر ۵) چونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس سالوں میں نازل ہوا۔ اور حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ اس لئے اسے تنزیل سے تعبیر کیا گیا۔ "العزیز" کا معنی غالب ہے۔ جو کسی کا مطیع نہ ہو اور اپنے حکم کی مخالفت کرنے والے سے بدلہ لے سکے۔ **وظیفہ**: اس اسم کا ورد کرنے والے کو عزت وغنا حاصل ہوتا ہے جو چالیس روز تک ورد رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور اسے کسی کا محتاج نہیں بناتا۔

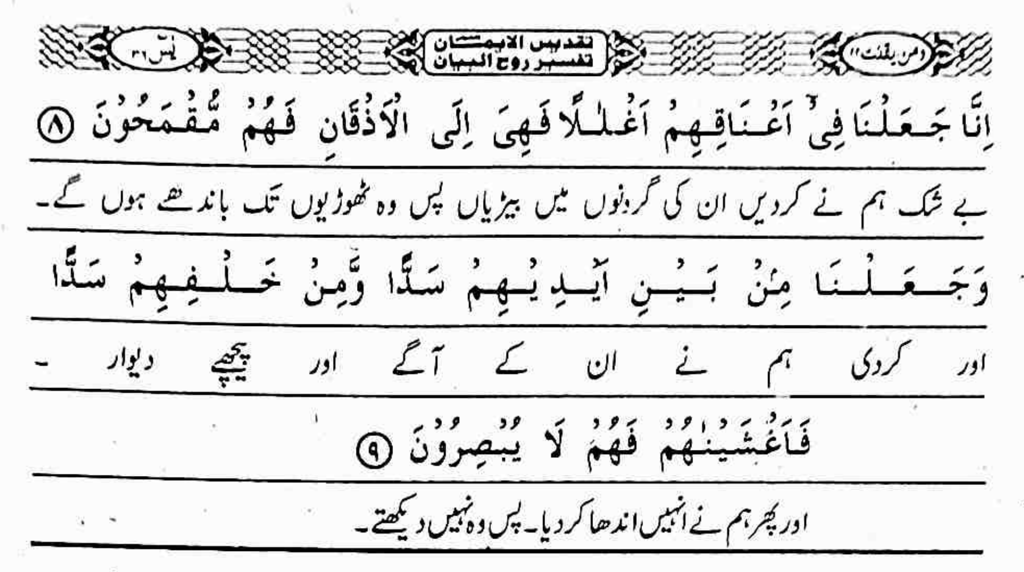
الرحیم: اس اسم کی خاصیت یہ ہے کہ مخلوق کے دل میں رقت ورحمت پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی کو ناگوار واقعہ کا خطرہ ہو تو وہ اسم کو الرحمٰن کے ساتھ ملا کر پڑھے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اس پر رحم ہو جاتا ہے۔ اور درخت پھل نہ دیتے ہوں تو اس اسم کو لکھ کر پانی میں ڈبوئیں پھر اس پانی کو درخت پر چھڑکیں۔ پھلوں میں برکت ہوگی۔

(آیت نمبر ۶) یعنی زمانہ فترت کے لوگ جن کے پاس نہ نبی آیا نہ کتاب۔ تو وہ لوگ بے خبر رہے۔ غفلت کا مطلب ہے بات کا دل سے اتر جانا۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ غفلت تین اعمال میں ہوتی ہے: (۱) اللہ تعالیٰ کے ذکر میں۔ (۲) فجر سے طلوع آفتاب تک۔ (۳) دین کے معاملے میں۔ (مسند احمد) یعنی دنیوی کاروبار میں سرمست اور سرگرداں رہ کر فکر آخرت سے غافل ہو جانا۔ ان ہی کے متعلق فرمایا کہ وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی مردوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ پوچھا۔ مُردے کون ہیں۔ تو فرمایا۔ جاہل اور غافل لوگ مردے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے۔

(آیت نمبر ۷) یعنی آپ کے ڈر سنانے کے باوجود دولت ایمان ان کے نصیب میں نہیں ہے کہ وہ لوگ حکم الٰہی کی نافرمانی سے جہنمی بن چکے ہیں۔ شیطان کے تابعداروں کے ساتھ لازماً یہ ہونا ہے۔ خواہ جنوں سے ہوں یا انسانوں سے۔ ان میں سے زیادہ تعداد ان کی ہے۔ جو ایمان نہ لا کر جہنم میں جائیں گے۔

فائدہ: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ کفر یا شرک پر مریں گے۔



اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾

بے شک ہم نے کردیں ان کی گردنوں میں بیڑیاں پس وہ ٹھوڑیوں تک باندھے ہوں گے۔

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا

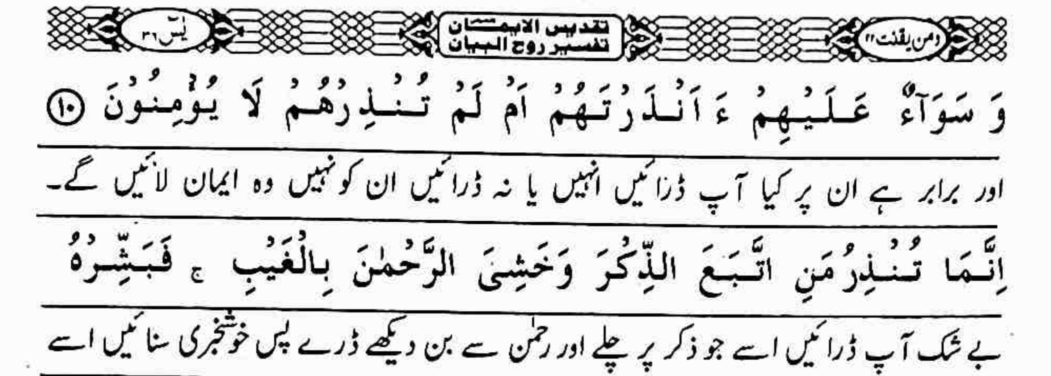
اور کردی ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار ۔

فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾

اور پھر ہم نے انہیں اندھا کردیا۔ پس وہ نہیں دیکھتے۔

(آیت نمبر ۸) بے شک ہم نے کردیں ان کی گردنوں میں بیڑیاں یعنی وہ زنجیریں جن سے ہاتھ اور گردن ملا کر ایسا مضبوط باندھتے ہیں کہ مجرم سر بھی نہ ہلا سکے اور وہ بیڑیاں ان کی ٹھوڑی تک پہنچیں گی کہ پھر مجرم ادھر ادھر بھی نہ دیکھ سکے۔ اس حالت میں کہ وہ سر کو اٹھائے اور آنکھیں بند کئے ہوں گے۔ اس سے مراد ابو جہل اور اس کے دو ساتھی ہیں۔ **فائدہ:** ایسے طریقے سے دنیا میں باندھنا منع ہے۔

(آیت نمبر ۹) **حضور ﷺ کا معجزہ:** ابو جہل نے بتوں کی قسم کھا کر کہا۔ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو مسجد حرام کے نزدیک پایا تو میں ان کا سر ایک بڑے پتھر سے پھوڑ دونگا۔ ایک دن آپ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو پتھر بھاری اٹھا لایا۔ تاکہ آپ کو مارے۔ مگر وہ پتھر گردن کے ساتھ چمٹ گیا۔ ذلیل ہو کر واپس ہوا۔ پھر اس کے دوست ولید نے قسم کھائی کہ یہ کام میں کروں گا۔ جب وہ پتھر اٹھا کر حضور ﷺ کے قریب آیا۔ تو اندھا ہو گیا۔ اسے حضور ﷺ نظر ہی نہ آئے اس کے تیسرے دوست نے کہا میں جاتا ہوں وہ جب پتھر اٹھا کر قریب آیا تو فوراً بھاگتا ہوا واپس آ گیا پوچھا۔ تجھے کیا ہوا تو اس نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے قریب ایک درندہ ہے۔ اگر میں ذرہ سا اور آگے جاتا تو وہ مجھے مار دیتا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات اتاریں۔ دشمن سے بچنے کے لئے یہ آیت کریمہ بہترین وظیفہ ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر دشمن کی طرف پھونک دیا جائے تو ان شاء اللہ اس کے شر سے بچ جائے گا۔ ہجرت کی رات جب کفار نے حضور ﷺ کو قتل کرنے کیلئے آپ کے گھر کا گھراؤ کیا۔ تو حضور ﷺ نے اپنے بستر مبارک پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لٹا کر یہی آیت کریمہ پڑھتے پڑھتے کفار کے درمیان سے نکل کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر میں جا پہنچے۔ انسان العیون میں ہے۔ مٹھی میں مٹی لیکر کفار کی طرف پھینکی تو وہ ایسے اندھے ہوئے کہ حضور ﷺ ان کے درمیان سے نکل گئے اور ان کو نظر ہی نہ آ سکے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا ہی کر دیا۔



وَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩

اور برابر ہے ان پر کیا آپ ڈرائیں انہیں یا نہ ڈرائیں ان کو نہیں وہ ایمان لائیں گے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ

بے شک آپ ڈرائیں اسے جو ذکر پر چلے اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے پس خوشخبری سنائیں اسے

بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪

بخشش کی اور باعزت اجر کی۔

(آیت نمبر۱۰) اے محبوب برابر ہے ان کیلئے آپ انہیں ڈر سنائیں یا نہ سنائیں۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں یہ بات ثابت ہے کہ یہ لوگ کفر پر مریں گے چونکہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا۔ اب اسے ڈر سنانا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔

قدری مذہب گمراہ ہے: امام مطرزی اپنی کتاب (المغرب) میں لکھتے ہیں کہ قدری مذہب والے کہتے ہیں کہ تمام قباحتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ یعنی وہ تمام برائیاں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں جو بھی اچھا یا برا ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کر رہا ہے۔ یعنی اگر کوئی شراب پی رہا ہے۔ یا زنا کر رہا ہے۔ تو معاذ اللہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے منزہ و مقدس ہے۔ کہ وہ کسی سے برا فعل کرائے۔

(آیت نمبر۱۱) سوائے اس کے نہیں اپ کا ڈر سنانا اسے فائدہ دے گا۔ جو ذکر یعنی قرآن پاک کا اتباع کرے۔ یعنی اس میں غور و فکر کرے اور اس سے وعظ و نصیحت حاصل کرے اور بن دیکھے اپنے رب سے بھی ڈرے۔ اور وہ اس کی رحمت و بردباری سے اس شیطانی دھوکے میں نہیں آتا۔ کہ اب مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ غفار ہے تو جبار و قہار بھی ہے۔ **فائدہ:** نعمتوں کی کثرت رحمت خداوندی سے ہوتی ہے۔ لہذا اسے ڈر بھی ہونا چاہئے کہ نعمتیں دینے والا کفر و عصیان پر تباہ و برباد بھی کر سکتا ہے اور جسے ایمان کی دولت ملی اس کے متعلق فرمایا۔ اسے بخشش کی خوشخبری سنا دو کہ اس کے گناہ معاف اور اعمال صالحہ پر بہت بڑا اجر ملے گا۔ اور پوری عزت و وقار سے اجر ملے گا۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ

بے شک ہم زندہ کرتے ہیں مردوں کو اور لکھتے ہیں جو آگے بھیجا اور ان کے نشانات کو۔ اور ہر

شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ع ﴿۱۲﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا

چیز کو ہم نے شمار کر رکھا ہے اس کتاب میں جو بیان کرنے والی ہے۔ اور بیان کریں ان سے مثال

اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ج ﴿۱۳﴾

بستی والوں کی۔ جب آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے۔

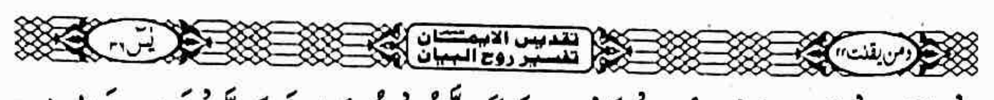
(آیت نمبر۱۲) بے شک ہم اپنے کمال قدرت سے مردوں کو زندہ کریں گے اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزاوسزادیں گے۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ کون عزت کے لائق ہے اور کس سے بدلہ لیا جائے تو ظاہر ہے مومن کامل کو عزت وتکریم سے جنت میں اور کفار فجار کو ذلت کے ساتھ جہنم میں پہنچا دیا جائیگا اور ہم لکھ رہے ہیں۔ یہ کام اگر چہ فرشتے کراماً کاتبین کررہے ہیں۔ یہ نسبت لکھنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف ترحیباً ہے کیونکہ پیچھے حکم اللہ تعالیٰ کا ہی ہے تو فرمایا کہ جو تم اس سے پہلے نیکی یا برائی کر چکے ہو وہ بھی لکھی جارہی ہے اور جو پیچھے نشانات چھوڑ رہے ہو جیسے کسی کو علم پڑھایا یا کوئی کتاب لکھی یا مال سے صدقہ جاریہ کیا کہ مسجد یا مدرسہ یا راستہ بنایا وغیرہ یا اس کے برعکس جو برائیوں کے نشان چھوڑے۔ کوئی لہولعب کا سامان چھوڑا وغیرہ وہ سب لکھا جارہا ہے۔ اور اس کی ویڈیو بھی بن رہی ہے۔

سبق: عاقل کو چاہئے کہ وہ اپنے پیچھے ایسی چیزیں نہ چھوڑے۔ جن کی وجہ سے قبر وقیامت میں عذاب کا مستحق ہو۔ بلکہ وہ چیزیں چھوڑے جن سے اجر وثواب پائے۔ آگے فرمایا سب کچھ ہم نے لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے۔

فائدہ: لوح محفوظ کو امام اس لئے کہا کہ سب کچھ اس کے مطابق ہو رہا ہے۔

(آیت نمبر۱۳) اے محبوب ان مشرکین مکہ کو بستی والوں کا واقعہ سنا کر انہیں نصیحت فرمائیں۔

فائدہ: وہ بھی کفر وشرک میں غالی تھے یہ بھی غالی ہیں۔ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا یہ بھی آپ کو جھٹلاتے ہیں۔ ان کا انجام برا ہوا۔ کہیں ان کا انجام بھی برا نہ ہو۔ **واقعہ**: بستی سے مراد انطاقیہ ہے۔ جو بارہ میلوں پر پھیلا ہوا شہر تھا۔ کئی قلعے تھے۔ جن میں چشمے بھی تھے۔ اس شہر میں مشرکین اور کفار کثرت سے موجود تھے۔ آگے فرمایا کہ انہیں بتائیں کہ جب ان کے پاس رسول آئے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تشریف لے گئے۔



اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ

جب بھیجا ہم نے ان کی طرف دو (حضرات) کوتو انہوں نے جھٹلا دیا ان کو پھر غلبہ دیا تیسرے کے ساتھ۔

فَقَالُوْآ اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

توبولے بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے۔

(آیت نمبر۱۴) پہلے ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے۔ اگر چہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا۔ لیکن پیغمبر کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جمع متکلم کا صیغہ بول کر واضح کر دیا۔ کہ ہم دونوں نے بھیجا۔ گویا اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں بھیجا تو جب وہ رسول ان کے پاس آئے اور انہیں حق کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر سوچے سمجھے نہ صرف ان کی تکذیب کی بلکہ انہیں سخت سزائیں دیکر قید میں ڈال دیا۔

آگے فرمایا کہ پھر ہم نے تیسرے رسول کے ذریعے انہیں قوت دی۔ اس تیسرے سے مراد شمعون ہیں۔ یہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اول تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ تینوں مستقل رسول تھے یا نہیں۔ بعض نے لکھا ہے۔ یہ رسول نہیں تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام لے جانے کی وجہ سے رسول کی مجازی نسبت ان کی طرف کر دی گئی جنہوں نے انطاکیہ والوں سے کہا۔ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ تا کہ تم ایمان لے آؤ۔ **واقعہ**: جب دو مبلغوں کو پہلے بھیجا گیا تو عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے انہیں وہاں کی بولی بھی آ گئی۔ جب وہ انطاکیہ کے قریب پہنچے تو ان کی پہلی ملاقات حبیب نجار سے ہوگئی۔ جو بت بنا کر بیچتا تھا۔ انہوں نے اس کو بتایا کہ ہمیں عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا ہے کہ تمہیں توحید کا درس دیں اور تمہیں بتائیں کہ بتوں کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ بوڑھے نے کہا۔ میرا بیٹا دیوانہ ہے۔ اگر تمہارا خدا اسے تندرست کر دے تو میں ایمان لے آؤں گا۔ انہوں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دے دی تو حبیب ایمان لے آیا یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ اس طرح اور بہت سارے لوگوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ جب بادشاہ کو اطلاع ملی کہ لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ تو اس نے انہیں فوراً قید کر دیا تو جناب عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو بھیج دیا۔ انہوں نے وہاں اچھا اثر رسوخ بنالیا۔ بادشاہ بھی بڑا ان سے مانوس ہوا۔ ایک دن شمعون نے کہا کہ آپ کی جیل میں دو قیدی ہیں۔ انہیں بلا کر اگر ان سے وضاحت نہ لی جائے۔ بادشاہ نے دونوں کو بلایا۔ شمعون نے اجنبی بن کر ان سے پوچھا۔ تم نے کیا دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم کہتے ہیں اللہ ایک ہے۔ اسی کی عبادت کرو۔ سب کچھ اسی نے بنایا۔ شمعون نے کہا۔ کوئی دلیل ہے۔ انہوں نے کہا جو بادشاہ کہے۔ بادشاہ نے کہا یہاں ایک لڑکا ہے۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ

وہ بولے نہیں ہو تم مگر انسان ہماری طرح۔ اور نہیں اتاری رحمٰن نے کوئی چیز نہیں

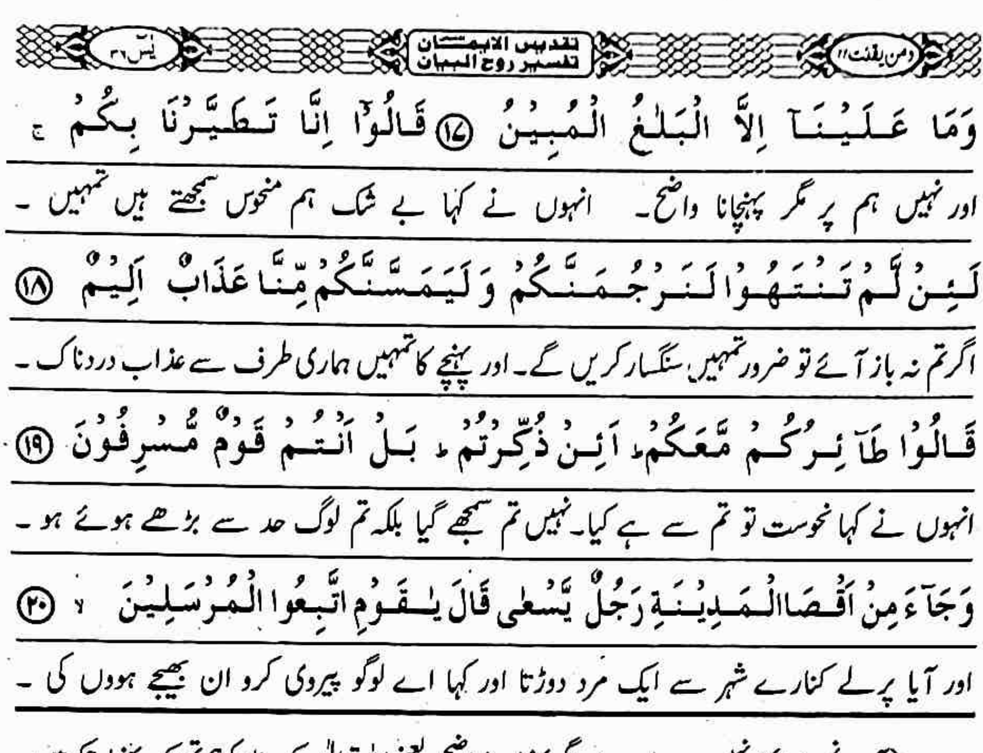
اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

تم مگر جھوٹے۔ بولے ہمارا رب جانتا ہے بے شک ہم تمہاری طرف ہی بھیجے گئے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۴) جس کی آنکھوں کی جگہ پر چمڑہ آ گیا ہے۔ کیا تمہارا خدا اسے ٹھیک کر دیگا۔ انہوں نے کہا۔ لے آؤ۔ وہ لڑکا لایا گیا تو انہوں نے دو ڈھیلے مٹی کے بنا کر آنکھوں پر رکھے تو وہ اسی وقت بینا ہو کر دیکھنے لگا۔ بادشاہ بڑا حیران ہوا۔ پھر بادشاہ نے کہا ہمارے ایک جاگیردار کے بیٹے کو مرے ہوئے سات دن ہو گئے۔ انہوں دفن نہیں کیا تو کیا تمہارا رب اسے بھی زندہ کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ بادشاہ کے حکم پر وہ لایا گیا۔ انہوں نے جوں ہی دعا کی وہ بچہ زندہ ہو گیا اور کہا مجھے مرنے کے بعد جہنم میں ڈالا گیا کیونکہ میں کفر پر مرا۔ میں تمہیں بھی کہوں گا کہ کفر وشرک سے توبہ کر لو اور کلمہ شریف پڑھ کر ان تینوں کی بات مان لو۔ بادشاہ بہت متاثر ہوا۔ پھر شمعون نے بھی ساری حقیقت بیان کر دی تو بادشاہ ایمان لے آیا مگر باقی لوگ کفر پر ہی رہے۔ بلکہ مبلغین کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ حبیب نجار اور دیگر اسلام قبول کرنے والوں کو بھی انہوں نے شہید کر دیا تو ان پر قہر الٰہی نازل ہوا کہ ایک فرشتے کی گرج سے وہ سب مر گئے۔

(آیت نمبر۱۵) جب انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے رسول ہیں تو لوگوں نے کہا تم تو ہماری ہی طرح انسان ہو ان کا بھی یہی خیال تھا۔ کہ رسول انسانوں سے نہیں ہوتے۔ آگے کہا کہ رحمان نے تو کوئی چیز نازل نہیں کی تم تو نرے جھوٹے ہو۔ جو دعوۂ نبوۃ کرتے ہو۔ یعنی انطا کیہ والوں نے نہ صرف انہیں جھٹلایا بلکہ انہیں شہید بھی کر دیا۔

(آیت نمبر۱۶) انہوں نے کہا۔ ہمارا رب جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ تمہیں آخرت یعنی قیامت کے عذاب کا ڈر سنائیں۔ وہ ہم نے اپنی ڈیوٹی ادا کر دی ہے۔ تم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانو۔ اور قیامت کے بارے میں یہ یقین رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ اور اس تمہارا حساب وکتاب ہوگا۔ اور تمہارے دنیوی اعمال کے مطابق تمہیں ثواب یا عذاب دے گا۔



وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ

اور نہیں ہم پر مگر پہنچانا واضح۔ انہوں نے کہا بے شک ہم منحوس سمجھتے ہیں تمہیں۔

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾

اگر تم نہ باز آئے تو ضرور تمہیں سنگسار کریں گے۔ اور پہنچے گا تمہیں ہماری طرف سے عذاب دردناک۔

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

انہوں نے کہا نحوست تو تم سے ہے کیا۔ نہیں تم سمجھے گیا بلکہ تم لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہو۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۙ ﴿۲۰﴾

اور آیا پرلے کنارے شہر سے ایک مرد دوڑتا اور کہا اے لوگو پیروی کرو ان بھیجے ہوؤں کی۔

(آیت نمبر ۱۷) اور نہیں ہے ہمارے ذمہ مگر پہنچا دینا واضح۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو ہم تم تک پہنچا چکے ہیں۔ اب ہم اپنے عہدہ سے بری ذمہ ہیں۔ اب ہم پر کوئی پکڑ نہیں۔ اب ایمان لاؤ تو تمہارا فائدہ۔ نہیں لاؤ گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ ہم تمہیں واضح طور پر بتا چکے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۸) وہ بولے کہ ہم تم سے بری فال لیتے ہیں۔ **فائدہ:** یہ جاہلانہ طریقہ ہے۔ جو بات خواہشات کے موافق ہو اسے اچھا سمجھنا اور جو خواہشات کے خلاف ہو اسے منحوس سمجھنا۔ خواہ اس میں سعادت دارین ہو۔ مزید کہا کہ اگر تم اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ یا ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ یعنی معمولی سزا نہیں بلکہ سخت سے سخت تر سزا دینگے۔ (وہ خبیث چونکہ شیطان کے ہتھے چڑھے ہوئے تھے۔)

(آیت نمبر ۱۹) انہوں نے ان کو جواب میں کہا کہ نحوست تو در حقیقت تمہارے اپنے برے اعتقاد اور برے اعمال کی وجہ سے ہے کہ جو تم نے کفر و شرک کیا۔ اور تکذیب کر رہے ہو۔ حد سے بڑھنے والوں سے ہو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ وہ پرلے درجے کا منحوس ہوتا ہے۔

(آیت نمبر ۲۰) اور انطا کیہ کے باہر دور سے ایک شخص دوڑتا بھاگتا ہوا آیا۔ جس کا نام حبیب نجار ہے جو اس بستی میں سب سے پہلے ایمان لایا اور وہ انطا کیہ سے بارہ میل دور سے دوڑ کر آیا۔

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

پیروی کرو ان کی جو نہیں مانگتے تم سے کوئی اجر اور وہ ہدایت والے ہیں

(بقیہ آیت نمبر۲۰) اسے جب معلوم ہوا کہ انطاکیہ کے لوگ ان رسولوں کو قتل کرنے کے درپے ہیں تو اس نے لوگوں سے کہا کہ ان رسولوں کو قتل مت کرو بلکہ تم ان کی پیروی کرو جو کچھ یہ فرمار ہے۔اس پر عمل کرو۔تاکہ قیامت کے عذاب سے بچ جاؤ۔یہ جو بھی بات کہہ رہے ہیں۔وہ حقیقت ہے۔اسے تسلیم کرو۔

(آیت نمبر۲۱) ان کی نصیحتوں کو مانو جو تم سے کسی مال ودولت یا معاوضے کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے اور وہ ہدایت یافتہ بھی ہیں۔یعنی جو دین ودنیا کی بھلائی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔یا وہ راستہ بتانے والے ہیں جو جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔لہذا ایسے لوگوں کی اتباع ازحد ضروری ہے۔**نکتہ**: علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کلام میں تاکید ہے کہ ان لوگوں کی اتباع کی جائے۔جو دنیوی اغراض سے پاک ہوں اور جن کی گفتگو میں دین ودنیا کی بھلائی ہو(اور اس میں ان پیروں کی مذمت ہے جو غریبوں جاہلوں سے مال بٹور کر اپنی دنیا سنوارتے ہیں۔)

فضائل سورۂ یٰسین: (۱) جو بندہ اس سورۃ کو رضاء الٰہی کیلئے پڑھے۔اللہ تعالیٰ اسے بائیس قرآن پڑھنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔(۲) جس شخص کے پاس موت کے وقت یہ سورۃ پڑھی جائے۔تو اس سورۃ کے حرفوں کے برابر فرشتے وہاں آکر اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔پھر جنازے میں شریک ہو کر پھر اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔اور اس کے دفن ہونے تک وہ فرشتے وہیں رہتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں۔(۳) جس مسلمان کی سکرات موت کے وقت سورہ یاسین پڑھی جائے تو ملک الموت اس کی اس وقت تک روح قبض نہیں کرتا۔جب تک کہ اسے جنت کی بشارت جنت کا داروغہ آکر نہیں دیتا۔اس سے وہ تروتازہ ہو جاتا۔اور وہ جنت مین جانے تک تروتازہ ہی رہتا ہے۔(۴) **حدیث شریف**: بے شک قرآن میں ایک سورۃ ہے۔جو اپنے تلاوت کرنے والے کی سفارش کرے گی۔اور سننے والے کو بخشوائے گی۔اس سورۃ کو سورۂ معمہ کہا جاتا ہے۔پوچھا گیا۔حضور معمہ کیا ہے۔تو فرمایا۔جس کی خیر دونوں جہانوں میں عام ہے۔اور یہ قیامت کا ھول پڑھنے والے سے دور کردے گی۔اسی لئے اسے دافعہ اور قاضیہ بھی کہا جاتا ہے۔(۵) **حدیث** جو اسے پڑھے۔اسے بیس حجوں کے برابر ثواب ملے گا اور سننے والے کو راہ مولا میں ہزار دینار خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔(۶) جو اسے پڑھے رات کو اس کے گناہ معاف ہو گئے۔(۷) یحیٰ بن کثیر فرماتے ہیں ہمیں معلوم ہوا ہے۔کہ جو سورہ یاسین صبح پڑھے وہ شام تک خوش رہتا ہے۔اور جو شام کو پڑھے۔وہ صبح تک خوش رہتا ہے۔(مزید فضائل فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

کیا ہے مجھے کہ نہ میں عبادت کروں اس ذات کی جس نے پیدا کیا۔ اور اسی کی طرف ت لوٹائے جاؤ گے۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ

کیا میں اس خدا کو چھوڑ کر اور کئی خداؤں کو اپنا خدا بناؤں۔ اگر خداوند کریم مجھے تکلیف دینے کا ارادہ کرلے

لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾

تو نہیں بچا سکتی مجھے ان کی سفارش کچھ بھی اور نہ مجھے وہ بچا سکتے ہیں۔

(آیت نمبر۲۲) حبیب نجار نے جب قوم کو منع کیا کہ ان رسولوں کو کچھ نہ کہو تو انہوں نے کہا۔ کیا تو بھی مسلمان ہوگیا تو اس نے اپنے ایمان کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس ذات کو کیوں نہ پوجوں جس نے مجھے عدم سے وجود میں لایا اور اپنے خاص لطف وکرم سے مجھے پالا پوسا۔ اور اے میری قوم ہم سب لوٹ کر بھی اسی کے پاس جائیں گے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا۔ **فائدہ**: یعنی بروز قیامت اسی کی بارگاہ میں حساب وکتاب کیلئے اور جزاء وسزا کیلئے لازماً جائیں گے۔ اگر ہم نے شرک کیا۔ تو پھر ہم سخت سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔

(آیت نمبر۲۳) یعنی جس اللہ تعالیٰ کی ذات نے مجھے پیدا کیا۔ کیا میں اسے چھوڑ دوں اور ان باطل معبودوں کو اپنا خدا بنالوں۔ جو نہ کسی کو نفع دیں۔ نہ مخالف کا نقصان کرسکیں۔

فائدہ: اے میری قوم مجھے یہ بتاؤ اگر میرا رب مجھ کو ضرر پہنچانا چاہے تو یہ معبودان باطلہ مجھے اس تکلیف سے ہرگز نہیں بچا سکتے۔ نہ ان کی وہاں کوئی سفارش چل سکتی ہے۔ نہ مجھ سے اس ضرر کو دور کرسکتے ہیں۔

فائدہ: امام سہیلی فرماتے ہیں کہ حبیب نجار نے یہ بات اپنے تجربے کی بناء پر کی کیوں کہ اسے چیچک کی بیماری تھی۔ اس نے ساری زندگی بتوں کو پکارا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور ان رسولوں سے دعا کرائی تو فوراً شفا مل گئی۔ یا اس کا بیٹا اس مرض موذی میں مبتلا تھا۔ بتوں نے اسے کوئی فائدہ نہ دیا نہ وہ کرسکتے تھے۔ حقیقی رب سے دعا مانگنے کی دیر تھی اسی وقت وہ شفایاب ہوگیا۔ **سبق**: لہٰذا اس نے انہیں سمجھایا۔ اے میری قوم دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتے ہو۔ تو اس معبود حقیقی سے تعلق جوڑ لو۔ اور ان معبودان باطلہ سے جان چھڑا لو۔

اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

بے شک میں تو پھر کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بے شک میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں لہذا میری بات غور سے سن لو

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

کہا گیا داخل ہو جا جنت میں۔ تو اس نے کہا اے افسوس میری قوم بھی جان لیتی ۔

بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾

جو میرے رب نے مجھے بخشش کی اور مجھے مکرم لوگوں سے بنایا۔

(آیت نمبر۲۴) مشرک پرلے درجے کا گمراہ ہوتا ہے کیونکہ وہ انہیں پوجتا ہے۔ جو نہ نفع پہنچائیں۔ نہ نقصان ہٹائیں۔لہذا ان بتوں کو پوجنے والا بہت بڑا جاہل اور احمق ہے کہ وہ قادر قدیر ذات کو چھوڑتا ہے۔ جس نے سب کچھ بنایا اور ان نکموں کو پوج رہا ہے۔ جنہوں نے کچھ نہیں بنایا۔ الٹا لوگوں کو جہنمی بنایا۔

(آیت نمبر۲۵) یہ جملہ حبیب نے اس لئے کہا تا کہ وہ جان لیں کہ اصل رب وہی ہے جس نے سب کو پیدا کیا۔ اور سب کی پرورش کی۔ اگر وہ (امنت بربی) کہتا تو انہوں نے کہنا تھا تو اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ ہم اپنے خداؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ آگے کہا تم میرے اس وعظ و نصیحت کو مان لو کیونکہ جس عقیدے پر تم ہو وہ باطل ہے۔

فائدہ :جب حبیب انہیں وعظ و نصیحت کر چکا تو ان ظالموں نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے پاؤں کے نیچے روندا جس سے اس کی آنتیں باہر آ گئیں اور پھر اسے کنویں میں ڈال دیا۔ کما قال ابن مسعود۔ امام سدی فرماتے ہیں کہ انہوں نے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا اور وہ یہی کہتا رہا۔ اے میرے رب میری قوم کو ہدایت دے۔

(آیت نمبر۲٦) جب حبیب شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے حبیب تو جنت میں داخل ہو جا۔ جیسے باقی شہداء جنت میں چلے گئے۔ یہ اسے جنت کی بشارت دی گئی تو حبیب نے جنت کی نعمتیں دیکھ کر آرزو کی کہ کاش میری قوم والے بھی توبہ کر لیتے۔ کفر چھوڑ کر ایمان میں داخل ہو جاتے تو وہ بھی یہ کرامات اور انعامات پا لیتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے دوستوں نے یہ انعامات و کرامات اس سے پہلے حاصل کیں۔

(آیت نمبر۲۷) سبحان اللہ حبیب نجار نے اپنی قوم کو زندگی میں بھی نصیحتیں کی اور اب مرنے کے بعد بھی کر رہے ہیں کہ میرے رب کریم نے میرے کفر و شرک چھوڑنے اور کفار کی اذیتوں پر صبر کرنے کا کتنا بڑا صلہ دیا۔

وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا

اور جو اتارا ہم نے اس کی قوم پر۔ اس کے بعد لشکر آسمان سے اور بھی جو

كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۸﴾ اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ﴿۲۹﴾

کچھ ہم اتارنے والے ہیں۔ نہیں تھی مگر ایک ہی گرج تو اس وقت بجھے ہوئے کی طرح ہو گئے

(بقیہ آیت نمبر ۲۷) اور یہاں میری کتنی بڑی عزت افزائی ہوئی۔ کاش میری قوم والے اس اعزاز واکرام کو دیکھتے تو وہ بھی کفر وشرک کو چھوڑ دیتے۔ اور ایمان لے آتے۔ تا کہ ان کی بھی مرنے کے بعد یوں عزت ہوتی۔

فائدہ: مومن لوگوں کو نصیحت کرنے والا ایسا ہی ہونا چاہیے جو کسی کے تعصب اور سرکشی کو نہ دیکھے۔ بلکہ وہ نصیحت کرتا ہی رہے۔ حالات پر نظر نہ کرے۔ کہ کون کیا کہتا ہے۔

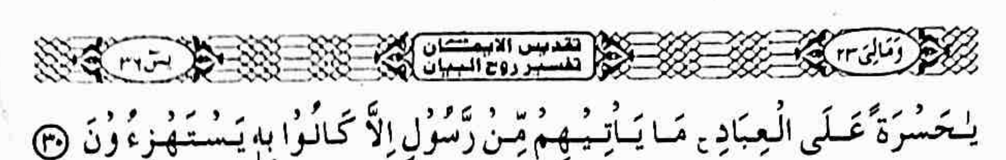
(آیت نمبر ۲۸) حبیب کی قوم یعنی انطا کیہ والوں پر حبیب کی شہادت کے بعد ہم نے آسمان سے ایک لشکر اتارا تا کہ اس قوم سے بدلہ لیں۔ جیسے بدر میں فرشتے اتار کر کفار مکہ کو ہلاک کیا۔ سابقہ جتنی قومیں ہلاک ہوئیں کوئی طوفان کوئی گرج سے تو کسی قوم کی شکلیں مسخ ہوئیں اور کوئی زمین میں دھنسے۔ ہر قوم کی ہلاکت کسی وجہ سے ہوئی۔

فائدہ: اس آیت میں انطا کیہ والوں کی ہلاکت کو بڑی حقارت سے بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ ایک فرشتے کی گرج لاکھوں انسانوں کو تباہ کر سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے بدر میں ہزاروں کی تعداد میں فرشتے حضور ﷺ کی عزت افزائی کیلئے نازل فرمائے۔ اس میں ظاہراً حبیب نجار کی شان کو بیان کیا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی شان کو بھی واضح کر دیا۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی فرشتے کی مدد وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(آیت نمبر ۲۹) انطا کیہ والوں کی تباہی اور بربادی جبریل امین کی ایک ہی گرجدار آواز سے ہوگئی۔ کہ وہ سب مر کر ایسے خاموش ہو گئے۔ جیسے آگ بجھ جاتی ہے۔ جن میں کوئی حس وحرکت نہ رہی۔

فائدہ: رسولوں اور حبیب نجار کی شہادت کے تیسرے دن ہی ان پر عذاب آیا اور بعض روایات میں ہے کہ اسی دن ان پر عذاب آیا۔ جس دن انہوں نے ان کو قتل کیا۔ انہوں نے اللہ والوں کو قتل کر کے اپنا بیڑا غرق کر لیا۔

فائدہ: ان کی سزا میں جلدی اس لئے کی گئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو بلا وجہ شہید کیا جو اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے دشمنی رکھے اللہ تعالیٰ کا ان پر اسی طرح قہر وغضب اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے بچائے۔



یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

ہائے افسوس بندوں پر۔ نہیں آئے ان کے ہاں کوئی رسول مگر وہ لوگ ان سے ٹھٹھہ مزاح کرتے تھے۔

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ؕ ﴿۳۱﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی سنگتوں کو ہلاک کیا۔ کہ بے شک وہ ان کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۠ ﴿۳۲﴾

اور بے شک سب کے سب لوگ ہمارے ہاں حاضر کئے جائیں گے۔

(آیت نمبر۳۰) یعنی جو لوگ اپنی سرکشی پر یوں ہی ڈٹے رہتے ہیں۔ ان پر افسوس ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی نصیحت کرنے والے آئے جس میں ان کیلئے دونوں جہانوں کی سعادت تھی تو انہوں نے بجائے ماننے کے الٹا اس کا انکار کر دیا۔ اس لئے ایسے لوگوں پر افسوس ہی ہے اور ان کافروں کی ہمیشہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے تکبر و غرور میں آ کر اللہ کے نبیوں اور ولیوں کو حقیر جانتے اور ان سے ٹھٹھہ مخول کرتے اور ان کے لائے ہوئے دین اور ان کی دعوت کا انکار کرتے تھے۔ **فائدہ:** اس میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان اہل مکہ کے استہزاء سے پریشان نہ ہوں۔ سب رسولوں کے ساتھ کفار نے ایسا ہی سلوک کیا اور قیامت کے دن ان سے بھی ایسا ہی ہوگا۔

(آیت نمبر۳۱) مشرکین مکہ کیلئے اس میں وعید ہے تاکہ وہ ان سے عبرت پکڑیں اور شرک و کفر سے باز آئیں۔ **فائدہ:** قرن سے مراد سابقہ امتیں ہیں۔ کفار مکہ سے سوال ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں کہ سابقہ بے شمار امتوں پر عذاب کیوں آئے۔ اس لئے کہ وہ مشرک تھے۔ اسی وجہ سے ان کی ہلاکت ہوئی اور پھر وہ دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں آئے۔ اس سے وہ عبرت نہیں حاصل کرتے اور متنبہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح یہ اہل مکہ بھی ہلاک ہوں گے اور پھر دنیا میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

(آیت نمبر۳۲) یعنی بروز قیامت ساری مخلوق حساب و کتاب کیلئے اور جزاء و سزا کیلئے ہمارے پاس حاضر کئے جائیں گے۔ یعنی جب بروز قیامت دوبارہ زندہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو جو مومن مخلص نیک اور عادل ہوگا۔ اس کی عزت افزائی ہوگی اور کافر منافق اور ریاکار ذلیل و رسوا ہوں گے۔ یعنی کچھ تو اپنی کامیابی پر انتہائی خوش ہوں گے اور کچھ اپنی حماقت پر حسرت و افسوس کر رہے ہوں گے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾

نشانی ہے ان کے لئے زمین مردہ کو ہم نے زندہ کیا۔ اور نکالے ہم نے اس سے دانے جو وہ کھاتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۙ ﴿۳۴﴾

اور بنائے اس زمین میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے۔ اور جاری کئے اس میں چشمے۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۲) یہی سلسلہ اب تک جاری وساری ہے کہ آج بھی مالدار متکبر لوگ اہل حق کی مخالفت اور اولیاء اللہ سے دشمنی کرتے ہیں اور ان سے مزاحیں کرتے ہیں۔ ان کا بھی حال وہی ہوگا جو انبیاء کرام علیہم السلام سے مزاحیں کرنے والوں کا ہوا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔

(آیت نمبر ۳۳) قیامت کے دن اٹھنے پر بہت بڑی نشانی ہے اور واضح دلیل ان اہل مکہ کیلئے مردہ یعنی خشک زمین ہے۔ جہاں کوئی گھاس وغیرہ نہ ہو۔ ہم نے اسے پانی برسا کر سرسبز وشاداب کر کے زندہ کیا۔

فائدہ: جس طرح دانہ زمین میں جا کر ایک پودا بن کر باہر آتا ہے۔ اسی طرح مردوں کو زندہ کر کے زمین سے نکال لیا جائیگا۔ بارش اترنے کے بعد اس زمین سے دانے نکالے جن دانوں میں سے بعض کو پیس کر آٹا بناتے اور پکا کر کھاتے ہیں۔ اور بعض اور بھی فائدے حاصل کرتے ہیں۔

فائدہ: حضور ﷺ نے فرمایا روٹی کی عزت کیا کرو جو لوگ روٹی کی عزت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھوک کی آزمائش میں ڈال دیتا ہے اور جو نیچے گرے ہوئے ٹکڑے کو اٹھا کر کھالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تین نسلوں تک کسی کو بے وقوف پیدا نہیں کرتا۔ **فائدہ**: ایک اور حدیث میں فرمایا۔ جو روٹی کی عزت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی عزت کرائے گا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا۔ اے اللہ تو نے اسلام کے بعد روٹی سے ہمیں نفع پہنچایا۔ اگر یہ روٹی نہ ہوتی تو نہ ہم روزے رکھ سکتے نہ نماز نہ حج نہ جہاد کر سکتے۔

(آیت نمبر ۳۴) یعنی زمین میں باغات پھلوں سے بھرے ہوئے بنائے۔

فائدہ: صرف کھجوروں اور انگوروں کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کے منافع بھی زیادہ ہیں اور یہ زمین پر پہلا درخت ہے اور یہ ہماری پھوپھی ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام سے جو مٹی بچ رہی۔ اس سے یہ کھجور بنائی گئی اور کھجور کھڑی انسان کے مشابہ ہے۔ **فائدہ**: اسی طرح انگور میں بھی بہت ساری خصوصیات ہیں۔

لِيَأْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

تاکہ تم کھاؤ اس کا پھل اور جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کیا۔ کیا پس وہ شکر نہیں کرتے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ

پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے۔ اور

اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

(جو بنایا) خودان سے اوران چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔

(آیت نمبر ۳۵) ہم نے زمین میں کھجور اور انگور اس لئے پیدا کئے کہ تم ان کے پھل کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ شکریہ ادا کرو۔ اوران کے حقوق بھی ادا کرو اور وہ اشیاء بھی کھاؤ جو تم نے خود محنت سے کمائیں۔ اگرچہ ہل چلا کر زمین کو تم نے نرم کیا۔ لیکن سب اشیاء کو پیدا اللہ تعالیٰ نے کیا۔ آگے فرمایا کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ یعنی ایسی اعلیٰ اور بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ تو تمہارا حق ہے کہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانو اوراس کی تسبیح وتقدیس بیان کرو اوراس کی عطا کردہ نعمتوں پراس کا شکرادا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں مزید نعمتوں سے نوازے۔

(آیت نمبر ۳۶) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار ہے۔ یعنی پاک ہے وہ ذات کہ جس نے جوڑے بنائے ہر چیز کے۔ اس سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جو زمین اگاتی ہے۔ ان میں سے کچھ کا ذکر ہوا۔ کچھ کا نہیں اور فرمایا کہ ہم نے ان کے اپنے نفسوں میں بھی جوڑے بنائے۔ یعنی نر اور مادہ اور بعض وہ بھی چیزیں ہیں کہ جن کا انہیں علم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تمام اشیاء کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

فائدہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس سے بحر وبر اور زمین وآسمان کی مخلوق مراد ہے۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ انسان تمام مخلوق کی کنہ تک نہیں جانتا اور بعض اشیاء کے نام کو جانتا ہے۔ حقیقت کو نہیں جانتا جیسے روح کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ تعالیٰ کے۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ ﴿۳۷﴾

اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے۔ ہم اس پر سے دن کھینچ لیتے ہیں جبھی وہ اندھیروں میں ہیں۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ؕ ﴿۳۸﴾

اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے۔ یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔

(آیت نمبر ۳۷) اہل مکہ کیلئے ہماری قدرت کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ سیاہ کالی رات کو چیر کر ہم دن کے اجالے کو نکال کر لے آتے ہیں جیسے چمڑے کو اتار کر جسم سے الگ کر دیتے ہیں۔ پھر اس وقت اچانک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ **فائدہ:** اس سے معلوم ہوا دنیا کا اصل اندھیرا ہے۔ کچھ وقت کیلئے سورج نکلتا ہے تو اس وقت اندھیرا ہٹ جاتا ہے۔ پھر جوں ہی سورج غروب ہو جاتا تو پھر اندھیرا اپنے ڈیرے ڈال لیتا ہے۔

رات افضل ہے یا دن: عوام کیلئے دن افضل ہے کہ لوگ دن میں رونق فرحت وسرور پاتے ہیں اور اللہ والوں کیلئے رات افضل ہے کہ اس میں انہیں راحت وسکون ملتا ہے عبادت میں اخلاص ملتا ہے ریاء سے بچ جاتے ہیں۔

(آیت نمبر ۳۸) سورج بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جس نے سارے جہان کو اپنے نور سے چمکا رکھا ہے اور وہ اپنی قرار تک کیلئے چلتا ہے۔ جو اس کی مخصوص قرارگاہ اور ایک مقرر حد ہے۔ جس کا دورسال میں مکمل ہوتا ہے۔ جیسے ایک مسافر اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے منزلیں طے کرتا جاتا ہے۔ **فائدہ:** اسے سیارہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کی رفتار باقیوں کی نسبت تیز ہوتی ہے۔ کم رفتار ستاروں کو ثوابت کہتے ہیں۔ **فائدہ:** یاد رہے سورج کے بارہ برج ہیں۔ ایک برج سے دوسرے برج تک اس کا مخصوص استقرار ہوتا ہے۔ ہر روز کی ایک حد مقرر ہے اور اس کے مشارق تین سو ساٹھ ہیں اسی طرح مغارب بھی۔ ہر روز کا طلوع اور غروب الگ جگہ ہوتا ہے۔

سورج رب کو سجدہ کرتا ہے: ابوذر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد کہاں جاتا ہے۔ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ سورج جا کر عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ پھر اسے اجازت ہوتی ہے۔ تو تب دوسرے دن طلوع کرتا ہے۔ الخ آگے فرمایا اس کا اندازا اس قادر مطلق کو ہے جو سب پر غالب ہے۔ جس کا علم سب کو محیط ہے۔

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾

اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں۔ یہاں تک کہ پھر ہوگیا جیسے کھجور کی پرانی ڈالی (ٹہنی)

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ

سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑے۔ اور نہ رات سبقت لے جائے

النَّهَارِ ط وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

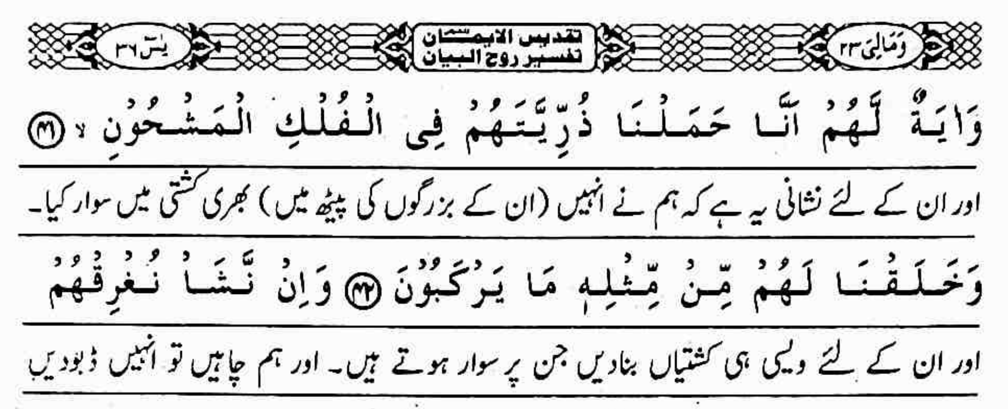
دن پر۔ اور ہر ایک ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔

(آیت نمبر ۳۹) ہم نے چاند کی بھی منزلیں معین اور مقدر فرمائیں یہ کل اٹھائیس منزلیں ہیں۔ چاند ہر رات ایک منزل میں اترتا ہے۔ ایک ذرہ برابر آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ آخری منزل سورج کے پیچھے ہوتی ہے۔ انتیسویں کو نکلنا شروع ہوتا ہے کبھی نظر آتا ہے کبھی نہیں۔ امت محمدیہ کا تعلق قمری تاریخوں سے ہے۔ **فائدہ:** یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جب چاند انتیسویں تاریخ کو سورج کے پیچھے سے نکلنا شروع کرے۔ تو غیر مسلموں کیلئے وہ چاند پہلی تاریخ کا ہوجاتا ہے مگر مسلمانوں کیلئے جب نظر آئے تو اس کی پہلی تاریخ ہوتی ہے۔ (مگر شومئی قسمت ہم انگریزی تاریخ پر چل پڑے اور چاند کی تاریخ کو بھول گئے)۔ آگے فرمایا کہ چاند کم ہوتے ہوتے آخری تاریخوں میں باریک کمان کی شکل پر ہوجاتا ہے یا پرانی کھجور کی ٹہنی کی طرح جب وہ خشک ہوجائے۔

(آیت نمبر ۴۰) سورج کے لائق نہیں ہے کہ تیز رفتار ہو کر چاند کو پالے۔ اس لئے کہ چاند سورج سے بہرحال تیز رفتار ہے کیونکہ چاند ایک ماہ میں جتنی منزلیں طے کرتا ہے۔ سورج پورے سال میں طے کرتا ہے۔ اس لئے سورج چاند کو نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ: سورج اپنی رفتار حد مقررہ سے کم کردے تو ہر چیز جل جائے اور تیز کردے تو فصول اربعہ کا نظام درہم برہم ہوجائے۔ آگے فرمایا کہ جس طرح سورج چاند کو نہیں پاسکتا اسی طرح رات دن پر سبقت نہیں کرسکتی۔ یہ سب نظام قدرت ہے۔ ہر ایک اپنی باری پر آجارہا ہے۔ کسی چیز میں کبھی کمی بیشی نہیں آئی۔

آگے فرمایا کہ سب چاند سورج ستارے وغیرہ آسمانوں میں چل رہے ہیں۔



وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ﴿۴۱﴾

اور ان کے لئے نشانی یہ ہے کہ ہم نے انہیں (ان کے بزرگوں کی پیٹھ میں) بھری کشتی میں سوار کیا۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ

اور ان کے لئے ویسی ہی کشتیاں بنادیں جن پر سوار ہوتے ہیں۔ اور ہم چاہیں تو انہیں ڈبودیں

فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ۙ﴿۴۳﴾

تو نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہو اور نہ وہ بچائے جائیں۔

(آیت نمبر ۴۱) اہل مکہ کیلئے ایک اور بڑی نشانی ہماری قدرت کی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی پر سوار کیا۔ یعنی کشتی کا دریا میں چلنا ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہے۔ یعنی نوح علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک آنے والے لوگوں کی روحیں ان کے ساتھ سوار تھیں۔ یا اس وقت کشتی میں سوار ہونے والے لوگوں میں نوح علیہ السلام کی اولاد بھی تھی۔ جن سے آگے نسل انسانی نے چلنا تھا۔ گویا وہ اس میں خود سوار تھے۔

(آیت نمبر ۴۲) ہم نے ان کیلئے کشتیوں جیسی اور بھی چیزیں پیدا کی ہیں۔ جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اس سے مراد اونٹ وغیرہ کی سواری ہے۔ جن پر لوگ سوار ہو کر سفر طے کرتے ہیں۔ گھوڑے کی سواری اسی طرح آج کے دور میں تیز سے تیز تر سواریاں۔

فائدہ: اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات یاد کرا رہا ہے کہ یہ سب چیزیں تمہاری معیشت کا سبب ہیں۔

فائدہ: بعض نے اس سے نوح علیہ السلام کی کشتی مراد لی ہے۔ پھر معنی یہ ہے کہ ان کی اولاد جو قیامت تک ہوگی۔ سب کو اس کشتی میں سوار کیا۔ یعنی قیامت تک آنے والوں کی روحیں سوار ہونے والوں کی پشتوں میں تھیں اس لحاظ سے انہیں ذریۃ کہا گیا۔

(آیت نمبر ۴۳) اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں کیونکہ ان کے کرتوتوں کا تقاضا ہی یہی ہے کہ آن واحد میں وہ غرق ہو جائیں اور انہیں غرق ہونے سے بچانے کیلئے کوئی ان کی فریاد کو بھی نہ پہنچ سکے جو انہیں غرق ہونے سے بچالے۔ یا غرق کرنے والے پانی کو ہی ان سے دور کر دیں۔ تاکہ نہ خود بچ سکیں اور نہ کوئی انہیں بچا سکے۔

اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا

مگر رحمت ہے ہماری اور نفع اٹھانا ایک وقت تک۔ اور جب کہا گیا انہیں ڈرو اس سے

مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ

جو تمہارے سامنے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ اور نہیں آئی ان کے پاس

مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾

کوئی نشانی ان نشانیوں سے جو ان کے رب کی ہیں۔ مگر تھے وہ ان سے منہ پھیرنے والے۔

(آیت نمبر۴۴) مگر رحمت ہو جائے ہماری طرف سے یہاں رحمت سے مراد مشائخ کرام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ان پر ہی ہوتی ہے اور فرمایا کہ اس میں نفع ہے ان کیلئے اس وقت تک جب تک کہ عنایت ازلی ان کی مدد کرے۔

(آیت نمبر۴۵) اور جب کفار مکہ کو ڈر سنانے کیلئے یہ کہا جاتا کہ بچ جاؤ ان سزاؤں سے جو ان امتوں پر اتریں۔ جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ اگر تم ایمان نہ لائے تو ڈر ہے کہ کہیں وہ سزائیں تم پر نازل نہ ہوں۔ یعنی سابقہ واقعات سے انہیں اس طرح عبرت دلائی گئی۔ گویا کہ وہ واقعہ ان کے سامنے ہوا۔ اور وہ عذاب جو آخرت میں تمہارے لئے تیار کیا گیا ہے۔ گویا وہ بالکل تمہارے پیچھے ہے۔ لہذا اس عذاب سے بچنے کیلئے اچھے عمل کرو اور دنیا کی زیب و زینت پر مغرور نہ ہو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ جب رحم ہوگا تو تم آخرت کے عذاب سے نجات پا جاؤ گے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ نجاۃ کا دارومدار رحمت الٰہی پر ہے یعنی جب رحمت ہوگئی تو غضب سے بچ گئے۔

(آیت نمبر۴۶) اور نہیں آئی ان پر کوئی آیت ان کے رب کی آیات سے جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید یا اس کی کاری گری کا ذکر ہو مگر وہ ان سے منہ پھیر لیتے تھے۔ یعنی ان کو جھٹلاتے اور ان کا تمسخر اڑاتے تھے۔ خواہ آیات قرآنی ہوں۔ یا آیات تکوینی۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہوتا ہے۔ جو ان سے مقابلہ کرے یا جھگڑا کریگا وہ ہلاک ہوگا۔ وہ بد بخت اور مردود ہوگا۔ **کبھی شاگرد استاد سے علم میں آگے نکل جاتا ہے**۔ ایک مرتبہ امام اعمش نے امام ابوحنیفہ نے چند مسائل پوچھے اور انہوں نے درست جواب دیئے تو اعمش نے فرمایا یہ کہاں سے لئے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تم سے ہی لئے تو اعمش نے فرمایا ہم دوائیاں بیچنے والے ہی رہے اور تم طبیب بھی بن گئے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ

اور جب کہا گیا انہیں خرچ کرو اس سے جو دیا تمہیں اللہ نے۔ تو کہا کافروں نے

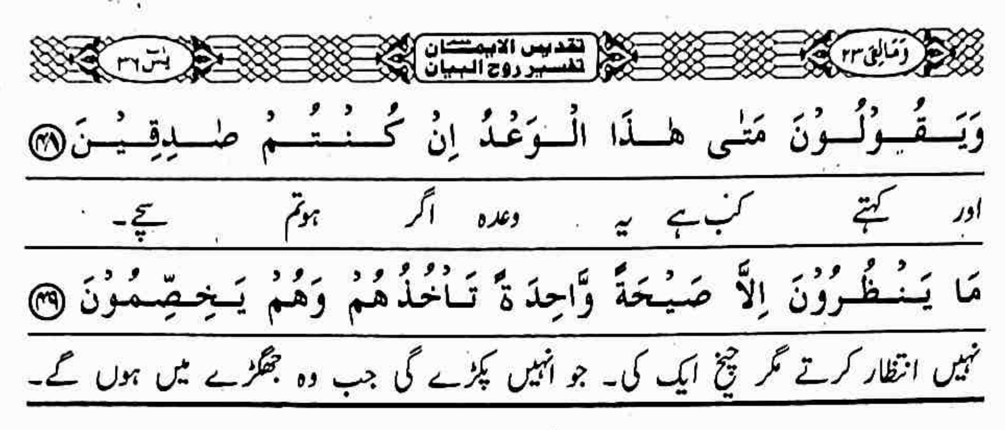
اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

مسلمانوں سے کیا ہم کھلائیں اسے جس کو اگر چاہتا اللہ تو کھلا دیتا۔ نہیں تم مگر گمراہی میں کھلی مکھلے۔

(آیت نمبر ۴۷) اور جب کافروں کو کہا گیا یعنی انہیں بطور نصیحت کہا جائے کہ محتاج لوگوں پر خرچ کرو۔ اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال وغیرہ دیا اپنے فضل وکرم سے تاکہ بلائیں ٹل جائیں اور پریشانیاں دور ہوں تو کافروں نے کہا یعنی مکہ شریف کے زندیقوں نے کہا۔ کہ جنہیں نہیں دیا۔ انہیں ہم کیوں دیں۔

زندیق : جو نہ خدا کو مانے نہ قیامت کو نہ حرام وحلال کو۔ تو انہوں نے مسلمانوں کو از راہ تہکم کہا یا بطور تمسخر کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ان کو مال دار بنا دیتا۔ یا اسے عزت دیدیتا۔ کیا ہم ایسوں کو کھلائیں جنہیں اگر اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا۔ **فائدہ**: یعنی اے مسلمانو۔ تم کہتے ہو کہ ساری مخلوق کو کھانا اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے جنہیں نہیں ملا۔ انہیں اللہ نے نہیں دیا تو جنہیں اللہ ہی نہیں دینا چاہتا۔ انہیں بھلا ہم کیوں دیں اور مسلمانوں سے کہا نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں۔ یعنی تم بھی واضح خطا پر ہو کہ ایک طرف تو تمہارا عقیدہ ہے کہ سب کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں اور ساتھ ہی کہتے ہو کہ تم محتاجوں پر مال خرچ کرو۔ پھر تم اللہ کی مشیت کے خلاف کرنے کا حکم دیتے ہو۔ فائدہ: اصل بات یہ ہے۔ کہ (خوئے بدرا بہانہ بسیار) بدخو آدمی کو بہانے بہت آتے ہیں۔

زندیقوں کا رد: اصل میں زندیق گمراہ لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کو نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو مالدار اور بعض کو غریب بنایا۔ تاکہ وہ آزمائے کہ مال دار اپنے مال کا کیا کرتے ہیں اگر مالدار غریبوں پر خرچ کریں تو انہیں آخرت میں درجات ملیں۔ یہ مال دونوں کیلئے امتحان کا باعث ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے اگر اللہ چاہے تو سب کو مالدار بنا دے۔ ایک بھی غریب نہ ہو اور اگر چاہے تو تم سب کو فقیر بنا دے کسی کے پاس مال نہ ہو (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۹) لیکن اس نے بعض کو دیکر آزمایا کہ یہ فقیر کے ساتھ کیسے سلوک کرتا ہے۔ بعض کو نہیں دیا۔ کہ اب وہ کتنا صبر کرتا ہے۔ اور اگر سب کو مالدار کر دیتا۔ تو پھر ان کے کام کون کرتا؟



وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾

اور کہتے کب ہے یہ وعدہ اگر ہوتم سچے۔

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾

نہیں انتظار کرتے مگر چیخ ایک کی۔ جو انہیں پکڑے گی جب وہ جھگڑے میں ہوں گے۔

(آیت نمبر ۴۸) اہل مکہ مسلمانوں سے کہتے کہ یہ وعدہ کب ہے یعنی قیامت اور حساب و جزا کب ہوگی۔ اصل میں وہ اس کے منکر تھے اور اس بات کو بعید جانتے تھے۔ کہ قیامت یا حساب و کتاب ہوگا۔

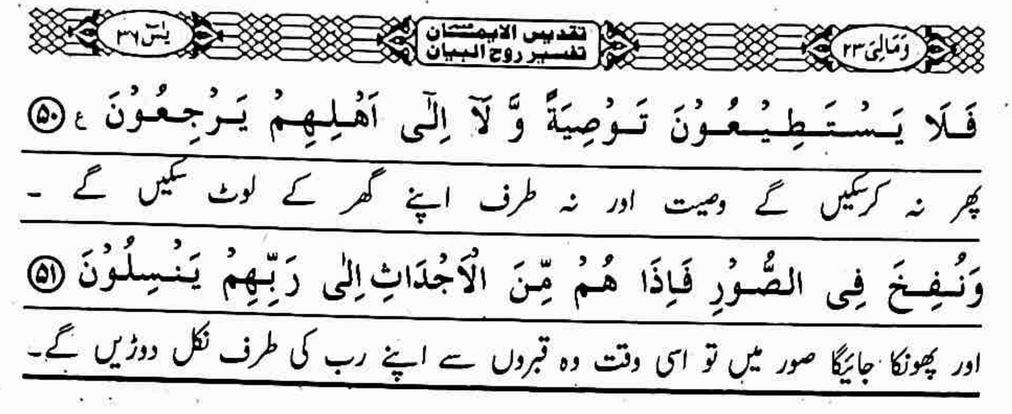
فائدہ: کفار کا مقصد تو صرف ٹھٹھہ مزاح تھا۔

وعدہ سے مراد: یا قیامت کا وعدہ ہے۔ اس میں اگر ان کا مقصد خیر ہے پھر تو وعدہ بھی خیر ہے اور اگر عمل میں شر ہے تو جزاء بھی شر ہی ہوگی۔ آگے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ کیونکہ وہ ان باتوں کو جھوٹ جانتے تھے۔ **فائدہ**: قیامت کے واقعہ ہونے کا سوال کرنا اصل میں دعوت کی تکذیب اور حشر و نشر کے انکار پر مبنی ہے اور اگر وہ تصدیق و اقرار کیلئے پوچھتے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لئے پوچھتے تو انہیں بہت فائدہ ہوتا۔

(آیت نمبر ۴۹) اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ یہ اہل مکہ نہیں انتظار کر رہے مگر ایک ہی گرج کی اس سے مراد یا نفخ اول کی گرج ہے۔ جو سب کو فنا کر دے گی۔ جو آواز اچانک ہوگی اور پوری روئے زمین پر رہنے والی تمام چیزوں تک پہنچ جائے گی۔ اس وقت سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے یا خصم کا معنی جھگڑنا بھی ہے یعنی وہ اپنے تجارتی معاملات میں یا دنیوی امور میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہونگے اس لئے کہ وہ قیامت سے غافل ہیں۔

قیامت کا آنا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگ بیع و شراء کر رہے ہوں گے۔ کپڑے کھولے ہونگے۔ انہیں لپیٹنے کا موقع نہیں ملے گا۔ ایک آدمی کنوئیں میں ڈول ڈالے گا۔ ابھی باہر نہیں نکالیگا۔ نہ دودھ نکالنے والا اونٹنی کا پورا دودھ نکالے گا۔ نہ پی سکے گا۔ کھانا کھانے والا لقمہ منہ کی طرف لے جائیگا۔ ابھی منہ میں نہیں ڈالے گا کہ قیامت قائم ہو جائیگی پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔



فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَآ اِلٰٓی اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾

پھر نہ کرسکیں گے وصیت اور نہ طرف اپنے گھر کے لوٹ سکیں گے ۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور پھونکا جائیگا صور میں تو اسی وقت وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف نکل دوڑیں گے۔

(آیت نمبر ۵۰) تو پھر وصیت کی ہمت نہ ہوگی۔ وصیت سے مراد ایک شیء کو دوسرے تک پہنچانا۔ یا مرنے کے بعد کسی کام کے کرنے کا اولاد وغیرہ کو حکم دینا یا کسی کو کوئی چیز کے دینے کا حکم دینا۔ کہ فلاں کو یہ چیز پہنچانا۔

فائدہ: ابن الشیخ کہتے ہیں کہ جب وہ موت کا کڑکا آئے گا تو پھر کوئی بھی کسی کو وصیت نہیں کر سکے گا۔ خواہ معمولی سی بات ہوگی اس میں عبرت ہے کہ جب معمولی لفظ کہنے کی ہمت نہیں ہوگی تو بڑی اور ضروری بات کون کر سکے گا اور دیگر واجبات کیسے ادا کر سکے گا کیونکہ بات کرنا تو آسان سا عمل ہے۔ جب یہ نہیں کر سکے گا۔ تو بڑے امور کیسے کریگا۔ **فائدہ:** معلوم ہوا کہ قیامت کا وقوع اتنا عظیم امر ہے کہ وہ کسی کام کی مہلت نہیں دے گا۔ وصیت کا ذکر اس لئے کیا کہ جس پر موت طاری ہوتی ہے۔ اس کے لئے وصیت کرنا ایک اہم امر ہے تو جب وہ یہ کام کرنے سے بھی عاجز ہوگا۔ تو بڑے کاموں سے تو اور زیادہ عاجز ہوگا۔

آگے فرمایا کہ وہ اہل وعیال کی طرف بھی لوٹ کر نہ جاسکیں گے۔ اہل وعیال یعنی بیوی بچوں تک یا گھر تک غلاموں تک یا دوستوں تک نہیں جا سکے گا۔ خواہ وہ گھر کے دروازے پر ہو۔ یعنی صیحہ انہیں ایسا گھیرے گا کہ وہ جہاں ہوں گے وہیں مر جائیں گے۔ اس کی مزید تفصیل سورہ زمر میں آئے گی۔

(آیت نمبر ۵۱) **صور کیا ہے:** وہ سینگ کی شکل کا ہے۔ اس میں ارواح کی تعداد کے موافق سوراخ ہیں ہر سوراخ میں ایک روح ہے۔ پہلی دفعہ پھونکنے سے تمام روح ان سوراخوں میں چلے جائیں گے۔ دوسری مرتبہ پھونکنے سے سب روح اپنے اپنے جسموں میں چلے جائیں گے۔ ان دونفخوں کے درمیان چالیس سال کا زمانہ گذرے گا۔ قرب قیامت میں زلزلے اور دہشت ناک آوازیں ہونگی۔ نفخ ثانی کے بعد زمین پر امن اور سکون ہوجائے گا۔ پہلے نفخ کے ساتھ تمام ذی روح چیزیں مر جائیں گی۔ یہاں تک کہ اسرافیل علیہ السلام پر بھی موت طاری ہوجائیگی۔ چالیس سال بعد اللہ تعالیٰ پھر انہیں زندہ فرمائے گا۔ پھر وہ صور میں پھونکیں گے۔ ادھر قبریں پھٹ جائیں گی اور ان میں سے تمام مردے زندہ ہوکر پودوں کی طرح باہر آجائیں گے اور وہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ

کہیں گے ہائے افسوس کس نے ہمیں اٹھادیا ہماری آرامگاہ سے۔ یہی ہے جس کا وعدہ کیا

الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾

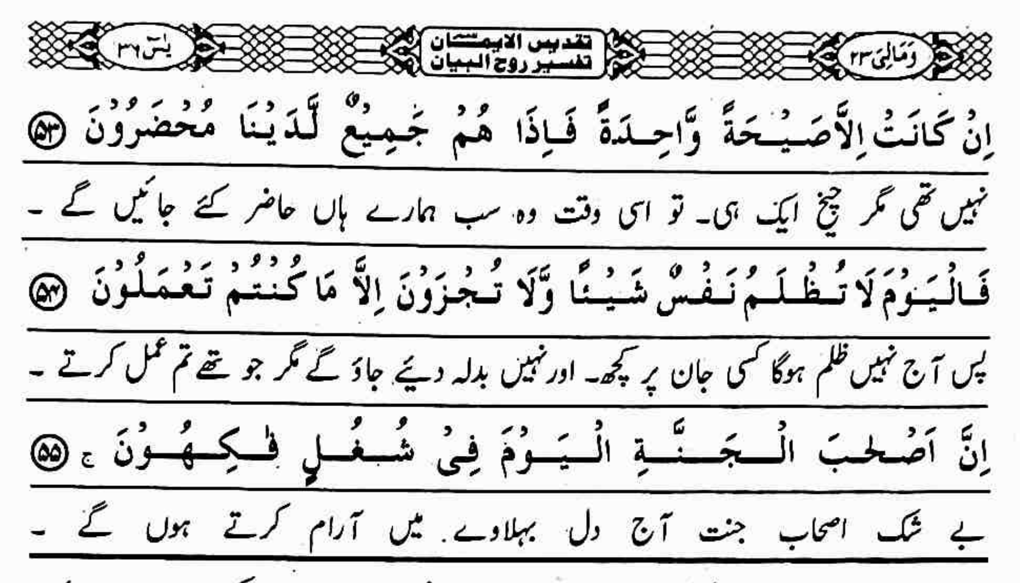
رحمٰن نے۔ اور سچ فرمایا رسولوں نے۔

(بقیہ آیت نمبر ۵۱) یعنی اس مقام کی طرف دوڑ پڑیں گے جو حشر ونشر یا حساب وکتاب کا موقف ہوگا اور جہاں جزاء وسزا کا حکم ہوگا۔ دوسرے مقام پر ہے کہ وہ اس مقام تک جبراً لائے جائیں گے یا وہ حاضر کئے جائیں گے۔ جیسے قیدیوں کو حاضر کیا جاتا ہے اور ایک مقام پر فرمایا۔ بے دھاشا دوڑ پڑیں گے تو یہ تینوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ لوگوں کے احوال کے مطابق ہوگا۔

فائدہ: اسرافیل علیہ السلام صخرہ بیت المقدس پہ کھڑے ہونگے اور آواز دیں گے اے پرانی ہڈیو اور ٹوٹے پھوٹے جوڑو اور بکھرے ہوئے بالو۔ بے شک جوڑنے اور پیدا کرنے والا تمہیں حکم دیتا ہے کہ فیصلے کیلئے قبروں سے نکل جاؤ۔ حساب وکتاب کیلئے تیار ہوکر سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔

(آیت نمبر ۵۲) ہائے افسوس ہے ہم پر۔ یعنی بروز قیامت نفخ ثانی کے وقت اور قبروں سے نکلتے وقت لوگ یہ کلمہ کہیں گے۔ ہائے افسوس یہ کس نے ہمیں نیند سے اٹھادیا۔ یعنی ہم سور ہے تھے کس نے بیدا کر دیا۔

فائدہ: چونکہ دو نفخوں کی درمیانی مدت میں اللہ تعالیٰ کفار وغیرہ سے عذاب اٹھالے گا۔ انہیں اس وقفے میں اس تخفیف سے آرام محسوس ہوگا۔ اس سے انہیں کچھ نیند آئیگی۔ جیسے مریض مرض کی شدت سے کچھ وقفہ ملے تو انہیں اس سے کچھ قرار مل جاتا ہے۔ اس طرح وہ بھی اس معمولی عرصہ میں جو سکون پائیں گے تو یہ کلمہ کہیں گے۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ دو نفخوں کے درمیان چالیس سال کے عرصہ میں نہ رحمت ہوگی نہ عذاب مگر جس کیلئے جو اللہ تعالیٰ چاہے (بخاری ۴۸۱۴، مسلم: ۲۹۵۵)۔ **فائدہ**: یا اس سے مراد ہے کہ جب کفار قیامت کے دن سامنے عذاب دیکھیں گے اور اپنی بداعمالیاں بھی سامنے ہوں گی تو سامنے بھڑکتے ہوئے عذاب کے مقابلے میں قبر کا عذاب بھی بمنزلہ آرام کے نظر آئیگا تو اس وقت فرشتے یا ایمان والے انہیں بتائیں گے کہ یہ وہی وعدۂ الٰہی ہے جسے تم نہیں مانتے تھے اور تمسخر اڑا کر بار بار پوچھتے تھے کہ وہ وعدہ کب آئیگا اور تم اس کا انکار کرتے تھے۔ اب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ رسولوں نے سچ فرمایا تھا کیونکہ آج تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔



اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

نہیں تھی مگر چیخ ایک ہی۔ تو اسی وقت وہ سب ہمارے ہاں حاضر کئے جائیں گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

پس آج نہیں ظلم ہوگا کسی جان پر کچھ۔ اور نہیں بدلہ دیئے جاؤ گے مگر جو تھے تم عمل کرتے۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾

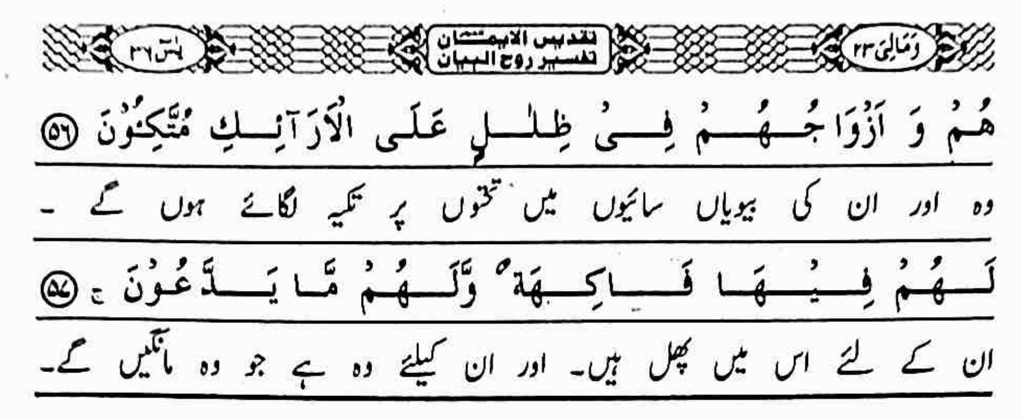
بے شک اصحاب جنت آج دل بہلاوے میں آرام کرتے ہوں گے۔

(آیت نمبر ۵۳) نہیں ہوگی مگر ایک ہی چنگھاڑ۔ جب اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے اور آواز لگائیں گے۔ اے پرانی ہڈیو اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے جوڑو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اکٹھے ہو جاؤ اور حاضری کیلئے تیار ہو جاؤ تو پھر اچانک بغیر دیر کئے وہ ہمارے پاس فیصلے اور حساب کیلئے حاضر کر دیئے جائیں گے۔

فائدہ: اس آیت میں قیامت اور اس کی ہولناکی کا بیان ہے اور تنبیہ کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بڑے سے بڑا کام بھی سرانجام دینے کیلئے اسباب وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کی تو شان یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کرے تو فرماتا ہے ہو جا۔ تو فوراً وہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قیامت کا قائم کرنا بھی اس پر کوئی مشکل نہیں ہے۔

(آیت نمبر ۵۴) اس دن بتا دیا جائیگا کہ آج کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کی جائیگی یعنی نہ کسی کا ثواب کم ہوگا اور نہ کسی کی بدعملی پر عذاب حد سے زیادہ ہوگا۔ آگے فرمایا کہ اے لوگو آج تم صرف اسی کی جزا پاؤ گے جو تم دنیا میں عمل کرتے رہے۔ یہ جزاء یا سزا تمہارے اعمال کے بدلے میں ہے۔ "لاتظلم" سے اہل ایمان کو اطمینان ہو گیا کہ خیر ہی ہے اور "لاتجزون" فرمانے سے کفار مایوس ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر ۵۵) بے شک جنتی لوگ کمال فرحت و سرور چین اڑانے والے ہوں گے۔ یہ بات بھی کافروں کو بتائی جائیگی تا کہ ان کا حسرت و ندامت اور زیادہ بڑھے۔ یعنی بروز قیامت ایمان والے عظیم الشان قسم کے شغل میں ہوں گے۔ دائمی نعمتوں میں اور بہت بڑے ملک میں ہوں گے۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ ایک جنتی سو آدمیوں کے برابر طاقتور ہوگا (ترمذی ۲۴۵۹)۔ (دنیا کے لحاظ سے)۔ یعنی کھانے پینے اور جماع کے معاملے میں اسے اتنی طاقت حاصل ہوگی۔ (ٹائلٹ سسٹم کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی)۔



هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾

وہ اور ان کی بیویاں سائیوں میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے ۔

لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾

ان کے لئے اس میں پھل ہیں۔ اور ان کیلئے وہ ہے جو وہ مانگیں گے۔

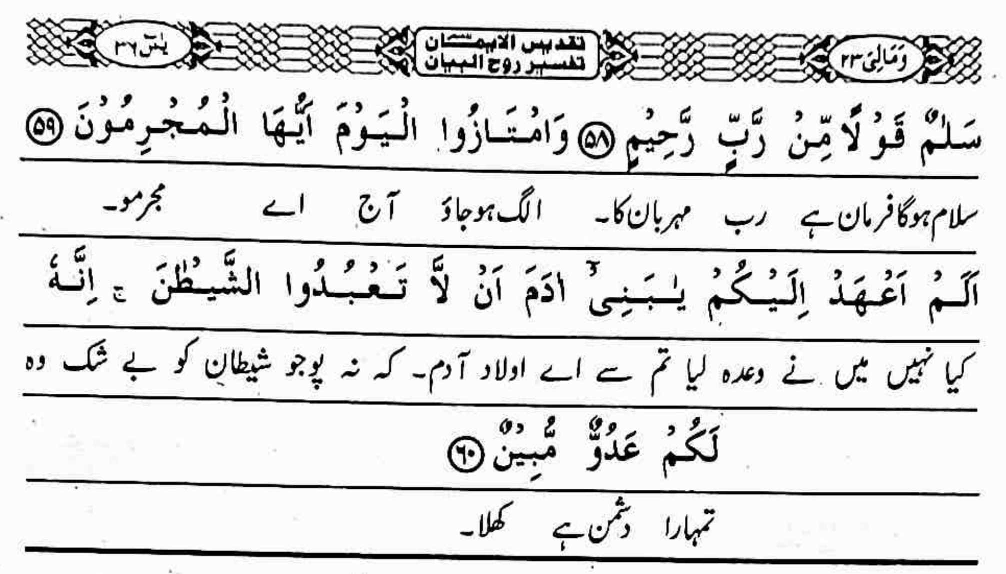
(بقیہ آیت نمبر ۵۵) بلکہ جو کھائیں گے وہ خوشبودار پسینہ بن کر نکل جائیگا۔ اسی طرح جماع سے بھی منی کے بجائے خوشبو پیدا ہوگی اور پورے بدن کے ہر بال کے نیچے سے لذت ملے گی۔

فائدہ: یاد رہے جنت کی ہر نعمت بغیر قید ہوگی اور ہر طرح راحت ہوگی۔ خوش آوازی اور نغمات ہوں گے جب جنتی ساز و آواز سننا چاہے گا۔ اسے سنائی جائے گی۔ داؤد علیہ السلام تلاوت کریں گے اور دیدار الٰہی بھی نصیب ہوگا۔

جنت میں ملاقاتیں: یہ بھی جنت کی نعمتوں میں سے ہوگا اور جنت میں ملاقات کا بھی عجب شغل ہوگا کہ سب ایک دوسرے سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوا کریں گے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی بھی زیارتیں نصیب ہوں گی۔ پھر کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بھی اپنا دیدار عطا فرمائیں گے۔ جب جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو جنت کی سب نعمتیں بھول جائیں گے۔ یہ ان کیلئے مہمانی کی جگہ ہوگی۔ یعنی جنتیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا جائیگا۔

(آیت نمبر ۵۶) جنتی اور ان کی بیویاں دنیوی رفیقہ حیات یا حوریں مراد ہیں۔ سب سائیوں میں ہوں گے اور وہ تختوں پر بیٹھے تکیے لگائے ہونگے۔ اعلیٰ عمارتوں اور اعلیٰ خیموں میں ہونگے۔ **نکتہ**: اگرچہ جنت میں سائیوں کی ضرورت نہیں چونکہ بات عربوں سے ہو رہی ہے۔ ان گرم علاقہ والوں کیلئے سائیہ بہت بڑی نعمت ہے (امام رازی سورۂ نساء)۔

(آیت نمبر ۵۷) جنتیوں کو خورد و نوش اور دوسرے میوہ جات جو جسم اور روح دونوں کو فرحت و لذت بخشیں گے اور ان کی محافل و مجالس قدسی ہونگی اور ان محفلوں میں ہر قسم کے پھل فروٹ ملیں گے۔ جن کی نہ کوئی تعریف کر سکتا ہے نہ وصف بیان کر سکتا ہے۔ **فائدہ**: جنتی پھل فروٹ دنیوی پھل فروٹ کی طرح ہوگا صرف شکل و صورت میں ورنہ لذت کے لحاظ سے اسے دور کی نسبت بھی نہ ہوگی۔ آگے فرمایا ان کیلئے وہ سب ہوگا جس کا وہ مطالبہ کریں گے یا جو ان کی خواہش ہوگی وہی ان کو ملے گا۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ مانگیں تو ملے گا ورنہ نہیں بلکہ وہاں تو بن مانگے ملے گا اور اتنا ملے گا کہ دامن کے سوا ملے گا۔



(بقیہ آیت نمبر ۵۷) **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ادھر جنتی کے دل میں جن چیزوں کا خیال آئے گا۔ ادھر وہ چیزیں سامنے موجود پائیں گے۔

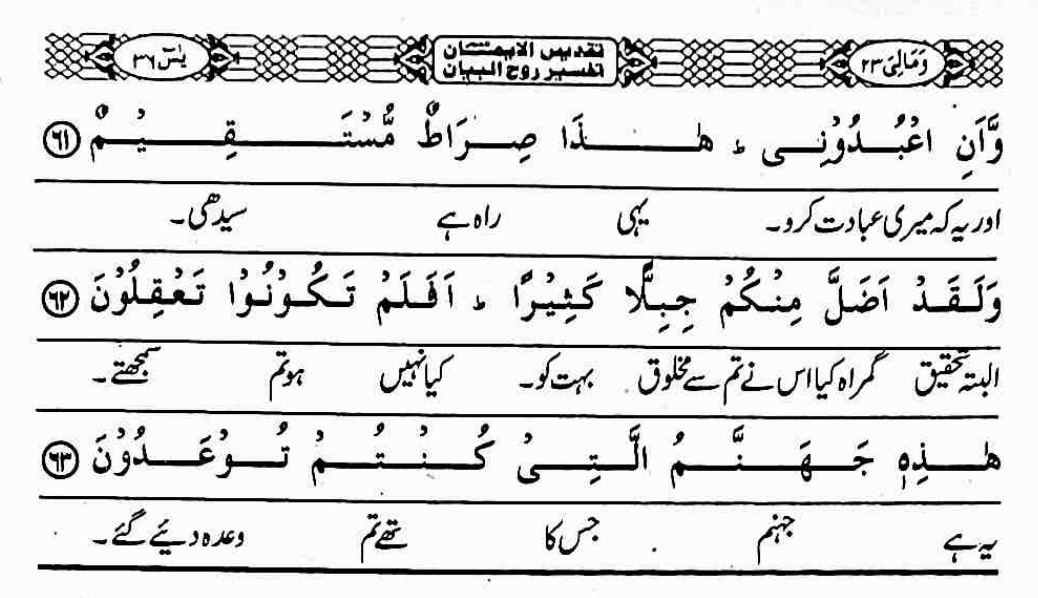
(آیت نمبر ۵۸) سلام کا فرمان رب رحمان کی طرف سے ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جنتی ابھی نعمتوں میں مشغول ہونگے کہ اچانک ایک نور ظاہر ہوگا۔ جب جنتی اوپر دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنت والو تم سب کو سلام ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں اپنا دیدار عطا فرمائے گا۔ یہ سلام بلاواسطہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اے میرے بندو۔ میں نے اپنی رحمت سے تمہیں جہنم سے بچالیا۔ جنت اور اس کی نعمتوں سے نوازا اور اب میں تمہیں اپنے دیدار سے بھی نوازتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ)

(آیت نمبر ۵۹) محشر کے میدان جب سب اکٹھے ہونگے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے مجرمو مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ یعنی اے کافرو مومنوں سے۔ اے مشرکو۔ توحید والوں سے اور اے منافقو مخلص مومنوں سے الگ ہوجاؤ پھر جہنمیوں کو جہنم میں ہمیشہ کیلئے ڈال دیا جائیگا۔ دوسرے مقام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاک اور پلید لوگوں کو الگ الگ کردے گا۔

فائدہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہا جائیگا اے کافرو جس امید میں تم تھے اب اس سے ناامید ہوجاؤ۔

(آیت نمبر ۶۰) اے آدم زاد کیا میں نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا۔ یہ بات انہیں جہنم میں ڈالنے سے پہلے ہی کہی جائیگی کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ شیطان کی پوجا نہ کرو۔ کہ بے شک وہ تمہارا واضح دشمن ہے۔ اس کی دشمنی آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ آدم علیہ السلام کو عزت ملی اور اسے ذلت ملی۔ اس لئے وہ اولاد آدم کا سخت دشمن ہے۔ جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوادیا۔ وہ ان کی اولاد کا کب خیرخواہ ہوسکتا ہے۔



(آیت نمبر ۶۱) اور صرف میری ہی عبادت کرو۔ اس لئے کہ عزیز وغفور میں ہی ہوں۔ میں نے ساری مخلوق تمہارے لئے اور تمہیں اپنے لئے پیدا کیا ہے۔ لہذا جو صرف میری عبادت کریگا۔ اسے میری معرفت نصیب ہوگی اور یہی میرے تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔

فائدہ :اس میں اشارہ ہے کہ صراط مستقیم توحید اور اسلام ہی ہے۔ یا اس سے مراد کلمہ طیبہ ہے۔ دنیا کے ہر مسئلے میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ مگر کلمہ طیبہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ (سوائے مرزائیوں کے)

(آیت نمبر ۶۲) اور البتہ تحقیق تم میں سے بڑی مخلوق کو شیطان نے گمراہ کیا۔ یعنی سابقہ امتوں نے شیطان کی پیروی کی تو انہیں کس قدر غضب وقہر کی مار پڑی۔ اب اللہ تعالیٰ بعد میں آنے والوں کو فرما رہے ہیں۔ جن میں کفار مکہ بھی شامل ہیں۔ ان کو اس لئے خطاب کیا کہ یہ ان پہلوں سے بھی غلطیاں کرنے میں دو چار قدم آگے نکل گئے ہیں۔

فائدہ :بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے بنو آدم شیطان کی پوجا کیوں کرتے ہو۔ جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ اس نے پہلی امتوں میں بہت لوگوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک کر جنت سے محروم ہوگئے۔ آگے فرمایا کہ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ یعنی سابقہ امتوں کے حالات جاننے کے بعد بھی تم نہیں سمجھ رہے۔ تب تم سمجھو گے جب تم پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ پھر تو بڑے بے وقوف ہو جو اپنے عقل سے فائدہ نہیں اٹھا رہے۔

(آیت نمبر ۶۳) یہی وہ جہنم ہے جس کا تم وعدے دیئے گئے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی امتوں کو اس سے ڈراتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مردود ہوتے ہی صاف بتادیا تھا کہ میں تجھ سے اور تیرے تابعداروں سے جہنم کو بھر دونگا۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی دنیا والوں کو جہنم سے ڈرایا۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى

داخل ہو اس میں آج بوجہ اس کے جو تھے تم کفر کرتے۔ آج مہر لگائیں گے

اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

ان کے موہوں پر اور ہم سے باتیں کریں گے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں جو جو تھے وہ کرتے

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

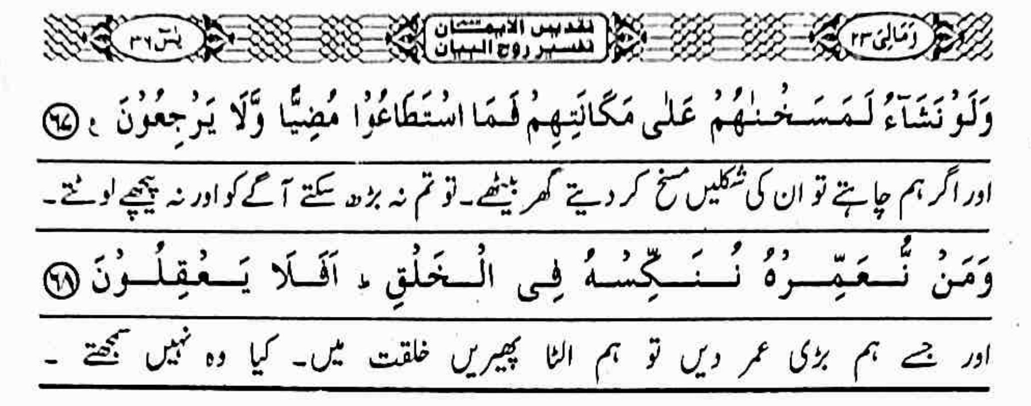
اور اگر ہم چاہیں تو مٹادیں ہم ان کی آنکھیں پھر بڑھیں سیدھے راستے کی طرف تو کیسے وہ دیکھ سکیں

(آیت نمبر۶۴) جب تم لوگ نہیں مانتے تو اب داخل ہو جاؤ اس جہنم میں اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے رہے۔ یہ جہنم تمہارے کفر کا بدلہ ہے۔ پہلے کفر میں مبتلا تھے۔ اب جہنم میں مزے چکھو۔ تم نے دنیا کے اندر خواہشات سے بہت مزے کر لئے اب عذاب میں رہو۔

(آیت نمبر۶۵) آج ہم ان کے موہوں پر مہر لگا دیں گے کیونکہ ان کے برے احوال اور اعمال اس لائق ہیں کہ ان سے بالمشافہ بات ہی نہ کی جائے اور ان کے اعضاء اپنے اپنے کئے ہوئے گناہوں کا خود اظہار کریں گے۔ یعنی جو گناہ ہاتھوں کے ذریعے کئے ان کے ہاتھ ہمیں خود بول کر بتائیں گے۔ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔ جو جو یہ کرتوت پاؤں چل کر کرتے رہے۔ **فائدہ:** ہر عضو اپنے مخصوص جرم کی خبر دے گا۔ **فائدہ:** دنیا میں دلوں پر مہر بھی ان کے کرتوتوں کی وجہ سے لگی۔ اب قیامت کے دن موہوں پر مہر بھی ان کے کرتوتوں کی وجہ سے لگی۔ دنیا میں حق قبول کرنے سے محروم اور آخرت میں جنت جانے سے محروم ہو گئے۔

منہ پر مہر کی وجہ: جب کفار اپنے کئے ہوئے گناہوں کا انکار کریں گے تو منہ پر مہر لگ جائے گی۔ پھر ہاتھ پاؤں خود ہی سب کچھ بتا دیں گے۔ **فائدہ:** اعضاء جیسے برائیوں کی گواہی دیں گے۔ ایسے ہی نیکیوں کی بھی گواہی دیں گے۔

(آیت نمبر۶۶) اگر ہم چاہتے تو دنیا میں ہی ان مکہ والوں کی آنکھیں میٹ دیتے۔ یعنی آنکھوں پر چمڑا چڑھا دیتے تو پھر ہم دیکھتے کہ یہ کس طرح سیدھی راہ پر چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر یہ کیسے دیکھتے یعنی وہ اپنے مقاصد میں کیسے کامیاب ہوتے۔



وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی شکلیں مسخ کر دیتے گھر بیٹھے۔ تو تم نہ بڑھ سکتے آگے کو اور نہ پیچھے لوٹتے۔

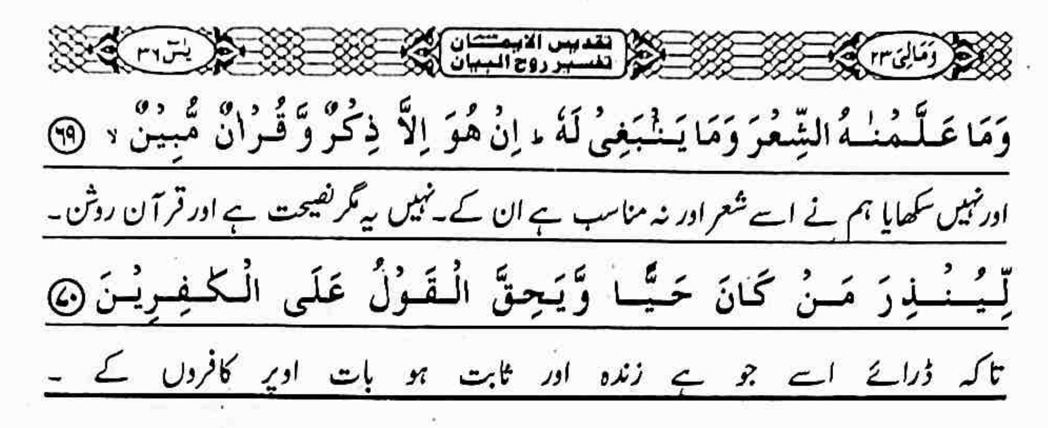
وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ۗ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾

اور جسے ہم بڑی عمر دیں تو ہم الٹا پھیریں خلقت میں۔ کیا وہ نہیں سمجھتے۔

(بقیہ آیت نمبر ٦٦) **فائدہ:** اہل مکہ کو دھمکی دی گئی کہ میں اس پر بھی قادر ہوں کہ ایک آن میں سب کی آنکھیں میٹ دوں۔ جیسے لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے ان کی قوم نے جب انہیں پریشان کیا۔ تو ایک فرشتے نے ایسا پر مارا (کہ جس سے ان تمام لوطیوں کی آنکھیں میٹ گئیں ان پر چمڑا آ گیا۔ اور وہ چیختے چلاتے گھروں کو لوٹے)۔

(آیت نمبر ٦٧) اور اگر ہم چاہیں تو ان کی شکلیں ہی مسخ کریں یعنی تمہاری شکلیں انتہائی قبیح کر دیں حیوانوں کی طرح بنا دیں یا پتھر بنا دیں۔ یا بندر و خنزیر بنا دیں جیسے سابقہ قوموں سے کیا اور وہ اپنے گھروں میں اپاہج ہو کر رہ گئے تو پھر نہ انہیں کہیں آنے جانے کی طاقت ہو نہ وہ منہ دکھانے کے قابل رہیں۔ **فائدہ:** یعنی اگر ہم انہیں مذکورہ بالا سزاؤں میں مبتلا کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے لیکن رحمت عامہ کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے اور ہماری حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم انہیں ایک عرصہ تک مہلت دیں تا کہ وہ توبہ کریں اور ہماری نعمتیں کھا کر ان نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ یا آگے ان کی نسل سے ایمان دار پیدا ہوں۔

(آیت نمبر ٦٨) اور جسے ہم بڑی عمر دے دیں تو پھر ہم اس کے جسم کو گھٹاتے رہتے ہیں یعنی انسانی تخلیق میں ہم یہ تبدیلی کرتے ہیں۔ کمزوری سے طاقت کی طرف چھوٹا ہونے سے بڑا ہونے کی طرف پھر قوت والا ہونے سے ضعف کی طرف پھر شکل وصورت میں اور ہیئت میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ پھر بدن میں ضعف عقل ونظر میں کمی فہم وادراک میں کمزوری آ جاتی ہے تو کیا یہ لوگ سب کچھ دیکھ کر نہیں سمجھ رہے کہ جو یہ تبدیلیاں کر سکتا ہے وہ شکلیں بھی بدل سکتا ہے۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں۔ **حدیث شریف** میں ہے: پانچ باتوں سے پہلے پانچ باتوں کو غنیمت جانو: (۱) بیماری سے پہلے صحت کو۔ (۲) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔ (۳) محتاجی سے پہلے غنا کو۔ (۴) موت سے پہلے زندگی کو۔ (۵) مشغولیت سے پہلے فراغت کو۔ (رواہ حاکم فی صحیحہ واحمد)



وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ ﴿۶۹﴾

اور نہیں سکھایا ہم نے اسے شعر اور نہ مناسب ہے ان کے۔ نہیں یہ مگر نصیحت ہے اور قرآن روشن۔

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

تاکہ ڈرائے اسے جو ہے زندہ اور ثابت ہو بات اوپر کافروں کے۔

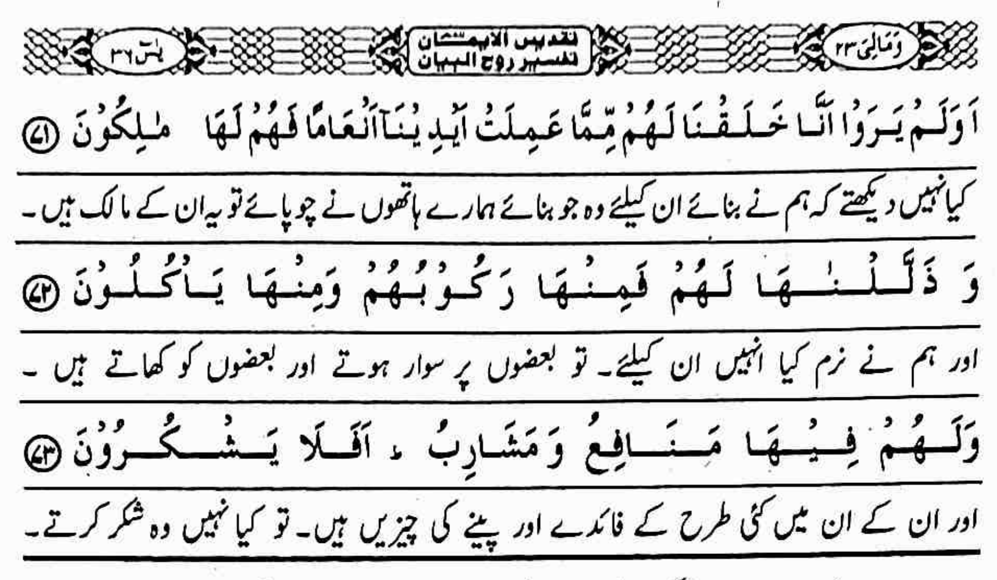
(آیت نمبر ۶۹) اور ہم نے اپنے رسول ﷺ کو شعر نہیں سکھائے۔

فائدہ: کفار نے کہا کہ یہ نبی نہیں بلکہ شاعر ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا نبی نہ شاعر ہے نہ ہم نے انہیں شعر سکھائے ہیں۔ نہ انہوں نے کبھی شعر پڑھے ہیں۔ نہ قرآن شعروں کی کتاب ہے۔

فائدہ: امام راغب فرماتے ہیں کہ کفار نے نبی کریم کو شاعر اس لئے کہا کہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر آیات ہم وزن دیکھ کر قرآن مجید کو شعروں والی کتاب اور حضور ﷺ کو شاعر کہنے لگے۔ یا اس لئے کہ وہ جھوٹے آدمی کو شاعر کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ ہم نے انہیں شعر سکھائے نہ ان کے مناسب ہیں۔ کہ وہ شعر کہیں۔

شان نبوت کو اس آیت میں ظاہر کیا گیا کہ میرا نبی فصیح و بلیغ ہے۔ شیریں زبان اور میٹھی کلام والا ہے۔ شاعری ان کی فصاحت و بلاغت کا کیا مقابلہ کرے گی۔ اگر چہ شاعری کوئی بری بات نہیں۔ شعروں میں بھی حکمت ہوتی ہے۔ آگے فرمایا نہیں ہے یہ قرآن مگر ذکر (نصیحت) تمام جہانوں کیلئے۔ احکام کے علاوہ یہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے اور یہ ایسا معجزہ ہے۔ جس کا مقابلہ کرنے والے قیامت تک اس جیسی ایک آیت بھی بنا کر نہیں لا سکتے۔

(آیت نمبر ۷۰) یہ اس لئے اتارا گیا تا کہ ڈرائے ان کو جو زندہ ہیں۔ یعنی عقل و فہم والے زندہ دل والے ہیں۔ **فائدہ**: اس میں اشارہ ہے کہ ہر دل کی زندگی نور الٰہی سے ہے۔ ایسا ہی دل قرآن سے اثر لیتا ہے۔ بعض نے فرمایا۔ "حیًّا" سے مراد مومن ہے۔ آگے فرمایا تا کہ کافروں پر بات ثابت ہو جائے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھروں گا۔ وہ بات پوری ہو جائے۔



اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے بنائے ان کیلئے وہ جو بنائے ہمارے ہاتھوں نے چوپائے تو یہ ان کے مالک ہیں۔

وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور ہم نے نرم کیا انہیں ان کیلئے۔ تو بعضوں پر سوار ہوتے اور بعضوں کو کھاتے ہیں ۔

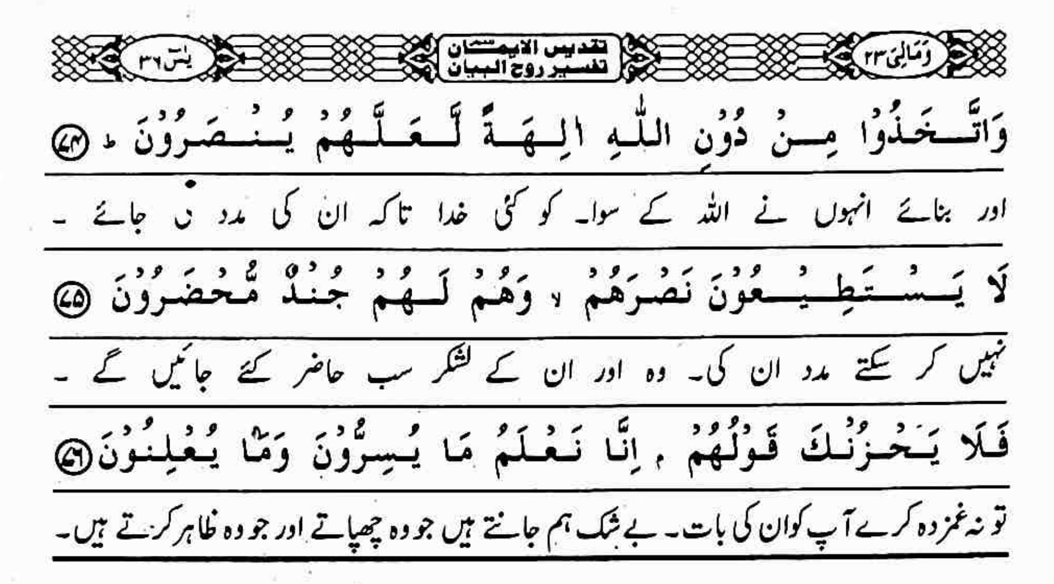
وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور ان کے ان میں کئی طرح کے فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو کیا نہیں وہ شکر کرتے۔

(آیت نمبر ۷۱) کیا ان مشرکین مکہ کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے ان کے فائدے کیلئے جانور اپنی قدرت سے بنائے یعنی اپنے حکم سے اس میں کسی اور کی کوئی مدد شامل نہیں۔ یعنی وہ جانور جن سے یہ نفع حاصل کرتے ہیں جیسے بھیڑ بکری اور اونٹ اور گائے وغیرہ اور گھوڑا خچر اور گدھا انعام میں داخل نہیں۔ اس لئے کہ ان کے زمین پر چلنے سے سختی پیدا ہوتی ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں۔

(آیت نمبر ۷۲) اور ہم نے ان جانوروں کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے مقاصد پورے کرنے میں منہ نہیں پھیرتے۔ ان پر جتنا سامان لادیں۔ ان سے زمین میں ہل چلائیں۔ جہاں مرضی ہے لے جائیں تو ان جانوروں میں بعض وہ ہیں۔ جن پر یہ سوار ہوتے ہیں اور لمبے لمبے سفر طے کرتے ہیں اور بوجھ بھی ان پر لاد لیتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ جانور بھی ہیں جن کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی چربی استعمال کرتے ہیں۔ جیسے اونٹ پر سامان بھی لادتے ہیں خود بھی سوار ہوتے ہیں اور بوقت ضرورت ذبح کر کے کھا بھی لیتے ہیں۔

(آیت نمبر ۷۳) اور ان کے لئے جانوروں میں اور بھی کئی فوائد ہیں۔ بعض جن جانوروں پر سواری کرتے ہیں۔ ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ سواری کرنے اور گوشت کھانے کے علاوہ بھی بہت منافع ہیں۔ ان کی اون اور چمڑے سے نفع اٹھانا اور بیلوں سے کھیتی باڑی کے کام لینا وغیرہ۔ آگے فرمایا کہ پینے کے فوائد بھی جیسے دودھ ان سے نکال کر (خود پینا، بیچنا اور اس سے کئی فائدے اٹھانا)۔ آگے فرمایا کہ کیا تم شکر نہیں کرتے۔ یعنی اتنی نعمتیں دیکھتے ہو کھاتے پیتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ دینے والے کا شکریہ ادا کرو۔ اسکی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ لیکن انہوں نے شکر کے بجائے ناشکری کا راستہ ہی اختیار کیا۔



وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۞٧٤

اور بنائے انہوں نے اللہ کے سوا۔ کوئی خدا تاکہ ان کی مدد ن جائے۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۞٧٥

نہیں کر سکتے مدد ان کی۔ وہ اور ان کے لشکر سب حاضر کئے جائیں گے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۞٧٦

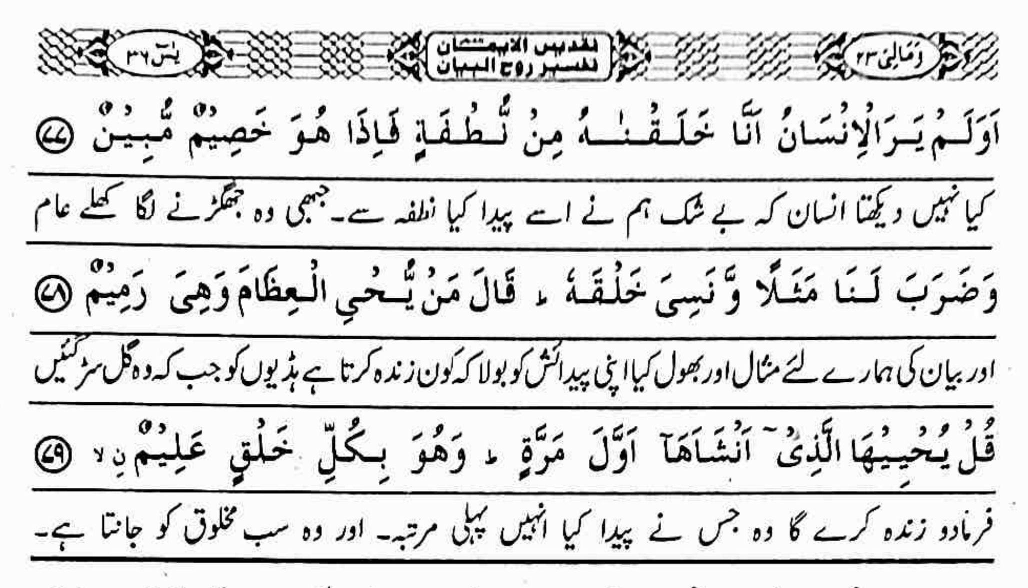
تو نہ غمزدہ کرے آپ کو ان کی بات۔ بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

(آیت نمبر ۷۴) احسان وانعام اللہ نے کیا اور انہوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنالیا۔ یعنی معبودان باطلہ کو اللہ کا شریک بنالیا۔ اس آس پر کہ وہ مصیبتوں میں ان کی مدد کریں گے۔ یا آخرت میں ان کی سفارش کر کے انہیں عذاب سے بچالیں گے۔

(آیت نمبر ۷۵) ان کے یہ باطل معبودان کی مدد نہیں کر سکتے اور مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ لشکر میں حاضر کئے ہوئے۔ یعنی بروز قیامت ان پوجنے والوں کو جہنم میں ڈالنے کے بعد ان بتوں کو بھی جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنیں۔ اوران کے ساتھ ان کے جھوٹے خداؤں کی خوب رسوائی ہو۔

فائدہ: الکواشی نے لکھا کہ ہر بت اپنے پجاری کے ساتھ ہی لایا جائیگا۔ پھر جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

(آیت نمبر ۷۶) اے محبوب آپ کو ان کی باتیں غمزدہ نہ کریں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ اس سے متاثر نہ ہوں کیونکہ یہ صرف ان کے منہ کی باتیں ہیں کہ اور وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کی یہ غلط باتیں آپ کو پریشان نہ کریں۔ چونکہ آئے دن وہ یا اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف یا رسول اللہ ﷺ کی شان میں بکواسات کرتے تھے۔ جس سے آپ کا دل دکھتا تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے تسلی دی کہ وہ سب کچھ میرے علم میں ہے۔ یعنی ان کو پوری پوری سزا دی جائیگی۔ ہم جانتے ہیں وہ جو چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی جو حسد اور کینہ دل میں چھپا رکھا ہے اس کو بھی جانتے ہیں اور ظاہری طعن و تشنیع اور ظلم و شرارتیں جو وہ کرتے ہیں اس کو بھی ہم جانتے ہیں۔



أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾

کیا نہیں دیکھتا انسان کہ بے شک ہم نے اسے پیدا کیا نطفہ سے۔ جبھی وہ جھگڑنے لگا کھلے عام

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ؕ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾

اور بیان کی ہمارے لئے مثال اور بھول گیا اپنی پیدائش کو بولا کہ کون زندہ کرتا ہے ہڈیوں کو جب کہ وہ گل سڑ گئیں

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾

فرمادو زندہ کرے گا وہ جس نے پیدا کیا انہیں پہلی مرتبہ۔ اور وہ سب مخلوق کو جانتا ہے۔

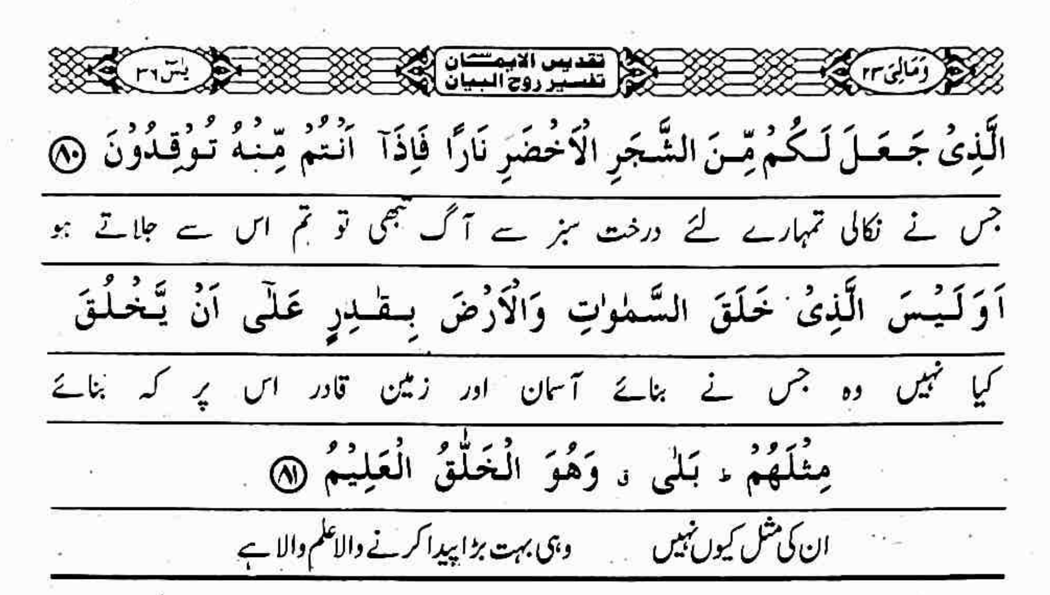
(آیت نمبر ٧٧) کیا انسان نہیں جانتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔ یعنی اسے باور کرایا گیا کہ مرنے کے بعد اٹھنا حق ہے۔ انسان اپنی پہلی مرتبہ پیدا ہونے پر ہی غور و فکر کر لے۔

شان نزول : ابی بن خلف ایک پرانی بوسیدہ ہڈی لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور کہا کہ ہڈیاں جب اس طرح ریزہ ریزہ ہو جائینگی تو کیا پھر اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کر کے اٹھائے گا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ضرور اللہ تعالیٰ تجھے اٹھا کر جہنم میں داخل فرمائے گا تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور فرمایا کہ جب گندے پانی سے انسان بنا سکتے ہیں تو بنے ہوئے انسان کو کیوں نہیں اٹھا سکتے لیکن افسوس ہے اس انسان پر جو ہماری ہی نعمتیں کھا کر ہم سے ہی جھگڑنے لگا اور حجت بازی کرنے لگا۔ کھلے عام لڑائی اور جھگڑا کرنے لگ گیا۔

(آیت نمبر ٧٨) اور ہمارے لئے ہی مثالیں دینے لگا۔ یعنی پرانی ہڈیاں دکھا کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنے لگا تو کیا وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا اگر اسے اپنی پیدائش کی ابتداء یاد ہوتی تو پھر یوں وہ ہم سے نہ جھگڑتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا۔

نکتہ : البقلی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے عجائبات قدرت کا انسان عظیم شاہکار ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ یہ کہتا ہے کہ ان گلی سڑی اور بوسیدہ ہڈیوں کو جب ذرہ ذرہ ہو جائیں گی۔ گوشت اور خون وغیرہ کا نام و نشان بھی نہ رہے گا تو پھر انہیں کون زندہ کرے گا۔ ہڈیاں زندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں دوبارہ پہلے والی حالت پر کون لائے گا۔

(آیت نمبر ٧٩) اے میرے محبوب فرما دیں ایسی ہزاروں گواہیاں ہیں جو واضح بتلاتی ہیں کہ ان ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا۔ جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ جبکہ تو تھا ہی نہیں تو جو عدم سے وجود میں لا سکتا ہے۔



الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

جس نے نکالی تمہارے لئے درخت سبز سے آگ تبھی تو تم اس سے جلاتے ہو

اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ

کیا نہیں وہ جس نے بنائے آسمان اور زمین قادر اس پر کہ بنائے

مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾

ان کی مثل کیوں نہیں وہی بہت بڑا پیدا کرنے والا علم والا ہے

(بقیہ آیت نمبر ۷۹) اس کیلئے موجود کو نئے وجود میں لانا پہلے سے زیادہ آسان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو جانتا ہے یعنی اسے علم ہے کہ پہلی مرتبہ کیسے بنا۔ پھر اسے کیسے لوٹایا جائیگا۔

فائدہ: بحرالمحیط میں ہے۔ اسے اپنی مخلوق کا پورا علم ہے کہ اس کے جسم کا ذرہ کہاں کہاں ہے جب زندہ کرنا چاہیگا تو اجزاء اصلیہ جمع کر کے ان میں روح ڈال دے گا۔

(آیت نمبر ۸۰) وہ ذات جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ نکال لی۔ یعنی اس ذات نے ہمارے فائدہ کے لئے سبز درخت میں آگ پیدا کی۔ جیسے مرخ ایک سبز درخت ہے اسی طرح عفار ایک درخت ہے۔ ان دونوں سبز درختوں کی ٹہنیوں کو ایک دوسری سے رگڑ دو تو آگ نکل آتی ہے۔ جنہیں تم جلا کر آگ روشن کرتے ہو۔ تمہیں اس کا علم نہیں تھا کہ آگ کیسے نکلے گی۔ لیکن رب تعالیٰ نے نکال لی۔ اسی طرح تمہیں علم نہیں کہ دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ کام کر دکھائیگا۔

(آیت نمبر ۸۱) اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ وہ کتنی بڑی قدرت کا مالک ہے کہ جس نے سبز درخت سے آگ نکال لی۔ اور اتنے بڑے آسمان اور زمین کو بنالیا۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ ان جیسوں اوروں کو بھی پیدا کرے۔ یعنی اس میں کوئی اشکال نہیں نہ اس کام کو مشکل سمجھا جائے کہ مرنے کے بعد وہ کیسے زندہ کرے گا۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا بڑا کام ہے لوگوں کو پیدا کرنے سے۔ آگے فرمایا کیوں نہیں یعنی حق بات یہی ہے جواب کھل کر سامنے آ رہی ہے کہ وہی بہت بڑا پیدا کرنے والا یعنی سب کچھ اسی نے بنایا اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے۔ یعنی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾

سوائے اس کے نہیں حکم اس کا ہے جب ارادہ کرے کسی چیز کا۔ تو کہتا ہے اس کو ہو جا وہ ہو جاتا ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہے کائنات کی ہر چیز۔ اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

(آیت نمبر۸۲) سوا اس کے نہیں اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کے بنانے کا ارادہ کرلے تو اسے کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے کیونکہ ہر چیز کا تعلق اس کی قدرت کے ساتھ ہے۔

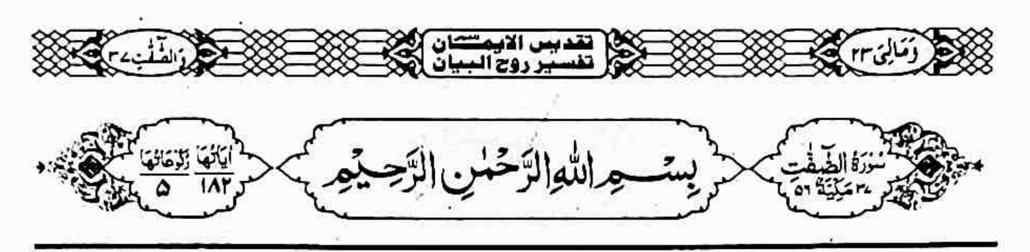
فائدہ: یہ ایک تمثیل ہے کہ جس طرح ایک مطیع ماموراپنے مطاع کے حکم کی تعمیل کرنے میں دیر نہیں کرتا۔ اسی طرح حکم الٰہی کے بعد تعمیل میں تاخیر نہیں ہوتی۔

(آیت نمبر۸۳) پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ملکوت کی ہر شی ء ہے۔

عقیدہ: اے بندگان خدا۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو۔ اور یہ عقیدہ رکھو کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر شی ء اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ ذات ہر عیب ونقص سے پاک ہے۔ ہر شی ء کا مالک ومختار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یعنی قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں حاضری ہوگی اور وہ اعمال کے مطابق جزاء وسزا دے گا۔ **فائدہ**: ملکوت کائنات کا وہ مقام یا وہ چیز جو ہماری سوچ سمجھ سے باہر ہو۔

اس سورۃ کی فضیلت: حدیث شریف: ایک مرتبہ اس سورۃ کو پڑھنے سے دس قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی) حضور ﷺ نے فرمایا۔ مردوں کے پاس سورہ یاسین پڑھا کرو (ابوداؤد ۳۱۲۱۔ ابن ماجہ ۱۴۴۸)۔ اس لئے کہ جب میت کو سورہ یاسین سنائی جائے۔ تو اس کی قلبی قوۃ بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے سورۂ یاسین کو قرآن کا دل کہا جاتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قلب القرآن اس لئے ہے کہ ایمان کی صحت کا دارومدار حشر ونشر کے ماننے پر ہے اور یہ مضمون اس سورۃ میں بدرجہ اتم ہے۔ اسے دل اسی لئے کہا گیا ہے کہ انسان کے بدن کا بھی دارومدار دل پر ہے۔ ابوعبداللہ نے فرمایا۔ جیسے دل تمام جسم کا سردار ہے۔ اسی طرح یہ سورۃ تمام سورتوں کی سردار ہے۔ (مزید فضائل فیوض الرحمٰن میں دیکھیں)

یہ سورۃ آج ۲ نومبر ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۴۳۸ھ بروز بدھ بوقت نماز فجر ختم ہوئی



وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾

قسم ہے باقاعدہ صف باندھنے والوں کی۔ پھر جھڑک کر چلانے والوں کی۔ پھر تلاوت کرنے والے قرآن کی۔

(آیت نمبر۱) ان فرشتوں کی جو صف بہ صف عبادت کیلئے کھڑے ہیں۔ یا خدمت وطاعت کیلئے ہمہ وقت حضور حق میں کھڑے ہیں۔ اور وہ حکم کے منتظر ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ تم لوگ اس طرح صفیں باندھے کیوں کھڑے نہیں ہوتے۔ جیسے فرشتے بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوتے ہیں (مسلم شریف)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ فرشتے کیسے کھڑے ہوتے ہیں تو فرمایا کہ وہ اچھی طرح صف سیدھی کر کے اور مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ تھا کہ آپ صفوں کے اندر جا کر صفوں کو سیدھا کرتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فرشتوں کی طرح صف بستہ دیکھنا چاہتا ہے۔

(آیت نمبر۲) قسم ہے ان فرشتوں کی جو بادلوں کو جھڑک کر چلاتے ہیں اور پھر اسے جھڑک کر روکتے ہیں۔

فائدہ: بعض مفسرین نے فرمایا۔ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو بادلوں کو چلاتے ہیں ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جاتے ہیں جہاں بارش نہیں ہوتی۔ پھر بارش برسانے کیلئے وہاں روک لیتے ہیں۔

(آیت نمبر۳) وہ مجاہدین جو اللہ تعالیٰ کی یاد کیلئے تلاوت آیات خداوندی کرتے ہیں اور تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ تین آوازیں ایسی ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے: (۱) اذان۔ (۲) جہاد میں نعرۂ تکبیر۔ (۳) تلبیہ کے وقت لبیک پکارنا۔ بعض حضرات نے فرمایا: "زجرات" سے مراد "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" اور "التالیات" سے مراد بچوں کا قرآن حفظ کرنا بھی ہو سکتا ہے۔

فائدہ: قرآن مجید میں متعدد مقامات پر قرآن کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہاں بھی ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔

إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾ رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ

بے شک تمہارا خدا ضرور ایک ہے۔ جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے اور رب ہے

الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾

مشرقوں کا۔ بے شک ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو سنگار کر ستاروں سے۔

وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾

اور حفاظت کی ہر شیطان سرکش سے۔

(آیت نمبر۴) بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ دوسرا کوئی بھی نہیں۔

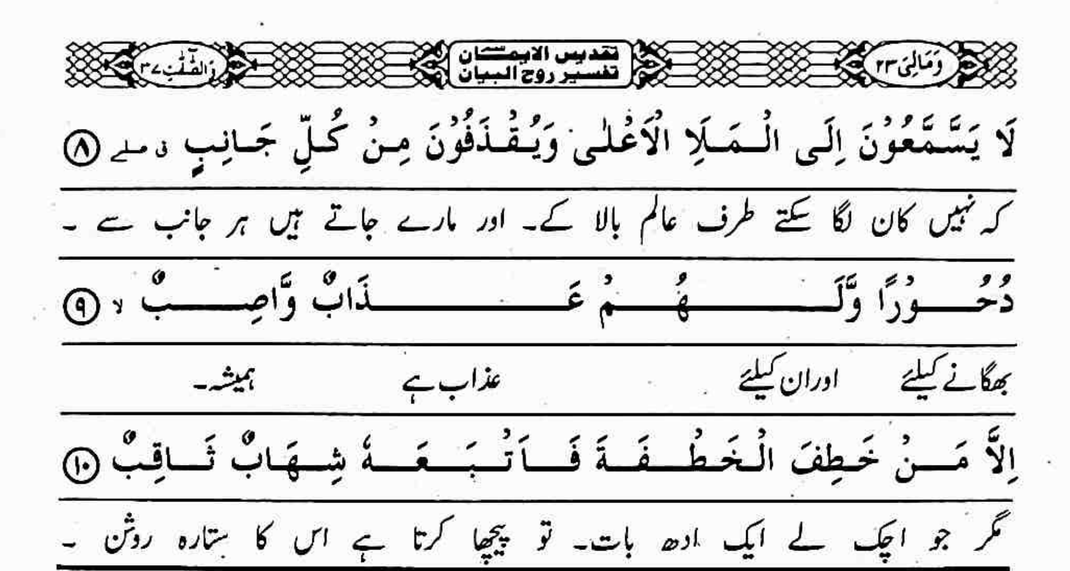
فائدہ: یہ آیت اہل مکہ کیلئے اتری۔ جو کئی خداؤں کو مانتے تھے اور ایک خدا کے ماننے والوں پر تعجب کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی قسمیں کھا کر بتایا کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی ہے۔

(آیت نمبر۵) وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ یعنی ہر چیز کا وہی رب ہے۔

فائدہ : یہاں رب کا معنی مالک یا مربی یعنی پرورش کرنے والا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ تمام مشرقوں کا رب ہے۔ چونکہ سورج چڑھنے کے تین سو ساٹھ مقام ہیں۔ ہر روز ایک نئے مقام سے طلوع کرتا ہے۔ اس لئے اسے مشارق کا رب کہا گیا اور اس کے مغارب بھی اتنے ہی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کا رب ہے۔ اس کی ربوبیت ذاتی ہے۔ جس طرح اجسام کا مربی ہے اسی طرح ارواح کا بھی وہ مربی ہی۔ اس کا اسم رب تمام دعاؤں کا عنوان ہے۔

(آیت نمبر۶) بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت بخشی۔ یعنی ستاروں کی وجہ سے آسمان کو بہت ہی زینت ملی۔ **فائدہ:** ستارے آسمان کے ساتھ ایسے ہیں۔ جیسے چھتوں پر قندیلیں ہوتی ہیں۔ یا جیسے کھڑکیوں دروازوں کے ساتھ میخیں۔ ضروری نہیں کہ سب ستارے پہلے ہی آسمان میں ہوں۔ اس لئے کہ سب آسمان صاف شفاف آئینہ کی طرح ہیں۔ جس آسمان پر بھی ستارے ہوں زمین والوں کو برابر نظر آتے ہیں۔

(آیت نمبر۷) یعنی ستاروں سے ایک تو آسمان مزین ہیں۔ دوسرا ان سے چنگاری مارنے کا کام لیا گیا ہے کہ شیطان جب اوپر جاتا ہے فرشتوں کی باتیں سننے کیلئے تاکہ واپس آکر کاہنوں کو بتائے تو ستارہ چنگاری بن کر اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ شیطان ماردوہ ہوتا ہے جو ہر خیر و بھلائی سے دور ہو۔



لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾

کہ نہیں کان لگا سکتے طرف عالم بالا کے۔ اور مارے جاتے ہیں ہر جانب سے ۔

دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾

بھگانے کیلئے اوران کیلئے عذاب ہے ہمیشہ۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

مگر جو اچک لے ایک ادھ بات۔ تو پیچھا کرتا ہے اس کا ستارہ روشن ۔

(آیت نمبر ۸) وہ ملا اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے۔ ملا اعلیٰ سے مراد وہ برگزیدہ اور حفظہ فرشتے جو آسمانوں میں رہتے ہیں۔ جنوں اور انسانوں کو ملا اسفل کہا جاتا ہے تو شیطان نہ وہاں تک جا سکتے ہیں۔ نہ ملکوتی اسرار کی طرف جھانک کر دیکھ سکتے ہیں اور اگر اس طرف جائیں یا چڑھنے کا ارادہ کریں تو ہر طرف سے ان پر چنگاریاں پھینکی جاتی ہیں۔

(آیت نمبر ۹) اور ان (شیطانوں) کیلئے آخرت میں ہمیشگی کا عذاب ہے۔ یعنی ان کو دنیا میں چنگاریوں سے سزا دی گئی اور آخرت میں کبھی نہ ختم ہونے والا عذاب ہوگا۔ اور جب ستارہ پیچھے لگتا ہے تو شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔

(آیت نمبر ۱۰) مگر جو ان میں سے کسی نے اچانک بات اچک لی یعنی فرشتوں کی بات کسی کے کان میں پڑ گئی خواہ معمولی سی بات کو اس نے حاصل کرلیا (کیونکہ فرشتے اوپر گفتگو کرتے ہیں) تو ان کی بات کو وہ چرا کر اور اس میں کئی جھوٹ ملا کر نیچے (کاہنوں کے پاس آکر وہ بات بتا جاتے ہیں) تو اس لئے ایک آگ کا چمکدار شعلہ ان کے پیچھے لگتا ہے۔ یعنی وہ شعلہ ایسی روشن آگ ہے جو آسمان سے نکلتی ہے وہ جس پر بھی گرے وہ اتنی تیز اور سخت ہوتی ہے کہ وہ اسے جلا کر رکھ دیتی ہے۔ گویا اس سے شیطانوں کو سنگسار کیا جاتا ہے۔

فائدہ: یہ بات بھی حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے کی ہے۔ اب تو مکمل طور پر ان کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اب وہ معمولی بات بھی نہیں سن سکتے۔ **فائدہ**: زمانہ جاہلیت میں یوں سنتے کہ ایک کے اوپر دوسرا اوپر تیسرا حتی کہ آسمانوں تک پہنچتے پھر کوئی بات سنی تو اوپر والا نیچے والے کو بتاتا یہاں تک کہ بات کاہنوں تک پہنچ جاتی۔ اور وہ اس میں کئی جھوٹ ملا کر جھوٹی خبریں پھیلا دیتے تھے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾

پس پوچھ ان سے کیا وہ زیادہ سخت مخلوق ہیں یا جو ہم نے بنایا بے شک ہم نے انہیں پیدا کیا مٹی چپکنے والی سے

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾

بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور جب نصیحت کی جائے نہیں وہ نصیحت پکڑتے۔

(آیت نمبر۱۱) اے محبوب ان سے پوچھیں۔ یعنی ان مشرکوں سے بطور حجت یہ بات پوچھیں کہ کیا یہ زیادہ مضبوط ہیں پیدائش کے لحاظ سے یا خالق کائنات نے دوسری اشیاء ان سے زیادہ مضبوط پیدا کیں۔ جیسے فرشتے۔ آسمان، اورزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ ہم نے بے شک انہیں پیدا کیا چپکنے والی مٹی سے۔ یعنی جو ہاتھوں سے چمٹ جائے۔

فائدہ: اس سے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا اثبات کرنا مقصود ہے۔ جو اسے محال جانتے ہیں ان کی تردید کی گئی۔ دوبارہ زندگی نہ ملنے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں: (۱) اصل مادہ بالکل ختم ہوگیا ہو۔ (۲) یا بنانے والے میں قدرت نہ ہو۔ طین لازب سے معلوم ہوا اصل مادہ موجود ہے۔ اور قادر مطلق بھی ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا ہر حال میں دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ جس نے عدم سے وجود بنالیا وہ وجود سے وجود کیوں نہیں بنا سکتا۔

(آیت نمبر۱۲) بلکہ تم اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی مصنوعات اور مخلوقات کو دیکھ کر تعجب کرتے ہو اور جنہیں قیامت کا انکار ہے۔ وہ مسخری ٹھٹھہ مزاخ کرر ہے ہیں۔ اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کو مشکل تر جانتے ہیں۔

شان نزول: قتادہ فرماتے ہیں۔ قرآن کے نزول کے وقت بھی کفار کے انکار کرنے پر حضور ﷺ کو تعجب ہوا کہ یہ کیسے بدقسمت ہیں کہ بجائے ماننے کے انکار کرر ہے ہین۔ الٹا اس سے ٹھٹھہ مخول کرر ہے ہیں۔

(آیت نمبر۱۳) یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ جب بھی انہیں کوئی نصیحت کی گئی یعنی ہر زمانے کے کفار نصیحت کو مانتے ہی نہیں تھے۔ الٹا وہ نصیحت پر ہنسی مزاخ کرتے تھے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مکمل طور پر بھلا دیا۔ اور ایسا بھلایا کہ نہ خود وہ یاد کرتے ہیں نہ یہ کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی جائے تو انہیں کوئی اثر ہوتا ہے۔ کہ انہیں وہ یاد آئے۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

اور جب دیکھیں کوئی نشانی تو وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾

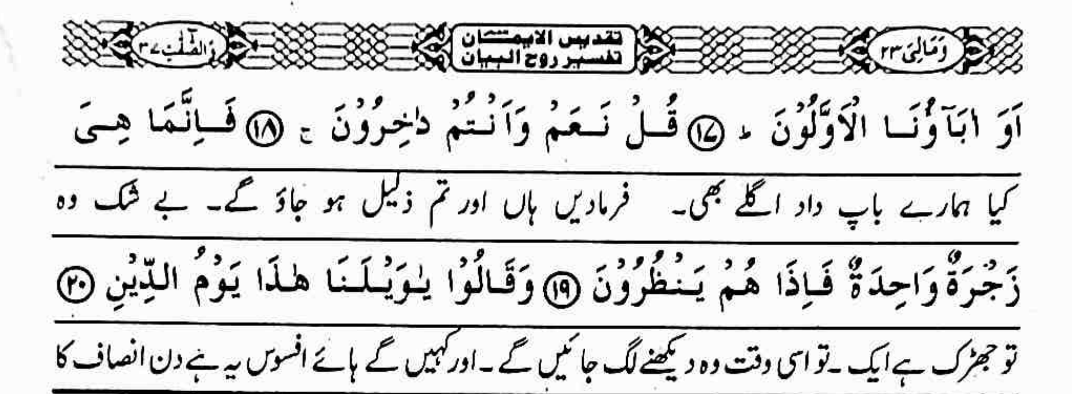
کیا جب ہم مر کر ہو جائیں گے مٹی۔ اور ہڈیاں کیا ہم اٹھائے جائیں گے ۔

(آیت نمبر۱۴)اور جب وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں۔ چاہئے تھا کہ قیامت کے دن اٹھنے کی دلیل پر تصدیق کرتے۔الٹاوہ اسے ٹھٹھہ مزاح بناتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو بتا کر خوب ہنستے ہیں۔

فائدہ:اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ منکرین جب بھی اللہ والوں کو دیکھتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک یعنی ٹھٹھہ مزاح کرتے ہیں (حالانکہ اللہ کا ولی بھی آیۃ من آیات اللہ ہوتا ہے)۔

(آیت نمبر۱۵)اور کہتے تھے کہ نہیں ہے یہ نشانی مگر کھلا جادو۔ یعنی جادو بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ یہ بات وہ جان بوجھ کر کہتے تھے۔ حالانکہ انہیں اس بات کا پختہ علم ہوتا تھا کہ یہ معجزہ ہے لیکن وہ جادو اس لئے کہتے کہ لوگ اسے عام چیز جان کر اس پر ایمان نہ لائیں۔اسی طرح اولیاء کرام کے ہاتھوں جو کرامات وغیرہ لوگ دیکھتے ہیں۔اسے بھی یہی کہتے یہ جادو ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء واولیاء کا جب منکرین انکار کر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو گمراہ کہنے کے بجائے اللہ والوں کو گمراہ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا کہ جب آنکھ کی جان میں نور ہی نہیں۔ پھر ویسے ہی باتیں کرنا فضول ہے۔

(آیت نمبر۱۶) کفار کہتے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی بن جائیں گے اور گوشت کے بغیر ہڈیاں رہ جائیں گی۔یعنی ہمارے جسموں کے کچھ اعضاء مٹی میں مل جائیں گے اور بعض ہڈیاں رہ جائیں گی تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔اس قسم کی باتیں کر کے اصل میں وہ قیامت کا بالکل انکار کر رہے ہوتے تھے کہ ہم نے مرنے کے بعد اٹھنا نہیں ہے۔یہ ہمزہ انکار کا ہے اس سے مراد نفی ہے۔



اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾

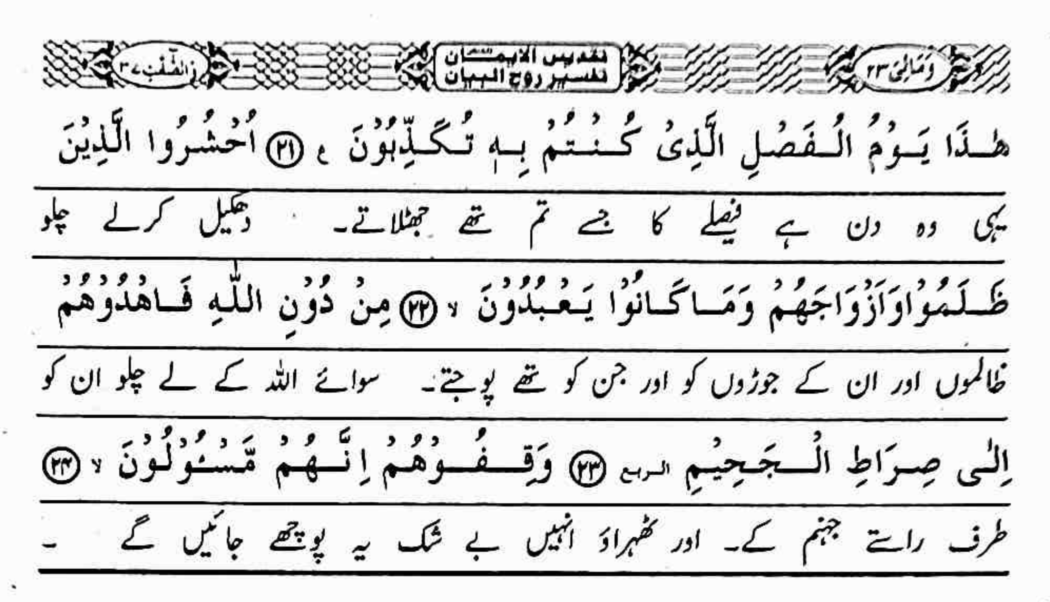
کیا ہمارے باپ داد اگلے بھی۔ فرمادیں ہاں اور تم ذلیل ہو جاؤ گے۔ بے شک وہ تو جھڑک ہے ایک۔تو اسی وقت وہ دیکھنے لگ جائیں گے۔اور کہیں گے ہائے افسوس یہ ہے دن انصاف کا

(آیت نمبر ۱۷) کیا ہمارے باپ دادا جو پہلے گذر گئے۔یعنی بہت زمانہ پہلے مر چکے ہیں کیا وہ بھی دوبارہ قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔اصل ان کا مدعا یہ ہے کہ یہ بات بالکل بعید از قیاس ہے۔ان کا یہ خیال تھا کہ باپ دادا کو تو مرے ہوئے بہت عرصہ ہوا وہ تو گل سڑ کر مٹی سے مل گئے۔اور قیامت کے واقع ہونے میں ابھی بہت دیر ہے۔لہذا ایہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دوبارہ زندہ ہوں۔چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس کر لیا۔

(آیت نمبر ۱۸) میرے محبوب ان کو فرمادو۔یعنی ان کو خاموش کرنے والا جواب دیدو کہ تم قیامت کے دن ذلیل ہو جاؤ گے۔یعنی تمہارے انکار کی وجہ سے تمہیں تو جھڑک کر قبر سے اٹھنے کا حکم ہوگا۔تمہارے چہرے سیاہ کالے ہوں گے۔ہاتھوں پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی۔فرشتے مارتے ہوں گے۔جہنم کی آگ میں جاؤ گے۔اس سے بڑی ذلت کون سی ہوگی۔

(آیت نمبر ۱۹) سوا اس کے نہیں وہ تو ایک ہی جھڑک ہے۔یعنی ایک ساعت میں قائم ہو جائیگی اور تم دیکھتے ہی رہ جاؤ گے۔بعض تفاسیر میں ہے کہ یہ ضمیر ساری مخلوق کی طرف راجع ہے۔یعنی ایک ہی آواز سے اچانک قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیران و پریشان دیکھنے لگ جائیں گے یا وہ سوچ رہے ہونگے کہ معلوم نہیں اب ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

(آیت نمبر ۲۰) (پھر سمجھ آ جائے گی) تو کہیں گے۔ہائے افسوس۔ہائے ہلاکت اب تو حاضری کا وقت آ پہنچا ہے۔یہی وہ جزاء کا روز ہے۔**فائدہ:** وہ ہلاکت اس لئے مانگیں گے کہ وہ قیامت کا مشاہدہ اب کر چکے ہوں گے۔انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اب جلد کرتوتوں کی سزا ملنے والی ہے۔بلکہ جہنم سامنے بھڑکتی نظر آ رہی ہوگی۔اور سمجھ جائیں گے۔کہ اب ہم جلد ہی اس آگ میں جانے والے ہیں۔

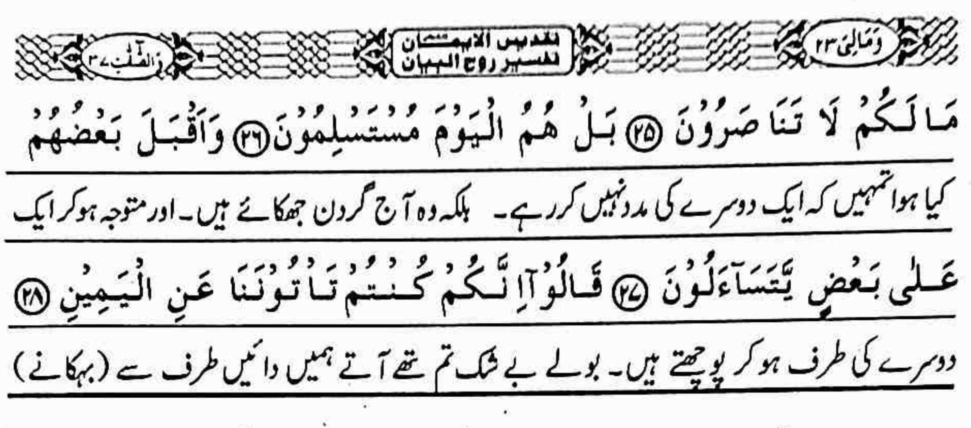


(آیت نمبر ۲۱) جب تمام واقعات کا یقین ہو جائے گا اور وہ ہلاکت مانگتے ہوں گے تو فرشتے انہیں زجر وتوبیخ کرتے ہوئے کہیں گے یہی فیصلے کا دن ہے یا یہ وہی دن ہے جس میں ہدایت والوں اور گمراہوں کا فیصلہ کیا جائیگا۔ یہ وہ دن ہے جسے تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے کہتے تھے کہ یہ محال ہے اور جھوٹ ہے۔

(آیت نمبر ۲۲) ظالموں کو اکٹھا کرو۔ یہاں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ جنہوں نے دنیا میں شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ انہیں اکٹھا کر دو۔ اور ان کے ساتھ ان کی عورتوں کو جو مشرکہ تھیں یا ان جیسے مشرکوں، کافروں اور منافقوں کو یا جتنے بھی بت پرست مجرم ہیں یا ستارے پرست یا یہود ونصاریٰ ہیں سب کو الگ الگ اکٹھا کر دو۔ الغرض ہر ملت والے اپنی ملت والوں کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر سب ایک زنجیر میں جکڑے جائیں گے۔

(آیت نمبر ۲۳) ان کو بھی اکٹھا کرو۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی پوجا کرتے تھے۔ پھر انہیں بتوں سمیت جہنم میں ڈالا جائے گا۔ پھر حکم ہوگا۔ ان سب کو جہنم کے راستے کی طرف لے جاؤ۔ فرشتے انہیں مارتے پیٹتے اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ **فائدہ**: بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے ہر قسم کے ظالم مراد ہیں اور ظالموں کی کسی طرح بھی مدد یا تواضع کرنے والے سب اسی درجے میں ہونگے (العیاذ باللہ)

(آیت نمبر ۲۴) اور انہیں ٹھہراؤ۔ یعنی اے فرشتو ان کافروں کو پلصراط کے پاس روکو۔ بے شک یہ پوچھے جائیں گے جو جو یہ دنیا میں کرتوت کر آئے وہ سب ان سے پوچھا جائیگا۔ اس کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے۔ کہ اب ان سے کس قسم کے سوالات ہوں گے۔



مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کیا ہوا تمہیں کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے۔ بلکہ وہ آج گردن جھکائے ہیں۔ اور متوجہ ہوکر ایک

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾

دوسرے کی طرف ہوکر پوچھتے ہیں۔ بولے بے شک تم تھے آتے ہمیں دائیں طرف سے (بہکانے)

(بقیہ آیت نمبر ۲۴) **چار اہم سوالات**: (۱) جوانی کہاں خرچ کی۔ (۲) عمر کن کاموں میں خرچ کی۔ (۳) مال کہاں سے کمایا کہاں پہ لگایا۔ (۴) دنیا میں کون سے عمل کئے۔ **فائدہ**: مشائخ فرماتے ہیں۔ وہ مقام انتہائی سخت ہوگا۔ بعض کافروں سے فرشتے سوال کریں گے اور بعض لوگوں سے اللہ تعالیٰ خود سوال کریں گے۔ **فائدہ**: بعض مسلمانوں کی غلطیاں ہونگی لیکن اللہ تعالیٰ ان پر پردہ ڈال دیں گے تاکہ وہ رسوانہ ہوں۔

(آیت نمبر ۲۵) تمہیں کیا ہوگیا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے۔ دنیا میں تو تم کہا کرتے تھے۔ ہم ایک دوسرے کو عذاب سے چھڑالیں گے۔ اب کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے۔ ابوجہل کہتا تھا۔ ہم ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ محمد (ﷺ) کا مقابلہ کریں گے۔ لہٰذا انہیں بروز قیامت کہا جائیگا اب چھڑاؤ ایک دوسرے کو اور کرو مدد۔ یا بتوں سے کہو وہ تمہاری مدد کریں۔ جن پر تمہیں بڑا ناز تھا۔

(آیت نمبر ۲۶) بلکہ آج کے دن تو وہ گردن جھکائے ہوں گے۔ یعنی ذلیل وخوار ہوکر سر تسلیم خم کردیں گے۔ پھر اپنا خشوع وخضوع دکھائیں گے۔ جب ہر طرح کے حیلے وسیلے ختم ہوں گے۔ تو اضطراری حالت میں ہوکر عاجز بن جائیں گے۔ پھر سب کے سامنے سر جھکائیں گے اور معافیاں مانگیں گے مگر انہیں معاف نہیں کیا جائیگا۔

(آیت نمبر ۲۷) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر جھگڑا اور جنگ وجدال کرتے ہوئے ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ پیروکار لیڈروں سے اور لیڈر پیروکاروں سے زجر وتوبیخ کے ساتھ کہیں گے۔

(آیت نمبر ۲۸) بے شک تم ہی تو دنیا میں ہمارے پاس آتے تھے۔ اپنی طاقت ظاہر کرتے اور جبر کرتے ہوئے ہمیں گمراہی پر مجبور کرتے تھے۔ لہٰذا ہم تمہارے ڈر سے ایمان نہیں لاتے تھے اور تمہارے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ اس لئے کہ تمہیں ہم پر غلبہ اور تسلط تھا اسی وجہ سے ہم کفر وگمراہی میں رہے۔ جس طرف حق تھا ادھر تم نے نہیں جانے دیا اور تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم حق پر ہیں ہم نے تمہاری قسموں پر اعتبار کرکے تمہاری تصدیق کی (اور اپنی آخرت خراب کی)۔ (تم ڈوبے ہی تھے ہمیں بھی لے ڈوبے)۔

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

وہ کہیں گے بلکہ نہیں تھے تم خود ایمان لانے والے۔ نہیں تھا ہمارا تم پر کوئی تسلط

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾

بلکہ تھے تم لوگ سرکش تو ثابت ہوئی ہم پر بات ہمارے رب کی۔ ہم نے ضرور چکھنا ہے۔

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾

ہم نے تمہیں گمراہ کیا کہ بے شک ہم خود تھے گمراہ۔

(آیت نمبر۲۹) تو لیڈر اور گمراہ کرنے والے جواب میں انہیں کہیں گے۔ بلکہ تم تو خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ ہم نے تم پر جبر وقہر کر کے قبول ایمان سے کب روکا تھا۔ تم اگر ایمان نہیں لائے تو اپنے اختیار سے ایمان نہیں لائے۔ اس کے باوجود کہ ایمان لانے کی تمہیں پوری قدرت حاصل تھی۔ تم نے کفر کو خود پسند کیا اور ایمان لانے سے خود گریز کیا۔ ورنہ جہاں اور غریب لوگ ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آتے۔

(آیت نمبر۳۰) اور ہمارا تم پر کوئی قہر جبر تسلط یا غلبہ نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے ہم نے تمہارا ایمان چھینا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ تم نے خود ہی ایمان کے بجائے طغیان کو اختیار کیا اور ایمان کے بجائے کفر پر اصرار کرتے تھے اور جرائم میں حد سے تجاوز کیا کرتے اور گناہوں میں اور نافرمانیوں میں تو تم بہت آگے نکل گئے تھے۔

(آیت نمبر۳۱) اب تو ہمارے رب کا فرمان ہم پر لازم اور ثابت ہوگیا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے تو ہمیں بتادیا تھا کہ میں ضرور اے شیطان تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے جہنم کو پر کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں سب بتا دیا تھا۔ اب ہم سب نافرمانیوں کا مزہ چکھنے والے ہیں اور وہ عذاب جو ہمارے لئے تیار کیا گیا وہ جھیلیں گے۔ جس سے ہمیں نبی اور مسلمان ڈراتے تھے۔

(آیت نمبر۳۲) یہ تمہاری بات صحیح ہے کہ ہم نے تمہیں کفر وگمراہی کی طرف بلایا تھا۔ ہم نے تمہیں کوئی مجبور تو نہیں کیا تھا۔ تم نے تو ہمارے بلانے کو اپنے اختیار سے قبول کیا اور ہدایت کے بجائے گمراہی لے لی اور اگر ہم ہی نے تمہیں گمراہ کیا تو ہم خود بھی تو گمراہ ہی تھے۔ لیکن ہم نے تمہیں یہ کب کہا تھا کہ تم بھی ہمارے جیسے ہو جاؤ یہ تو قاعدہ ہے کہ جلی ہوئی کھلیان دوسری کھلیان کو بھی جلاتی ہے۔

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

پس بے شک وہ اس دن عذاب میں شریک ہونگے۔ بے شک ہم ایسا ہی کریں گے مجرموں سے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾

اس لئے کہ وہ تھے جب کہا جاتا ان کے سامنے "لا الہ الا اللہ" تو وہ تکبر کرتے تھے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾

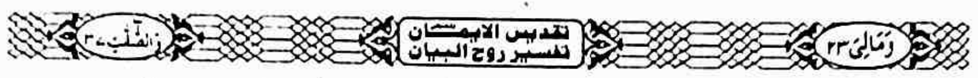
اور کہا کرتے کیا ہم چھوڑ دیں اپنے خداؤں کو ایک شاعر دیوانے کے کہنے پر۔

(آیت نمبر ۳۳) تو بے شک لیڈر اور ان کے پیروکار اس دن یعنی بروز قیامت عذاب میں اکٹھے ہونگے۔ جیسے دنیا کے اندر کفر و گمراہی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک تھے۔ اسی طرح آج عذاب میں بھی شریک ہونگے۔ (یعنی ان سب کو جہنم میں ایک ہی عذاب میں ڈالا جائیگا۔ تا کہ ایک دوسرے کی خوب گت بنائیں اور ایک دوسرے پر خوب لعنت ملامت کریں)۔ یعنی ایک ہی کیٹیگری کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں گے۔

(آیت نمبر ۳۴) بے شک ہم سب مجرموں کے ساتھ اسی طرح کریں گے۔ جس طرح فعل بد میں وہ شریک تھے۔ اب حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ تمام گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے عذاب میں اکٹھے ہی ہوں۔ ہمارا قاعدہ ہے کہ جو دنیا کے اندر جرم میں اکٹھے تھے آج وہ عذاب میں بھی اکٹھے ہوں۔ ہم سب مجرموں سے ایسا ہی سلوک کریں گے۔

(آیت نمبر ۳۵) بے شک وہ ایسے تھے کہ جب انہیں دعوت اور تلقین کر کے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو وہ تکبر کرتے تھے۔ یعنی حق بات سے نفرت کا اظہار کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں توحید سے بہت زیادہ چڑ تھی۔ اس لئے یہ کلمہ سنتے ہی تکبر سے بھاگ جاتے۔ **فائدہ**: کلمہ "لا الہ الا اللہ" قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے۔

(آیت نمبر ۳۶) اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کی پوجا پاٹ چھوڑ دیں۔ ایک شاعر کے کہنے پر جس کے عقل پر جنون کا غلبہ ہے۔ **فائدہ**: اس شاعر اور مجنوں سے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے تھے۔ یعنی وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اتنے بتوں کو اپنے خداؤں کو کبھی بھی چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ **فائدہ**: کفار نے حضور ﷺ کو شاعر و مجنون کہہ کر آپ کی تکذیب کی۔ حالانکہ حضور ﷺ تو سب لوگوں سے زیادہ عقلمند اور سمجھ دار تھے اور تمام کمالات وفضائل کے جامع تھے۔



بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾

بلکہ وہ لائے تھے حق بات اور اس کی تصدیق کی رسولوں نے۔ بے شک تمہیں ضرور چکھنا ہے عذاب دردناک۔

وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾

اور نہیں بدلہ دیئے جاؤ گے مگر جو تھے تم کرتے۔

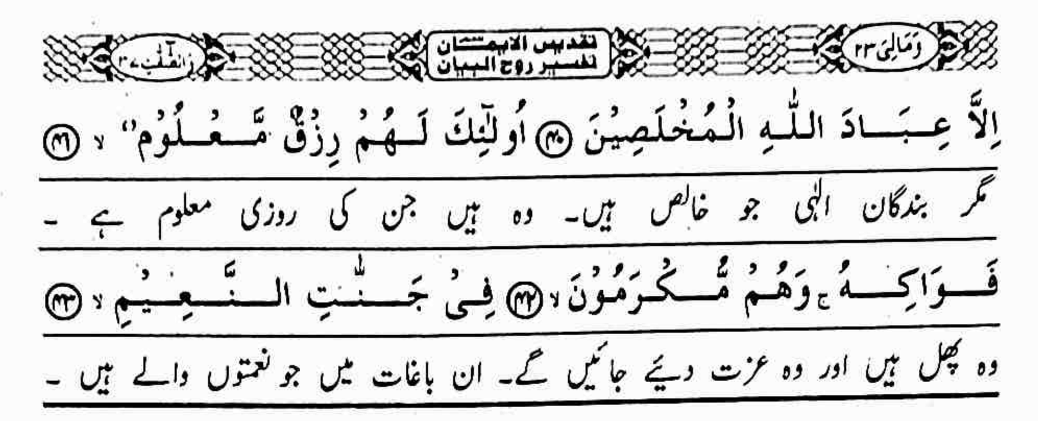
(آیت نمبر ٣٧) یہ حالانکہ بات نہیں جو کفار کہتے ہیں کہ حضور ﷺ شاعر اور مجنون ہیں۔ بلکہ آپ تو حق لے کر آئے ہیں۔ یہاں حق سے مراد توحید ہے اور آپ تمام انبیاء و مرسلین کی تصدیق فرمانے والے ہیں۔ یا تمام رسولوں نے آپ کی تصدیق کی۔ کفار نے اپنی عادت کے موافق یہ جملہ کہا۔ یا قرآنی آیات کے خاتمے کو ہم وزن دیکھ کر انہوں نے شاعر کہنا شروع کر دیا۔ **فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ سب برحق ہے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(آیت نمبر ٣٨) اے مشرکو اور کافرو۔ بے شک تم کفر و شرک اور رسولوں کو جھٹلانے اور تکبر کرنے کی وجہ سے دردناک عذاب چکھنے والے ہو۔ یہاں ان پر عذاب کی شدت بیان کرنے میں سخت غضب کا اظہار ہے۔ چونکہ گناہ ان کا سب گناہوں سے بڑا ہے۔ اس لئے اس کی سزا بھی دردناک ہے۔

(آیت نمبر ٣٩) اور نہیں تم بدلہ دیئے جاؤ گے مگر اس کا جو تم عمل کرتے رہے۔ یعنی کفر و شرک کیا۔ یا جو بھی گناہ کئے یا جو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں۔ اس کے مطابق سزا ہوگی۔

فائدہ: ابن شیخ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو رحیم و کریم و حلیم ہے۔ وہ کسی کو سزا نہیں دینا چاہتا۔ یہ تو بندوں کے اعمال کا بدلہ ہوگا۔ حکمت الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ جس نے نیکی کی اسے اچھا بدلا ملے اور جس نے برے اعمال کئے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ انہیں اس کی سزا ملے۔

مومن کی علامات: جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ مومن کی چار نشانیاں ہیں: (١) جو دل کو تکبر سے دور رکھے۔ (٢) اور جھوٹ و غیبت وغیرہ سے زبان کو پاک رکھے۔ (٣) دل کو ریاء کاری سے۔ (٤) اور پیٹ کو حرام اور شبہات سے پاک رکھے۔ **سبق:** عقلمند پر لازم ہے کہ وہ قیامت اور اس کی جزاء و سزا سے ڈرتا رہے۔ تکبر سے بچے اور تواضع اختیار کرے۔ باطل کو چھوڑ کر حق کا ساتھ دے۔ شرک سے بھاگے اور توحید کو اپنائے اور اخلاص کو عمل میں لائے۔



اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾

مگر بندگان الٰہی جو خالص ہیں۔ وہ ہیں جن کی روزی معلوم ہے ۔

فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾

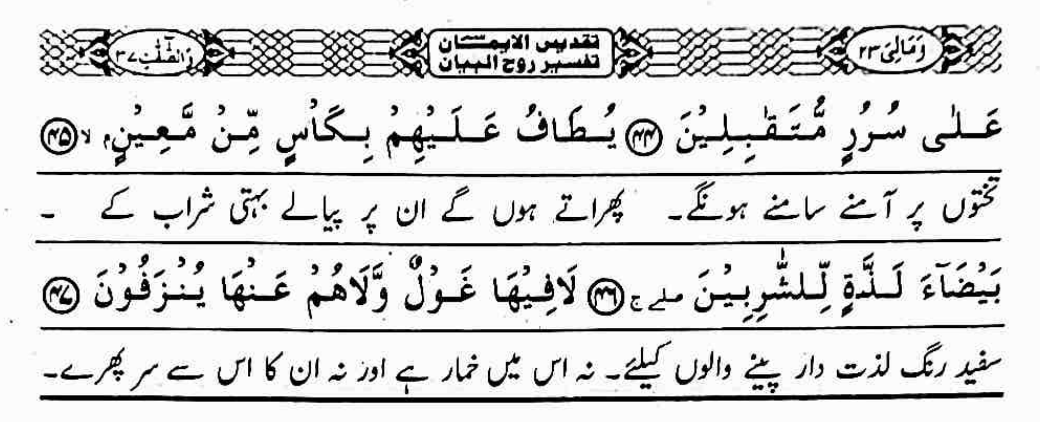
وہ پھل ہیں اور وہ عزت دیئے جائیں گے۔ ان باغات میں جو نعمتوں والے ہیں ۔

(آیت نمبر۴۰) مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے جو عذاب سے مامون ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ میرے خالص اور مخلص بندے جو صرف میری ہی عبادت کرتے ہیں اور ریا کاری بھی نہیں کرتے۔ وہ وہ بندے ہیں۔ جنہیں نہ اپنے کسی نیک عمل پر کوئی غرور ہے۔ نہ کسی غیر خدا پر بھروسہ ہے۔ انہیں بالکل عذاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دین وطاعت کیلئے خالص بنایا۔ اور اپنی ذات کیلئے چن لیا۔

(آیت نمبر۴۱) یہ مخلص لوگ دوسرے لوگوں سے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے ممتاز ہونگے ان کی عبودیت میں اخلاص کی وجہ سے ان کیلئے ایسا عالی شان رزق ہوگا۔ جس جیسا کوئی رزق نہیں۔ اس کا کوئی وصف بھی نہیں بیان ہوسکتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے جو منظر کے لحاظ سے حسین تر۔ ذائقہ کے لحاظ سے لذیز تر ہے۔ خوشبو کے لحاظ سے برتر ہوگا۔ ہمہ وقت جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ جہاں چاہیں مل جائیگا۔ انہیں رزق لینے کہیں جانا نہیں پڑے گا۔

(آیت نمبر۴۲) اور ہر قسم کے پھل فروٹ جو اعلیٰ لذت والے خواہ خشک ہوں یا تر وہ جنت میں دیئے جائیں گے۔ **فائدہ:** بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ فواکہ کا ذکر رزق سے الگ اس لئے کیا کہ فواکہ وہ پھل جو تمام کھانوں سے الگ لذت کے طور پر کھائے جاتے ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فواکہ کا الگ ذکر صرف رغبت اور شوق دلانے کیلئے ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ہر طرح کے پھل پورے اعزاز واکرام کے ساتھ ملیں گے۔ اس لئے کہ اصل اعزاز واکرام تو اہل جنت کا جنت میں ہی ہوگا۔ جہاں ہر ایک دیکھ کر رشک کر رہا ہوگا۔ ان کا اعزاز واکرام اس طرح ہوگا۔ کہ گویا مہمان آئے ہیں۔

(آیت نمبر۴۳) یہ اعزاز واکرام نعمتوں والے باغات میں ہوگا۔ جہاں ہر طرف نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔ یہ اضافہ بھی اختصاص کیلئے کیا گیا ہے۔ یعنی ہر طرف نعمتوں کے انبار لگے ہوں گے اور کوئی مقرر موسم نہیں۔ بلکہ ہمہ وقت ہر موسم کے پھل اور لذت والے کھانے ہوں گے۔ جتنی بار کھائیں گے۔ ہر بار لذت پہلے سے زیادہ ہوگی۔



(آیت نمبر۴۴) تخت ہائے آراستہ وپیراستہ پرہوں گے کہ جس پر اہل نعمت بیٹھ کر سرور پاتے ہیں تو جنت میں وہ تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔ تا کہ ایک دوسرے سے انس زیادہ ہو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو لحظہ بہ لحظہ دیدار سے نوازے گا۔ جس کی وجہ سے انہیں باطنی انس حاصل ہوگا۔

(آیت نمبر۴۵) جنت میں ساقی اور خدام ان کے اردگرد چکر لگائیں گے۔ ''کاس'' سے مراد شراب کا پیالہ ہے۔ یعنی وہ شراب ان پیالوں میں ہوگی جو آنکھوں کے سامنے ہوں گے یا ایسی نہریں جو جنت میں چلتی ہوں گی۔ جن میں سے ایک نہر ایسی ہوگی جسے ''شرابا طھورا'' کہا گیا ہے۔ یعنی بالکل پاک صاف شراب۔

(آیت نمبر۴۶) نہایت صاف اور شفاف ہوں گے جن کو دنیا میں نہ کسی نے دیکھا نہ آئندہ دیکھے۔ اسی کے متعلق کہا گیا نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا۔ آگے فرمایا۔ جو پیئے گا۔ اسے لذت ہی آجائے گی۔ یعنی ایسے لذیذ، میٹھے اور مزیدار اور خوشگوار ہونگے۔ یعنی وہ دنیا والی شراب کی طرح نہیں ہوگی کہ جس میں بیماریاں اور مصیبتیں آتی ہیں۔ کبھی دماغ خراب۔ کبھی سرگردان۔ بلکہ اس سے طبیعت ہشاش بشاش ہوگی۔

(آیت نمبر۴۷) اس میں کسی قسم کی خرابی بھی نہ ہوگی۔ جیسے دنیوی شراب میں کئی خرابیاں ہوتی ہیں سردرد، دماغ میں فتور، عقل میں خرابی لیکن جنت والے شراب میں۔ نہ دردسر نہ دردجگر اور نہ عقل کی کمزوری۔ غول سے مراد اذیت اور تکلیف دہ۔ دنیا کے شراب کے بارے میں فرمایا۔ گناہ نفع سے زیادہ ہے اور یہ شیطان کی پلیدی ہے۔ لیکن جنت کی شراب بالکل پاک اور صاف اور کئی صفات سے متصف ہے جنت کی شراب کے بارے میں غول یعنی دیوانگی بھی نہیں۔ کیونکہ اکثر شرابیوں کا عقل شراب پینے سے ضائع ہو جاتا ہے۔ دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر وقت دردسر رہتا ہے لیکن جنت کی شراب میں ایسی کوئی بات نہیں۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿٤٨﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٤٩﴾

اور ان کے پاس ہی نیچی نگاہوں والی موٹی آنکھوں والی۔ گویا وہ انڈے ہیں چھپائے ہوئے۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾

متوجہ ہوکر ایک دوسرے سے پوچھتے ہوں گے

(آیت نمبر ۴۸) اوران جنتیوں کے پاس وہ حوریں ہونگی۔ جواپنے شوہروں کے سامنے آنکھیں نیچے رکھ کر شرم وحیاء کی تصویر بن کر کھڑی ہوں گی اور کسی کی طرف نظر اٹھا کرنہیں دیکھیں گی اور نہ کسی قسم کی برائی کریں گی۔ اپنی پاک دامنی کی وجہ سے منور ہوں گی۔ اور عین کا معنی ہے بڑی آنکھوں والی اور خوبصورت آنکھوں والی۔ (یعنی ان کے حسن کو مثال میں نہیں لایا جاسکتا)۔

(آیت نمبر ۴۹) انتہائی خوبصورتی کی وجہ سے فرمایا گویا کہ وہ سفیدی میں انڈے کی طرح ہیں یعنی انتہائی سفید۔ وہ حوریں ہر قسم کی آلائش سے پاک صاف ہوں گی۔ کسی نے ان کو چھوا تک بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ ہاتھ لگنے سے اشیاء میلی ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ ورنہ جب کسی نے انہیں دیکھا ہی نہیں۔ پھر چھونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

فائدہ: علامہ اسماعیل حقی عیشاللہ فرماتے ہیں۔ ان آیات میں ان اشیاء کا ذکر ہے۔ جن سے جسم وروح دونوں کو لذت ملتی ہے۔ (۱) پھلوں کی نعمت۔ (۲) کھانوں کی نعمت۔ (۳) شرابا طہورا کی لذت۔ (۴) خوبصورت عورتیں جسم کی لذت کیلئے اور روح کی لذت کیلئے۔ وہاں کا اعزاز واکرام۔ دوستوں کی سنگت اور خوبصورت چہروں کی زیارت۔ اور دل کو سرور بھی ملے گا اور سکون بھی لے گا۔

(آیت نمبر ۵۰) جنت میں اللہ تعالیٰ کے بندے ایک دوسرے سے خوب باتیں کریں گے۔ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر معارف وفضائل اور گذرے ہوئے حالات پر تبصرہ کریں گے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ سب جنتی ایک ہی حال میں نہیں ہوں گے۔ اگر چہ سب مومن موحد ہونگے۔ لیکن ان میں مقعد صدق والوں کا مقام بہت بلند وبالا ہوگا۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ۙ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾

ایک کہے گا کہنے والا ان میں سے بے شک تھا میرا ساتھی۔ کہا کرتا کیا تو اسے سچ مانتا ہے۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾

کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہونگے تو کیا ہمیں پھر جزا وسزا ہوگی۔ کہے گا کیا تم دیکھنا چاہتے ہو۔

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾

پھر جھانکا تو دیکھ لیا اسے درمیان جہنم کے۔

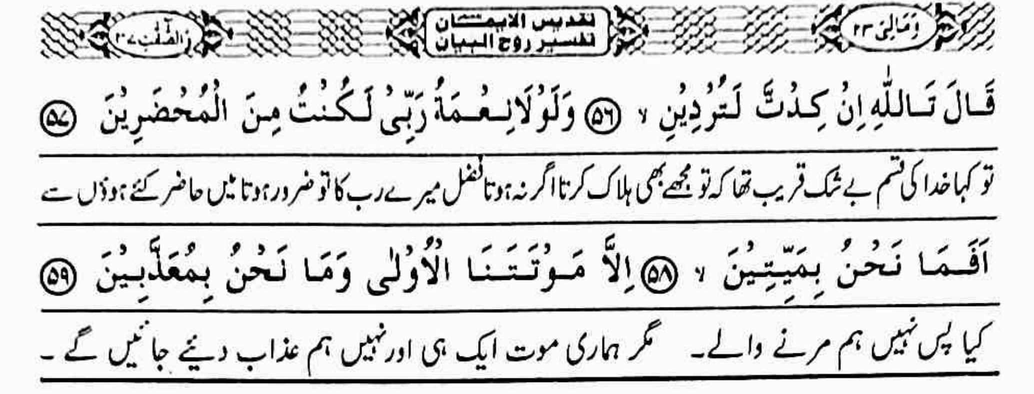
(آیت نمبر۵۱) گفتگو کے دوران کلام کو طول دیتے ہوئے ایک ان میں سے کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست ہوا کرتا تھا۔ جس کا اٹھنا، بیٹھنا میرے ساتھ ہوتا تھا۔ **فائدہ**: معلوم ہوا۔ دنیا کی سب باتیں انہیں یاد آ جائیں گی اور وہ اپنے گذرے ہوئے حالات وواقعات دوسروں کو سنائیں گے اور کامیابی پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے۔

(آیت نمبر۵۲) وہ مجھ سے جھگڑتے اور زجر وتوبیخ کرتے ہوئے کہتا تھا کہ کیا تو بھی قیامت کے ماننے والوں سے ہو گیا ہے کیونکہ میں مومن تھا اور آخرت کے احوال کا قائل تھا تو وہ کہتا تھا کہ کیا تیرا بھی عقیدہ یہی ہے کہ مرنے کے بعد پھر ایک دن زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور حساب وکتاب ہونا ہے۔

(آیت نمبر۵۳) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو پھر ہمیں بدلہ یعنی اعمال کے مطابق جزاء وسزا بھی ہونے والی ہے؟ اس کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد نہ زندہ ہونا ہے نہ جزاء وسزا ہے۔ چونکہ وہ ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ جو بات عقل میں نہ آئے۔ اس کا انکار کر دیتے تھے۔

(آیت نمبر۵۴) اتنی بات کر کے وہ اپنے جنتی ساتھی سے کہے گا۔ کیا تم دوزخیوں کو دیکھنا چاہتے ہو کہ میں بھی اپنے اس ساتھی کو دیکھ لوں۔ جو قیامت کا منکر اور جھٹلانے والا تھا۔ تاکہ میں اسے بتاؤں کہ میں جو کہا کرتا تھا وہ درست تھا یا نہیں۔

(آیت نمبر۵۵) پھر جب وہ جہنم کی طرف جھانک کر دیکھے گا تو اس دنیا والے ہمنشین کو جہنم کے درمیان میں دیکھ لے گا۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جنت میں ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں سے جنتی دوزخیوں کو دیکھ کر پہچان لیں گے بلکہ ایک دوسرے سے باتیں بھی کر لیا کریں گے۔ اگرچہ ان میں بہت بڑا فاصلہ ہوگا۔ لیکن اس دن نظر اتنی تیز ہوگی۔ کہ ہزاروں میلوں تک دیکھ سکے گی۔



قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾

تو کہا خدا کی قسم بے شک قریب تھا کہ تو مجھے بھی ہلاک کرتا اگر نہ ہوتا فضل میرے رب کا تو ضرور ہوتا میں حاضر کئے ہوؤں سے

اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾

کیا پس نہیں ہم مرنے والے۔ مگر ہماری موت ایک ہی اور نہیں ہم عذاب دیئے جائیں گے۔

(بقیہ آیت نمبر۵۵) **فائدہ:** علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ جنتی بہت بلند مقام پر ہوں گے اور دوزخی نہایت پستی میں ہوں گے تو جیسے بالا خانے والے نیچے والوں کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی دیکھ لیں گے۔

(آیت نمبر۵۶) جنت والا دوزخ میں گئے ہوئے دنیوی ساتھی کا دوزخ میں برا حال دیکھ کر اسے کہے گا۔ خدا کی قسم دنیا میں میں تیرے کہنے میں آجاتا تو بے شک قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا۔ یعنی گمراہ کر کے مجھے بھی تباہی کے گڑھے میں گرا دیتا (جیسے تو خود جہنم کے گڑھے میں گرا ہے)۔

(آیت نمبر۵۷) اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا یعنی وہ میری حفاظت فرما کر نہ بچاتا اور مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں حاضر کئے ہوئے لوگوں سے ہوتا۔ یعنی ان لوگوں میں ہوتا جو عذاب کیلئے حاضر کئے جاتے ہیں جیسے تجھے اور تیرے جیسے اور لوگوں کو حاضر کیا گیا۔ اور پھر عذاب میں مبتلا ہوتا۔

(آیت نمبر۵۸) اب پھر پہلی گفتگو کی طرف رجوع ہے۔ جو جنت میں ساتھی ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ یعنی دنیوی ساتھی سے بات ختم کر کے پھر جنت والوں سے گفتگو شروع کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو یاد کریں گے اور جنت کی دائمی زندگی پر از حد خوش ہو رہے ہوں گے اور کہیں گے کیا ہم یہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ نعمتیں ہمیشہ ملتی رہیں گی۔

فائدہ: ہماری شان یہ ہے کہ اب ہم پر موت واقع نہیں ہوگی۔

(آیت نمبر۵۹) سوا پہلی موت کے جو ہمیں دنیا میں آئی۔ یہ اسے بھی شامل ہے جو قبر میں زندہ کر کے سوال وجواب ہوا۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وہ نہیں چکھیں گے اس میں موت سوائے اس پہلی موت کے۔ یعنی اب جنت میں ہرگز مرنا نہیں ہے اور نہ ہمیں عذاب دیا جائیگا۔ یعنی باقی کفار کی طرح عذاب نہیں دیئے جائیں گے۔ عذاب سے نجات پانا بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ جنت میں نہ گناہ کا تصور نہ عذاب کا ڈر۔ نہ موت کا خوف، نہ نکلنے کا غم۔

11

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُونَ ﴿٦١﴾

بے شک یہ ہے ضرور وہ کامیابی بڑی اس قسم کی (کامیابی) کیلئے چاہیے عمل کریں عمل کرنے والے۔

أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِينَ ﴿٦٣﴾

کیا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت تھوہر والا۔ بے شک ہم نے بنایا اسے فتنہ ظالموں کیلئے۔

(آیت نمبر٦٠) بے شک ہم اب جس حال میں ہیں اور جن نعمتوں سے ہمیں نوازا گیا اور یہ جو جنت میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ فرمایا اور عذاب سے محفوظ فرمایا۔ بے شک یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ یعنی سعادت بھی اور کامیابی بھی۔ گویا جنت میں ہر مراد بھی پوری ہوگی اور وہ کامیابی کی سعادت ہے۔

فائدہ: جنت میں پہنچ کر دنیا کی ہر چیز حقیر نظر آئیگی۔

(آیت نمبر٦١) ایسے عظیم مقصد کے حاصل کرنے کیلئے ہر بندے پر ضروری ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور ہر ممکن کوشش کر کے اس مقصد کو حاصل کرے اور دنیا کیلئے جتنی بھی جدوجہد ہے۔ وہ بے کار ہے۔ اس لئے کہ وہ فانی ہے اور اس میں ہزاروں قسم کی بلائیں اور مصیبتیں اور پریشانیاں ہیں۔

فائدہ: کاشفی مرحوم لکھتے ہیں کہ ایسی نعمتوں کو پانے کیلئے نیک اعمال کئے جائیں۔ یعنی جنت کا حصول ایسے نیک اعمال پر موقوف ہے۔

(آیت نمبر٦٢) کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا تھوہر کا درخت، نزل وہ کھانا ہے جو گھر میں آنے والے مہمانوں کیلئے تیار کیا جائے۔ تھوہر کا درخت جس کے پتوں میں سخت کانٹے ہوتے ہیں۔ ذائقہ انتہائی کڑوا ہوتا ہے۔ سخت بدبو والا۔ اور اس کے ساتھ سخت تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں۔ جہنم والوں کو کھانے کیلئے یہی درخت دیا جائیگا۔

فائدہ: جنت والوں کو ملنے والی نعمتوں کا تو علم ہو گیا کہ انہیں ایسی اعلیٰ نعمتیں دی جائیں گی۔ جس کی کوئی مثال نہیں لیکن جہنمیوں کو زقوم جیسی غذا دی جائیگی۔ جس کی کڑواہٹ اور بدبو کی بھی کوئی مثال نہیں۔

(آیت نمبر٦٣) بے شک ہم نے اسے آخرت میں کافروں کیلئے فتنہ یعنی دکھ تکلیف اور عذاب بنایا ہے۔ اس لئے کہ جب کفار نے زقوم سے ملنے والی سزا کے متعلق سنا تو وہ فتنہ و آزمائش میں پڑ گئے۔ اسی لئے کہ انہوں نے دین اسلام قرآن اور نبی آخر زمان ﷺ پر طعن و تشنیع کی اور کچھ کفار کفر و شرک میں اور آگے بڑھ گئے۔

إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾

بے شک ایک درخت ہے جو نکلتا ہے نیچے جہنم سے۔ اس کے شگوفے گویا کہ وہ سر ہیں شیطانوں کے

فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾

بے شک وہ ضرور کھائیں گے اسے پھر بھریں گے اس سے پیٹوں کو۔

(بقیہ آیت نمبر ۶۳) اور وہ فتنے ہیں اس لئے کہ ہر آئے دن نیا فتنہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ انہیں اعتراض تھا کہ جہنم میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ آگ اور درخت میں کیا جوڑ ہے۔ لیکن وہ بے وقوف اللہ کی قدرت کو نہیں جانتے تھے حالانکہ جو آگ میں جانور پیدا کر کے یعنی بڑے بڑے سانپ بچھو زندہ رکھ سکتا ہے۔ وہ درخت کو بھی آگ میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔

(آیت نمبر ۶۴) بے شک وہ درخت جہنم کے اندر سے نکلتا ہے۔ جس کی جڑیں جہنم کی گہرائی تک پہنچتی ہیں۔ چونکہ اس کا مادہ ہی آگ سے ہے۔ لہذا اسے آگ نہیں جلاتی۔ جیسے وہ باقی درختوں کو جلاتی ہے۔

شانِ نزول: زبعری اور دیگر کفار نے زقوم کا ذکر سن کر کہا کہ زقوم سے ہمیں خواہ مخواہ ڈراتے ہیں۔ زقوم تو کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور لونڈی سے کہا۔ زقمینا۔ ہمیں زقوم کھلا۔ تو وہ کھجور اور مکھن لے آئی حالانکہ وہ زقوم اور ہے اور یہ زقوم وہ ہے جو جہنم میں پیدا ہوتی ہے۔

(آیت نمبر ۶۵) اس کے شگوفے اور پھل جو اس سے نکلیں گے۔ بدشکلی میں گویا کہ وہ شیطانوں کے سر ہیں کیونکہ ان کی شکلیں قبیح اور ڈراؤنی سی ہیں چونکہ مشرکین کسی کو انتہائی ڈراؤنی چیز سے ڈرانا چاہتے تو وہ کہتے تھے کہ وہ شیطان ہے۔ یہ تشبیہ ایسے ہی ہے۔ جیسے خوبصورت اور خوب سیرت کی تشبیہ فرشتہ سے دی جاتی ہے۔ جیسے مصر کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر کہا۔ یہ انسان نہیں یہ تو مکرم فرشتہ ہے۔

(آیت نمبر ۶۶) تو بے شک وہ جہنمی اس درخت زقوم یا اس کا پھل کھائیں گے تو بھوک ختم کرنے کیلئے یا کھانے کی خواہش پوری کرنے کیلئے پیٹوں کو بھریں گے۔ انتہائی کراہت سے کھائیں گے کیونکہ اس کا کھلانا بھی عذاب دینے کیلئے ہوگا۔ مگر انہیں اس کے کھانے سے بھوک کی شدت میں اضافہ ہو جائے گا۔ **فائدہ**: چونکہ دنیا میں انہوں نے جو بویا تھا۔ اب آخرت میں اسی کا ثمرہ انہیں مل رہا ہے۔ اگر اچھے عمل کرتے تو اچھا پھل ملتا۔

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِ۟اِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾

پھر بے شک ان کے لئے اس پر ملونی ہے کھولتے پانی کی۔ پھر بے شک لوٹیں گے طرف جہنم کے۔

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾

بے شک انہوں نے پایا باپ دادا کو گمراہ۔ تو یہ بھی ان کے قدم بہ قدم دوڑے۔

(آیت نمبر ٦٧) جب وہ تھوہر سے پیٹ بھرلیں گے تو پھر انہیں پیاس ستائے گی۔ اس کے درمیان کافی وقت گذر جائے گا۔ پانی مانگتے رہیں گے تو پھر جو پانی ملے گا وہ کھانے سے بھی زیادہ کراہت والا ہوگا۔ اس کھولتے پانی سے ملونی ہوگی کہ اس کی گرمی اور بدبو انتہاء کو پہنچی ہوگی۔ جس سے ان کی آنتیں بھی کٹ جائیں گی۔

(آیت نمبر ٦٨) پھر وہ جہنم کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔

فائدہ: بعض نے فرمایا کہ یہ تھوہر کے ساتھ مہمانی جہنم جانے سے پہلے بھی کی جائیگی کیونکہ جحیم جہنم سے پیچھے ایک مقام ہے۔ یا جہنم کے مختلف درکات میں اونٹوں کی طرح ہانک کرلے جایا جائیگا۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا زقوم کا ایک قطرہ اگر زمین پر گرادیا جائے تو دنیا کی ساری عیش کڑوی ہو جائے (جامع ترمذی) تو ان کا کیا حال ہوگا جنہیں جہنم میں وہ سخت کڑوا درخت کھلایا جائیگا اسکے علاوہ کھانے کی اور کوئی چیز ان دوزخیوں کیلئے ہوگی ہی نہیں۔

(آیت نمبر ٦٩) بے شک انہوں نے یعنی کفار نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا انہوں نے بھی اس گمراہی میں باپ دادا کی تقلید کی۔ مگر اللہ رسول کا حکم نہیں مانا۔ وہ ہدایت سے اور طلب حق سے بہت دور تھے اور غلط کاموں کے سوا انہوں نے اور کام ہی کوئی نہیں کیا تھا تو پھر جیسے گناہ کئی طرح کے کئے اسی طرح مختلف عذابوں میں بھی گرفتار ہوئے۔

(آیت نمبر ٧٠) اور وہ اپنے آباء واجداد کے قدموں پر اور ان کے نشانات پر دوڑتے ہوئے جاتے انہوں نے اس بات پر ذرہ بھی غور وفکر نہیں کیا کہ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ بالکل سراسر باطل ہے اور حق سے بہت دور ہے۔ اگر معمولی سا بھی اس پر غور وفکر کرتے تو حقیقت ان پر واضح ہو جاتی لیکن وہ آباء واجداد کے طریقے سے ہٹنا گوارہ ہی نہیں کرتے تھے۔ جو انہیں نصیحت کرتا۔ اس کے بھی خلاف ہو جاتے تھے۔ اور اسے تکالیف پہنچاتے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾

البتہ تحقیق گمراہ ہوئے ان سے پہلے بہت آگے۔ اور تحقیق بھیجے ہم نے ان میں ڈر سنانے والے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۙ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾

پھر دیکھ کیسا ہوا انجام ڈرائے ہوؤں کا۔ سوائے ان بندگان خدا کے جو مخلص تھے۔

(آیت نمبر۷۱) اور البتہ تحقیق ان قریش مکہ سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں یعنی پہلی قوموں میں بھی اکثر لوگ گمراہ ہوئے۔ شیطان نے انہیں گمراہ کیا۔ شیطان کا نام آیت میں نہیں ہے۔ لیکن گمراہ کرنے میں اس کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے اس لئے نام لینے کی ضرورت ہی نہیں۔

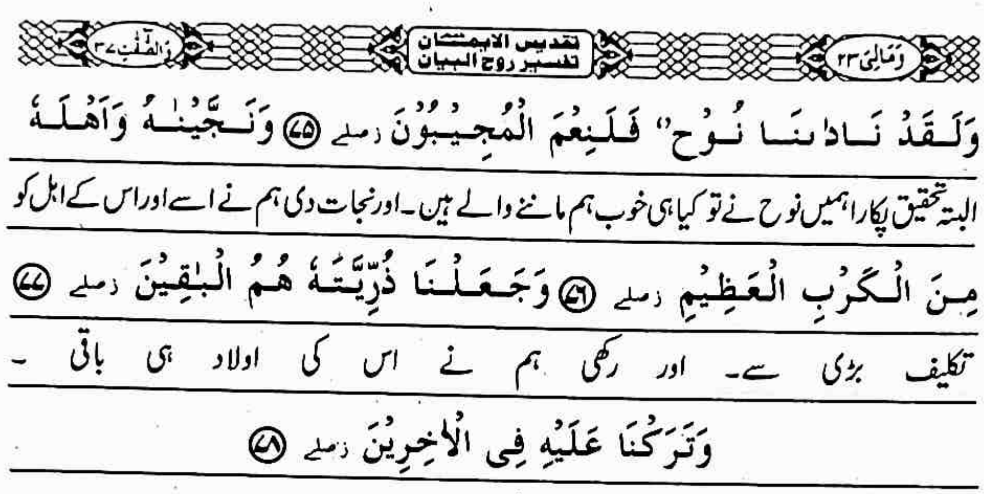
(آیت نمبر۷۲) البتہ تحقیق ہم نے ان پہلی امتوں میں بھی عذاب سے ڈرانے والے یعنی انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے جو بہت بڑی شانوں کے مالک تھے۔ جنہوں نے دنیا میں آکر ان لوگوں کو بتایا کہ ان کے عقیدے غلط ہیں اور ان عقائد واعمال والوں کا انجام بہت برا ہوگا۔ (عقائد شرکیہ۔ اور اعمال گناہ کبیرہ والے تھے)۔

(آیت نمبر۷۳) پھر دیکھ ان ڈرائے ہوؤں کا کیسا انجام ہوا۔ یعنی وہ تباہ وبرباد ہو گئے حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے انہیں بہت سمجھایا اور عذاب الٰہی سے بہت ڈرایا تھا لیکن انہوں نے ان کی ایک بھی نہ سنی۔ اس لئے وہ لوگ ذلت وخواری کے ساتھ تباہ وبرباد ہو گئے۔

(آیت نمبر۷۴) مگر اللہ تعالیٰ کے خالص اور مخلص بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائی وہ عذاب سے بچ گئے۔

فائدہ: اس آیت میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی کہ پہلی قوموں کے پاس رسول تشریف لائے اور انہیں عذاب سے ڈرایا۔ کفر سے بچنے اور گمراہی سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن وہ کفر وشرک سے باز نہ آئے بلکہ الٹا انبیاء کرام علیہم السلام کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں انہوں نے اس پر صبر کر کے دعوت کو برابر جاری رکھا۔ لہٰذا اس قوم کا انجام برا ہوا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو صبر پر کامیابی ملی۔

سبق: عقلمند پر لازم ہے۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے احکام پر چلے اور ایمان کے بعد عمل صالح میں اخلاص پیدا کرے اور قلب کی صفائی میں پوری کوشش کرے۔ تاکہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہو۔



وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ

البتہ تحقیق پکارا ہمیں نوح نے تو کیا ہی خوب ہم ماننے والے ہیں۔ اور نجات دی ہم نے اسے اور اس کے اہل کو

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾

تکلیف بڑی سے۔ اور رکھی ہم نے اس کی اولاد ہی باقی ۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾

اور چھوڑی ہم نے اس کی تعریف پچھلوں میں۔

(آیت نمبر ۷۵) اور البتہ تحقیق نوح نے ہمیں پکارا۔ یعنی جب قوم کسی طرح بھی ان کی بات ماننے کیلئے تیار نہ ہوئی۔ **فائدہ:** نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں۔ نو سو سال سے زیادہ اپنی قوم کو دعوت توحید دیتے رہے۔ لیکن قوم نے ماننے کے بجائے نفرت کی اور نوح علیہ السلام کو سخت سے سخت اذیتیں دیں تو پھر انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں دست دعا اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ آگے فرمایا کہ ہم بہتر دعائیں قبول کرنے والے ہیں۔

(آیت نمبر ۷۶) پھر ہم نے نوح کو نجات دی (قوم سے یا غرق ہونے سے بچایا) انہیں بھی اور ان کی اہل وعیال کو بھی بہت بڑے کرب سے۔ یعنی طوفان کے عذاب سے۔ ایک بیٹا اور بیوی کافر تھے۔ اس لئے ان کا انجام بھی ان کفار کے ساتھ ہی ہوا۔ **فائدہ:** کرب انتہائی سخت غم واندوہ کو کہا جاتا ہے جو انسان کو تکلیف میں بہت زیادہ الٹا پلٹتا ہے۔

(آیت نمبر ۷۷) اور ہم نے ان کی اولاد کو پیچھے باقی رکھا۔ **فائدہ:** بعض مفسرین نے فرمایا کہ جتنے لوگ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار تھے۔ ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ نسل صرف نوح علیہ السلام کی آگے چلی اور قیامت تک سلسلہ چلتا رہے گا۔ گویا نوح علیہ السلام آدم ثانی ہیں۔ **فائدہ:** قتادہ فرماتے ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادے جو کشتی میں تھے: (۱) سام۔ (۲) حام۔ (۳) یافث۔ عرب فارس، روم، یہود ونصاریٰ سام سے اور سوڈان مشرق، مغرب تمام سندھ وہند، حبشہ، قبط، بربر وغیرہ حام سے اور حرز یاجوج ماجوج یافث کی اولاد سے تھے۔ (اس سے زیادہ تفصیلات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر ۷۸) اور پچھلوں میں ہم نے ان کی تعریف باقی رکھی۔ یعنی ان کا ذکر ہر نبی کے دور میں ہوتا رہا اور قیامت تک ہوتا رہے گا کہ انہوں نے کس طرح دعوت توحید دی اور قوم نے کیا سلوک کیا اور پھر ان کا کیا انجام ہوا۔

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾

سلام ہو نوح پر سب جہانوں میں۔ بے شک ہم اسی طرح صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾

بے شک وہ ہمارے اعلیٰ مومن بندوں سے ہیں۔

(آیت نمبر ۷۹) سلام ہو نوح علیہ السلام پر کل جہانوں میں۔ یعنی ان پر ہمیشہ سلام پڑھا جاتا رہے گا۔

سانپ اور بچھو سے شفاء: تفسیر قرطبی میں ہے کہ نوح علیہ السلام کے پاس سانپ اور بچھو کشتی میں سوار ہونے کی اجازت لینے کیلئے حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا تم تو موذی جانور ہو کہیں کشتی والوں کو تکلیف نہ دو تو انہوں نے کہا کہ ہمارا آپ سے وعدہ ہے۔ ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ جو آپ کا نام لے گا ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسے کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ لہذا جسے سانپ بچھوڈسے وہ اس آیت کو پڑھ کر دم کردے۔

فائدہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کل جہاں انبیاء علیہم السلام پر سلام پڑھتا ہے اور کائنات کا خالق مالک فرماتا ہے "السلام علیك ایها النبی" اور ہمارے نبی پاک نے معراج میں عرش پر فرمایا "السلام علینا وعلیٰ عباد الله الصالحین" اور بروز قیامت جب امت پل صراط سے گذرے گی تو فرمائیں گے: "یارب سلم امتی"۔

(آیت نمبر ۸۰) بے شک ہم اسی طرح اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ یا کامل جزاء دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔

فائدہ: اس آیت میں نوح علیہ السلام کو جو جو انعام واکرام عطا ہوئے۔ ان کی علت بیان ہوئی کہ انہوں نے جو نیک اعمال کئے اس پر انہیں اعلیٰ جزاء دی گئی۔ اور بھی جو کوئی نیکی کرتا ہے۔ ہم اسی طرح ان کو جزاء دیتے ہیں۔

(آیت نمبر ۸۱) بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔ یعنی نوح علیہ السلام کے محسنین میں سے ہونے کی دوسری علت بیان کی گئی کہ انہوں نے عبودیت اور کمال ایمان میں اخلاص پیدا کیا کیوں نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خالص بندے تھے۔ **فائدہ:** اس آیت سے ایمان کی قدر ومنزلت کا اظہار ہے اس لئے کہ ایمان ہی سارے اعمال کا سرتاج ہے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان کی کوئی بات نہیں مانی۔ بلکہ ان کو طرح طرح سے اذیتیں بھی دی گئیں۔ مگر ان کے پائے ثبات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ کہا۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾

پھر ہم نے غرق کیا پچھلوں کو۔ اور بے شک اسی گروہ سے ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا ذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾

جب حاضر ہوئے اپنے رب کے پاس دل سلامت سے جب فرمایا اپنے باپ اور اپنی قوم سے کس کو تم پوجتے ہو

اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾

کیا گھڑ لئے گئی خدا اصل خدا کے سوا کو تم چاہتے ہو۔

(آیت نمبر ۸۲) پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا جو نوح علیہ السلام کے مخالف قوم کافرین سے تھے۔ جنہوں نے نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے دشمنی کی۔ اور انہیں تکلیفیں پہنچائیں۔

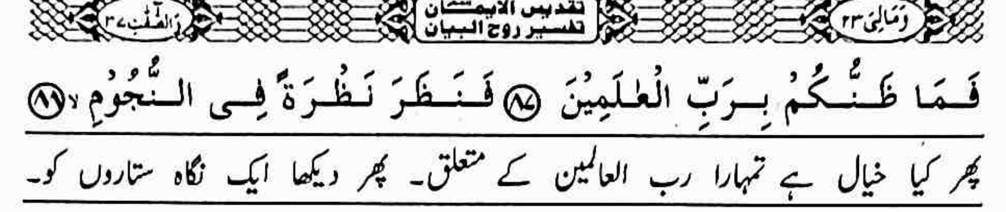
(آیت نمبر ۸۳) اور بے شک ان کے ہی گروہ سے ابراہیم علیہ السلام تھے یعنی ابراہیم علیہ السلام کے اصول وعقائد وہی تھے جو جناب نوح علیہ السلام کے تھے اگر چہ کلی طور پر نہ تھے جزئی طور پر ضرور وہی تھے۔ دونوں کا اصل نکتہ توحید کا بیان تھا۔

فائدہ :ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام جناب نوح کے دین اور طریقے پر تھے۔ دین پر دونوں سختی سے پابند تھے۔ (اس سے یہ مطلب لینا کہ ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔ یہ بالکل غلط ہے ورنہ قرآن سے کفار کے شیعہ ہونے کا بھی ذکر نکل آئیگا۔)

(آیت نمبر ۸۴) جبکہ وہ قلب سلیم کے ساتھ اپنے رب کے ہاں آئے یہ بات تمثیلاً ہے ورنہ دل تو ایک جگہ رہتا ہے۔ یعنی آپ کا دل من دون اللہ کی غلاظت سے پاک تھا اور ان کا اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے ساتھ جو تعلق تھا اس کو بیان کیا گیا۔ **فائدہ**: قلب سلیم: جو ہر قسم کی آفات سے سلامت ہو۔ نہ صرف بتوں سے دور۔ بلکہ دنیا کی ہر چیز سے دور تھا۔ اور رب تبارک وتعالیٰ کے انتہائی قرب میں تھا۔

(آیت نمبر ۸۵) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کو اور اپنی بت پرست قوم کو فرمایا یہ کس کی تم عبادت کر رہے ہو۔ **فائدہ**: اگر چہ ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ بت ہیں۔ جن کی یہ پوجا پاٹ کر رہے ہیں۔ صرف بتوں کو حقیر اور رسوا کرنے اور کافروں پر حجت قائم کرنے کیلئے یہ کلمہ ارشاد فرمایا کہ کس کو اور کیوں پوجتے ہو۔

(آیت نمبر ۸۶) یہ جو تم اللہ تعالیٰ کے سوا (کو معبود بنانے) کا ارادہ رکھتے ہو۔ یہ بدترین جرم ہے۔ یہ کھلا شرک ہے وہ آدمی کتنا بڑا بے وقوف ہے۔ جو جھوٹے معبودوں کی پوجا کرتا ہے۔ اور سچے خدا کی عبادت نہیں کرتا۔



فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾

پھر کیا خیال ہے تمہارا رب العالمین کے متعلق۔ پھر دیکھا ایک نگاہ ستاروں کو۔

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾

تو فرمایا بے شک میں بیمار ہوں۔

(آیت نمبر ۸۷) پھر آپ نے کفار سے پوچھا کہ تمہارا رب العالمین کے بارے میں کیا خیال ہے۔ یعنی جب تم اس کے ہاں حاضری دو گے۔ جبکہ تم بتوں کو پوج رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر تو نہیں ہے تو تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ تمہارے اعمال پر مواخذہ نہیں کرے گا۔ (یا تمہیں ویسے ہی چھوڑ دے گا۔ یعنی رب العالمین سے ڈرو اس کی پکڑ سخت ہے اور بت پرستی سے باز آؤ)۔ اور اللہ وحدہ لاشریک کو مانو۔

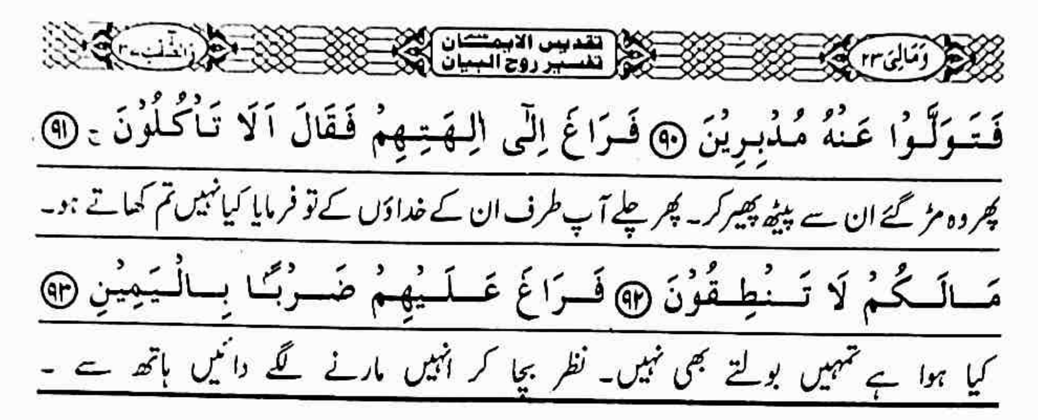
(آیت نمبر ۸۸) ایک دن آپ کی قوم جشن منانے نکلی تو اگلی شام جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد یا چچا نے آپ سے کہا۔ آپ بھی ہمارے ساتھ جشن منانے چلیں تو ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھا ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں پر اعتقاد نہیں تھا۔ چونکہ آپ کی قوم علم نجوم پر اعتقاد رکھتی تھی اور تمام معاملات میں اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان سے ان والا ہی معاملہ کیا تا کہ آپ کی بات کا وہ انکار نہ کر سکیں۔

(آیت نمبر ۸۹) ستاروں کو دیکھ کر فرمایا بے شک میں بیمار ہوں۔ (بعض لوگوں نے اس بات کو جھوٹ پر محمول کیا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صدیق نبی فرمایا تو صدیق کبھی جھوٹ بولتا ہی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بیماریوں کی ہزاروں اقسام ہیں۔ زیادہ بیماریاں وہ ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ ممکن ہے کوئی بیماری ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ قوم کے کرتوتوں سے اوازار ہوں۔ کیونکہ یہ بھی ایک بیماری ہی ہے۔

تقیہ ناجائز ہے: تقیہ جھوٹ کو کہا جاتا ہے۔ یہ کسی حال میں جائز نہیں ہے البتہ جان کا خطرہ ہو پھر جائز ہے کیونکہ جان بچانا فرض ہے۔ بعض لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ تقیہ منافقت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا تھے۔ دینی معاملہ میں وہ کبھی کسی سے نہیں ڈرے۔

فائدہ: ہو سکتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام ان کی بت پرستی کی وجہ سے یا ان سے دشمنی کی وجہ سے پریشان ہوں۔

مسئلہ: دو مسلمانوں میں ناراضگی ختم کرنے کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ یا بیوی خاوند میں صلح کے وقت بھی جھوٹ بول کر ان کی صلح کرانی جائز ہے۔



فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾

پھر وہ مڑ گئے ان سے پیٹھ پھیر کر۔ پھر چلے آپ طرف ان کے خداؤں کے تو فرمایا کیا نہیں تم کھاتے ہو۔

مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾

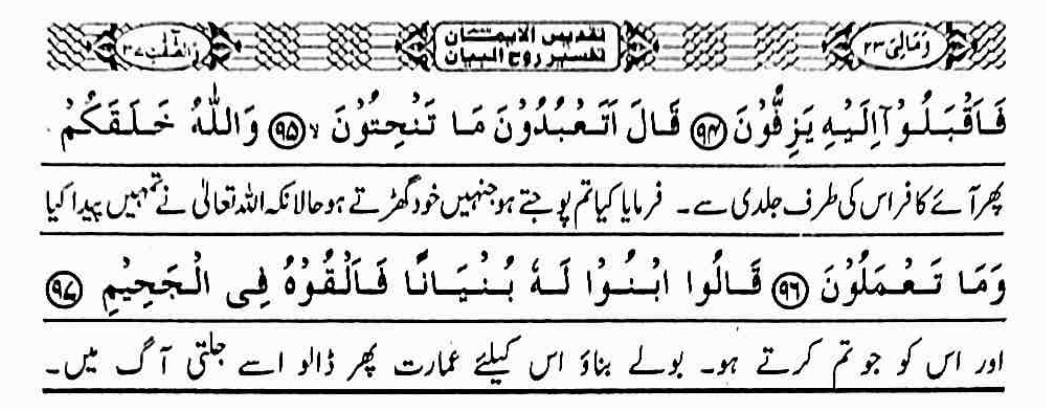
کیا ہوا ہے تمہیں بولتے بھی نہیں۔ نظر بچا کر انہیں مارنے لگے دائیں ہاتھ سے۔

(آیت نمبر۹۰) آپ کی قوم والے منہ پھرا کر مڑ گئے چونکہ آپ کی قوم کے لوگ بیماری کو بری فال سمجھتے تھے تو بیماری کا نام سنتے ہی ابراہیم علیہ السلام کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام بھی یہی چاہتے تھے۔ کیونکہ ان کے جشن گند سے بھرے ہوئے تھے۔ سقم طاعون کی بیماری کو بھی کہتے ہیں تو جب آپ کی قوم نے یہ سنا تو وہ آپ کے قریب سے جلد دور ہو گئے کیونکہ طاعون متعدی بیماری ہے۔

(آیت نمبر۹۱) جب قوم جشن منانے چلی گئی تو ابراہیم علیہ السلام نے موقع کو غنیمت جان کر بتوں کے پاس آ گئے۔ بت خانے میں بتوں کے آگے طرح طرح کے کھانے بڑی لذت والے پڑے ہوئے دیکھ کر ٹھٹھہ کرتے ہوئے فرمایا کیوں نہیں کھاتے ہو۔ مشرکین کی عادت تھی کہ حصول برکت کیلئے طرح طرح کے کھانے بتوں کے سامنے رکھ کر چلے جاتے واپس آ کر وہ خود کھاتے اوروں کو بھی کھلاتے۔ اور اس کھانے کو متبرک سمجھتے تھے۔

(آیت نمبر۹۲) بت چونکہ پتھر جو تھے وہ تو چپ رہے آپ نے پھر پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا تم بولتے کیوں نہیں۔ میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ ظاہر ہے وہ پتھر تھے۔ انہوں نے نہ بولنا تھا نہ وہ بولے۔ یہ سب ایک الزامی کارروائی تھی اور قوم کو بتانا تھا کہ یہ بالکل بے کار ہیں۔ پوجنے کے لائق نہیں ہیں۔

(آیت نمبر۹۳) تو لوگوں سے الگ ہو کر بتوں کو مارنے لگے چونکہ دائیں ہاتھ سے مار رہے تھے اس لئے یمین کا لفظ بولا اور دائیں ہاتھ کی مار بھی سخت تر ہوتی ہے اور یہ قانون ہے۔ آلہ سخت ہو تو فعل بھی شدید ہوتا ہے چونکہ آپ نے قسم کھائی ہوئی تھی کہ خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کی گت بناؤں گا لہذا آپ نے قسم پوری کی۔ اور بتوں کی ستیاناس کر دی۔ یعنی تمام بتوں کو توڑ پھوڑ دیا۔ تاکہ مشرکین کو سمجھ لگ جائے کہ جو اپنا آپ نہیں بچا سکے وہ دوسروں کی مدد کیا کریں گے۔



(آیت نمبر ۹۴) جب مشرکین جشن منا کر واپس لوٹے اور سیدھے بت خانے میں آئے دیکھا تو خداؤں کا برا حال تھا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ کام ابراہیم کا ہے۔ وہی ان کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ضرور انہوں نے ہی ان کا برا حال کیا ہوگا۔ پھر دوڑتے بھاگتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئے۔ ان سے پوچھ گچھ کی۔ تو آپ نے فرمایا۔

(آیت نمبر ۹۵) تو دوڑے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئے اور کہا کہ یہ ہمارے خداؤں کا برا حال تم نے کیا تو فرمایا۔ ان میں جو بڑا ہے کلہاڑا اس نے اٹھایا ہوا ہے (ہوسکتا ہے)۔ ان کے بڑے نے کیا ہوگا۔ بلکہ بہتر ہے ان خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر بولتے ہیں۔ کہنے لگے آپ کو معلوم ہے یہ بولتے ہی نہیں۔ فرمایا۔ پھر تم پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے کیا تم انہیں پوجتے ہو۔ جنہیں تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ پتھروں اور لکڑیوں کے بت بناتے ہو پھر خود ہی پوجتے بھی ہو۔ یعنی انہیں بنایا بھی تم نے اور پوجتے بھی تم ہی ہو۔ اس سے بڑی بے وقوفی کیا ہے۔

(آیت نمبر ۹۶) حالانکہ ان بتوں نے تمہیں نہیں بنایا۔ تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ پھر عبادت کا مستحق بھی وہی تھا تم غیروں کی پوجا میں لگ گئے اور یہ بت کچھ کر سکتے تو اپنے توڑنے والے کا کچھ کرتے۔ جو اپنے آپ کو نہیں بچا سکے وہ تمہیں کیا مصیبت میں بچائیں گے۔ یا کوئی تمہیں نفع پہنچائیں گے۔ **فائدہ:** اب چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس بات کو سمجھ جاتے کہ واقعی بات تو ابراہیم علیہ السلام کی صحیح ہے اور ہم غلطی پر ہیں۔ (لیکن ہٹ دھرمی پر اتر آئے)۔

(آیت نمبر ۹۷) نمرودیوں نے کہا۔ ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کیلئے کوئی جگہ بناؤ۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے خداؤں کی بڑی توہین کی ہے۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ایسی دیوار بنائی جس کی لمبائی اور اونچائی تیس گز اور چوڑائی بیس گز تھی اور اس کو لکڑیوں سے بھر دیا گیا اور فیصلہ کیا کہ ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ لیکن انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے درمیان کیسے پہنچایا جائے تو شیطان نے انہیں ایک تدبیر بتائی کہ ایک منجنیق بنا کر ابراہیم علیہ السلام کو اس پر بٹھاؤ۔ جب ابراہیم علیہ السلام آگ کے درمیان پہنچیں تو رسی کاٹ دو تو انہوں نے آپ کو اس طرح آگ میں ڈال دیا۔



فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ

تو انہوں نے اس کے ساتھ فریب کیا ہم نے کر دیا انہیں نیچا۔ اور فرمایا میں جانے والا ہوں

اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

طرف اپنے رب کے وہ مجھے راہ دکھائے گا۔ اے میرے رب بخش مجھے نیک اولاد۔

(آیت نمبر ۹۸) تو نمرودیوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شر کا ارادہ کیا یعنی یہ کہ انہیں آگ میں جلانا چاہا۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے دلائل قاہرہ سے انہیں خوب کھجل اور خوار کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنی حفت کو چھپانے کیلئے یہ مکر وفریب کیا چونکہ ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بات تو نہیں کر سکتے تھے تو یہی سوچا کہ ان کو ختم کیا جائے تا کہ عوام کے سامنے ہماری جو ذلت ہوئی وہ بحال ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم نے ان کے مکر وفریب کو ایسا گھسیٹرا کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر رہ گئے اور ابراہیم علیہ السلام کی عزت وشان اور قدر ومنزلت اور زیادہ بڑھا کر اسی آگ کو جہاں پیارے ابراہیم تھے اس کو گل وگلزار بنا دیا۔ وہ نمرودیوں کیلئے آگ تھی۔ خلیل علیہ السلام کیلئے باغ وبہار بن گئی۔

نمرود نے ہار مان لی: ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں نمرود دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ وہ آگ میں ایسے بیٹھے ہیں۔ جیسے کوئی گل وگلزار میں ہوتا ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام وہاں سے باہر نکلے تو نمرود نے کہا میں جان گیا کہ بے شک تیرا رب بہت بڑا ہے۔ (کاش مان جاتا) تو اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کیلئے ہزاروں جانور قربان کر دیئے (مگر بدنصیب نے کلمہ نہیں پڑھا)۔

(آیت نمبر ۹۹) ابراہیم علیہ السلام نے آگ سے نجات پا کر قوم کو زجر وتوبیخ کے طور پر یا اپنے ماننے والوں کو ترغیب کے طور پر فرمایا کہ بے شک میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔ یعنی جدھر میرے رب کی مرضی ہے۔ میں ادھر جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شام کی طرف جانے کا حکم ہوا۔ یا یہ کہ مجھے کسی تنہائی کے مقام پر جانا ہے۔ جہاں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرونگا۔ یا انہیں ہجرت کا حکم ہوا کہ دارالکفر کو چھوڑیں اور بیت المقدس جائیں یا خانہ کعبہ کو بنائیں۔ اس لئے آگے فرمایا کہ میرا رب میری راہنمائی فرمائے گا۔

(آیت نمبر ۱۰۰) جب آگ گلزار ہوگئی۔ ابراہیم علیہ السلام کو فتح مبین ملی اور دشمنان خدا کو ذلت ورسوائی ملی تو ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے کائنات حسن میں حسین ترین بیوی کا ان کے لئے انتخاب کیا۔ بی بی سارہ کو مصر کے بادشاہ نے بی بی ہاجرہ دیں تا کہ وہ ان کی خدمت کریں تو حضرت سارہ علیہا السلام نے بی بی ہاجرہ علیہا السلام جناب ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی میرے رب مجھے نیک بخت بچہ عطا فرما۔ دعا قبول ہوگئی۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ

پھر ہم نے خوشخبری دی انہیں لڑکے بردبار کی۔ پھر جب پہنچا آپ کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو تو کہا اے بیٹے

اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ

بے شک میں نے دیکھا خواب میں کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔تو دیکھ کیا ہے تیری رائے ہے۔فرمایا اے ابا جان

افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

کریں جو آپ حکم دیئے گئے۔ جلد مجھے پائیں گے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں سے ۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ ﴿۱۰۳﴾

پھر جب دونوں نے سرخم کیا اور لٹایا اسے پیشانی کے بل۔

(آیت نمبر ۱۰۱) تو فرمایا ہم نے انہیں بردبار بچے کی خوشخبری سنائی۔حلیم وہ لڑکا جو جلد باز نہ ہو۔ تکالیف وشدائد میں حوصلہ والا ہو۔ دکھ درد کے وقت مضطرب نہ ہو۔ جلد غصہ نہ آئے۔اس سے مراد جناب اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دعا کے نتیجہ میں تین خوشخبریاں ملیں: ۱۔بچہ ہوگا۔۲۔جوانی کو پہنچے گا۔۳۔بردبار ہوگا۔اس سے بڑی بردباری کیا ہوگی کہ باپ ذبح کرنا چاہتا ہے اور آپ ذبح ہونے کیلئے تیار ہوگئے۔

(آیت نمبر ۱۰۲) پھر جب اسماعیل علیہ السلام چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے (تقریباً سات یا آٹھ سال کی عمر کو) تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔اے میرے چھوٹے سے بیٹے۔میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرتا ہوں۔**فائدہ**: یہ خواب آپ نے آٹھویں ذی الحجہ کو دیکھی۔وہ پورا دن شش و پنج میں رہے۔اگلی رات پھر یہی دیکھا تو جان گئے۔دسویں تاریخ بچے کو لیکر منی میں پہنچے تو بچے کو خواب سنا کر رائے پوچھی۔صاحبزادے عرض گذار ہوئے اے ابا جان آپ وہ کریں جس کا آپ کو حکم ہوا۔وہ جانتے تھے کہ ابا جان نبی ہیں اور نبی کی خواب وحی الٰہی ہوتی ہے تو فرمایا آپ رب کا حکم پورا کریں۔مجھے آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

(آیت نمبر ۱۰۳) پھر جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے حکم خداوندی کے آگے سر جھکا دیا۔یعنی دونوں باپ بیٹا حکم الٰہی کے بجالانے پر تیار ہوگئے اور ابراہیم علیہ السلام نے صاحبزادے کو منہ کے بل لٹا دیا۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۙ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم۔ تحقیق سچ کردیا تو نے اپنی خواب کو۔ بے شک ہم اسی طرح

نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾

صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔

(بقیہ آیت نمبر۱۰۳) یعنی امر حق کی مکمل اتباع کرلی۔ اے ابراہیم بیٹے کے ذبح ہونے پر تیرا صبر بھی لاجواب تھا۔ مگر اسماعیل (علیہ السلام) بھی صبر و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔

(آیت نمبر۱۰۴) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو آواز دی کہ اے ابراہیم (ابراہیم علیہ السلام جس طرح پیچھے تمام امتحانات میں کامیابی پر کامیابی حاصل کرتے چلے آرہے تھے۔ اسی طرح اس امتحان میں بھی اعلیٰ درجے کی کامیابی حاصل کی)۔

(آیت نمبر۱۰۵) قدرت کی آواز آئی۔ اے ابراہیم تحقیق تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ نہ بچے کی محبت اس میں آڑے آئی۔ نہ شیطان کے ورغلانے سے آپ نے کمزوری دکھائی۔ یعنی آپ نے اپنے ارادے اور ہماری رضا پر پختگی دکھائی۔ ع: یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے تھے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

چھری نے گلہ نہیں کاٹا: ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جوں ہی چلانے کیلئے زور لگاتے۔ چھری الٹ جاتی۔ چھری نے حلقوم اسماعیل کا ایک بال بھی نہیں کاٹا۔ وہ کیسے کاٹتی چھری بھی تو حکم الٰہی کی منتظر تھی۔ جب ادھر سے حکم ہی نہیں تھا۔ وہ اسماعیل علیہ السلام کا گلہ کیسے کاٹتی۔ گویا زبان حال سے چھری نے کہا ہوگا۔ کہ جس طرح آگ آپ کو نہ جلا سکی۔ یوں ہی اسماعیل کا گلہ ہرگز نہیں کٹ سکتا۔

جبریل علیہ السلام کی پرواز: کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو بتایا کہ میں نے چار مرتبہ انتہائی تیزی دکھائی۔ ان میں سے ایک مرتبہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی تو میں عرش کے قریب تھا۔ حکم ہوا جلدی جاؤ اور اسماعیل کو بچاؤ میں آنکھ جھپکنے کی دیر میں آیا اور چھری کو الٹ دیا۔ **نکتہ:** چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کی۔ لڑکا باصلاحیت دے تو رب کریم نے بھی فرمایا۔ اے ابراہیم ٹھوک بجا کے دیکھ باصلاحیت ہے یا نہیں۔ لہٰذا اے ابراہیم ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزاء دیتے ہیں۔ یعنی یوں ہی بچا لیتے ہیں اور انعام و احسان کی جزاء بھی دیتے ہیں۔

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾

بے شک یہ ہے وہ امتحان واضح۔ اور فدیہ میں ہم نے دیا اس کو ذبیحہ بڑا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾

اور چھوڑی ہم نے اس کی تعریف پچھلوں میں۔ سلام ہو اوپر ابراہیم کے۔

(آیت نمبر ۱۰۶) بے شک اس امر الٰہی میں ابراہیم علیہ السلام کیلئے کھلی آزمائش تھی اور اتنی بڑی آزمائش کہ اس سے بڑی آزمائش ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ (۸۰) سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا۔ اس کی بھی قربانی کا حکم ہو گیا۔ **فائدہ**: ان آزمائشوں میں ابراہیم علیہ السلام کی منازل طے ہو رہی تھیں اور آپ کو مشاہدات حق سے نوازا گیا۔ **فائدہ**: اللہ کے محبوب لوگ اپنے لئے آزمائش کو راحت و نعمت سمجھتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۰۷) اور ہم نے اسماعیل کے فدیئے میں بہت بڑی قربانی دی۔ **فائدہ**: ذبح عظیم سے حقیقی مراد کیا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پشت مبارک میں تھے۔ اس لئے انہیں ذبح ہونے سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان ذبح نہ ہونے کے باوجود نام ذبیح اللہ پڑ گیا۔

حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (المستدرک)۔ ایک اسماعیل علیہ السلام دوسرے حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے متعلق آتا ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب نے منت مانی تھی۔ کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے۔ تو میں ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کروں گا۔ تو انہوں نے قربان کرنے کا پروگرام تو بنایا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل وہ بچ گئے اور ان کی جگہ سو اونٹ قربان کیا گیا۔

(آیت نمبر ۱۰۸) اور ہم نے باقی رکھی آنے والی نسلوں کیلئے ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کہ قیامت تک ان پر درود بھی پڑھا جائیگا اور سلام بھی۔ ان کے کارنامے بھی یاد رکھے جائیں گے۔ ان کے امتحانات میں صبر و تحمل اور ان کے دیگر کمالات کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائیگا۔

(آیت نمبر ۱۰۹) سلام ہو ابراہیم پر ان کی یہ وہ تعریف ہے کہ قیامت تک لوگ ان پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ یہ وہ تعریف ہے جو بندے بھی کر رہے ہیں اور اللہ بھی اپنے نبیوں کو سلام بھیجتا ہے۔ یہ آپ کی عظمت و شان کی انتہاء ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کو سلام دے رہا ہے۔

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾

اسی طرح ہم صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے اعلیٰ مومن بندوں سے تھے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤی

اور خوشخبری دی ہم نے اسے اسحاق نبی کی جو صالحین میں سے ہیں۔ اور برکت کی ہم نے اس پر اور

اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾

اسحاق پر اور ان دونوں کی اولاد میں کچھ نیک اور کچھ ظلم کرنے والے اپنی جان پر واضح۔

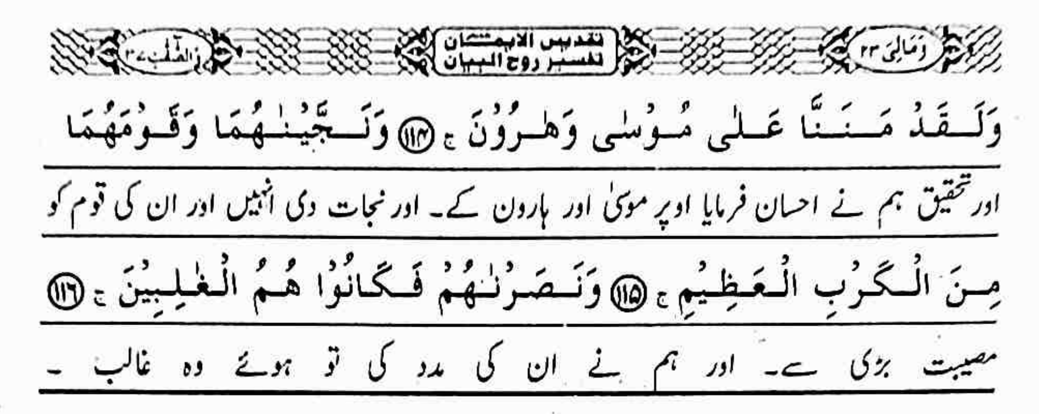
(آیت نمبر ۱۱۰) اسی طرح ہم اچھی جزا دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ یعنی آنے والی نسلوں میں آپ کا ذکر جمیل باقی رہے گا۔ جو کچھ ہم نے ابراہیم علیہ السلام سے کیا وہ اس کے مستحق اور قابل تھے۔ ایسوں کو ہم جزاء بھی کامل دیتے ہیں۔ اور آخرت میں جو اعزاز و اکرام ہوگا۔ وہ تو ساری دنیا دیکھے گی۔

(آیت نمبر ۱۱۱) بے شک ابراہیم علیہ السلام ہمارے ان بندوں میں سے تھے جو کامل ایمان والے۔ اعلیٰ درجے کے یقین والے اور بڑے اطمینان والے تھے۔ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہاں مومنین بمعنی مخلصین ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے تھے۔ جن کے ایمان میں اخلاص تھا۔ جس میں نہ دنیا کی بو۔ نہ خواہشات کی ملاوٹ تھی۔ ماسوی اللہ سے تو بالکل ہی فارغ تھے۔

(آیت نمبر ۱۱۲) اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دی اسحاق علیہ السلام جیسے خوبصورت صاحبزادے کی جو حضرت سارہ کے بطن مبارک سے تھے۔ جو بعد میں نبی ہونے والے تھے۔ نبی ہونا ان کے مقدر میں تھا بلکہ ہزاروں انبیاء کے والد ہوئے اور فرمایا۔ کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ یعنی ان دونوں باتوں کی خوشخبری دی گئی۔

نکتہ: نبوت کے بعد صالحیت کا ذکر محض ان کی شان و قدر بڑھانے کیلئے ہے۔ بلکہ صالحیت کا درجہ کمال نبی میں ہی ہوتا ہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ وہ با صلاحیت ہوں گے۔

(آیت نمبر ۱۱۳) اور ہم نے اولاد ابراہیم میں برکتیں رکھیں اور اسحاق علیہ السلام کو بھی بے شمار برکتوں سے نوازا کہ آگے ان کی نسل میں بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئے یا مراد ہے کہ ہم نے انہیں دنیا و آخرت کی برکتوں سے فیضیاب فرمایا اور ان کی اولاد میں بعض نیکوکار تھے۔ یعنی نیک اعمال والے اور ایمان و طاعت میں بھی کامل و مکمل تھے۔



وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا

اور تحقیق ہم نے احسان فرمایا اوپر موسیٰ اور ہارون کے۔ اور نجات دی انہیں اور ان کی قوم کو

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

مصیبت بڑی سے۔ اور ہم نے ان کی مدد کی تو ہوئے وہ غالب ۔

(بقیہ آیت نمبر۱۱۳) اوران میں بعض کفر ومعاصی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھےاوران کے جرم وظلم بھی واضح تھے۔

وہم کا ازالہ : اس سے دو باتیں معلوم ہوگئیں:(۱) یہ کہ ضروری نہیں کہ نبی کا بیٹا ہر حال نبی ہواور ولی کا بیٹا ولی ہی ہو۔ جیسے آج کل پیر کا بیٹا پیر ہے خواہ زمانے کا سب سے بڑا بدعمل ہو۔(۲) اولاد کا فریا مجرم ہونا ماں باپ کیلئے موجب نقص وعیب نہیں ہے۔اس لئے کہ ہرانسان کواپنے عمل کی جزاء یا سزا ملے گی۔آج کل مسلمانوں میں بھی یہودیوں کی طرح ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ بخشے بخشائے ہیں۔اس آیت میں ان کی طمع ختم کی گئی جیسے حضور ﷺ نے فرمایا۔اے ہاشمیو اپنے عمل کے ساتھ آنا۔ یہ نہ ہولوگ عمل لائیں اورتم نسب لے آؤ۔

(آیت نمبر۱۱۴) اور تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر احسان فرمایا۔احسان اسے کہتے ہیں۔کہ کسی پر اس کے احسان کئے بغیر احسان کرنا۔

فائدہ : کسی کے احسان سے پہلے احسان کرنا احسان ہے۔احسان کے بعد احسان کرنا بدلہ ہے۔اللہ اپنا احسان مخلوق کو جتا سکتا ہے۔لیکن بندہ اپنا احسان بندوں کو نہیں جتا سکتا۔ورنہ ثواب ضائع ہوجائیگا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے دونوں بھائیوں کو نبوت کے علاوہ دینی اور دنیوی نعمتوں سے مالا مال کیا۔

(آیت نمبر۱۱۵) ہم نے انہیں بھی نجات دی اوران کی قوم کو بھی یعنی بنی اسرائیل کو بہت بڑی مصیبت سے نجات دی۔کہ فرعون اور قبطیوں کی ایذاؤں سے انہیں چھٹکارا دلا دیا۔اور دریا قلزم سے بھی صحیح سلامت پار کیا۔

(آیت نمبر ۱۱۶) اور ہم نے ان کی اوران کی قوم کی مدد فرمائی۔ ہماری مدد سے وہ دشمنوں پر غالب ہوئے۔یعنی فرعون اور قبطیوں پر ایسا غلبہ دیا۔ جتنے وہ پہلے مصائب میں گھرے ہوئے تھے۔اسی طرح غلبہ بھی بہت بڑا ملا۔جس کی کوئی انتہا نہیں۔

وَاٰتَیْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾

اور انہیں دی ہم نے کتاب روشن۔ اور انہیں دکھائی راہ سیدھی۔

وَتَرَكْنَا عَلَیْهِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

اور چھوڑی ہم نے ان کی تعریف پچھلے لوگوں میں۔ سلام ہو اوپر موسیٰ اور ہارون کے۔

(آیت نمبر ۱۱۷) اور ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو وہ کتاب عطا فرمائی جو فصیح و بلیغ اور نہایت واضح تھی۔ اور اس میں ہر چیز کی تفصیل تھی۔ اس سے مراد توراۃ ہے۔ جس میں وہ علوم تھے جو دینی دنیوی ضروریات کو پورا کرنے والے تھے۔ جس کے متعلق فرمایا۔ ہم نے توراۃ اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔

مزید کتاب کا تعارف کرایا کہ وہ کتاب مستبین ہے۔ اس کتاب میں وہ احکام ہیں جن میں حلال وحرام کی تمیز ہے گویا اس کتاب سے جو بات طلب کی جاتی ہے وہ فوراً بیان کر دیتی ہے۔ یا یہ معنی ہے کہ جو بھی اس کتاب سے ہدایت لینا چاہے۔ اسے مکمل ہدایت دیتی ہے۔

(آیت نمبر ۱۱۸) اور ہم نے اس کتاب کے ذریعے سے لوگوں کو وہ راہ دکھائی جو بالکل سیدھی راہ ہے جو حق اور صواب تک پہنچانے والی ہے اس لئے کہ اس میں تمام شرائع کی تفصیل اور احکام کی مکمل تشریح ہے۔ صراط مستقیم وہ راہ ہے جو دین پر چلنے والے کیلئے سیدھی راہ ہے اور ملت الاسلام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اور نزول قرآن کے ساتھ ہی وہ کتاب منسوخ ہوگئی۔ اب قرآن پاک کے احکام قیامت تک نافذ العمل رہیں گے۔

(آیت نمبر ۱۱۹) اور ہم نے آنے والی نسلوں میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا خوبصورت ذکر چھوڑا اور ان کی ایسی ثناء چھوڑی کہ ہمیشہ لوگ ان کو اچھے الفاظ سے یاد رکھیں گے۔

(آیت نمبر ۱۲۰) جناب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر سلام ہو اور قیامت تک ان پر سلام پہنچتا رہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سلامتی تمام انبیاء واولیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ اور انعام ہے)۔ کہ انہوں نے انتہائی مشکل حالات میں لوگوں کو درس توحید دیا اور کفار کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر صبر کیا۔

إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾

بے شک اسی طرح ہم صلہ دیتے ہیں نیکوں کو۔ بے شک وہ ہمارے بندے ہیں کامل ایمان والے۔

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾

اور بے شک الیاس بھی رسولوں میں سے ہیں۔ جب فرمایا اپنی قوم سے کیا نہیں تم ڈرتے۔

(آیت نمبر ۱۲۱) ہم اپنے خاص الخاص بندوں کو اسی طرح جزاء کامل دیتے ہیں جیسے محسنین کو جزاء دیتے ہیں یہ بھی محسنین میں سے تھے۔ **فائدہ**: اس میں اشارہ ہے کہ احسان بھی ایمان سے ہی نصیب ہوتا ہے اس لئے کہ ایمان مرتبہ غیب اور احسان مرتبہ شہادت کو کہتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۲۲) بے شک وہ دونوں بھائی ہمارے خاص ایمان والے بندے تھے۔ ایمان کی اصل معرفت الٰہی ہے اور ہمارے نزدیک انسان کی پیدائش کا اصل مقصد عبادت ہے اور وہ معرفت الٰہی ہے۔ عبادت سے ہی معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز روزے کی وجہ سے فضیلت نہیں پائی بلکہ اس مخفی بھید اور قلبی قرار کی وجہ سے جو ان کے دل میں تھا۔ جسے ہم اہل سنت عشق مصطفیٰ ﷺ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۲۳) اور بے شک الیاس علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے رسولوں میں سے ہیں۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کے پوتے کے پوتے ہیں۔

چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں: عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام آسمانوں میں زندہ ہیں اور جناب خضر اور الیاس علیہما السلام زمین پر زندہ ہیں۔ **فائدہ**: بعض نے ادریس علیہ السلام کو ہی الیاس کہا ہے۔ (واللہ اعلم)

(آیت نمبر ۱۲۴) یاد کرو جب الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کا درس دیا اور فرمایا کہ کیا تم شرک وکفر کر کے عذاب الٰہی سے ڈرتے نہیں یعنی بتوں کی پوجا کر کے جو شرک کر رہے ہو تمہیں خدا کا ڈر کوئی نہیں کہ اس کی آخرت میں کتنی بڑی سزا ہے۔ یہ نا قابل معافی جرم ہے۔ جو تم کر رہے ہو۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۙ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ

کیاتم پوجتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے کو۔ اللہ ہی تو تمہارا رب ہے اور

اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ ﴿١٢٧﴾

تمہارے باپ دادا اگلوں کا رب ہے۔تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔تو بے شک وہ ضرور حاضر کئے جائیں گے۔

(آیت نمبر ۱۲۵) کیاتم بعل بت کو خدا سمجھ کر پوج رہے ہو یعنی وہ اس لائق نہیں کہ تم اسے پوجو اور نہ اس سے خیر و بھلائی کی امید رکھو۔ وہ ایک بت ہے۔ جو نہ پوجنے والے کو نفع دے سکتا۔ نہ نہ پوجنے والے کو نقصان۔

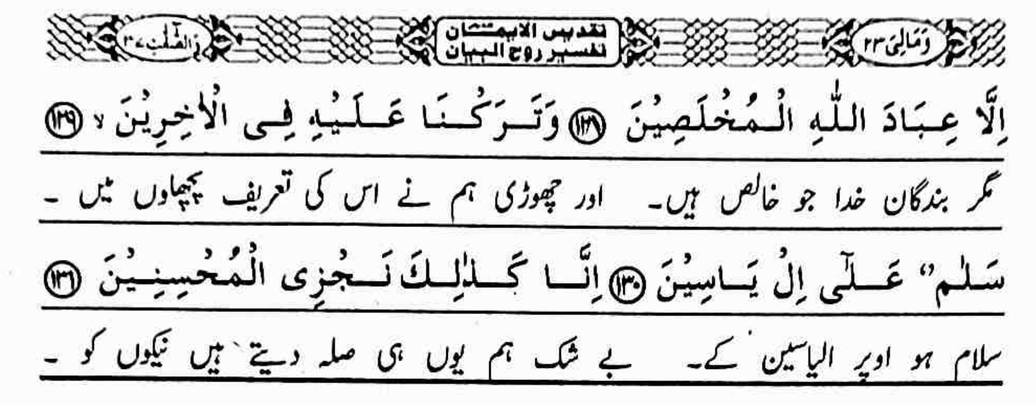
فائدہ: چونکہ مشرکین بعل بت کو پوج کر یہ امید کرتے تھے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت حاصل ہے وہ جس طرح چاہے اللہ تعالیٰ سے بات منوالیتا ہے۔

بعل اور بک:

بعل نام کا ایک بادشاہ ہوا۔ جس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کا بت بنالیا۔ بک شام کے علاقے میں ایک شہر کا نام ہے اور وہ جس بت کو پوجتے تھے اس کا نام بعل تھا۔ بعد میں وہ بت جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ بعلبک کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس بت میں شیطان گھس کر شیطانی باتیں کرتا تھا۔ اس بت کے خدمتگار چار سو سے زائد لوگ تھے۔ جنہیں لوگ بت کے نبی کہتے تھے۔ آگے فرمایا کہ تم اصل خدا جو احسن الخالقین ہے اسے چھوڑتے ہو۔ اور بتوں کو خدا بناتے ہو۔ کس قدر احمق لوگ ہو۔

(آیت نمبر ۱۲۶) اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے اور تم سے پہلوں کا بھی یعنی تمہارے آباء واجداد کا بھی وہی رب ہے۔ **فائدہ**: اصل میں مشرکین کے عقائد کی تردید کی گئی ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ہماری پرورش یہ بت کرتا ہے۔ ہم پیدا بھی اس کی وجہ سے ہوئے۔ تو گویا الزاماً انہیں کہا گیا تو تمہیں اس نے پیدا کیا تو تمہارے باپ دادا یا ان سے بھی پہلے جو لوگ ہوئے انہیں کس نے پیدا کیا۔

(آیت نمبر ۱۲۷) تو ان مشرکوں اور بعل بت کے پجاریوں نے الیاس علیہ السلام کو جھٹلادیا۔ تو ان پر عذاب آیا آخرت میں بے شک وہ جہنم میں جائیں گے تو ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے الگ نہیں ہوں گے۔ یہی معنی ہے احضار کا۔ یعنی اس میں ہر وقت حاضر رہیں گے۔



(آیت نمبر ۱۲۸) مگر اللہ تعالیٰ کے خالص اور مخلص وہ بندے جنہوں نے اپنے پیغمبر کی بات پر تصدیق کی۔ یعنی اسے دل سے مانا اور اس پر عمل کیا۔ **فائدہ**: معلوم ہوا الیاس علیہ السلام کی قوم میں بعض وہ بھی لوگ بھی تھے جنہوں نے تکذیب نہیں کی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان اور عمل صالح کی توفیق دی۔ اور ان کی آخرت میں عزت افزائی ہوگی۔

(آیت نمبر ۱۲۹) اور ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والی نسلوں میں باقی رکھا یعنی لوگ ہمیشہ ان کو ذکر خیر سے یاد کرتے رہیں گے اور قیامت تک ان کی تعریفیں کرتے رہیں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا اور جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی یاد دنیا والوں کے دلوں میں قائم ودائم فرما دیتا ہے۔

(آیت نمبر ۱۳۰) سلام ہو الیاس علیہ السلام پر۔ الیاس کی دوسری لغت الیاسین ہے۔ جیسے طور سیناء کو سینین کہا جاتا ہے۔ ایک قرأت میں آل کو سین کی طرف مضاف کر کے بھی پڑھا گیا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ الیاس آپ کے والد گرامی کا نام ہو اور آل سے خود الیاس علیہ السلام مراد ہوں۔

(آیت نمبر ۱۳۱) اسی طرح ہم محسنین کو پوری جزا دیتے ہیں۔ ان محسنین میں الیاس علیہ السلام بھی ہیں۔ **فائدہ**: یعنی یہ بات صرف الیاس علیہ السلام سے خاص نہیں۔ بلکہ ہر نیکی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اچھی جزاء دیتے ہیں۔

بعثت الیاس علیہ السلام: موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد جب بنی اسرائیل کئی خرابیوں میں مبتلا ہو گئے اور بت پرستی میں لگ گئے۔ شام کے علاقے والے بعل بت کو پوجنے لگے تو ان کی ہدایت کے لئے الیاس علیہ السلام کو نبی مقرر کیا گیا۔ اس علاقے کا بادشاہ اجب نامی اور اس کی بیوی ازبیل نامی تھی جو بادشاہ کی عدم موجودگی میں فیصلے کرتی تھی۔ انبیاء واولیاء کی سخت دشمن تھی۔ جہاں کسی ولی کا نام سنتی اس کو شہید کرا دیتی تھی۔ سات بادشاہوں سے یکے بعد دیگر نکاح کر چکی تھی۔ ستر بچوں کی ماں تھی۔ اس نے ولی اللہ مزدکی کو بھی شہید کرایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ انہوں نے میرے دوست کو شہید کرایا اب میں ان پر عذاب نازل کروں گا۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

بے شک وہ ہمارے ان بندوں سے ہیں جو کامل ایمان والے ہیں۔ اور بے شک لوط بھی رسولوں سے ہیں۔

اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

جب نجات دی ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں سب کو۔ مگر بوڑھیا جو پیچھے رہنے والوں سے تھی۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۳۱) **الیاس علیہ السلام آسمانوں کی طرف:** بادشاہ اور اس کی بیوی حکم ربانی سن کر آگ بگولا ہو گئے۔ بجائے توبہ کرنے اور معافی مانگنے کے الیاس علیہ السلام کو قتل کرنے پر تل گئے۔ الیاس علیہ السلام بادشاہ کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر وہاں سے ہجرت کر کے ایک پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔ بادشاہ کے چیلوں نے بہت تلاش کیا۔ مگر نہ پا سکے۔ الیاس علیہ السلام نے جب یقین کر لیا کہ یہ بدقسمت ہیں تو دعا کی کہ مجھے ان سے نجات عطا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا۔ فلاں دن فلاں وقت فلاں جگہ پر جو چیز ملے۔ آپ اس پر سوار ہو جانا۔ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اس جگہ پہنچے تو وہاں آگ کی قسم کا گھوڑا ملا۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو آسمانوں کی طرف لے گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم نیکوں کاروں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۳۲) بے شک وہ الیاس ہمارے خاص الخاص مومن بندوں میں سے ہیں۔ یعنی ان کامل اور خاص الخاص بندوں میں سے ہم نے انہیں چنا۔ نبوت بھی عطا کی۔ اور آسمان کی بلندیوں پر بھی اٹھا کر لے گئے۔

(آیت نمبر ۱۳۳) حضرت لوط علیہ السلام جو ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ بے شک وہ رسولوں میں سے ہیں۔

فائدہ: وہ سدوم والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے لیکن انہوں نے تصدیق کے بجائے ان کی تکذیب کی اور وہ انتہائی برے فعل کے مرتکب تھے کہ وہ لڑکوں سے بدفعلی کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام کے منع کرنے پر سب لوگوں نے انہیں قتل کرنا چاہا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ تو ان کی تمام بستیوں کو الٹ دیا گیا۔

(آیت نمبر ۱۳۴) فرمایا اے محبوب ان کو وہ وقت یاد دلائیں جب ہم نے لوط اور ان کے گھر والوں کو نجات دی۔ آپ کے جملہ اہل بیت سے مراد آپ کی صاحبزادیاں وغیرہ جو آپ پر ایمان لائے۔ ان کو عذاب سے بچا لیا۔

(آیت نمبر ۱۳۵) مگر بڑھیا جو پرلے درجے کی خیانت کرنے والی تھی اور کافرہ بھی تھی جو آپ کی بیوی تھی۔ (اس وقت کافرہ عورت سے نکاح جائز تھا)۔ اس بڑھیا کا پچھلوں کے ساتھ عذاب میں ہونا اس کے مقدر میں ہو چکا تھا۔ غابرین اس لئے فرمایا کہ جیسے دوڑنے والے آگے چلے جاتے ہیں اور غبار پیچھے رہ جاتا ہے۔

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

پھر ہم نے ہلاک کیا پچھلوں کو۔ اور بے شک تم گذرتے ہو ان پر صبح کو۔

وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور رات کو تو کیا تم نہیں سمجھتے ؟۔ اور بے شک یونس بھی رسولوں میں سے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۳۵) مراد یہ ہے کہ وہ بڑھیا کہ جو باقی عذاب میں مبتلا ہونے والوں کے ساتھ رہ گئی چونکہ بروں کی ساتھی بنی۔ تو انجام ان کے ساتھ ہوا۔ کتے نے اصحاب کہف سے محبت کی تو جنت تک ان کے ساتھ ہو گیا۔

(آیت نمبر ۱۳۶) پھر ہم نے لوط کی قوم کے بقیہ افراد کو بھی تباہ کر دیا۔ یعنی جبریل علیہ السلام نے پوری بستی کو ایک پر کے اوپر اٹھا کر آسمانوں کے قریب لے گئے پھر وہاں سے الٹ دیا۔

فائدہ: یعنی پتھر ایسے برسائے کہ انہیں سمجھنے کی بھی مہلت نہ دی اور ان باغیوں کو تباہ کر دیا۔

(آیت نمبر ۱۳۷) اے مکہ والو تم تو شام کی طرف تجارت کی غرض سے جاتے ہوئے لوط علیہ السلام کے تباہ شدہ علاقے سے گذرتے وقت ان کھنڈرات اور ان کی ہلاکت کے نشانات دیکھتے ہو۔ اس لئے کہ سدوم شام کی طرف جاتے ہوئے راستے پر واقع ہے۔ **فائدہ:** اہل مکہ اس واقعہ سے بخوبی واقف بھی تھے۔ اس لئے انہیں یہ بات باور کرائی گئی۔

(آیت نمبر ۱۳۸) چونکہ سدوم ایسی جگہ پر واقع تھا کہ مکہ والے جاتے وقت غالباً اس مقام سے گذرتے تو صبح کا وقت ہوتا اور جب وہاں سے واپس آتے تو وہاں سے گذرتے وقت شام کا ٹائم ہو جاتا تھا۔ یا چونکہ اس راستے پر آنے جانے والوں کو ہر وقت تانتا بندھا رہتا تھا تو صبح و شام سے مراد ہمہ وقت ہو سکتا ہے۔ آگے فرمایا تم ان مناظر کو دیکھ کر پھر بھی نہیں سمجھتے۔ ان کے عذاب والے مقام کو دیکھ کر نہیں ڈرتے اور ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے تم کفر و شرک میں ان سے کم تو نہیں۔ بلکہ بڑھے ہوئے ہو۔

(آیت نمبر ۱۳۹) اور بے شک یونس بن متی علیہ السلام بھی رسولوں میں سے ہیں۔ آپ کو ذوالنون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نینویٰ بستی میں بھیجے گئے وہ قوم بھی بت پرست تھی۔ آپ کی تکذیب کی تو آپ نے بددعا دے دی۔ آپ نے قوم کو بتا دیا کہ تم پر فلاں دن عذاب آئیگا۔ جب لوگوں نے عذاب کے نشانات دیکھے تو فوراً جنگل کی طرف نکل گئے اور خوب دھاڑیں مار کر روئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور عذاب اٹھالیا۔

اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

جب بھاگ کر نکل گئے طرف کشتی بھری ہوئی کے۔ تو قرعہ ان کا نکلا ہوگئے دھکیلے ہوئے۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

پھر نگل لیا اسے مچھلی نے تو اپنے آپ کو ملامت کی۔ پس اگر بے شک وہ نہ ہوتے تسبیح کہنے والے۔

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

توضرور رہتے مچھلی کے پیٹ میں تادن اٹھائے جانے کے۔

(آیت نمبر ۱۴۰) جب عذاب کا وقت آیا تو وہ بھاگ کر نکل گئے۔ یعنی عذاب کے نشانات ظاہر ہوتے ہی یونس علیہ السلام بغیر وحی کا انتظار کئے ہی بستی سے نکل گئے اور جاتے ہی دریا کے کنارے ایک کشتی جانے کیلئے تیار تھی اس کشتی میں بیٹھ گئے۔ کشتی پہلے ہی بھری ہوئی تھی۔ یہ بھی باقی لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوگئے۔

(آیت نمبر ۱۴۱) کشتی درمیان دریا بھنور میں پھنس کر رک گئی۔ کشتی بان نے کہا کوئی غلام اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہے وہ نکل جائے ورنہ کشتی ڈوب جائے گی۔ اس پر قرعہ ڈالا گیا تو قرعہ آپ کے نام نکلا۔ اس وقت آپ سمجھ گئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کئے بغیر نکل آیا ہوں۔ لہذا آپ نے دریا میں چھلانگ لگادی۔

(آیت نمبر ۱۴۲) ادھر مچھلی کو حکم ہوا کہ کشتی کے قریب ہوجا تو جوں ہی آپ نے چھلانگ لگائی تو فوراً مچھلی نے انہیں اپنا لقمہ بنالیا تو اس وقت اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ کہ مجھے حکم الٰہی کا انتظار کرنا چاہئے تھا تو اس وقت آپ نے آیت کریمہ کا ورد کیا۔

(آیت نمبر ۱۴۳) جب آیت کریمہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ میرا یونس تیرے پیٹ میں بطور غذا نہیں آیا۔ خبردار اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں چالیس روز رہے۔ مشہور روایت یہی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح وہاں بھی زبان پر جاری رکھی اور آپ کا مشہور ورد آیت کریمہ "لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین" ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر یونس مچھلی کے پیٹ میں ذکر و تسبیح نہ کہتے۔

(آیت نمبر ۱۴۴) تو یونس علیہ السلام ضرور مچھلی کے پیٹ میں زندہ یا مردہ حالت میں قبروں سے اٹھائے جانے یعنی قیامت تک رہتے۔ (اب بھی اس آیت کریمہ کا جو ورد کرے اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری کر دیتا ہے)۔

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾

پھر ہم نے ڈال دیا میدان میں اور وہ بیمار تھے۔ اور اگایا ہم نے اس پر درخت کدو کا۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۴۴) **اس کی تین وجوہ:** ۱۔ یونس علیہ السلام اور مچھلی دونوں زندہ رہتے۔ ۲۔ مچھلی مرجاتی مگر یونس علیہ السلام زندہ رہتے۔ ۳۔ دونوں فوت ہوتے پھر قیامت کے روز آپ مچھلی کے پیٹ سے زندہ کر کے نکالے جاتے۔ گویا مچھلی کا پیٹ ہی آپ کی قبر ہوتی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا ذکر الٰہی میں خصوصاً آیت کریمہ کے ورد میں بڑا اثر ہے۔ ہر نبی ذاکر و شاکر ہوتا ہے مگر یونس علیہ السلام کی تو اللہ تعالیٰ نے خصوصی تعریف فرمائی۔ **حدیث شریف**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ میں نے عرش پر دیکھا۔ وہ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں دیکھ لیا۔ (مشکوٰۃ)

(آیت نمبر ۱۴۵) ہم نے انہیں کھلے میدان میں ڈالا۔ **حدیث شریف**: بہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں تسبیح پڑھی۔ جسے آسمان پر فرشتوں نے سنا تو عرض کی۔ یا اللہ یہ کمزور سی آواز کس ویران جگہ سے آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ یونس میرے پیغمبر کی آواز ہے (تفسیر کبیر)۔ انہوں نے میری مرضی کے خلاف کیا تو میں نے اسے مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا تو فرشتوں نے آپ کی رہائی کی درخواست کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے آپ کو دریا سے باہر کھلے میدان میں ڈال دیا۔ اس وقت آپ کا بدن نہایت کمزور تھا اور آپ بیمار تھے جیسے نومولود بچہ انتہائی کمزور ہوتا ہے۔ آپ کے جسم کا گوشت بھی ختم ہو گیا بال جھڑ گئے تھے ہڈیاں کمزور ہو گئی تھیں۔

(آیت نمبر ۱۴۶) ہم نے ان پر سایہ کیلئے کدو کا پودا اگایا تا کہ آپ پر سایہ رہے پھر وہ کدو کا پودا آپ کے پورے جسم تک پھیل گیا۔ **فائدہ**: کدو کے پودے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس پر مکھی نہیں بیٹھتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو سے محبت کرتے: کدو سے محبت اس لئے کہ فرمایا کہ یہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اس کے نیچے وہ ایک عرصہ رہے۔ (اس سے انبیاء و اولیاء کے تبرکات کا ثبوت نکلتا ہے)۔

کدو کا بے ادب: امام ابو یوسف نے فرمایا کدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ ایک شخص نے کہا مجھے تو پسند نہیں تو آپ نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا فوراً توبہ کر۔ ورنہ میں تجھے قتل کر دونگا۔ آپ کی پرورش کا اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ ایک بکری جنگل سے صبح و شام حاضر ہوتی اور آپ کو اپنا دودھ پیش کرتی جس سے آپ کا گوشت پوست پختہ ہو گیا۔

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝۱۴۷ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝۱۴۸

اور ہم نے اسے بھیجا طرف لاکھ یا زیادہ کے۔ پھر وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں نفع دیا ایک وقت تک۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝۱۴۹

تو پوچھ ان سے کیا تیرے رب کی بیٹیاں اوران کے بیٹے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۴۷) ہم نے انہیں ایک لاکھ انسانوں کی طرف بھیجا۔ یا وہ اس سے کچھ زیادہ تھے۔ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ان کی طرف مبعوث ہوئے تو آپ نے قوم کو حکم الٰہی سنایا۔ جب وہ نہ مانے تو پھر انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا اور عذاب آنے کا قت بھی بتایا لیکن عذاب آنے سے پہلے وہاں سے ہجرت فرمائی اور ادھر قوم پر جب عذاب آ گیا۔ انہوں نے آہ وزاری کی تو عذاب سے بچ نکلے۔

(آیت نمبر ۱۴۸) پھر وہ ایمان لے آئے۔ یعنی جب عذاب الٰہی کے آنے کے آثار دیکھے تو پھر پورے خلوص کے ساتھ ایمان لائے۔ اپنے کیے ہوئے گناہوں سے توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم بالجزم کیا۔

یونس علیہ السلام واپس اس بستی میں نہیں گئے: جب آپ تندرست ہو گئے۔ تو آپ اپنی بستی کی طرف گئے۔ دیکھ کر حیران ہوئے۔ کہ سب لوگ مسلمان ہیں۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم نے آپ سے عرض کی کہ آپ واپس نینویٰ میں تشریف لائیں۔ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں تو اپ نے فرمایا کہ نبی جب ایک جگہ سے ہجرت کر جاتا ہے تو پھر وہاں سکونت اختیار نہیں فرماتا۔ آگے فرمایا کہ جب نینویٰ والے ایمان لے آئے تو پھر ہم نے انہیں ایک وقت مقررہ تک نفع اٹھانے دیا یعنی بادشاہ اور رعیت نے ایمان کی حالت میں زمانہ گذارا۔

(آیت نمبر ۱۴۹) اے محبوب ان مشرکوں سے پوچھ تو سہی کیا رب تعالیٰ کیلئے لڑکیاں ہیں اوران کیلئے لڑکے ہیں۔

شان نزول: عرب کے کچھ گروہ جیسے جہینہ، بنوسلمہ، خزاعہ یا بنو ملیح وغیرہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنیوں سے نکاح کیا تو (معاذ اللہ) ان سے فرشتے پیدا ہوئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں۔ اسی لئے انہیں لوگوں سے چھپا رکھا ہے تو ان کی اس بھونڈی تقسیم پر تعجب ہے کہ جو دینے والا ہے اس کیلئے لڑکیاں اور خود اولاد نرینہ پر فخر کرتے ہیں اور ان کا اپنا حال یہ کہ اگر بتایا جائے کہ تیری لڑکی ہوئی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور کڑھتا ہے اور اسے زندہ درگور کرتا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ

یا ہم نے بنایا فرشتوں کو عورتیں ان کی موجودگی میں۔ خبردار بے شک اپنے بہتان سے

لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

یہ کہتے ہیں۔ کہ اولاد ہے اللہ کی اور بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیں بیٹیاں چھوڑ کر بیٹے

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

تمہیں کیا ہوا کیسے فیصلے کرتے ہو۔

(آیت نمبر ۱۵۰) تو کیا جب ہم نے فرشتوں کو بنایا تھا تو یہ وہاں حاضر تھے۔ اور دیکھ رہے تھے؟

مسئلہ: فرشتوں کو عورتیں کہنا ان کی توہین اور کفر ہے۔ **فائدہ**: مثلاً کسی مرد کو ہی عورت کہہ دیا جائے تو وہ کتنا سخت ناراض ہوگا۔ یا اسے کہا جائے تیری لڑکی ہوئی تو اس کی حالت دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ **فائدہ**: فرشتے تو اشرف الخلائق ہیں ان کے جسم نورانی ہیں اور وہ اعلیٰ صفات والے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۵۱) خبردار بے شک یہ بات جو وہ کہتے ہیں۔ بہت بڑا جھوٹ ہے ان کے مذہب کی بناء پر افک صریح ہے اور افتراء قبیح ہے۔ جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ یہ منگھڑت بات انہیں شیطان نے سکھائی ہے۔

(آیت نمبر ۱۵۲) وہ جو یہ کلمہ کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ اولاد پیدا کرنے کیلئے تو جسمانیت چاہئے پھر ہر جسم فنا کی طرف جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک ہے۔ لہٰذا وہ اس بات میں واضح طور پر جھوٹے ہیں ان کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ پھر اولاد ہونے کیلئے بیوی چاہئے جو خاوند کی ہم جنس ہو۔

(آیت نمبر ۱۵۳) کیا اس نے لڑکوں کے بجائے اپنے لئے لڑکیاں ہی چنی ہیں۔ یعنی تمہارا یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے لڑکوں کے بجائے لڑکیاں چن لی ہیں جبکہ اپنے لئے وہ لڑکی کو ناقص سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے کہتے ہیں کہ اس نے اعلیٰ کے بجائے ادنیٰ کو پسند کیا ہے۔ کس قدر غلط سوچ ہے۔

(آیت نمبر ۱۵۴) تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسے دعوے کررہے ہو یا یہ تقسیم تم نے کیسی کردی ہے یہ کیسے فیصلے کررہے ہو جو ذات ساری کائنات سے بے پرواہ ہے اس کے متعلق یہ فیصلہ سراسر باطل اور غلط ہے بلکہ یہ تو ظلم پر ظلم ہے۔ دوسری جگہ فرمایا یہ بھونڈی تقسیم ہے کہ تمہارے لئے تو لڑکے ہوں اور اللہ تعالیٰ کیلئے لڑکیاں۔

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ

کیا نہیں دھیان کرتے یا تمہارے پاس دلیل ہے واضح۔ تو لے آؤ اپنی کتاب اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ

ہو تم سچے۔ اور انہوں نے بنایا اس میں اور جنوں میں رشتہ۔ البتہ تحقیق معلوم ہے

الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

جنوں کو کہ وہ ضرور حاضر کئے جائیں گے۔

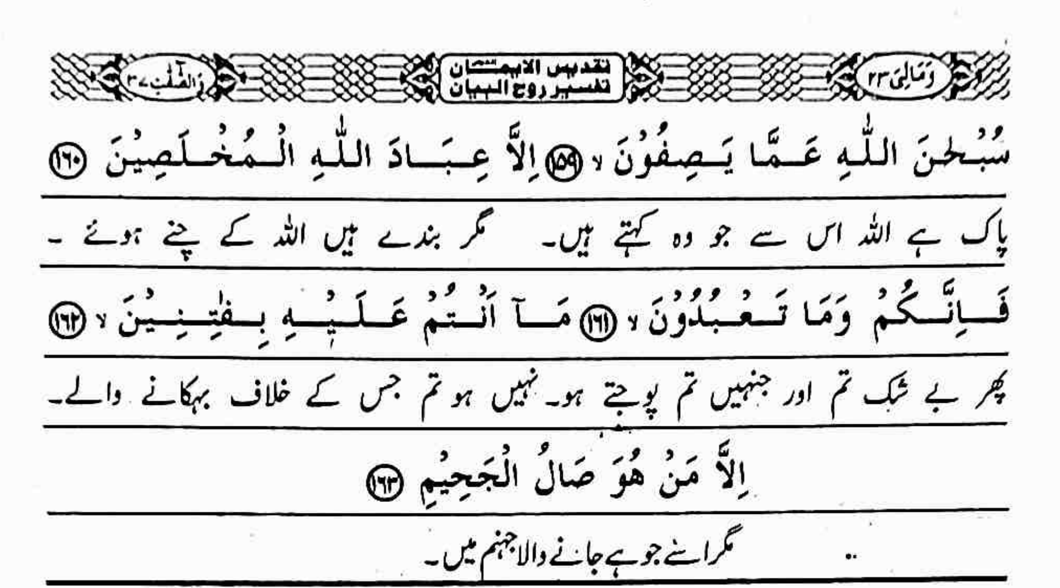
(آیت نمبر ۱۵۵) کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کوئی بے وقوف سے بے وقوف بھی اسے ماننے کیلئے تیار نہیں اور وہ کہے گا کہ یہ دعویٰ ہی باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ماننا ہی بڑی حماقت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو اپنے سے کم درجہ ماننا اور بڑا کفر ہے۔

(آیت نمبر ۱۵۶) یا کوئی تمہارے پاس واضح دلیل ہے جو تمہارے لئے آسمان سے آئی ہو جس کی بنا پر یہ بات کہتے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں یا دیگر بھی کوئی اولاد ہے لڑکے وغیرہ کیونکہ ہر دعوے کیلئے دلیل کا ہونا ضروری ہے خواہ دلیل عقلی ہو یا حسی۔ ذرہ سی عقل والا بھی ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اولاد کیلئے بیوی چاہئے جو خاوند کی ہم جنس ہو۔

(آیت نمبر ۱۵۷) اگر تمہارے اس دعوے پر دلیل کوئی کتاب ہے تو لاؤ جو تمہارے دعوے کی تصدیق کرے۔ اگر سچے ہو تو لے آؤ۔ ورنہ اس جھوٹے دعوے سے باز آؤ۔ یقیناً ان کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں۔

(آیت نمبر ۱۵۸) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان نسب قائم کیا۔ یعنی یہ کافر اور مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی آپس میں رشتہ داری ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان تمام امور سے پاک ہے۔ یہ ظالم جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ (اور جنوں کو اچھی طرح معلوم ہے وہ بھی حاضر کئے جائیں گے۔ ان کا حساب و کتاب جزاء و سزا ہوگی)۔

البتہ تحقیق یہ بات جنوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہے۔ یہ جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا رشتہ دار ثابت کر رہے ہیں وہ فرشتے تو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کر رہے ہیں اور بے شک یہ تمام کافر جہنم کی آگ میں حاضر کئے جائیں گے پھر ہمیشہ کیلئے یہ اسی آگ میں جلیں گے۔ جنوں میں ہر قسم کے گناہ گار ہیں۔ لہذا انہیں جزاء اور سزا ہوگی۔ ان کا حساب و کتاب بھی ہوگا۔



سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٠﴾

پاک ہے اللہ اس سے جو وہ کہتے ہیں۔ مگر بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے۔

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾

پھر بے شک تم اور جنہیں تم پوجتے ہو۔ نہیں ہو تم جس کے خلاف بہکانے والے۔

اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾

مگر اسے جو ہے جانے والا جہنم میں۔

(آیت نمبر ۱۵۹) اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ پاک ہے۔ ان صفات سے جو یہ کہہ رہے ہیں یعنی مشرک جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے یا فرشتوں کا اس سے نسبی رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی صفات سے بالکل منزہ مبرا ہے۔

(آیت نمبر ۱۶۰) مگر وہ تو اللہ تعالیٰ کے خالص اور مخلص بندے ہیں۔ یعنی یہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کو بری اوصاف سے متصف کرتے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کو اپنے لطف وکرم سے خالص خلوص والا بنایا ہے۔ وہ ہر قسم کے شکوک وشبہات کی خرابیوں سے پاک ہے۔

(آیت نمبر ۱۶۱) اے مشرکو تم بھی اور تمہارے معبود جنہیں تم پوجتے ہو اس سے مراد وہ شیطان ہیں جنہوں نے ان کو گمراہ کیا۔ اور اے مشرکو اور کافرو اور شیطانو تم میرے مخلص بندوں میں کسی ایک کو بھی گمراہ نہیں کر سکتے اور نہ انہیں معصیت کے ارتکاب پر ابھار سکتے ہو کیونکہ ان کا محافظ میں خود ہوں۔

(آیت نمبر ۱۶۲) مگر وہ جس نے جہنم میں جانا ہے وہ ضرور تمہارے بہکانے میں آئے گا۔ پھر جہنم میں جائیگا۔ اس لئے کہ جہنم میں داخل ہونے کے اسباب یعنی کفر اور گناہوں پر اصرار انہوں نے خود اختیار کیا ہے۔ اس لئے وہ تو جہنم میں ضرور جائیں گے البتہ جو مخلص لوگ ہیں جو گمراہی اور شرک وفساد سے دور رہے۔ وہ بچ جائیں گے۔

(آیت نمبر ۱۶۳) مگر وہ جہنم میں داخل ہو کر ضرور گل سڑ جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کی قضاء قدر میں لکھا جا چکا ہے اور یہ لکھا جانا بھی ان کے کفر اور گناہوں کے اختیار کرنے کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فلاں بندہ کفر وگناہ اپنے اختیار سے کرے گا اور اسی پر اس کا خاتمہ بھی ہوگا۔ اس لئے وہ جہنم میں جائیگا۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحۡنُ الصَّآفُّوۡنَ ﴿۱۶۵﴾

اور نہیں ہم سے مگر اس کی ایک جگہ ہے معلوم۔ اور بے شک ضرور ہم پر پھیلائے منتظر ہیں ۔

وَاِنَّا لَنَحۡنُ الۡمُسَبِّحُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنۡ كَانُوۡا لَيَقُوۡلُوۡنَ ﴿۱۶۷﴾

اور بے شک ہم اس کی پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ اور بے شک وہ تھے کہتے ۔

لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِكۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾

کہ اگر بے شک ہوتی ہمارے پاس نصیحت اگلوں کی۔

(آیت نمبر ۱۶۴) اور ہم میں سے نہیں ہے مگر اس کیلئے ایک مقام معلوم ہے یعنی ہم میں سے ہر ایک کیلئے اللہ تعالیٰ تک رسائی کیلئے ایک حد یا مرتبہ مقرر ہے۔ اس سے ایک بال برابر بھی آگے نہیں جا سکتے۔ چنانچہ بعض ایسے فرشتے ہیں جب سے رکوع یا سجدے میں ہیں ایک لحہ کیلئے بھی کمر سیدھی نہیں کر سکتے۔ نہ سر اٹھا سکتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۶۵) اور بے شک ہم اطاعت کے مقامات پر اور خدمت کی جگہ پر صف بستہ ہیں۔

فائدہ: شیخ اکبر فرماتے ہیں۔ فرشتوں کیلئے نفل عبادت نہیں ہے۔ سب فرض ہے۔ البتہ انسانوں کیلئے فرضوں کے ساتھ نفل بھی ہیں۔ تاکہ بروز قیامت اگر فرضوں میں کوئی کمی ہوئی۔ تو وہ نفلوں سے پوری کی جائے گی۔

فائدہ: اس آیت کے بعد صف بندی کی باقاعدہ پابندی شروع کی گئی۔

فائدہ: علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معراج کے بعد نماز اور صف بندی شروع ہوئی۔

(آیت نمبر ۱۶۶) اور بے شک ہم ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیس یعنی پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسبیح کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان تمام امور میں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ کو دور جانتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۶۷) اور بے شک وہ کہتے تھے۔ اس میں ان ثقیلہ ہے۔ یعنی جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ وہ یقینی اور تاکیدی ہے۔ کہ اس نبی کی تشریف آوری سے پہلے وہ یہی باتیں کہا کرتے تھے۔

(آیت نمبر ۱۶۸) حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے قریش کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس بھی کوئی کتاب آتی۔ جیسے پہلے کتابیں آئیں تو ہم بھی ان پند و نصیحت حاصل کرنے والوں سے ہوتے۔

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

تو ضرور ہوتے ہم بندے اللہ تعالیٰ کے خالص۔ انکار کیا انہوں نے اس کا تو عنقریب وہ جان لیں گے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ

البتہ سبقت کی گئی ہماری کلام ہمارے بندوں کیلئے جو بھیجے ہوئے ہیں۔ بے شک ان کی۔

الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾

مدد کی جائیگی۔ اور بے شک ہمارے لشکر ہی غالب آئیں گے۔ تو منہ پھیر لیں ان سے تا ایک وقت۔

(آیت نمبر ۱۶۹) اور اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے یعنی ضرور ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت مخلصانہ کرتے اور سابقہ انبیاء کے مخالفوں کی طرح ہم بالکل مخالفت نہ کرتے۔

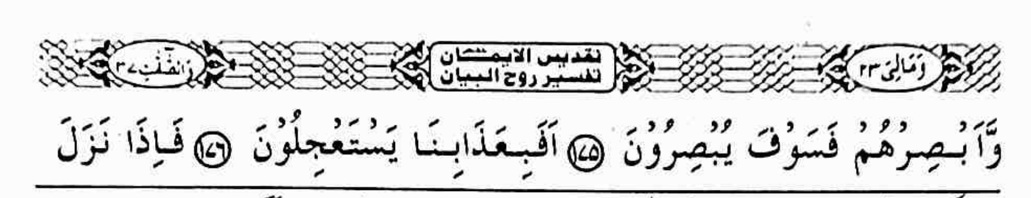
(آیت نمبر ۱۷۰) لیکن جب ان کے پاس نہ صرف ذکر بلکہ سید الاذکار آیا اور تمام کتابوں کی سردار کتاب آئی (یعنی قرآن) تو انہوں نے اس سے کفر کیا۔ تو پھر جلد وہ اپنے کفر کے انجام کو بھی جان لیں گے دنیا میں ذلت اور آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔ **فائدہ**: انسانی فطرت ہے۔ چیز نہ ہو تو آرزو کرتا ہے۔ وہ چیز مل جائے تو نفرت کرنا شروع کر دیتا ہے۔

(آیت نمبر ۱۷۱) اور البتہ تحقیق بات ازل سے سبقت کر گئی یا لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے وہ وعدہ جو ہم نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ وہ بندے جنہیں ہم نے عبادت میں شرف اخلاص دیا اور شرف رسالت سے مشرف فرمایا۔

(آیت نمبر ۱۷۲) کہ بے شک ان کی ضرور مدد کی جائیگی اور وہی غالب ہونگے یعنی جس کی ہم مدد کریں گے وہی غالب ہونگے پھر ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور جسے ہم رسوا کر دیں وہ غالب نہیں آ سکتا۔ وہ مغلوب رہے گا۔

(آیت نمبر ۱۷۳) اور بے شک ہمارے لشکر ہی یعنی رسولان عظام اور ان کے پیروکار ہی خدائی لشکر ہیں ہمیشہ دشمنوں پر غالب رہیں گے دنیا میں اور آخرت میں وہی کامیاب ہوں گے۔

(آیت نمبر ۱۷۴) اے محبوب لازماً فتح و نصرت آپ کو اور آپ کے غلاموں کو ملے گی لہذا ان کفار سے اعراض کریں اور ان کی ایذاؤں پر صبر کریں ایک وقت تک۔ یعنی چند دنوں تک کہ جب تک جنگ کی اجازت نہیں ہو جاتی۔



وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ

اور دیکھیں انہیں عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کو جلد مانگتے ہیں۔ پھر جب اترا

بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾

ان کے گھروں میں تو بری ہوئی صبح ڈرائے ہوؤں کی۔ اور منہ پھیر لو ان سے تاایک وقت۔

وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

انتظار کریں عنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

(آیت نمبر ۱۷۵) ان کے برے حال کو دیکھ لیں کہ جب ان پر قتل کا حکم آئے گا یا وہ جو قیدی بن کر آپ کے پاس ذلیل وخوار ہو کر آئیں گے اور وہ بھی بہت جلد اپنا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

(آیت نمبر ۱۷۶) انہیں بار بار عذاب کی وعیدیں سنائی گئیں پھر بھی انہیں یقین نہیں آتا اور وہ عذاب مانگنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ عذاب کا قت پوچھتے ہیں۔ کہ وہ کب آئے گا۔

(آیت نمبر ۱۷۷) تو جب وہ عذاب موعود ان میدانوں میں نازل ہوگا۔ یعنی ان کے سامنے بالکل قریب اترے گا تو پھر کتنی بری صبح ہوگی ان ڈرائے ہوؤں کی۔ یعنی جن کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا اور وہ ایمان نہ لائے اور جھٹلایا تو پھر صبح کا وقت جب عذاب آیا تو وہ بہت برا وقت تھا۔

فائدہ: کاشفی فرماتے ہیں عرب میں لوٹ مار عام تھی اسی طرح قتل وغارت اور گرفتاری بھی عام تھی تو جب کوئی لشکر کسی قبیلہ پر حملہ کرنا چاہتا تو رات بھر سفر کرتے اور صبح کے وقت حملہ کرتے کچھ کو قتل یا قید کرتے اور ان کا تمام مال اسباب لوٹ لیتے تو عموماً یہ کام صبح کے وقت کرتے تھے۔

(آیت نمبر ۱۷۸) پھر رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اے محبوب ان سے منہ پھیر لیں ایک وقت تک اس کے واقع ہونے کی تاکید ہے۔ یعنی جب تک کہ واضح جہاد کا حکم نہیں آجاتا۔ آپ انہیں کچھ نہ کہیں۔

(آیت نمبر ۱۷۹) اس میں تنبیہ ہے کہ جو آپ دیکھیں گے اس میں سراسر سرور وراحت ہوگی اور جو وہ دیکھیں گے اس میں نقصان ہی نقصان ہوگا۔ یعنی مسلمانوں کو غلبہ اور مال غنیمت اور کفار کو ذلت ہوگی۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ ﴿۱۸۱﴾

پاکی ہے آپ کے رب کی جو عزت والا ہے ان کی باتوں سے۔ اور سلام ہے اوپر رسولوں کے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ ﴿۱۸۲﴾

اور تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے جو رب ہے تمام جہانوں کا۔

(آیت نمبر ۱۸۰) اے محبوب آپ اپنے مربی یعنی اللہ تعالیٰ جو علی الاطلاق مالک الملک ہے اس کی تقدیس وتنزیہہ فرمائیں کہ جو کچھ مشرکین بیان کرر ہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد اور بیوی ہونا ثابت کرر ہے ہیں یا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہیں کرتا۔ یا عذاب کے مطالبہ میں جلدی کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ رب العزت ہے۔ **فائدہ:** اس میں اشارہ ہے کہ عزت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے باقی جسے بھی عزت ملی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے وہ جسے چاہے عزت دیتا ہے جسے چاہے ذلت۔ **فائدہ:** عزالدین بن سلام نے فرمایا۔ سبحان اللہ ایسا کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے نقص وعیب کو سلب کرتا ہے تو فرمایا کہ مشرکین جو جو بکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے۔

(آیت نمبر ۱۸۱) اور سلام ہو سب رسولوں پر یعنی آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک۔ ہر نبی ورسول پر سلام ہو۔

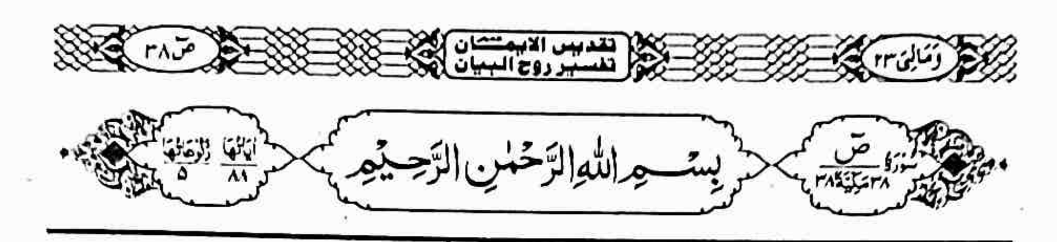
حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا جب مجھ پر سلام بھیجو تو سب رسولوں کو بھی میرے سلام کے ساتھ سلام عرض کرو (کنز العمال)۔ دوسری **حدیث** میں فرمایا۔ میرے آل واصحاب کو بھی سلام میں شامل کیا کرو۔ ایضاً

فائدہ: مقاصد الحسنہ میں ہے کہ مجھ پر و دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر درود بھیجو۔ (واللہ اعلم)

(آیت نمبر ۱۸۲) تمام تعریفیں اللہ کیلئے جو رب العالمین ہے۔

فائدہ: عزالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے تمام کمالات کا اثبات الحمد للہ میں موجود ہے۔ یعنی ہم نے الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کیلئے وہ تمام کمالات ثابت کئے جنہیں ہم جانتے ہیں اور جو ہمارے ادراک میں آ سکتے ہیں۔ **فائدہ:** اس میں مومن کو تنبیہ ہے کہ اس کی تسبیح وتحمید یوں کی جاتی ہے اور رسولان عظام پر یوں سلام پڑھا جاتا ہے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے فیض لیتے اور بندوں کو پہنچاتے ہیں۔ **فائدہ:** علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مجلس سے اٹھتے وقت یہ آیت پڑھ لے تو اسے اجر جزیل اور ثواب عظیم نصیب ہوگا۔

اختتام: سورۃ ۹۔ نومبر بمطابق ۹ صفر ۱۴۳۸ھ بروز بدھ بوقت نماز عشاء



13

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ②

قسم اس قرآن کی جو ذکر والا ہے۔ بلکہ جنہوں نے کفر کیا وہ تکبر اور اختلاف میں ہیں ۔

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③

کتنی ہی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے کئی سنگتیں۔ پھر انہوں نے پکارا اور نہ تھا وہ وقت چھوٹنے کا ۔

(آیت نمبر ۱) ص ۔ امام شعبی فرماتے ہیں ۔ ہر کتاب الٰہی میں راز ورموز ہوتے ہیں ۔ قرآن کے اسرار ورموز حروف مقطعات ہیں ۔ ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۔ یا اس کا رسول جانتا ہے ۔

فائدہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ص ۔ اسم صادق ۔ صبور ۔ صمد ۔ صانع کی کنجی ہے یا ص مرتبہ صمدیت کی طرف اشارہ ہے ۔ جسے تعین ثانی کہا جاتا ہے اور قسم ہے قرآن ذکر شریف والے کی ۔ یا ذکر سے مراد شرف ۔ بزرگی یا پند ونصیحت یا امور دینیہ یعنی شریعت اور احکام ۔

(آیت نمبر ۲) بلکہ کافر لوگ یعنی کفار مکہ میں بڑے بڑے رئیس اپنی عزت بنائے بیٹھے ہیں ۔

فائدہ: عزت تو درحقیقت اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کیلئے ہے ۔ کافر تو خود ہی اپنے آپ کو معزز سمجھتا ہے جو درحقیقت ذلت میں ہے ۔ عزت وذلت کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا ۔

(آیت نمبر ۳) کتنی ہی سنگتیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کیں ۔ یعنی ہم نے گذشتہ زمانے کے بہت لوگوں کو ان کے تکبر اور مخالفت اور ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ وبرباد کیا تو انہوں نے اس تباہی اور ہلاکت کے وقت بڑی فریاد اور آہ وزاری کی ۔ شور وفغاں کیا ۔ بلکہ توبہ استغفار کی کہ عذاب سے بچ جائیں لیکن اب ان کے چھٹکارے کا وقت نکل چکا تھا ۔ اب ناامیدی کا وقت تھا ۔ عذاب دیکھ کر توبہ استغفار یا رونا دھونا کوئی کام نہیں دیتا ۔ **فائدہ**: یہاں لا مشبہ بہ لیس ہے ۔ اس پر تاء تانیث کی لائی گئی ۔ لات نفی الاحیان کے لئے مخصوص ہے ۔ یعنی انہوں نے آہ وزاری تو کی ۔ لیکن وہ وقت ان کی نجات کا نہ تھا ۔

جلد ۵

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ز وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا

تعجب کیا کہ آ گیا ان میں ڈرانے والا ان سے ہی۔ اور کہا کافروں نے یہ

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ج صلے ④ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ج صلے اِنَّ هٰذَا

جادوگر ہے جھوٹا۔ کیا کردیا کئی خداؤں کا خدا ایک ہی۔ بے شک یہ ہے

لَشَیْءٌ عُجَابٌ ⑤

بات بڑی عجیب۔

(آیت نمبر۴) کفار مکہ کو اس بات پر تعجب تھا کہ ان کے پاس جو ڈرانے والا آیا ہے۔ وہ ان ہی کی جنس سے کیوں ہے اور پھر اس کے پاس نہ مال دنیا ہے نہ کوئی لوگوں میں اس کی حیثیت چونکہ کفار کو حضور ﷺ کے رسول ہونے کا یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ کے ارشادات کو جھوٹ اور معجزات کو جادو کہنے لگ گئے حالانکہ ایسے نبی علیہ السلام کی نبوت کا انکار بدقسمت کافر ہی کرسکتا ہے یا ازلی بدبخت۔ تو کفار نے کہا کہ یہ جادوگر اور بہت بڑا جھوٹا ہے۔ (معاذ اللہ) وہ بے ایمان حضور ﷺ کی ہر بات کو جھوٹ سمجھتے تھے۔

(آیت نمبر۵) جھوٹا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کئی خداؤں کا ایک ہی خدا کردیا۔

شانِ نزول : جب جناب حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایمان لے آئے تو روسائے قریش ابوجہل اینڈ کمپنی کو بڑی تکلیف ہوئی اور وہ حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ یہ ہمارے کچھ بے وقوفوں کو ورغلا کر نئے دین پر لے گیا ہے۔ ہمارے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے۔ اور ایسی آگ لگائی ہے کہ اسے بجھانا مشکل ہوگیا ہے تو حضرت ابوطالب نے حضور ﷺ کو بلا کر فرمایا کہ آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے۔ ان کی بات پر غور فرمائیں۔ آپ نے ان کی بات سن کر فرمایا تم ایک کلمے پر میرے ساتھ اتفاق کرلو۔ پھر تو تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے وہ یہ کہ تم کلمہ پڑھ لو وہ یہ بات سنتے ہی بگڑ گئے اور کہنے لگے تم نے تو کئی خداؤں کو ایک ہی کردیا۔ حالانکہ وہ بے وقوف یہ نہیں جانتے کہ یہ غلطی ان کی ہے کہ انہوں نے ایک خدا کے تین سو ساٹھ بنا دیئے۔ کہاوت ہے۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ فتنہ باز تو وہ تھے۔ اور کہتے مسلمانوں کو ہیں۔

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰى اٰلِهَتِكُمْ ج صلے اِنَّ هٰذَا

اور چل دیئے سردار ان کے کہ چلے جاؤ۔ اور ڈٹے رہو اپنے خداؤں پر۔ بے شک اس

لَشَیْءٌ یُّرَادُ ج صلے ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ج صلے اِنْ

کا کوئی مطلب ہے۔ نہیں سنی ہم نے یہ باتیں دین پچھلے میں۔ نہیں ہے مگر

هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ج صلے ⑦

یہ گھڑی ہوئی بات۔

(بقیہ آیت نمبر ۵) **فائدہ**: تو وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے کام اتنے زیادہ ہیں کہ تین سو ساٹھ بھی ابھی تھوڑے ہیں تو (محمد ﷺ) کا ایک خدا کس طرح سارے کاروبار چلا سکتا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کیا۔ ہمارے آباء واجداد نے ویسے ہی اتنے خدا بنا لئے تھے؟

(آیت نمبر ۶) مکہ کے اشراف یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ اپنے شرکیہ طریقے پر ڈٹ کر رہو۔

فائدہ: جب حضرت ابوطالب کے پاس آئے ہوئے پچیس کفار کو حضور ﷺ نے مسکت جواب دے دیا اور وہ جان گئے کہ آپ اپنے دین پر قائم دائم ہیں تو انہوں نے سخت مایوس ہو کر آپس میں کہا کہ اپنے خداؤں کی پرستش پر ڈٹے رہو۔ **سبق**: غور کریں کہ باطل پرست باطل پر ہی کس طرح ایک دوسرے کو استقامت کا درس دے رہے ہیں۔ طالب صادق کو چاہئے کہ وہ اپنے سچے عقیدے پر اس سے بھی زیادہ ڈٹ کر رہے۔ آگے کہا کہ بے شک یہ جو ہم نے محمد (ﷺ) کو دیکھا ہے کہ وہ توحید پر ڈٹے ہوئے ہیں ان کے اندر ضرور ان کا کوئی مقصد ہے جس کا وہ عزم بالجزم رکھتے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میرے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارا اپنے دین پر ڈٹ جانا اور بتوں کو پوجنا ہی تمہاری مراد ہونی چاہئے۔ اس سے تمہاری قدر و منزلت بڑھ جائیگی۔

(آیت نمبر ۷) نہیں سنیں ہم نے یہ باتیں کسی اور دین میں۔ یعنی ہمارے آباء واجداد کا دین جو ہمیں وراثت میں ملا ہے اس میں ہم نے ایسی کوئی بات نہ دیکھی نہ سنی۔ یا عرب کے دیگر قبائل وہی کرتے ہیں جو ہم کر رہے ہیں۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ وہ جاہل لوگ اپنے آباء کی جاہلانہ تقلید میں گمراہی کی وجہ سے ایسے پھنسے تھے کہ وہ حق والے راستے کو گمراہی سمجھتے تھے۔

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ

کیا اتارا گیا اس پر قرآن ہمارے درمیان بلکہ وہ شک میں ہیں میرے قرآن میں ۔

بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ﴿۸﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

بلکہ ابھی نہیں چکھا انہوں نے عذاب ۔ یا ان کے پاس خزانے ہیں رحمت والے تیرے رب کے ۔

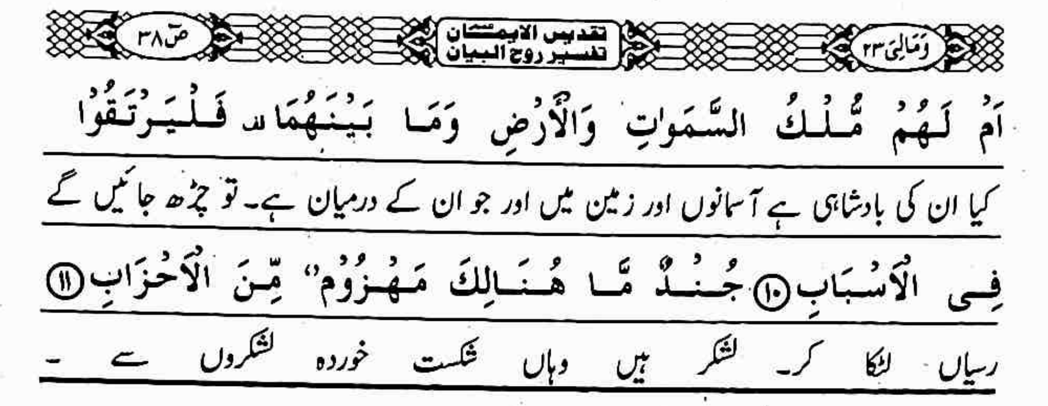
الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۚ﴿۹﴾

جو عزت والا بخشش والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۷) **فائدہ**: ملت اور دین ایک ہی چیز کو کہتے ہیں۔ یعنی عبادت کا وہ راستہ جسے اللہ نے بذریعہ انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں کیلئے پسند فرمایا۔ تاکہ بندے اس پر چل کر ثواب پائیں اور اس کے جوار رحمت میں جگہ پائیں تو کفار قرآن کے متعلق کہنے لگے کہ یہ قرآن منگھڑت اور جھوٹ ہے (معاذ اللہ)۔ **فائدہ**: اختلاق اس جھوٹ کو کہا جاتا ہے جو بندہ اپنی طرف سے گھڑ کر بنائے۔

(آیت نمبر۸) **فائدہ**: یعنی ہم مکہ کے سردار۔ اشراف اور عمر میں بھی اس سے بڑے اور مال و دولت بھی ہمارے پاس زیادہ اور نوکر چاکر دوست یار ہمارے زیادہ۔ منصب اور عہدے ہمارے بڑے۔ اور قرآن اس پر نازل ہو گیا۔ **فائدہ**: ان باتوں سے قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا انکار مقصود تھا۔ اصل میں ان کے دلوں میں حسد آ گیا تھا۔ اس لئے وہ تکذیب بھی کرتے تھے کہ انہیں نبوت ملی اور ہم محروم رہ گئے۔ آگے فرمایا کہ بلکہ میرے ذکر کے بارے میں انہیں شک ہے۔ یہاں ذکر سے مراد قرآن یا وحی ہے۔ ان کے شک کرنے سے مراد یہ ہے کہ انہیں کسی ایک بات پر جزم نہیں۔ کبھی قرآن کو سحر کہتے کبھی شعر کہتے کبھی من گھڑت کہتے ہیں۔ **فائدہ**: یہ دلیل ہے اس بات کی کہ قرآن قدیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ذکر شریف سے تعبیر فرمایا تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ خود قدیم تو اس کا ذکر بھی قدیم ہے۔ آگے فرمایا کہ بلکہ ابھی انہوں نے میرا عذاب چکھا نہیں۔ جب چکھیں گے تو انہیں حقیقت حال معلوم ہو جائیگی۔

(آیت نمبر۹) کیا ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے آ گئے ہیں۔ **فائدہ**: ان کے پاس جو مال دولت ہے۔ کیا ان کے پاس سارے خزانے آ گئے اور وہ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کریں اور جس کو چاہیں۔ ظلم و تشدد کا نشانہ بنائیں اور جس سے چاہیں۔ اس سے مال و دولت ساری لوٹ لیں اور جو ان کے جی میں آئے وہ فیصلہ کریں اور اسی قاعدہ کی بناء پر جسے چاہیں نبوت کا حقدار بنالیں۔



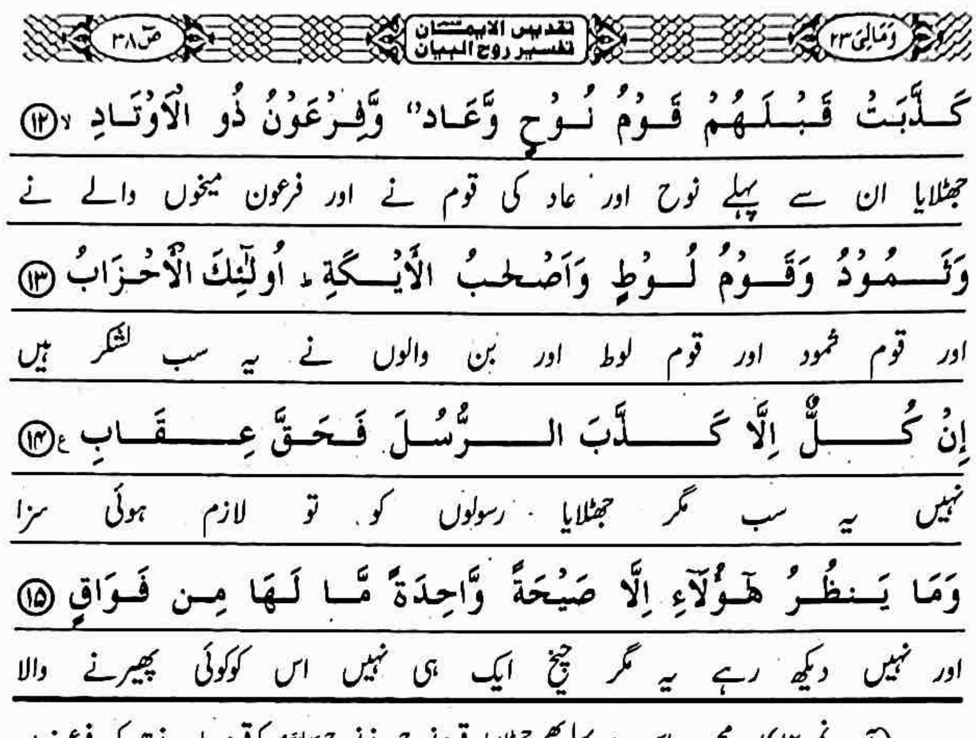
(بقیہ آیت نمبر۹) **مسئلہ**: نبوت تو اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے۔ اسے اپنے فضل وکرم سے نوازے۔ اسے کوئی بھی روکنے والا نہیں۔ اس لئے کہ وہ عزیز ہے۔ یعنی وہ سب پر غالب ہے اس پر کوئی بھی غلبہ نہیں پا سکتا اور وہ بااختیار ہے بلکہ وہ جسے چاہے اختیار دیتا ہے۔ (لہذا کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے دم مارے)۔

(آیت نمبر۱۰) یا ان کے ہاتھ میں ملکیت ہے۔ اوپر کے جہانوں یعنی آسمانوں میں یا نیچے والے جہانوں میں یعنی زمینوں میں یا ان کے درمیان میں تو پھر انہیں چاہئے کہ رسیاں لیکر اوپر کو چڑھیں جیسے دوسرے مقام فرمایا۔ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے۔ جس پر چڑھ کر وہ آسمان والوں کی یہ باتیں سنتے ہیں۔ اب مطلب یہ ہے کہ کیا ان کے پاس کوئی اسباب ہیں کہ یہ ان کے ذریعے عرش پر جا بیٹھیں۔ جہاں معاملات کی تدبیر ہوتی ہیں یعنی وہ اپنی آخری قوت کا مظاہرہ کرلیں یہ کفار کو چیلنج ہے۔ کہ جو وہ چاہیں کرلیں۔

(آیت نمبر۱۱) وہاں لشکروں میں ایک شکست خوردہ لشکر ہے یعنی جلد وہ وقت آرہا ہے کہ یہ لوگ اسی جگہ شکست خوردہ ہوجائیں گے جہاں اے میرے حبیب تجھے جان سے مارنے کی تدبیریں بنا رہے ہیں۔

فائدہ: یہ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر غیبی دی گئی۔ کہ عنقریب ان کے ذلت کے ایام آرہے ہیں۔

فائدہ: ان کفار نے اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھ رکھا تھا۔ بجائے حضور ﷺ کو رسول ماننے کے وہ خود کو اس منصب کا حق دار سمجھنے لگے۔ جیسے کوئی نااہل اپنے آپ کو اونچا سمجھ کر لایعنی دعویٰ کر بیٹھے۔ کہ شہنشاہ وقت میں ہی ہوں۔ اور گھر میں اس کی عزت ذرہ برابر نہ ہو۔



كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾

جھٹلایا ان سے پہلے نوح اور عاد کی قوم نے اور فرعون میخوں والے نے

وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾

اور قوم ثمود اور قوم لوط اور بن والوں نے یہ سب لشکر ہیں

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾

نہیں یہ سب مگر جھٹلایا رسولوں کو تو لازم ہوئی سزا

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

اور نہیں دیکھ رہے یہ مگر چیخ ایک ہی نہیں اس کو کوئی پھیرنے والا

(آیت نمبر۱۲) اے محبوب اس سے پہلے بھی جھٹلایا۔ قوم نوح نے نوح علیہ السلام کو قوم عاد نے ھود کو۔ فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جو میخوں والا تھا۔ فرعون ذلیل لوگوں کو سزا اس طرح دیتا کہ ہاتھ پاؤں جکڑ کر ان پر میخیں لگا دیتا۔ تو مظلوم بے چارہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ خصوصاً ان کو جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے۔ جیسے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا۔ یا جادوگر جب ایمان لائے تو ان کے ساتھ یہی ظلم ہوا۔

(آیت نمبر۱۳) اور قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ قوم لوط نے لوط علیہ السلام اور جھاڑی والوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہی احزاب تھے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف تھے انہوں نے شکست کھائی اور بری طرح تباہ و برباد ہوئے۔ اے محبوب ان قریش مکہ کو بتا دیں۔ اگر یہ بھی آپ کی مخالفت کریں گے تو یہ بھی اسی طرح تباہ ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر۱۴) ان تمام گروہوں میں سے ہر جماعت اور ہر حزب نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو ان میں سے ہر ایک قوم کیلئے میرا وہ عذاب جو ان کے قصوروں کے مطابق ان پر واقع ہوا۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(آیت نمبر۱۵) اور نہیں دیکھ رہے یہاں اشارہ اہل مکہ کی طرف ہے۔ اس سے ان کی تحقیر و تذلیل مراد ہے اور ان کے معاملہ کو معمولی کر کے ظاہر کیا۔ یعنی کفار مکہ بھی سابقہ تباہ شدہ قوموں کی طرح کفر کر رہے ہیں اور آپ کو جھٹلاتے ہیں یہ اب نہیں انتظار کر رہے۔ مگر ایک ہی چنگھاڑ کی۔ جیسے پہلے لوگوں پر چنگھاڑ پڑی تو وہ تباہ ہوئے۔ اب یہ اہل مکہ بھی اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن جب وہ عذاب آ گیا تو ان کا کچھ نہیں بچے گا۔



وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

اور بولے اے ہمارے رب جلد دے ہمیں ہمارا حصہ پہلے ہی یوم حساب سے ۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

صبر کریں اس پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کریں ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو بے شک رجوع کرنے والا تھا

(بقیہ آیت نمبر ۱۵) **کفار مکہ پر عذاب:** نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے آقا ان میں موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں ان کو عذاب اس لئے نہیں دیتا کہ آپ ان میں موجود ہیں۔ آگے فرمایا نہیں ہے اس کے آنے میں کوئی دیر۔ فواق اونٹنی کا دودھ نکالنے کو کہتے ہیں۔ اونٹنی کا دودھ دوہنے کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ دودھ دوہ کر کچھ دیر اونٹنی کا بچہ دودھ کیلئے چھوڑتے ہیں تا کہ دودھ اترے۔ پھر جب دودھ اتر آتا ہے تو پھر دودھ دوہ لیتے ہیں۔ اب آیت کا معنی یہ ہے کہ جب چنگھاڑ کا وقت آئیگا تو پھر لحہ بھر کے لئے بھی مہلت نہیں ملے گی۔ جیسے ایک مقام پر فرمایا کہ جب ان کی موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر ایک لمحہ نہ آگے ہوگا نہ پیچھے۔

(آیت نمبر ۱۶) اور انہوں نے از راہ تمسخر کہا۔ اے ہمارے رب ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے عطا فرما۔

شان نزول: کفار مکہ نے جب سنا کہ ہمیں عذاب دنیا میں نہیں ہوگا تو نضر بن حارث اور اس کے ہم نواؤں نے اس طرح کہنا شروع کر دیا کہ ہمیں دنیا میں ہی عذاب دیا جائے۔ پتھروں کی بارش ہو یا کوئی اور اللہ تعالیٰ ہمیں دردناک عذاب دے دے۔ **فائدہ:** خلاصہ کلام یہ کہ وہ کہتے تھے کہ جس عذاب سے ہمیں ڈرایا جارہا ہے۔ اس کا مقرر کردہ حصہ ہمیں جلد دے دے یوم حساب سے پہلے۔

(آیت نمبر ۱۷) اے محبوب ان کی بک بک پر صبر کریں۔ خصوصاً جو یہ عذاب مانگ رہے ہیں اور اے محبوب یاد کریں ہمارے بندۂ خاص داؤد علیہ السلام کو جو ہاتھوں والے تھے۔ یعنی بہت بڑی طاقت کے مالک تھے۔ تکالیف برداشت کرنے والے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ یا معنی ہے۔ کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے بال بچوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ظاہری قوت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے جالوت جیسے جابر ظالم کو ایک پتھر مار کر فی النار کر دیا۔ اگر چہ آپ کا قد مبارک باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح نہیں تھا لیکن طاقت بہت زیادہ تھی۔ باطنی قوت کا یہ حال کہ آپ کثرت سے روزے رکھتے اور رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گذارتے۔

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾

بے شک ہم نے مسخر کئے پہاڑ اس کے ساتھ جو تسبیح کہتے شام کو اور سورج چڑھتے ۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾

اور پرندے جمع کئے ہوئے۔ سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

(آیت نمبر ۱۸) بے شک ہم نے پہاڑ داؤد علیہ السلام کیلئے مسخر کر دیئے۔ یعنی جب داؤد علیہ السلام یاد الٰہی کرتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔ یہ داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی کہ جب داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تو پہاڑوں اور بے جان چیزوں میں حیات، قدرت، عقل اور بولنے کی قدرت آ جاتی۔ زندوں اور عقلمندوں کی طرح وہ تسبیحات پڑھتے تھے۔

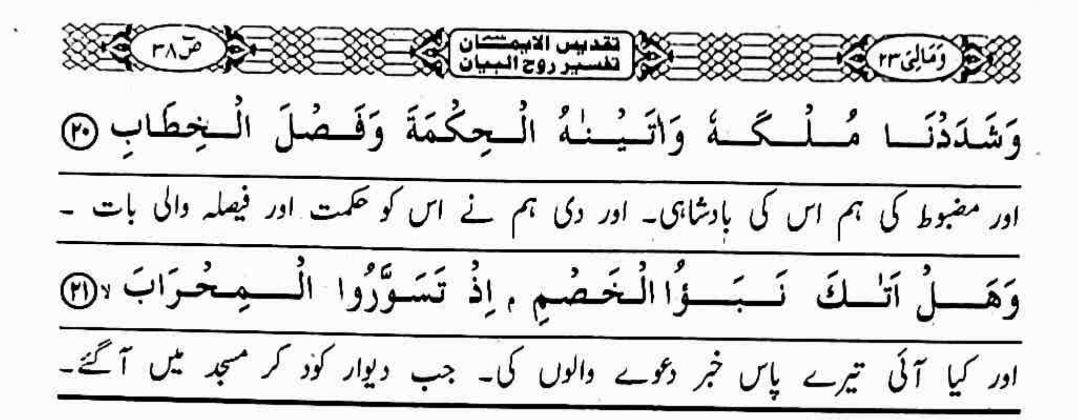
اہل حق فرماتے ہیں کہ ہر چیز میں اس کی شان کے لائق زندگی ہے۔ اسی لئے ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے۔ یہ ہے دلیل ہے ان کی حیات پر۔ آگے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام شام اور صبح کے وقت تسبیح پڑھتے تھے۔

اشراق : طلوع آفتاب کو کہتے ہیں۔ اس وقت کی نماز کو بھی اشراق کہتے ہیں۔ **حدیث شریف** میں ہے جو صبح کی نماز کے بعد وہیں طلوع آفتاب تک بیٹھ کر ذکر الٰہی کرے۔ طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔ اسے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔ **فائدہ:** چاشت کی نماز اس کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

چاشت کا وقت : طلوع آفتاب اور زوال آفتاب کے درمیان چاشت کا وقت ہے۔ چاشت کی نماز کم از کم دو رکعت ہے۔ یہ نماز بدن انسانی کا گویا صدقہ ہے۔

(آیت نمبر ۱۹) پہاڑوں کی طرح پرندے بھی اکٹھے ہو کر صف بستہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ ذکر کرتے تھے سب یعنی پہاڑ اور پرندے اور دیگر اشیاء اللہ تعالیٰ کی طرف بہت ہی رجوع کرتے ہیں۔ یہی اوّاب کا معنی ہے۔ کہ جب داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھتے تھے تو داؤد علیہ السلام کے ساتھ سب تسبیحات پڑھنے میں موافقت کرتے۔

لحن داؤدی : اللہ تعالیٰ نے جیسی خوش آوازی داؤد علیہ السلام کو بخشی ایسی آواز کسی کو نہیں دی۔ آپ کی آواز پر ہر چیز سر مست ہو جاتی۔ ہر قسم کے جانور اور پرندے آپ کے قریب آ جاتے۔ جنت میں آپ تلاوت قرآن کریں گے۔



وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اور مضبوط کی ہم اس کی بادشاہی۔ اور دی ہم نے اس کو حکمت اور فیصلہ والی بات ۔

وَهَلْ اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾

اور کیا آئی تیرے پاس خبر دعوے والوں کی۔ جب دیوار کود کر مسجد میں آ گئے۔

(آیت نمبر۲۰) اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے ملک کو مضبوط کیا اور آپ کا رعب دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا۔

حکایت: ایک شخص نے کسی پر گائے چوری کا دعوی کیا اور فیصلہ کرانے داؤد علیہ السلام کے پاس آئے۔آپ نے گواہ مانگے۔ وہ گواہ نہ لا سکا۔ اللہ تعالٰی نے حکم دیا اسے قتل کر دو۔ داؤد علیہ السلام حیران ہوئے۔ تو اس نے کہا۔ اے اللہ کے نبی مجھے گائے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ مدعا علیہ کے باپ کو میں نے دھوکے سے قتل کیا۔ اس کے بدلے میں قتل کیا جا رہا ہے۔ اس وجہ سے لوگوں پر آپ کا رعب چھایا۔ سب لوگ ڈر گئے کہ ہم نے بھی کوئی غلطی کی۔ تو اللہ تعالٰی انہیں مطلع فرما دے گا۔ آگے فرمایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو حکمت عطا کی: (۱) یعنی شریعت و طریقت۔ (۲) یا اسرار حقیقت مراد ہیں۔ اور فرمایا کہ ہم نے انہیں فصل خطاب عطا کیا۔ یعنی حقیقۃ الامر کو واضح طور پر بیان کرنا یا حق و باطل کا امتیاز کر کے فیصلہ کرنا۔

(آیت نمبر۲۱) کیا تیرے پاس جھگڑے والوں کی خبر آئی۔ المحر اب وہ عبادت خانہ جہاں داؤد علیہ السلام اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتے تھے تو فرمایا وہ وقت یاد کرو۔ جب دو مخالف اپنے مقدمہ لیکر آئے۔ یعنی فیصلہ کرانے کیلئے حجرے کی بلند دیواریں پھلاند کر اوپر سے نیچے داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں حاضر ہوئے۔

فائدہ: یہ دیوار پھلاند کر آنے والے جبریل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ جو انسانی لباس میں مدعی مدعا علیہ بن کر آئے۔ مشہور واقعہ یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام نے ایک فوجی کو جہاد پر روانہ کیا اور دل میں خیال آیا۔ کہ اگر یہ شہید ہو گیا۔ تو اس کی بیوی سے میں شادی کر لوں گا۔ حالانکہ آپ کے گھر میں پہلے ہی ننانویں بیویاں موجود تھیں۔ تو ان فرشتوں نے اس بات کو ایک واقعہ کی صورت میں بنا کر پیش کیا۔ تا کہ داؤد علیہ السلام اس خیال سے رک جائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ: انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ بہت نازک ہے۔ اللہ تعالٰی مجھے معاف فرمائے)۔ تفاسیر میں یوں ہی لکھا ہے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى

جب داخل ہوئے داؤد پر تو وہ گھبرا گئے ان سے۔ تو انہوں نے کہا نہ ڈریں ہم دو فریق میں زیادتی کی

بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ

ایک نے دوسرے پر۔ تو آپ فیصلہ کریں ہم میں ٹھیک طرح اور نہ کریں حق کے خلاف۔ اور بتائیں ہمیں سیدھی

الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ

راہ۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانویں دنبیاں ہیں اور میری

نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾

دنبی ایک ہی ہے۔ اب کہتا ہے یہ بھی میرے حوالے کر اور مجھ پر زور دیا بات میں۔

(آیت نمبر ۲۲) جب وہ داؤد علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے تو جناب داؤد گھبرا گئے چونکہ دروازے بند تھے۔ بلکہ مقفل تھے اور آپ عبادت میں مشغول تھے اور وہ دونوں اچانک دیوار پھلاند آئے چونکہ بات عجیب خلاف عادت تھی تو آپ بشری تقاضے کے مطابق گھبرا گئے۔ کہ دروازے بھی بند تھے اندر چڑیا بھی نہیں آسکتی یہ کیسے آ گئے۔

فائدہ: یعنی انتہائی طاقتور آدمی بھی کبھی کمزور ہو جاتا ہے۔ فرشتوں نے جب آپ کی گھبراہٹ کو دیکھا تو کہا۔ کہ آپ ڈریں نہیں۔ ہم دو مخالف ہیں۔ ہمارا فیصلہ فرمائیں۔ ہمارے بعض نے بعض پر زیادتی کی۔ اگرچہ ان کا آپس میں تو جھگڑا نہیں تھا۔ لیکن ایک واقعہ کو تعریض کے طور پر فرضی بات بنائی گئی۔ اس کو جھوٹ نہیں کہا جائیگا کیونکہ فرشتے معصوم ہیں تو انہوں نے کہا ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ فرمائیں اور فیصلہ میں کوئی کمی یا زیادتی نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیں۔

(آیت نمبر ۲۳) بے شک یہ میرا بھائی ہے۔ دینی لحاظ سے یا مصاحبت کے لحاظ سے۔ اس کی ننانویں بھیڑیں ہیں اور میری صرف ایک ہی دنبی ہے تو یہ مجھے زور دیکر کہتا ہے کہ تو اپنی دنبی بھی میرے حوالے کر دے اور بات کرتے وقت مجھ پر غصہ سے زور ڈالا۔ یعنی یہ بات مجھے سخت لہجے میں کہی اور وہ مجھ پر غلبہ رکھتا ہے کیونکہ وہ میرا معزز ہے گویا وہ مجھ پر غالب ہے۔ لہذا آپ فیصلہ بھی فرمائیں اور جس کی غلطی ہے اسے اس کی غلطی پر آگاہ بھی کر دیں۔

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا

آپ نے فرمایا تحقیق اس نے زیادتی کی مانگ کر تیری دنبی اپنی دنبیوں کے ساتھ۔ بے شک بہت

مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ساجھے والے زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر۔ مگر جو ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ

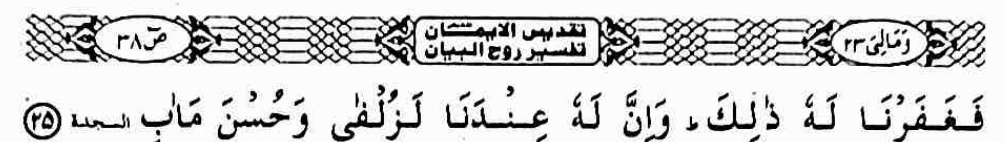
نیک کئے اور تھوڑے ہیں وہ۔ اور سمجھ گئے داؤد کہ بے شک ہم نے آزمایا اسے تو معافی مانگی اپنے رب سے۔

وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾

اور گر گئے سجدے میں اور رجوع کیا۔

(آیت نمبر ۲۴) داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ غالباً دوسرے نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تو اس کے بعد آپ نے فیصلہ فرمایا۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ جب تمہارے ہاں دو جھگڑنے والے آ جائیں تو دوسرے سے پوچھے بغیر جلدی میں فیصلہ نہ کریں۔ (نیل الاوطار کتاب الاقضیہ)۔ **فائدہ:** یعنی فیصلہ کرنے والے کو دونوں طرف سے دلائل سن کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ **حکایت:** لقمان حکیم نے بیٹے سے فرمایا۔ اگر کوئی تجھے کہے کہ فلاں نے میرا کان کاٹا تو فیصلہ میں جلدی نہ کرنا ہو سکتا ہے۔ یہ اس کے دونوں کان کاٹ آیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ بے شک اس نے تیرے ساتھ ظلم کیا یعنی اس کے پاس جب ننانویں دنبیاں موجود ہیں۔ پھر اسے تجھ سے زبردستی لینا بہت برا ہے اور ظلم ہے اور اس طرح بہت سارے شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے ہیں۔ وہ ظلم و زیادتی سے دور رہتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ اس گفتگو سے داؤد علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ تو آزمائش کی گئی ہے تو آپ نے فوراً استغفار کی۔ اب انہیں معلوم ہوا کہ ان سے غلطی ہوئی تو آپ اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر گئے یہاں رکوع بمعنی سجدہ ہے۔ **فائدہ:** سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ غلطی ہو جائے تو فوراً معافی مانگی جائے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

استدلال: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ سجدۂ تلاوت رکوع میں بھی ادا ہو جاتا ہے کیونکہ رکوع سجدہ کا قائم مقام ہے۔ آگے فرمایا کہ آپ نے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔



فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ ۚ وَاِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

پھر بخش دیا ہم نے اسے یہ۔ بے شک اسے ہمارے ہاں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۴) **حدیث شریف:** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر سجدہ کر کے فرمایا۔ داؤد علیہ السلام نے توبہ کا سجدہ کیا ہم شکر کا سجدہ کرتے ہیں۔ (بخاری)

فائدہ: یہ سجدہ امام اعظم اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک واجب ہے۔

(آیت نمبر ۲۵) پھر ہم نے اسے بخش دیا۔ یہ ماہ ذوالحج تھا۔

فائدہ: جناب داؤد علیہ السلام چالیس دن سجدے میں ہی پڑے رہے۔ صرف فرائض کیلئے یا ضروری حوائج کیلئے سر اٹھاتے بعد میں پھر سر سجدے میں رکھ کر لگاتار روتے ہی رہتے۔ یہاں تک کہ وفات کا خدشہ ہونے لگا اور ملکی معاملات بھی خاصے متاثر ہوئے حتیٰ کہ آپ کے ایک بیٹے ایشا نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور بنی اسرائیل کے اوباش قسم کے لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ چالیس دنوں کے بعد معافی کا حکم ربانی آیا۔ تو آپ نے سجدہ سے سر کو اٹھایا۔ اور ایشا کو مار بھگایا۔ آگے فرمایا کہ بے شک جناب داؤد علیہ السلام کا ہمارے ہاں بہت بڑا قرب ہے۔

لحن داؤدی کی جھلک قیامت کے دن: مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بروز قیامت جناب داؤد عرش کے ایک ستون کے پاس کھڑے ہوں گے تو اللہ کریم فرمائے گا آج میری ثنا اسی طرح بیان کر جس طرح دنیا میں بیان کرتے تھے چنانچہ جناب داؤد علیہ السلام اپنے خاص لہجے میں ثناء الٰہی پڑھیں گے تو جنتی جنت کی نعمتیں بھول جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ جناب داؤد کو بہت اچھا ٹھکانا ملا۔ یعنی جنت میں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں۔

دوسرا واقعہ: یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام نے ایک عورت کو دیکھا تو آپ کو اس سے محبت ہوگئی۔ یہ غیر اختیاری امر تھا۔ داؤد علیہ السلام نے اس کے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا۔ اس نے طلاق دے دی۔ آپ نے اس سے بھی نکاح کر لیا اس سے پہلے آپ کی ننانویں بیویاں تھیں تو فیصلہ کرانے والوں نے اس واقعہ کے مطابق ایک مسئلہ پیش کیا تھا۔ جس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کی۔ بعض روایات میں ہے۔ آپ نے صرف ارادہ کیا تھا۔

قاضی عیاض نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے (واللہ اعلم)۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ واعظ لوگ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی علو شان کا خیال رکھا کریں۔ ایسی باتوں سے احتراز کریں۔ جس سے انبیاء علیہم السلام کی عزت واحترام پر کوئی دھبہ نہ آئے۔ یہ بہت نازک مقام ہے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

اے داؤد بے شک ہم نے بنایا تجھے نائب زمین میں تو فیصلہ کریں درمیان لوگوں کے ٹھیک ۔

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ

اور نہ پیچھے چلیں خواہش کے کہ بھٹکادے گی تجھے راہ مولا سے۔ بے شک جو بھٹک گئے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ع ﴿۲۶﴾

راہ خدا سے ان کیلئے عذاب ہے سخت۔ اس لئے کہ وہ بھول گئے روز حساب کو۔

(آیت نمبر ۲۶) اے داؤد بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ **فائدہ**: خلیفہ نافذ الحکم بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔ **فائدہ**: حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے طریقہ یہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے سبط میں سے ایک میں نبوت اور دوسرے میں بادشاہت ہوتی لیکن جناب داؤد علیہ السلام کو دونوں منصب عطا ہوئے۔ **فائدہ**: توبہ استغفار سے آپ کا مرتبہ اور زیادہ بلند ہوا۔ **فائدہ**: اولاد آدم میں بطور نص کسی کے لئے بطور خاص خلافت ظاہر نہیں ہوئی۔ سوائے حضرت داؤد علیہ السلام کے۔

مدت خلافت: داؤد علیہ السلام چالیس سال خلیفہ رہے اور یہ وہی چالیس سال ہیں جو آدم علیہ السلام نے اپنی عمر سے نکال کر داؤد علیہ السلام کو دیئے تھے۔ آگے فرمایا کہ اے داؤد حق کے ساتھ یعنی حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں کیونکہ حکم الٰہی عدل محض ہے اور اسی کا نام شریعت ہے۔ لہذا فرمایا لوگوں میں شریعت کے مطابق فیصلہ کریں۔ خواہشات نفسانی کی اتباع نہ کریں۔ ورنہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ مستقیم سے ہٹادیں گے۔ کیونکہ اتباع نفس گمراہی کا سبب ہے۔ بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ ان کے لئے سخت ترین عذاب ہے۔ اس لئے کہ وہ روز حساب کو بھول بیٹھے تھے۔ **فائدہ**: سیدھی راہ سے بہک جانا زیادہ تر نسیان سے ہوتا ہے۔ اسی پر ڈٹ جانے کی وجہ سے سخت عذاب کی وعید ہے۔ توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتا ہے۔

درس ادب: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے لئے جو بھی کہے اس کو روا ہے لیکن عام آدمی کو انبیاء کرام علیہم السلام کا ادب لازم ہے۔ **فائدہ**: انسان کی سب سے بڑی خطا یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی اتباع کرے۔

تین چیزیں تباہ کرنے والی ہیں: (۱) بخل۔ (۲) خواہش کی اتباع۔ (۳) انسان کی خود پسندی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

اور نہیں بنائے ہم نے آسمان وزمین اور جو ان کے درمیان ہے بے کار۔ یہ خیال ان کا ہے جو کافر ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ؕ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

تو ہلاکت ہے کافروں کی آگ میں۔ کیا ہم کریں گے جنہوں نے ایمان لایا اور عمل

الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

نیک کئے مثل ان کے جو فساد کرتے ہیں زمین میں۔ یا ہم کریں گے پرہیزگاروں کو مثل گناہ گاروں کے۔

(آیت نمبر ۲۷) اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے بے کار کہ جس کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ ہم نے یہ سب کچھ بنایا تاکہ لوگ علم سیکھیں اس کے مطابق عمل کریں۔ اس لئے کہ آخرت میں جو حساب وکتاب یا جزاء وسزا ہے۔ اس کا دارومدار بندے کی اچھائی اور برائی پر ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ کفار کا گمان ہے کہ کائنات کے بنانے کا مقصد دنیا کو آباد کرنا ہے قیامت یا اس کی جزاء یا سزا ماننا غلط ہے۔ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے جو کافر ہیں۔ اس لئے کہ ان کیلئے جہنم کی آگ ہے۔ جو ان کی بدگمانی کا نتیجہ ہے۔

سبق :ان کیلئے لازم تھا کہ حق کو حق اور باطل کو باطل جانتے اور یوم جزاء کی فکر کرکے جہنم سے نجات اور جنت کی دائمی نعمتیں پاتے۔ لیکن انہوں نے حق کو باطل اور باطل کو حق جانا۔ اور آخرت کی فکر چھوڑ دی۔

(آیت نمبر ۲۸) کیا ہم نیک کام کرنے والے مسلمانوں کو ان کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یعنی جو کفر میں اور گناہوں میں مبتلا ہیں۔ کیا ہم دونوں کو ایک جیسا برابر کر دیں گے۔ جزاء وسزا میں کہ سب کو جزا یا سب کو سزا دے دیں گے۔ یا قیامت کے دن جی اٹھنے کا عقیدہ اگر باطل ہوتا۔ جیسا کہ کفار کا خیال ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھے اور برے سب برابر ہوں یہ تو کوئی بے وقوف ہی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل منزا مبرا اور مقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ تو نیکوکار مسلمانوں کے درجات بلند فرمائے گا اور کفار کو جہنم کے نیچے درجے میں ڈالے گا۔ آگے فرمایا کہ کیا پرہیزگار اور فجار ایک ہی بھاؤ ہوں گے۔ **شان نزول** : کفار مکہ نے مسلمانوں سے کہا۔ قیامت کے دن ہم تم سے بہتر انعامات پائیں گے تو اس کی تردید میں فرمایا کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم مسلمین کو مجرمین کی طرح بنائیں گے۔ دنیا کا معاملہ اور ہے۔ آخرت کا اور ہے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

یہ کتاب ہم نے اسے اتارا آپ کی طرف یہ برکت والی ہے تا کہ وہ غور وفکر کریں اس کی آیات میں اور نصیحت مانیں عقل مند

(بقیہ آیت نمبر ۲۸) یہاں معاملہ برابر ہے بلکہ کافر کو وافر حصہ دیا گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر و قیمت مکھی کے پر جتنی بھی نہیں اور آخرت کے انعام و اکرام مسلمان کو نصیب ہونگے اور کفار کیلئے نار اور جہنم کی مار ہے۔ اس لئے کہ جنت ایک انتہائی مقام ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کو ملے گا۔

(آیت نمبر ۲۹) اے محبوب یہ قرآن مجید وہ بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف اتاری۔ اس میں دنیا اور آخرت کے بے شمار فوائد ہیں اور وہ فوائد صرف اہل ایمان کیلئے ہیں جو اس کے احکام پر عمل کریں۔ مبارک وہ چیز ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر ہی خیر ہو۔ **حدیث شریف**: حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ بہت ساری قومیں اس قرآن سے سربلند ہونگی۔ اور کئی دوسرے ذلیل ہو جائیں گے۔ یعنی جو لوگ اسے پڑھ کر اس پر عمل کریں گے۔ وہ دنیا و آخرت میں سربلند ہوں گے۔ اور جو اس کے مخالف ہونگے وہ ذلیل ہوں گے۔

قرآن کا مقصد: یہ ہے کہ لوگ فکر سلیم کے ساتھ اس کی آیات میں غور وفکر کریں تا کہ انہیں اس کے اسرار و معانی کا علم ہو اور عقلمند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ جن کے دل وہم سے پاک ہیں۔ **نکتہ**: تدبر علماء کیلئے خاص ہے اور تفکر کی خصوصیت عقلاء کیلئے ہے۔ اس لئے کہ تدبر فہم کا نام ہے اور تفکر میں اجلال اور خشیت الٰہی ہے۔ یہ اکابر علماء کا خاصہ ہے۔ **سبق**: اس سے ثابت ہوا کہ کلام الٰہی کا مقصود و مطلوب حقیقی تفکر۔ تدبر اور تذکر یعنی نصیحت حاصل کرنا ہے صرف الفاظ رٹنا نہیں ہے۔ اور اس کے بعد اس پر عمل کرنا ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا فہم حدیث:

آپ نے فرمایا۔ میں نے چار ہزار احادیث یاد کیں لیکن ایک **حدیث** کو میں نے مضبوط پلے سے باندھ لیا۔ جس میں اولین و آخرین کا علم ہے۔ حضور ﷺ نے کسی صحابی سے فرمایا دنیا کے لئے اتنا کماؤ جتنا اس میں رہنا ہے اور آخرت کیلئے اتنا کماؤ جتنا وہاں رہنا ہے (صحیح بخاری)۔ اللہ تعالیٰ کیلئے اتنا عمل جتنی تمہیں اس سے حاجت ہے۔ دوزخ کیلئے اتنے گناہ کرو جتنے اس میں آگ برداشت کرسکو۔ یعنی اگر آپ آگ برداشت نہیں کر سکتے تو پھر گناہ کرنا چھوڑ دو۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۭ﴿۳۰﴾

اور عطا کیا ہم نے داؤد کو سلیمان۔ کتنا اچھا بندہ ہے۔ بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا ہے۔

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ

جب پیش ہوئے ان پر سہ پہر کو اعلیٰ نسل گھوڑے تیز دوڑنے والے۔ تو فرمایا مجھے پسند آئی

حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾

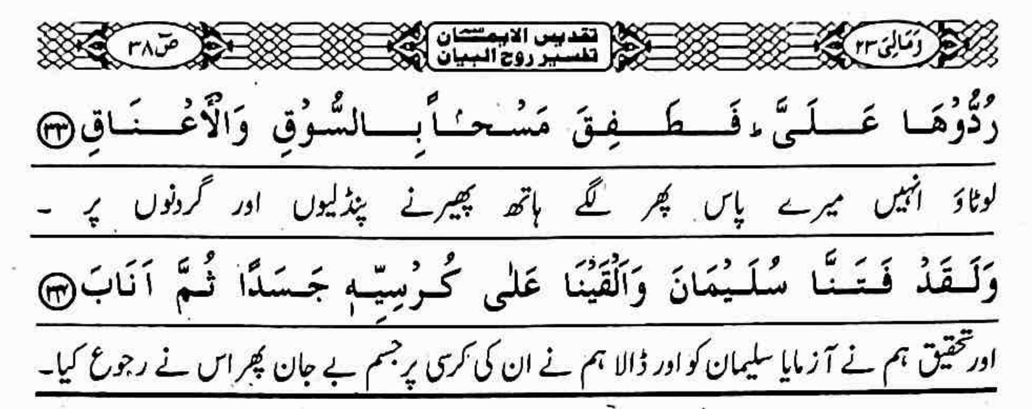
محبت مال کی اپنے رب کی یاد کیلئے۔ یہاں تک کہ چھپ گئے پردوں میں۔

(آیت نمبر ۳۰) اور ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا صاحبزادہ عطا کیا (علیہما السلام) گویا داؤد علیہ السلام کے لئے سلیمان علیہ السلام کی ذات اللہ تعالیٰ کی نعمت تامہ تھی۔ اس لئے خلافت داؤدی کی تکمیل جناب سلیمان علیہ السلام پر ہوئی۔ آگے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام بہت اچھے بندے تھے۔ اس لئے کہ امور خلافت انہوں نے بہت اچھے طریقے سے چلائے اور بے شک وہ اپنے رب کریم کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے۔ ہر حال میں نعمت الٰہی پر شکر اور تکالیف پر صبر کرنے والے تھے۔ ظاہر دنیا والوں کے ساتھ بھی تعلق تھا اور باطن میں اپنے رب کے ساتھ بھی رشتہ قائم تھا۔

(آیت نمبر ۳۱) جب سلیمان علیہ السلام کے سامنے اعلیٰ عربی نسل کے وہ گھوڑے پیش کئے گئے جو صافنات یعنی تین ٹانگوں پر کھڑے اور جیاد وہ گھوڑے جو انتہائی تیز رفتار ہوں۔

فائدہ: مروی ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے دمشق اور نصیبین کو فتح کیا۔ تو اس وقت غنیمت میں ایک ہزار عربی نسل کے گھوڑے حاصل ہوئے۔ ان گھوڑوں کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ (فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر ۳۲) تو آپ نے فرمایا گھوڑے میرے سامنے لائے جائیں۔ غالباً آپ جہاد کیلئے جانا چاہتے تھے۔ گھوڑے دیکھتے دیکھتے آپ کی نماز عصر فوت ہوگئی۔ جس کا آپ کو بہت افسوس ہوا تو فرمایا۔ بے شک میں نے ذکر الٰہی کے مقابل مال کو زیادہ پسند کیا۔ ذکر الٰہی سے مراد نماز عصر ہے تو گھوڑے دوڑ میں چھپ گئے پردوں میں یعنی ایک تو رات ہوگئی دوسرا دور نکل جانے کی وجہ سے وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔



رُدُّوْهَا عَلَیَّ ۚ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

لوٹاؤ انہیں میرے پاس پھر لگے ہاتھ پھیرنے پنڈلیوں اور گردنوں پر۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

اور تحقیق ہم نے آزمایا سلیمان کو اور ڈالا ہم نے ان کی کرسی پر جسم بے جان پھر اس نے رجوع کیا۔

(آیت نمبر۳۳) تواب آپ نے حکم فرمایا۔گھوڑے دوبارہ واپس لاؤ۔ جب گھوڑے واپس لائے گئے تو آپ نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا۔ یہاں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان گھوڑوں کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ ڈالیں (اس بات کو عقل نہیں مانتی واللہ اعلم۔ کیونکہ نبی ہو کر وہ ایسا نازیبا کام ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ نبی کی شان کے ہی لائق نہیں۔) تفصیلات فیوض الرحمٰن تفسیر میں پڑھ لیں۔

سورج کو لوٹایا گیا: اور سلیمان علیہ السلام نے نماز عصر ادا کی۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر خدمت رسول کی وجہ سے رہ گئی تو وہ رونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ کہ علی اللہ ورسول کی خدمت میں تھا۔ اس لئے اس کی نماز عصر رہ گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج پھر عصر کے وقت پر واپس آیا اور انہوں نے نماز عصر ادا کر لی۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ نے سات مقاموں کے متعلق لکھا کہ سورج واپس ہوا یا اپنی جگہ رکا رہا۔ (فیوض الرحمٰن میں ان کی تفصیل دیکھ لیں)

ع: مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز　　وہ بھی نماز عصر جو اعلیٰ خطر کی ہے

(آیت نمبر۳۴) اور البتہ تحقیق سلیمان علیہ السلام کو ہم نے آزمایا اور ایک جسم کو کرسی پر ڈال دیا۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ **واقعہ:** احادیث میں یوں ہے کہ آپ نے ایک دن فرمایا کہ میں آج رات اپنی ستر عورتوں سے ہمبستری کروں گا۔ یا سو بیویوں کا فرمایا اور ان سے سو بچہ ہوگا۔ جو فی سبیل اللہ مجاہد بنے گا۔ لیکن ان شاء اللہ کہنا بھول گئے جماع تو آپ نے سو بیویوں سے کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی قوت سے نوازا تھا لیکن بچہ ایک ہی سے ہوا وہ بھی اپاہج۔ دائیہ نے آپ کے سامنے لا کر کرسی پر رکھ دیا۔ (بخاری) **حدیث** میں ہے کہ آپ ان شاء اللہ کہتے تو ضرور سو بچہ مجاہد پیدا ہو جاتا۔ لیکن امر الٰہی ہر بات پر غالب ہے تا کہ قیامت تک آنے والے مسلمان ہر کام میں پہلے ان شاء اللہ کہہ لیا کریں ورنہ کام ادھورا ہی رہے گا۔ (بخاری ومسلم)

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ

فرمایا میرے رب بخش مجھے اور عطا کر مجھے ایسی بادشاہی کہ نہ لائق ہو کسی کو میرے بعد۔ بے شک

اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾

تو ہی بڑی عطا والا ہے۔تو ہم نے قابو میں کر دی ان کے ہوا جو چلتی ان حکم سے نرمی کے ساتھ جہاں چاہتے

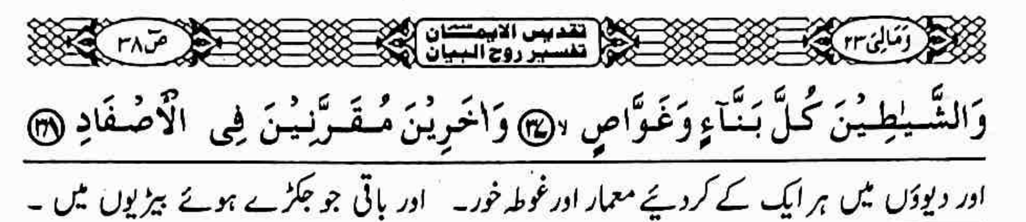
(آیت نمبر ۳۵) جناب سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا۔اے میرے رب مجھ سے جو لغزش ہوئی مجھے بخش دے۔ یعنی جو بات مجھ سے کوئی تیری شان کے خلاف ہوگئی ہو وہ معاف فرما دے۔

نکتہ: پہلے استغفار پھر خصوصی ملک کی طلب۔یہ طریقہ انبیاء ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے کوئی چیز مانگنے کیلئے ہمیشہ پہلے استغفار کرتے ہیں۔پھر جو مانگنا ہو وہ مانگتے ہیں۔دعا مقبول بھی وہی ہے۔جس سے پہلے اللہ کا ذکر مبارک خصوصاً استغفار ہو۔آگے عرض کیا۔اے اللہ مجھے ایسا ملک اور تصرف عطا فرما کہ پھر میرے بعد کسی اور کیلئے وہ نہ ہو۔یعنی پھر قیامت تک ایسا ملک اور تصرف مخلوق میں کسی کو حاصل نہ ہو۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ ایک بدشکلہ جن بلی کی شکل میں اچانک میرے سامنے آ گیا تاکہ وہ میری نماز میں خلل اندازی کرے۔میں نے پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اسے پکڑ کر مسجد کے ستون سے باندھ دوں۔تاکہ سب لوگ دیکھیں اور مدینہ کے بچے اس سے کھیلیں۔لیکن پھر بھائی سلیمان کی دعا یاد آ گئی کہ میرے جیسی حکومت کسی کو عطا نہ کرنا۔اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔آگے فرمایا۔(بخاری) بے شک تو سب کو عطا فرمانے والا ہے۔

(آیت نمبر ۳۶) ہم نے سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کر دی۔یعنی ہم نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ سلیمان کے تابع فرمان رہے۔جو بھی حکم اسے دیں وہ پورا کرے۔آگے فرمایا کہ وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی تھی بڑی نرمی کے ساتھ جہاں بھی سلیمان علیہ السلام کے جانے اور پہنچنے کا ارادہ ہوتا وہ وہاں پہنچا دیتی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے اشارے کی منتظر رہتی۔آپ جب اور جدھر کا اشارہ فرماتے اور تیز یا نرم جیسے حکم دیتے تھے وہ اسی کے مطابق چلتی تھی۔



وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

اور دیوؤں میں ہر ایک کے کردیئے معمار اور غوطہ خور۔ اور باقی جو جکڑے ہوئے بیڑیوں میں۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

یہ ہماری عطا ہے تو احسان کر یا روک لے بغیر کسی حساب کے۔

(آیت نمبر ۳۷) اسی طرح شیاطین اور جن بھی سلیمان علیہ السلام کے زیر فرمان کر دیئے وہ جناب سلیمان کی منشاء کے مطابق اونچے سے اونچے محل تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کی طرح لنگر دار دیگیں بناتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے یمن اور دمشق میں بڑے بڑے اونچے محل بنائے اور کچھ جن غواص یعنی غوطہ خور تھے۔ وہ شیاطین سلیمان علیہ السلام کیلئے دریا سے موتی، جواہر اور زیورات نکالتے تھے۔

فائدہ: دریاؤں سے موتی سب سے پہلے سلیمان علیہ السلام نے نکلوائے۔

(آیت نمبر ۳۸) کچھ اور شیاطین بھی تھے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ **فائدہ:** یعنی سلیمان علیہ السلام نے جنوں کے دو گروہ بنا دیئے۔ (۱) وہ جو ہمہ وقت محلات وغیرہ بناتے یا دریاؤں میں غوطے لگا کر موتی نکالتے۔ (۲) اور جو سرکش ہوتے۔ انہیں لوہے کی بیڑیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا جاتا تا کہ وہ شر و فساد نہ مچائیں لہذا وہ آپ کے تابع فرمان تھے اور آپ کی اطاعت میں سر تسلیم خم تھے۔ **فائدہ:** قاضی عبد الجبار فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام اور آپ کی امت کے لوگ جنوں کو کھلے عام دیکھتے تھے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد پھر کسی نے نہیں دیکھا۔

(آیت نمبر ۳۹) اے سلیمان یہ ملک و دولت اور تسخر کل شیء یہ سب کچھ تجھ پر ہماری عطا ہے۔ آپ جس کو چاہیں احسان کر کے دیں یا روک لیں یعنی نہ دیں۔ اس کا ہم نے تمہیں اختیار دیا ہے۔ سب امور تمہارے سپرد کر دیئے۔ **فائدہ:** حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جسے بھی نعمت دی اس سے حساب ہوگا۔ سوا سلیمان علیہ السلام کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دی ہے جو چاہو جہاں چاہو خرچ کرو جس سے چاہو روک لو۔

وہم کا ازالہ: بعض لوگوں کا خیال ہے۔ سلیمان علیہ السلام جنت میں سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد جائیں گے کیونکہ آپ بادشاہ نبی تھے۔ اس سلسلے میں گذارش ہے کہ بعد میں جانا بادشاہی یا حساب کتاب کیوجہ سے نہیں اور کوئی وجہ ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کا حساب نہیں ہوگا وہ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ

اور بے شک اس کا ہمارے ہاں ضرور قرب ہے اور اچھا ٹھکانہ۔ اور یاد کریں ہمارے بندے ایوب کو جب

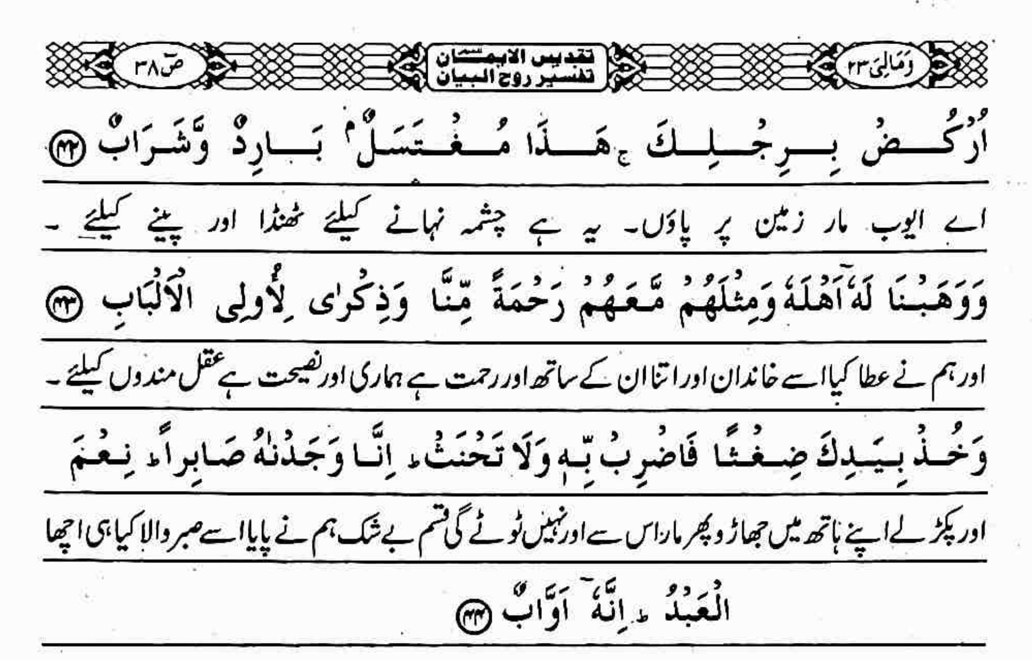
نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

آواز دی اپنے رب کو۔ بے شک لگا دی مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذاء۔

(آیت نمبر ۴۰) اور بے شک ان کا ہمارے ہاں بہت بڑا قرب ہے۔ اور اچھا انجام یعنی جنت ہے اس لئے کہ ایک **حدیث** میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو بہت بڑا ملک ملا۔ اس کے باوجود ان کے خشوع وخضوع میں ایک بال برابر بھی فرق نہیں آیا۔ یہاں تک کہ خوف خدا میں کبھی انہوں نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس لئے وہ قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا قرب پائیں گے اور ان کے اچھے انجام کا تو کہنا ہی کیا۔ وہ بظاہر بادشاہ تھے۔ لیکن حقیقت میں وہ ایک فقیر درویش اور حبیب خدا تھے۔

(آیت نمبر ۴۱) اے محبوب ہمارے بندۂ خاص ایوب کا ذکر کیجئے۔ ایوب علیہ السلام اسحاق علیہ السلام کے پوتے کے پوتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ لوط علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ آپ نے ترانویں سال عمر پائی۔ آگے فرمایا جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا اور بڑی عاجزی سے دعا کی۔ اے میرے رب مجھے شیطان چھو گیا ہے۔ یعنی اس منحوس کے چھونے سے مجھے سخت تکلیف ہوئی۔

واقعہ : ایوب علیہ السلام کی تکلیف کا سبب یہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو بے حساب مال دیا اور اولاد دی۔ لیکن آپ ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہتے اور مال واسباب غریبوں، مسکینوں کو دے دیتے۔ ابلیس لعین کو بڑی جلن تھی کہ ایوب علیہ السلام تو جان مال سے رب کو راضی کر رہے ہیں تو اس نے کہا اے اللہ ایوب مال واولاد سے بے فکر ہے۔ اس لئے تیری بہت زیادہ عبادت کرتا ہے۔ اگر اس سے مال واسباب چھین لیا جائے۔ تو وہ نہ عبادت کرے نہ تیری راہ میں خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ ایوب دکھ ہو یا سکھ میری یاد سے کبھی غافل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے آزمانے کی اجازت دے دی تو اس نے پہلے کھیتی کو آگ لگا کے جلایا۔ پھر مکانات گرا دیئے۔ جہاں آپ کی اولاد تھی۔ وہ مکان میں دب گئے۔ پھر جتنے جانور پال رکھے تھے وہ مار دیئے۔ لیکن ایوب علیہ السلام کی عبادت میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ پھر جسم پر پھونکا تو سارے جسم پر پھوڑے پھنسیاں پڑ گئیں۔ لیکن آپ صبر ورضا کے پیکر تھے۔ امتحان میں خوب کامیابی حاصل کی۔



ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

اے ایوب مار زمین پر پاؤں۔ یہ ہے چشمہ نہانے کیلئے ٹھنڈا اور پینے کیلئے ۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

اور ہم نے عطا کیا اسے خاندان اور اتنا ان کے ساتھ اور رحمت ہے ہماری اور نصیحت ہے عقل مندوں کیلئے ۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ

اور پکڑ لے اپنے ہاتھ میں جھاڑو پھر مار اس سے اور نہیں ٹوٹے گی قسم بے شک ہم نے پایا اسے صبر والا کیا ہی اچھا

الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

بندہ ہے بے شک وہ رجوع لانے والا ہے۔

(آیت نمبر۴۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہوئی۔ تکلیف ختم ہونے کا وقت آیا تو حکم ہوا۔ اپنا پاؤں زمین پر ماریں۔ جب آپ نے پاؤں مبارک زمین پر مارا۔ تو وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکل آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس پانی سے غسل کریں تو اس سے ظاہر ساری تکلیف دور ہوگی اور اسی پانی کو پی لیں تو اندر بھی شفا ہو جائے گی۔

سبق :جب اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہو جائے تو بیماری شفا میں دکھ سکھ میں بدل جاتا ہے۔

(آیت نمبر۴۳) ہم نے ایوب کو اہل و مال پھر عطا کیا۔ حضرت حسن کا قول ہے کہ اسی فوت شدہ اولاد کو دوبارہ زندہ کیا اور ان کی طرح اتنی اور بھی عطا کی۔ یہ ہماری طرف سے رحمت تھی۔ اور عقل والوں کے لئے اس میں نصیحت تھی کہ جو بھی تکلیف میں ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کرے گا۔ اس پر ہم اسی طرح مہربان ہوں گے۔

فائدہ: کاشفی مرحوم فرماتے ہیں۔ صبر کشادگی کی چابی ہے۔

(آیت نمبر۴۴) **حکایت** : ایوب علیہ السلام نے بیماری کے ایام میں اہلیہ کی کسی بات پر ناراض ہو کر قسم کھائی کہ میں تجھے سو کوڑے ماروں گا۔ جب صحت مند ہو گئے تو قسم پوری کرنے کا خیال آیا اور اس کی خدمات بھی یاد تھیں کہ جب سب مجھے چھوڑ گئے تو اس وقت بھی اس نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا اور خدمت کا بھی حق ادا کیا اب اگر اس کو سو کوڑا مارا تو یہ مر جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لیکر جس میں سو تنکے ہوں۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾

اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو طاقت والے اور بصیرت والے ہیں ۔

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾

بے شک ہم نے انہیں چنا ایک خالص بات سے کہ وہ یاد ہیں اس گھر کی۔

(بقیہ آیت نمبر۴۴) وہ جھاڑ واہلیہ کو ماردیں تو آپ کی قسم پوری ہو جائیگی اور حانث بھی نہیں ہوں گے تو آپ نے ایسا ہی کیا۔ **نکتہ**: نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس حکم سے ایوب علیہ السلام کو لغزشوں سے بچالیا۔ (۱) ظلم اور حانث ہونے سے۔ (۲) بی بی کی احسان فراموشی اور خیر کا بدلہ شر کے ساتھ دینے سے۔

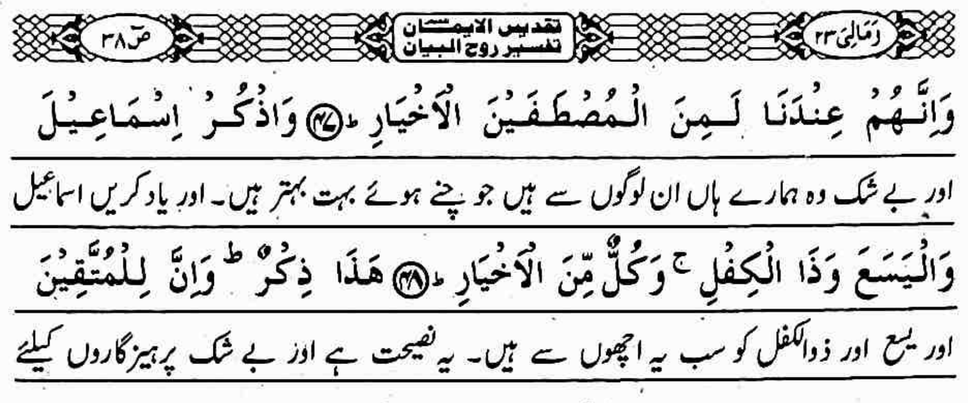
مسئلہ: یہ رخصت صرف ایوب علیہ السلام کیلئے تھی۔ نبی پاک کے طفیل اس امت کیلئے حانث ہونے کا اللہ تعالیٰ نے کفارہ رکھ دیا۔ **مسئلہ**: شرعی حیلہ جائز ہے۔ (شرعی حیلہ پرائمہ کا اختلاف فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں) آگے فرمایا بے شک ہم نے ایوب کو صبر کرنے والا پایا۔ کتنے ہی وہ اچھے بندے تھے۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے۔ یعنی بلاء وقضا میں اپنے رب سے تعلق قائم رکھا۔

فائدہ: ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بروز قیامت صابروں کے سردار ایوب علیہ السلام ہونگے۔

(آیت نمبر۴۵) اے محبوب ہمارے خاص بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمائیں جو بڑی قوت وہمت والے آزمائشوں پر صبر کرنے والے تھے اور وہ صاحب بصیرت بھی تھے۔ یعنی طاعت وعبادت میں قوت اور دینی معاملات میں بصیرت والے تھے۔

فائدہ: اصل قوۃ والا وہی ہے جو اپنی قوت طاعت الٰہی میں لگادے۔

(آیت نمبر۴۶) ہم نے ان مذکورہ شخصیات کو اپنے لئے خالص بنایا۔ عظیم الشان خصلت کے ساتھ کہ ذرا برابر بھی اس میں غیر کی ملاوٹ نہیں چونکہ ہر وقت دار آخرت کی یاد ان کے دل میں رچ گئی۔ اس کے علاوہ ان کا اور کوئی ارادہ نہ تھا اور حقیقی گھر بھی وہی ہے جو آخرت میں ہے۔ دنیا تو صرف گذرگاہ ہے کہ اس راستے سے دار آخرت تک پہنچنا ہے۔ **فائدہ**: یادرہے انبیاء کرام علیہم السلام جو ہر وقت اطاعت الٰہی میں مستغرق ہوتے ہیں تو دیدار الٰہی ان کا مطلوب ومقصود ہے۔ وہ دنیا میں ہو نہیں سکتا تھا۔

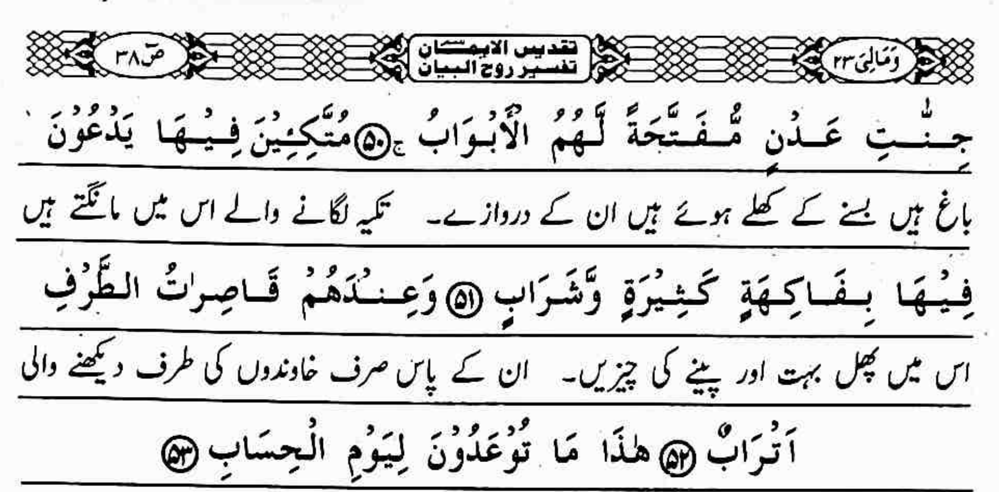


(آیت نمبر ۴۷) اور بے شک وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہمارے ہاں چنے ہوئے برگزیدہ لوگوں سے ہیں یعنی ہم نے ازل میں ہی ان کو چن لیا تھا اور وہ ہمارے بہت پسندیدہ لوگوں سے ہیں۔ یعنی بنی نوع انسان میں ہم نے انہیں اپنے قرب خاص کیلئے چن لیا تھا جو ہر قسم کے شر کی برائیوں سے پاک تھے۔

(آیت نمبر ۴۸) اے محبوب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کا ذکر کیجئے۔ **فائدہ**: اب پھر ان کا الگ ذکر اس لئے کیا کہ انہوں نے بھی چھری کے نیچے گردن رکھ کر کمال صبر کا مظاہرہ کیا کہ راہ حق میں اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اس لئے یہ تعظیم وتکریم کے زیادہ مستحق ہیں اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ تمام نبیوں کے سردار کے جد امجد ہیں اور حضرت یسع علیہ السلام جو الیاس علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ ان کے بعد نبوت سے سرفراز ہوئے اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام یہ حضرت یسع کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ذوالکفل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے سو انبیاء کرام علیہم السلام کو پناہ دی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ نبی اسرائیل کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گئے۔ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو نہ صرف پناہ دی بلکہ ان کی کفالت کی۔ انہیں پوشاکیں پہنائیں۔ **فائدہ**: اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے صبر کو بیان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام نے تکالیف برداشت کیں آپ تو ان سب سے افضل ہیں۔ آگے فرمایا کہ یہ سب انبیاء علیہم السلام خیر و بھلائی والے تھے۔

(آیت نمبر ۴۹) یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی مجالس کا اور ان کی بزرگی کا ذکر جمیل ہے جو ہمیشہ جاری رہے گا۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر مبارک ہے جو پہلے گذر چکے تا کہ ان کی اقتداء کی جائے۔ بے شک پرہیزگاروں کے لئے اچھا انجام ہے۔ یعنی دنیا میں ان کے لئے ثناء جمیل۔ اور آخرت میں ان کیلئے بہت بڑے بڑے درجات ہیں۔ جن تک کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔



جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ

باغ ہیں بسنے کے کھلے ہوئے ہیں ان کے دروازے۔ تکیہ لگانے والے اس میں مانگتے ہیں

فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

اس میں پھل بہت اور پینے کی چیزیں۔ ان کے پاس صرف خاوندوں کی طرف دیکھنے والی

اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾

ہم عمر ۔ یہ ہے جوتم وعدہ دیئے گئے روز حساب کیلئے

(آیت نمبر ۵۰) اورآخرت میں جنت عدن ہے۔ جب یہ مقرب لوگ اس جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو ان کیلئے دروازے پہلے ہی کھلے ہوئے ہونگے۔ یعنی کسی کی مدد وغیرہ کی ضرورت ہرگز نہ ہوگی۔ نہ کسی سے اجازت مانگنی پڑے گی۔ بلکہ فرشتے اہلا وسہلا ومرحبا کہتے ہوئے استقبال کریں گے اور نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ اندر لے کر جائیں گے۔

(آیت نمبر ۵۱) وہ بزرگ جنت کی نعمتوں میں پوری راحت وفرحت کے ساتھ تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جہاں بے حساب رنگ برنگے پھلوں سے لذت حاصل کریں گے بطور غذا نہیں کھائیں گے جو مانگیں گے اسے اپنے پاس پائیں گے اور اسی طرح پینے کی چیزوں میں سے بھی جو مانگیں گے وہ انہیں مل جائیگا۔

فائدہ: قرآن مجید میں دس پینے کی چیزوں کا ذکر ہے جو جنت میں ملیں گی۔

(آیت نمبر ۵۲) ان متقی لوگوں کے پاس نیچی آنکھوں والی ہونگی۔ جو صرف اپنے خاوندوں کو دیکھیں گی اور کسی کو نہیں اور وہ نوخیز اور ہم عمر ہونگی۔ نہ بہت بوڑھی اور نہ بہت کم عمر کی۔ شوہر کی سن کے برابر ہونگی۔ جن سے خاوندوں کی اور خاوندوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

(آیت نمبر ۵۳) یہی وہ ثواب اور نعمتیں ہیں جن کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ حساب کے دن کیلئے۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس کے وقوع کا اور یوم حساب وجزا کا تم سے وعدہ کیا گیا۔



اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝۵۴ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝۵۵

بے شک یہ ہمارا رزق ہے نہیں ہے اسے کبھی ختم ہونا یہ تو ہے اور بے شک سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۵۶ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝۵۷

جو جہنم میں داخل ہوں گے اس میں پس برا ہے بچھونا یہ ہے ان کیلئے پھر چکھیں گے مزہ کھولتے پانی اور پیپ کا

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۝۵۸

کچھ اور بھی اس شکل کے جوڑے ہیں۔

(آیت نمبر ۵۴) بے شک یہ نعمتیں اور کرامتیں جن کا یہاں ذکر ہوا۔ یہ ہماری عطا سے وہ رزق ہے جو ہم نے دیا جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اور نہ اسے کوئی زوال ہے۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جو پھل وغیرہ جہاں سے کھالیا جائیگا۔ اسی وقت اور اسی جگہ نیا تیار ہو جائیگا۔ اگر کوئی پرندہ کھایا گیا تو وہ اسی وقت زندہ ہو جائیگا۔ اور ہر نعمت پہلے سے زیادہ ہوگی اور اعلیٰ ہوگی۔

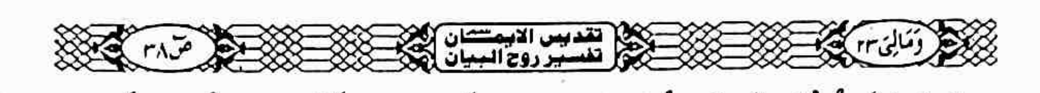
سبق: سمجھدار وہی ہے جو فانی لذتوں سے منہ پھیرے اور باقی رہنے والی لذتوں کی طرف متوجہ ہو۔

(آیت نمبر ۵۵) یہ مذکورہ معاملہ تو متقین کا ہے۔ اب رہے سرکش جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کی اور رسولان عظام کو جھٹلایا ان کا ٹھکانہ بہت برا ہے۔ یعنی جہنم ہے۔ جہاں سزا ہی سزا ہے سرکشی کی۔

(آیت نمبر ۵۶) یعنی ان کا داخلہ جہنم میں ہوگا۔ قیامت کے دن اس میں جائیں گے اور اس کی گرمی کا مزہ پائیں گے۔ جہاں اوڑھنا اور بچھونا سب آگ کا ہوگا۔ اوپر نیچے آگ ہی آگ ہوگی۔

(آیت نمبر ۵۷) یہی عذاب ہے اسے خوب چکھو۔ یہاں کھولتا ہوا پانی جو منہ کو لگتے ہی منہ کو جلا دے گا۔ پیٹ میں جائے تو آنتوں کے ٹکڑے کر دے اور اس کے علاوہ جہنمیوں کی پیپ ہے۔ جو ان کے بدنوں سے خصوصاً فرجوں سے گند وغیرہ نکلے گا۔ وہ ان دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ اس لئے کہ دنیا میں نعمتیں رب کی کھاتے اور پوجا بتوں کی کرتے تھے۔

(آیت نمبر ۵۸) ایک اور بھی چکھنا ہے جو اسی شکل کا ایک اور عذاب ہے۔ سختی اور تکلیف میں پہلے کی طرح ہی ہے یعنی جوڑ واں کر کے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ سب کا عذاب ایک جیسا ہے۔ یا ایک جیسے لوگوں کا ایک ہی جیسا عذاب ہے۔



هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾

یہ فوج ہے دھنسے والی تمہارے ساتھ۔ کوئی مرحبا نہیں ان کو۔ بے شک وہ داخل ہوں گے آگ میں۔

قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

وہ بولے بلکہ تم ہو۔ کہ نہیں خوش آمدید تمہیں۔ کہ تم ہی آگے لائے اس کو ہمارے پس برا ہے ٹھہرنا۔

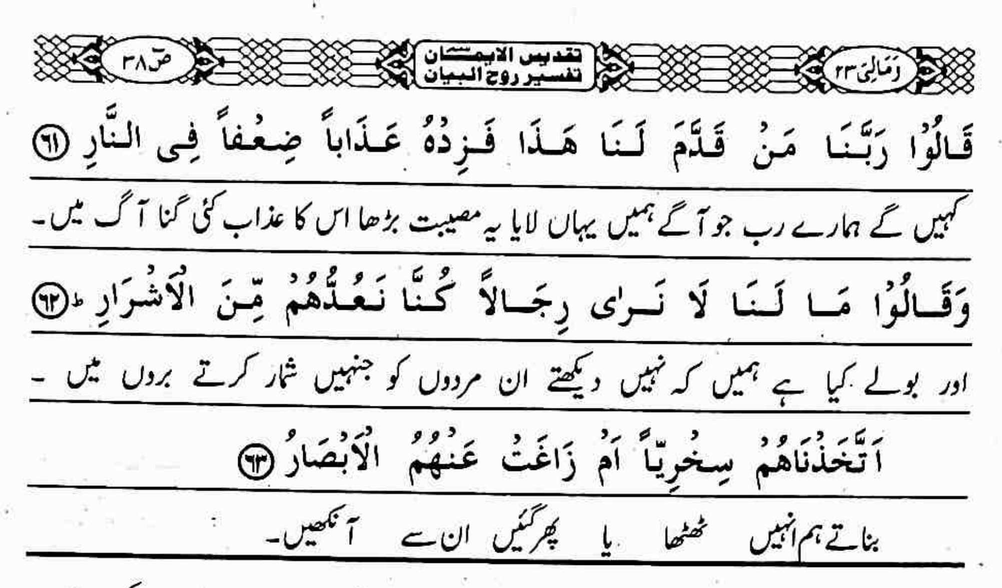
(بقیہ آیت نمبر ۵۸) **فائدہ:** اس میں اشارہ ہے کہ ہر گناہ کا عذاب اس گناہ کی نوعیت کے مطابق ہوگا۔ یعنی گونا گوں قسم کا عذاب ہوگا۔ جیسے جیسے گناہ ہوں گے۔ ایسا ایسا عذاب ہوگا۔

(آیت نمبر ۵۹) کفار کے بڑے جب دوزخ میں جائیں گے تو دوزخ کے فرشتے انہیں ان کے تابعداروں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے جنہیں تم نے گمراہ کیا تھا۔ یہ فوج بھی دوزخ میں بالاضطرار تمہارے ساتھ ہی جائے گی۔ انہیں کوئی بھی مرحبا یا خوش آمدید کہنے والا نہیں ہوگا۔ بے شک وہ اپنے برے اعمال اور استحقاق کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ نافرمانیوں کا یہی نتیجہ اور نافرمانوں کی یہی سزا ہوگی۔

فائدہ: انہیں مرحبا اس لئے نہیں کہا جائیگا کہ یہ کلمہ اچھے کام کر کے آنے والے کے اکرام میں کہا جاتا ہے اور اس کے لئے اظہار مسرت کے طور پر بولا جاتا ہے اور کافر اس کے لائق ہی نہیں ہیں۔ اس لئے ان کیلئے کوئی مرحبا نہیں۔ بلکہ کفار کو ہر طرف سے لعنت کی پھٹکار پڑے گی۔

(آیت نمبر ۶۰) جب کفار کے لیڈر جہنم میں داخل کئے جائیں گے تو ان کے تابعدار لیڈروں کو دیکھ کر کہیں گے۔ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں ہے۔ یعنی اے لیڈرو۔ خدا کرے تمہیں کوئی خوش آمدید نہ ہو تم سے پہلے جو ہمیں لا مرحبا کہا گیا ہے۔ وہ تمہاری وجہ سے۔ نہ تم ہمیں گمراہ کرتے نہ آج یہ مصائب دیکھتے۔ اے بدبختو تم اپنی گمراہی میں ڈوبے تھے اور ہمیں بھی ساتھ لے ڈوبے۔ دنیا میں تم ہی ہمارے پیشوا بنے اور ہمیں گندے عقائد اور برے اعمال پر ابھارا اور اب تم ہی ہمیں جہنم میں دھکیل کر لے آئے۔

فائدہ: حالانکہ لیڈروں کی تابعداری کرنے والے خود بھی گندے عقائد اور برے اعمال کرنے میں لیڈروں سے بھی دو ہاتھ آگے تھے۔ لیڈروں نے انہیں مجبور نہیں کیا۔ وہ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے لہٰذا اب جہنم ان کا ٹھکانہ ہے جو بہت برا ہے۔ یعنی جہاں سزا ہی سزا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔



قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَاباً ضِعْفاً فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾

کہیں گے ہمارے رب جو آگے ہمیں یہاں لایا یہ مصیبت بڑھا اس کا عذاب کئی گنا آگ میں۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالاً كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

اور بولے کیا ہے ہمیں کہ نہیں دیکھتے ان مردوں کو جنہیں شمار کرتے بروں میں۔

اَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيّاً اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾

بناتے ہم انہیں ٹھٹھا یا پھر گئیں ان سے آنکھیں۔

(آیت نمبر ۶۱) اب تابعدار اپنے لیڈروں سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف عجز وانکساری سے کہیں گے جو لوگ ہمیں اس جہنم میں لائے۔ یعنی دنیا میں گندے عقائد اور برے اعمال اور کفر وشرک کرنے کا سبب بنے اور اب وہ ہمیں جہنم میں لائے۔ ان کو جہنم میں ڈبل عذاب دے۔ پہلے والے عذاب کے برابر اتنا اور عذاب دے۔ یعنی ایک عذاب ان کے اپنے گمراہ ہونے کا اور دوسرا ہمیں گمراہ کرنے کا۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور کوئی اس پر عمل کرے گا۔ اس کا اس جاری کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ اور آگے حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے برے طریقے کو شروع کیا تو بروز قیامت اسے اس کا گناہ بھی اور جنہیں اس نے گمراہ کیا۔ ان کا گناہ بھی۔ یا اس پر جس نے عمل کیا اس کا گناہ بھی اس بنیاد رکھنے والے کے سر پر ہوگا۔ (مسلم شریف)

(آیت نمبر ۶۲) سرکش قسم کے کافر ابوجہل وغیرہ جیسے لوگ کہیں گے۔ آج ہمیں کیا ہوا۔ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرار (برے لوگ) شمار کرتے تھے۔ شر سے مراد جس سے سب کو نفرت ہو۔ جیسے خیر اسے کہتے ہیں جو ہر ایک کو پسند ہو۔ **فائدہ:** اس سے ان کی مراد وہ مسلمان ہیں۔ جنہیں وہ دنیا میں گھٹیا سمجھتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ جیسے صعیب وبلال وسلیمان اور حباب اور عمار رضی اللہ عنہم چونکہ یہ لوگ ان کافروں کے دین پر نہیں تھے۔ اس لئے یہ ان کی نظروں میں اشرار ٹھہرے۔

(آیت نمبر ۶۳) ان کی مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہیں انہوں نے ٹھٹھہ مخول بنا رکھا تھا۔ کبھی ان کو ملامت کرتے۔ کبھی انہیں برا بھلا کہتے۔ آج وہ کہاں ہیں یا ان سے آنکھیں پھرا دی گئیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ

بے شک یہ ضرور حق ہے آپس میں جھگڑا دوزخیوں کا۔ فرما دو سوائے اس نہیں میں ڈرانے والا ہوں۔

وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾

اور نہیں کوئی خدا مگر اللہ ایک سب پر غالب۔

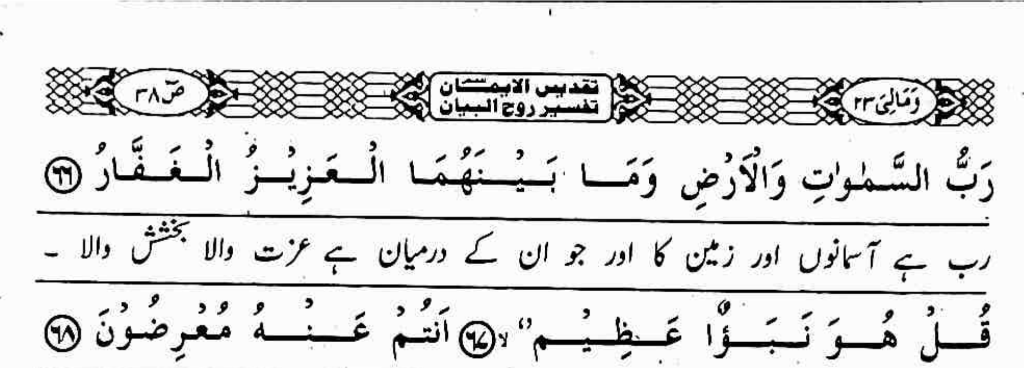
فائدہ :حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دونوں باتیں ہوئیں۔ یہ بھی ممکن ہے۔ یہ ام منقطعہ ہو کہ دنیا میں ان سے ٹھٹھہ مخول بھی کیا ہو اور ان سے آنکھیں بھی پھیری ہوں۔ (حالانکہ وہ لوگ ان سے بہتر تھے)۔ ہمیں اس بات کا علم نہ تھا۔ ہم ان کو حقیر جان کر ان سے ٹھٹھہ مخول کرتے۔ اور ان کو ذلیل جانتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ ان فقراء مسلمانوں کو جنت کے بالا خانوں پر بٹھائے گا۔ تاکہ کفار دیکھ کر اور زیادہ حسرت کریں اور پریشان ہوں۔ **حدیث شریف** :جنت میں وہ لوگ بادشاہ ہوں گے جو آج پراگندہ بالوں والے اور پھٹے پرانے کپڑوں والے ہیں۔ دنیا میں انہیں کوئی گھر میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ کوئی انہیں رشتہ نہیں دیتا تھا۔ نہ ان کی کوئی بات سنتا تھا۔ مصائب و آلام پر صبر کرتے تھے۔ (احیاء العلوم)

(آیت نمبر ٦٤) یعنی کفار اور ان کے لیڈروں کے درمیان جہنم میں خوب لڑائی دھینگا مشتی مار کٹائی اور ایک دوسرے پر لعنت ملامت ہوگی اور ہر ایک دوسرے پر بات ڈالے گا کہ میں تمہاری وجہ سے اس جہنم میں آیا ہوں لیکن اس وقت کی ندامت اور پشیمانی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ **فائدہ** :اس آیت میں کفار کی مذمت بیان ہوئی۔

(آیت نمبر ٦٥) اے محبوب فرما دیں۔ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں کہ تمہیں کفر اور گناہ اور نافرمانیاں کرنے پر عذاب ہونے والا ہے اور یاد رکھو اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ نہ وہ شراکت کو قبول کرتا ہے نہ کثرت کو۔ ذات وصفات اور افعال میں وہ یکتا ہے۔ اس کے سوا نہ کہیں پناہ ہے نہ کوئی بھاگنے کی راہ اور وہ قہار ہے۔ یعنی وہ قہر و غلبہ والا ہے ایسی ذات کے شریک کہاں ہو سکتے ہیں۔

وظیفہ :جو یا واحد کا وظیفہ ایک ہزار بار روزانہ کرے۔ اس کے دل میں مخلوق کا خیال نہیں رہتا۔ اور جو یا قہار کا وظیفہ پڑھے۔ اس کے دل سے دنیا کی محبت اور عظمت ماسوی اللہ نکل جاتی ہے اور دشمنوں پر اسے غلبہ نصیب ہو جاتا ہے۔ **وظیفہ** :"یا جبار یا قہار یا ذالبطش الشدید"۔ ہر مشکل کیلئے زبردست وظیفہ ہے۔



رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے عزت والا بخشش والا ۔

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

فرمادو وہ خبر ہے بڑی۔ تم ہو اس سے منہ پھیرنے والے۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾

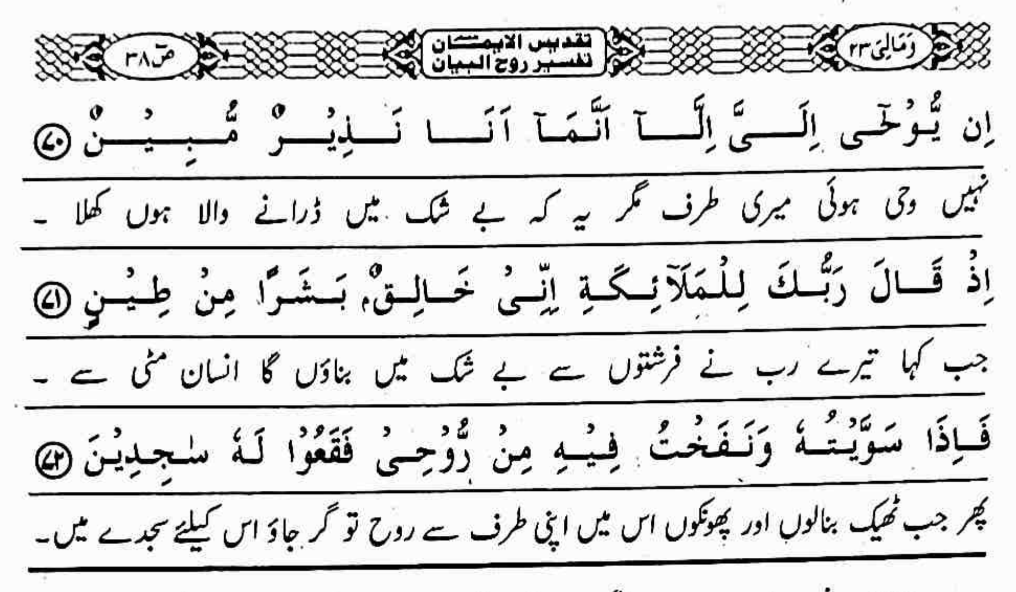
نہیں ہے میرے پاس کوئی علم ملا اعلیٰ کا جب وہ جھگڑتے تھے۔

(آیت نمبر ٦٦) وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے۔یعنی ساری مخلوق کا رب ہے تو ایسی بلند ذات کا شریک کیسے ہوسکتا ہے۔العزیز وہ ذات جو سب پر غالب جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور مجرموں سے انتقام لینے کی قوت وقدرت رکھتا ہے۔اور وہی سب عزتوں کا مالک ہے اور الغفار۔یعنی بہت بڑی بخشش والا ہے۔ **حدیث شریف** :حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نیند سے اٹھ کر یہ دو آیات تلاوت فرماتے (طبرانی)۔ **حدیث** میں ہے جو استغفار کی کثرت کرتا ہے۔اس کے غم اور الم دور تنگی کشادگی میں بدل جاتی ہے۔(ابوداؤد)

(آیت نمبر ٦٧) اے محبوب فرمادیں کہ یہ قرآن اور جو اس نے خبر دی ہے۔یعنی توحید یا قیامت کے متعلق یا نبوت کی۔یہ خبریں یقینی ہیں۔اور بہت بڑی ہیں کیونکہ یہ قرآن رب کریم کا کلام ہے اور میرے دعوی نبوت پر صداقت کی دلیل ہے اور (النبا) وہ خبر ہے جو نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دے۔

(آیت نمبر ٦٨) اور تم لوگ اس قرآن یا اس خبر عظیم الشان سے منہ پھیرتے ہو اس میں غور وفکر نہیں کرتے۔ بلکہ اسے جھوٹی خبر قرار دیتے ہو۔یہی تو تمہاری گمراہی کی بڑی دلیل ہے (یادرکھو)۔اس کی تصدیق میں نجات اور اس کی تکذیب باعث ہلاکت ہے۔لیکن تم بجائے تصدیق کے اور اسے قبول کرنے کے الٹا اس کی مخالفت کررہے ہو۔

(آیت نمبر ٦٩) نہیں ہے علم میرے پاس ملا اعلیٰ کا یعنی ملا اعلیٰ کے حالات کی خبر کے بارے میں۔ **فائدہ**: امام راغب نے فرمایا۔ملا اعلیٰ اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو کسی ایک فکر یا رائے پر متفق ہوں۔ان کے اکٹھے ہونے سے آنکھوں میں رعب اور دلوں میں ان کی جلالت وعظمت بیٹھ جاتی ہے۔آگے فرمایا کہ جب وہ کسی بات پر جھگڑتے ہیں۔یعنی یہ بات تو وحی الٰہی کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتی۔اس جھگڑے سے مراد یا تو میلاد آدم پر جو فرشتوں نے اختلاف کیا۔



اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۰﴾

نہیں وحی ہوئی میری طرف مگر یہ کہ بے شک میں ڈرانے والا ہوں کھلا ۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾

جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے بے شک میں بناؤں گا انسان مٹی سے ۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾

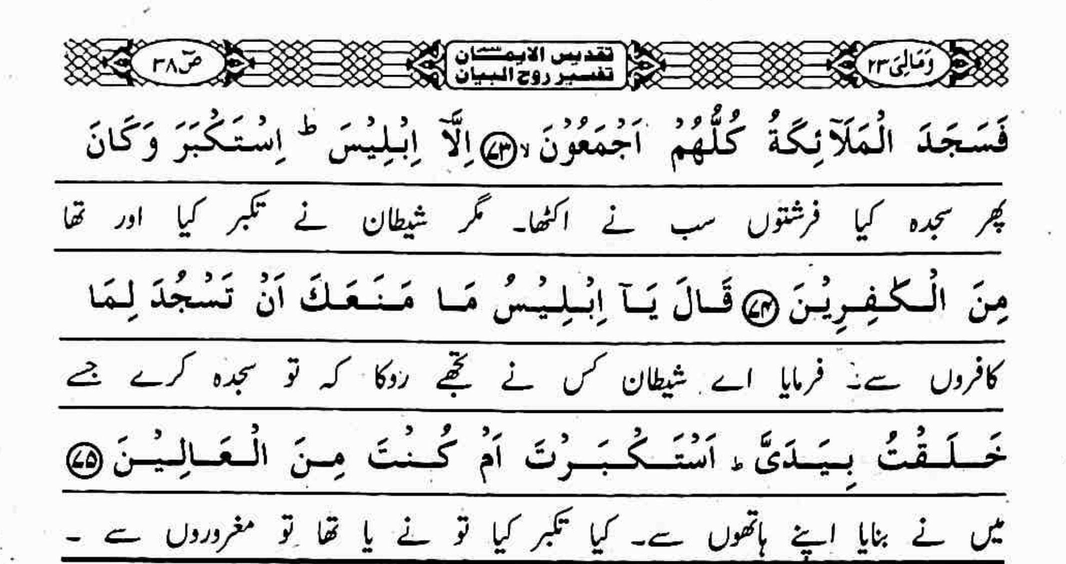
پھر جب ٹھیک بنالوں اور پھونکوں اس میں اپنی طرف سے روح تو گر جاؤ اس کیلئے سجدے میں۔

(بقیہ آیت نمبر۶۹) یا اس سے مراد وہ جھگڑا ہے۔جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔اے محبوب یہ فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں۔تو عرض کی مجھے معلوم نہیں تو اللہ تعالیٰ نے دست قدرت میرے کندھوں پر رکھا۔تو زمین وآسمان کی ہر بات کا مجھے علم ہوگیا۔تو وہ فرشتے ثواب کے متعلق جھگڑ رہے تھے۔الخ۔(مشکوٰۃ)

(آیت نمبر۷۰) نہیں وحی کی جاتی میری طرف۔یعنی ملا اعلیٰ کی باتیں ہوں یا دیگر امور غیبیہ۔مگر صرف یہ ہے کہ بے شک میں نبی ہوں۔عذاب آخرت سے ڈرانے والا۔

(آیت نمبر۷۱) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں ایک انسان کو پیدا کرنے والا ہوں انسان کو بشر اس لئے کہا کہ اس پر وہ چمڑا ہے۔جس بڑے بال نہیں اور دوسری خصوصیت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور اسے تر مٹی سے بنایا گیا۔اسی لئے اسے ضعف سے تعبیر کیا۔مشائخ نے فرمایا۔ مٹی کا مقام تواضع وانکساری ہے۔اگر نفسانیت سے بچ جائے۔

(آیت نمبر۷۲) پھر میں جب اسے مکمل بنالوں۔یعنی اس کی شکل وصورت اور بشری خلقت سے نواز دوں اور اس میں اپنے حکم سے روح پھونک دوں۔یعنی پورا انسان تیار ہو جائے۔**فائدہ:** روح کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب کرنے میں اشارہ ہے کہ ارواح ملائکہ سے پہلے پیدا کئے گئے۔اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں رہے۔آگے فرمایا کہ اے فرشتو تم آدم کے آگے سر کے بل زمین پر گر جاؤ۔**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ آدم کے آگے محض سر نہیں جھکایا بلکہ سر کو زمین پر رکھا کیونکہ سجدہ کی حقیقت بھی یہی ہے۔**فائدہ:** اس میں فرشتوں کا امتحان بھی تھا۔اور ان کے اعتراض کا تدارک بھی تھا کہ حکم الٰہی پر تمہیں اعتراض نہیں کرنا چاہئے تھا۔



فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط اِسْتَکْبَرَ وَکَانَ

پھر سجدہ کیا فرشتوں سب نے اکٹھا۔ مگر شیطان نے تکبر کیا اور تھا

مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا

کافروں سے۔ فرمایا اے شیطان کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرے جسے

خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ط اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾

میں نے بنایا اپنے ہاتھوں سے۔ کیا تکبر کیا تو نے یا تھا تو مغروروں سے۔

(آیت نمبر ۷۳) تو سب کے سب فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آدم کے آگے سجدہ ریز ہو گئے۔ یعنی کوئی فرشتہ اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ سب نے مل کر سجدہ کیا۔ کوئی پیچھے نہیں رہا۔ ''اجمعون'' سے یہی مراد ہے کہ سب نے اکٹھا سجدہ کیا۔ ''کلھم'' کا لفظ واضح کرتا ہے کہ زمینوں آسمانوں میں رہنے والے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ کوئی فرشتہ اس سعادت سے محروم نہیں رہا۔ (جن لوگوں کا خیال ہے کہ صرف زمین والے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ یہ غلط ہے)۔

(آیت نمبر ۷۴) مگر شیطان نے سجدہ نہیں کیا۔ **فائدہ:** شیطان اگر چہ جنات کی نوع سے ہے۔ مگر عملاً وہ فرشتوں میں سے ہو گیا تھا۔ اسی لئے فرشتوں کو جو حکم ہوا وہ اس میں شامل تھا۔ سجدہ نہ کرنے کی وجہ اور کوئی بھی نہ تھی۔ صرف اور صرف تکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کیا۔ یعنی اس نے اپنے آپ کو آدم سے بڑا سمجھا۔ یا اس کا خیال تھا کہ خلافت اسے ملے گی۔ اور وہ آدم علیہ السلام کی قسمت میں آئی۔ تو وہ جل گیا۔ اس لئے سجدہ نہیں کیا۔ **فائدہ:** اصل میں اس بھینگے کو تجلی الٰہی کے انوار نظر نہ آئے۔ اتنی سی بات سے وہ کافروں میں ہو گیا۔ یا علم الٰہی میں وہ ازلی کافر تھا۔ اس نے حکم الٰہی کی قدر نہیں کی۔

(آیت نمبر ۷۵) تو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا۔ تجھے کس چیز نے روکا کہ تو آدم کو سجدہ نہ کرے۔ یعنی سجدہ نہ کرنے کا کیا سبب ہوا۔ جبکہ میں نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ یہ بھی آدم کی بزرگی کی دلیل ہے۔ پھر اسے بغیر ماں باپ کے بنایا۔ تو کیا تو نے تکبر کی وجہ سے ایسا کیا۔ جبکہ تجھے اس کا کوئی حق نہیں تھا یا تو مغروروں میں سے ہو گیا تھا۔ فائدہ: یہ بھی امتحان تھا۔ جس میں تمام فرشتے کامیاب ہو گئے۔ اور شیطان مردود نے سجدہ نہ کر کے لعنت کا طوق گلے میں ڈال لیا۔ کہ قیامت تک اس پر لعنت ہوتی رہے گی۔ دوسرا یہ کہ اتنے بڑے عہدے اور اعزاز سے بھی محروم ہو گیا۔ اور تیسرا یہ کہ پچھلی ہزاروں سالوں کی عبادت کو ضائع کر بیٹھا۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾

بولا میں بہتر ہوں اس سے۔ تو نے مجھے بنایا آگ سے اور اسے بنایا مٹی سے۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾

فرمایا نکل جا یہاں سے بے شک تو راندا گیا۔

(آیت نمبر ۷۶) شیطان نے کہا وہ بات نہیں تھی۔ بلکہ اصل بات یہ تھی۔ اس نے ایک اور شق اختیار کی۔ اور کہنے لگا۔ میں آدم سے بہتر اور افضل ہوں۔ حالانکہ افضل وہ ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ افضل بنائے۔

فائدہ: شیطان نے اپنی افضلیت پر جو دلیل بتائی کہ اے اللہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا۔ جس میں لطافت اور روشنی ہے اور وہ اوپر کو جاتی ہے۔ حالانکہ اوپر تو گرد و غبار بھی جاتا ہے۔ دھواں بد بو جیسی کئی گندی اشیاء جاتی ہیں۔ لیکن یہ بات اسے سمجھ نہ آئی۔ **فائدہ**: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے آگ سے بھی مخلوق بنائی۔ اس کا انکار کوئی نہیں کرے گا اور آگے کہا کہ اے اللہ تو نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا۔ اس میں کثافت ہے۔

فائدہ: غالباً اس کا مقصد یہ تھا کہ آدم مٹی سے ہے مٹی نیچے جاتی ہے اور میں آگ سے ہوں اور آگ اوپر کو جاتی ہے جو مٹی پر غلبہ رکھتی ہے۔ اس لئے اعلیٰ ادنیٰ کو سجدہ کیوں کرے۔ **فائدہ**: بے قوف نے عقل کو امام بنالیا اور فضیلت کا موجب مادہ اور عنصر کو سمجھ بیٹھا۔ وہ یہ نہیں سمجھا کہ فضیلت مالک کا حکم ماننے میں ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اس نے آدم کے ظاہر کو دیکھا۔ اس کے باطن میں نگاہ نہیں کی اور یہ بھی نہ دیکھا۔ کہ آدم میں جو خصوصیات ہیں وہ کسی اور میں نہیں۔ **فائدہ**: شیطان کا مذکورہ عذر لنگ بالکل بے ہودہ ہے۔ اس کے سجدے کا انکار محض کبر، کفر، انکار اور حسد کی بناء پر تھا اور اس کا عذر نامعقول اور باطل ہے۔ اس کے کئی جواب ہیں۔ (مگر ہم اس پر وقت ضائع نہیں کرتے)۔

(آیت نمبر ۷۷) اللہ تعالیٰ نے غضب وجلال میں فرمایا تو جنت سے یا فرشتوں کی جماعت سے نکل جا۔ اس کی شکل بدل دی گئی کیونکہ اسے اپنی شکل پر بھی بڑا گھمنڈ تھا۔ پہلے چہرہ سفید تھا پھر سیاہ کر دیا گیا۔ پہلے خوبصورت تھا پھر بدصورت بنا دیا۔ نافرمانوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اے لعین تو ہماری بارگاہ سے مردود ہو گیا ہے۔ یعنی تو ہر قسم کی خیر و برکت سے اب محروم ہے۔ یہ بھی ممکن ہے اسے پتھر بھی مارے گئے ہوں۔ کیونکہ رجیم رجم سے بنا ہے۔ جس کا معنی ہے۔ سنگسار ہونا۔

وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰى يَوْمِ

15

اور بے شک تجھ پر میری لعنت ہے تا دن قیامت۔ بولا میرے رب مجھے مہلت ہو تا دن

يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

اٹھائے جانے کے۔ فرمایا بے شک تو مہلت دیئے ہوں سے ہے۔ تا وقت معلوم کے۔

(آیت نمبر ۷۸) تجھ پر میری لعنت ہے۔ یعنی تجھے کبھی رحمت نصیب نہیں ہوگی۔ جب نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتو مراد عذاب ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ لعنت جزاء وسزا کے دن تک یعنی دنیا ختم ہونے تک برتی رہے گی۔

فائدہ: بہ ظاہر لعنت دنیا کے خاتمے تک ہے۔ لیکن درحقیقت اس میں دائمی لعنت مراد ہے۔ یعنی کسی لمحے اس سے لعنت جدا نہیں ہوگی۔ یہ بھی ایک قسم کا اس کیلئے عذاب ہے۔

(آیت نمبر ۷۹) شیطان نے کہا۔ اے پروردگار مجھے مہلت دے۔ یعنی جب میں دربار سے مردود ہو گیا ہوں۔ تو پھر مجھے مہلت بھی دے دیں۔ کہ میں کبھی نہ مروں۔ اس وقت تک کہ جب لوگ قبروں سے جزاء وسزا کیلئے اٹھیں۔ مراد قیامت کا دن ہے۔ (چونکہ اس نے عبادت بہت زیادہ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا۔ کہ اس کا کوئی عمل باقی رہے۔ دعا قبول کر کے اس کا بدلہ چکا دیا۔)

فائدہ: اس کا مقصد یہ تھا کہ میں کھل کر لوگوں کو گمراہ کروں اور لوگوں کو ذلیل کرو۔

(آیت نمبر ۸۰) شیطان کی مراد تو پوری نہ ہوئی کہ اسے قیامت تک موت نہ آئے۔ قیامت کے دن تو ویسے بھی موت کوئی نہیں مراد اس کی یہ تھی کہ مجھے موت ہی نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک تو مہلت دیئے ہوئے لوگوں سے ہے۔ جیسے فرشتوں کو مہلت ہے۔

(آیت نمبر ۸۱) لیکن وہ مہلت ایک معلوم دن تک ہے کہ جب سب مخلوق فنا ہو جائے گی۔ یعنی نفخ اولیٰ ہوگا یا جو مدت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی لکھ رکھی ہے یہ نہیں کہ اب کوئی مدت اس کیلئے مقرر ہوئی۔

دعا قبول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مردود ہونے سے پہلے ایک طویل زمانہ اللہ کی عبادت کی اور دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کافر کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔

15
15

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

بولا تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔مگر تیرے بندے ان میں

الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ

جو خالص ہیں۔ فرمایا سچ ہے اور سچ وہی ہے جو میں کہتا ہوں۔میں ضرور بھروں کا جہنم تجھ سے

وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾

اور جو تابع تیرے ہوں گے ان سب سے

(آیت نمبر۸۲) اے میرے رب مجھے تیری عزت اور قہر و سلطان کی قسم ہے۔میں اولاد آدم کے ہر فرد کو ضرور گمراہ کروں گا۔یعنی میں انہیں گمراہی کی طرف ابھاروں گا۔میں طرح طرح کے گناہ سنگار سنوار کر ان کے سامنے لاکر انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں ایسے شکوک وشبہات میں ڈالوں گا کہ وہ میرے جال سے نہیں نکل سکیں گے۔

(آیت نمبر۸۳) مگر تیرے خالص اور مخلص بندے جنہیں تو نے اپنی عبادت کیلئے خالص بنایا اور گمراہی سے بچایا۔میں ان حضرات کو گمراہ نہیں کر سکوں گا۔وہ میرے دام فریب سے بچ جائیں گے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب بندے ہیں کہ شیطان ان کے قریب ٹھہر ہی نہیں سکتا۔انہیں دیکھتے ہی نمک کی طرح پگھل جاتا ہے اور اپنے سارے مکر وفریب بھول جاتا ہے اور وہ اس کے شر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

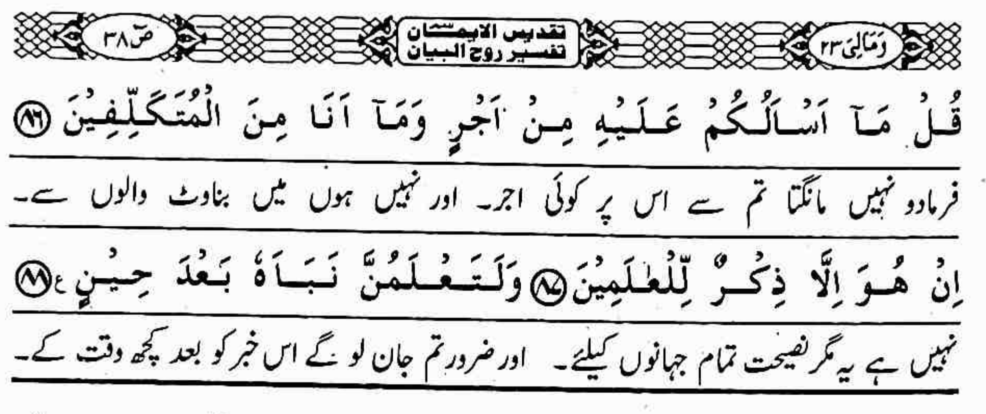
(آیت نمبر۸۴) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔مجھے اپنے حق ہونے کی قسم۔

فائدہ :اصل حق مبین اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔اس قسم سے اس کی عظمت مراد ہے۔یا یہ معنی ہے کہ میں حق کے سوا کچھ نہیں کہتا۔میری ہر بات سچائی پر مبنی ہوتی ہے۔جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔

جلد۔8

(آیت نمبر۸۵) تو یہ بات یاد رکھ۔میں بھی ضرور تجھ سے اور تیرے تابعداروں سے جہنم کو بھر دوں گا۔خواہ اولاد آدم ہوں یا جنوں سے ہوں۔کیونکہ گمراہوں کیلئے میری جنت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

سبق: عقل مند کو اللہ تعالیٰ کے حضور ادب ملحوظ رکھنا چاہئے کبھی اس کے سامنے جرات وجسارت کی غلطی نہیں کرنی چاہئے۔ورنہ یہی حال ہوگا۔اور اگر غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کر کے معافی مانگ لینی چاہئے۔



قُلْ مَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

فرمادو نہیں مانگتا تم سے اس پر کوئی اجر۔ اور نہیں ہوں میں بناوٹ والوں سے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

نہیں ہے یہ مگر نصیحت تمام جہانوں کیلئے۔ اور ضرور تم جان لو گے اس خبر کو بعد کچھ وقت کے۔

(آیت نمبر ۸۶) اے محبوب ان مشرکوں سے فرمادیں۔ میں اس قرآن سنانے یا تبلیغ کرنے یا رسالت کی ادائیگی پر کوئی اجر یا مزدوری کا مطالبہ مال دنیا کی شکل میں تم سے نہیں کرتا۔ میں جو بھی تمہیں دین واسلام کی باتیں بتارہا ہوں۔ وہ سب بغیر کسی اجر کے ہے میں اس پر تم سے شکریئے کا بھی مطالبہ نہیں کرتا۔ اور میں تکلف بھی نہیں کرتا۔ یعنی میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں کرتا۔ یا وہ نہیں کہتا جو مجھ میں نہیں۔ اس کا اجر میرا رب مجھے عطا فرمائے گا۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا میں اور میری امت کے صلحاء تکلف سے بیزار ہیں۔ (احیاء العلوم)

(آیت نمبر ۸۷) اور نہیں ہے۔ وہ جو میں لے کر آیا ہوں۔ یعنی قرآن مجید اور پیام رسالت مگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے۔ تمام جہان والوں کیلئے یا یہ یاداشت اور شرافت ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ذکر ہے اور جو قیامت تک آنے والوں کیلئے کافی ہے۔ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ اسے پڑھنے والا دونوں جہانوں میں کامیاب ہے۔

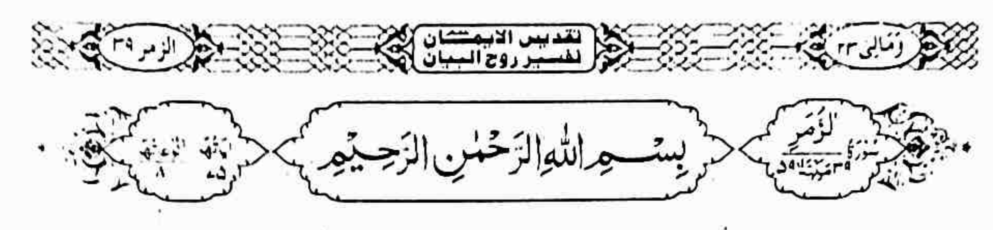
(آیت نمبر ۸۸) اے مشرکو۔ عنقریب تم جان لو گے۔ اس خبر کو جو قرآن نے دی۔ یعنی وعدہ وعید کو جان لو گے کچھ وقت کے بعد کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ مبنی برحق ہے۔ مراد موت ہے یا روز قیامت۔ لیکن اس وقت کا جاننا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

فائدہ: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے ابن آدم تجھے موت کے وقت ہی پکی خبر ملے گی۔

فرمان مولا علی ہے کہ اگر تمام پردے اٹھ جائیں۔ جنت و دوزخ سب کچھ سامنے آجائیں تو بھی میرے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ یعنی مجھے اس وقت بھی اتنا ہی یقین ہے۔ جتنا اس وقت دیکھ کر ہوگا۔

سورہ ختم : مورخہ ۱۶ نومبر ۲۰۱۶ء

بمطابق ۱۴ صفر ۱۴۳۸ھ بروز بدھ بوقت نماز صبح



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

اتارنا کتاب اللہ کی طرف سے جو عزت وحکمت والا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ط ②

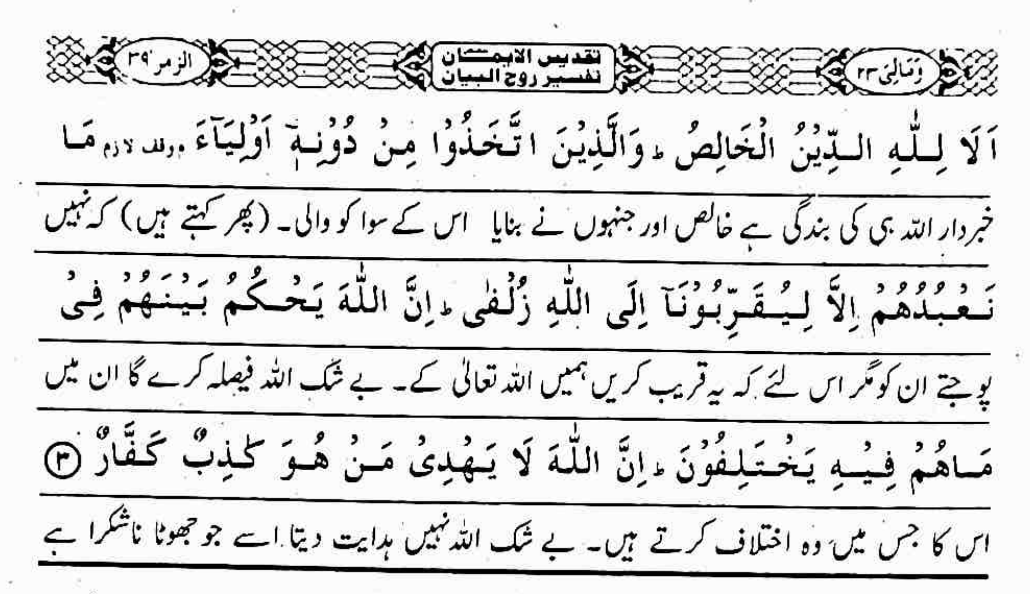
بے شک اتاری ہم نے آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ۔تو پوجیں اللہ کو خالص اس کے بندے بن کر۔

(آیت نمبر۱) اترنا کتاب یعنی قرآن مجید کا خصوصا اس عظیم الشان سورۃ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے۔اس آیت میں مشرکین اور کفار کے ایک قول کو رد کیا گیا ہے۔

فائدہ:مشرکین کا کہنا غلط ہے کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) نے اپنی طرف سے گھڑلیا ہے۔یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے اتاری تا کہ اسے پڑھ سن کر اس پر عمل کیا جائے۔عزیز کا معنی عزت والا ہے۔یعنی کتاب بھی عزت والی۔رب بھی عزت والا۔جس پر اتری وہ رسول بھی عزت والا۔جو فرشتہ لیکر آیا وہ بھی عزت والا اور جو امت اسے پڑھے گی وہ امت بھی عزت والی۔وصف عزت وحکمت میں اشارہ ہے کہ ان دونوں صفتوں کے اثرات کتاب میں ظاہر ہیں اور الحکیم کا مطلب ہے کہ وہ اپنی تدبیر میں دانا ہے۔اس نے اس کتاب میں حکمتوں کا خزانہ بھردیا۔

(آیت نمبر۲) بے شک ہم نے ہی اے محبوب آپ کی طرف یہ کتاب اتاری حق کے ساتھ۔یعنی جو کچھ اس میں ہے۔وہ بالکل حق ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں اور یہ حتمی طور پر موجب العمل ہے۔لہذا تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔اس حال میں کہ خالص کرتے ہوئے اس کیلئے دین کو۔

فائدہ:اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ بندے کو نیت وعمل میں صرف اپنے خالق کی رضا مقصود ہو۔اس کا عمل کسی اور غرض کیلئے نہ ہو۔عبادت خالص اسی کے لئے کی جائے۔اس میں شرک وریاء کا شائبہ تک بھی نہ ہو۔اگر بندے کی نیت خالص نہیں تو اس کی عبادت وعمل کا کوئی فائدہ نہیں۔**فائدہ**:بعض مشائخ فرماتے ہیں۔خالص عبادت یہ ہے کہ حکم کی تعمیل میں نہایت درجہ کی عاجزی اور انکساری ہو۔



اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ وقف لازم مَا

خبردار اللہ ہی کی بندگی ہے خالص اور جنہوں نے بنایا اس کے سوا کو والی۔ (پھر کہتے ہیں) کہ نہیں

نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ

پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ یہ قریب کریں ہمیں اللہ تعالیٰ کے۔ بے شک اللہ فیصلہ کرے گا ان میں

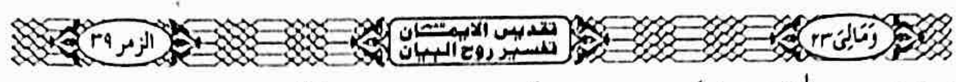
مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

اس کا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ بے شک اللہ نہیں ہدایت دیتا اسے جو جھوٹا ناشکرا ہے

(آیت نمبر۳) خبردار اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہے دین خالص۔ یعنی عبادت کے لائق صرف وہی ہے۔ جب نعمتیں اسی کی ہیں۔ وہ خود ان سے کوئی نفع نہیں اٹھاتا۔ وہ صرف بندوں کیلئے ہیں تو عبادت بھی صرف اللہ ہی کیلئے ہونی چاہئے۔ **فائدہ**: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دین خالص سے اسلام مراد ہے۔ اس لئے کہ اسلام کے سوا باقی دین غیر خالص ہوگئے۔ **فائدہ**: یادرہے اللہ کو وہ عبادت چاہئے جو منافقت سی پاک ہو۔ وہ طاعت چاہئے۔ جو ریاء سے پاک ہو۔ گوہر خالص وہی پائے گا۔ جس کا دل سچا ہو اور سینہ صاف ہو۔

آگے فرمایا۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ جیسے فرشتوں کو یا عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو یا بتوں کو الٰہ بنالیا وہ عبادت الٰہی میں مخلص نہیں ہیں۔ اوران کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم ان بتوں کی اور کسی مقصد کیلئے عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔ یہ وہ منصوبہ ہے جو بت پرستوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا۔ تاکہ عوام بھی ان کے ساتھ رہیں۔ (یادرہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب عبادت کی کثرت سے ملتا ہے۔ یا انبیاء واولیاء کے وسیلے سے۔ مشرکوں نے ان کا وسیلہ پکڑا جو اس قابل نہیں تھے)۔

آگے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ان میں فیصلہ فرمائے گا۔ یعنی مشرکین بتوں کے پوجنے والوں اور مخلصین خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ جن جن باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان کا توحید اور شرک میں اختلاف ہے اور فیصلہ واضح ہے کہ کفر وشرک والے جہنم میں اور توحید والے جنت میں جائیں گے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا حق کی طرف آنے کی یعنی توفیق ہی نہیں دیتا اس شخص کو جو جھوٹا ہے اور ناشکرا ہے۔



لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ ط

اگر چاہتا اللہ کہ بنائے اولاد تو ضرور چن لیتا اس سے جو پیدا کیا جیسی بھی چاہتا وہ تو اس سے پاک ہے۔

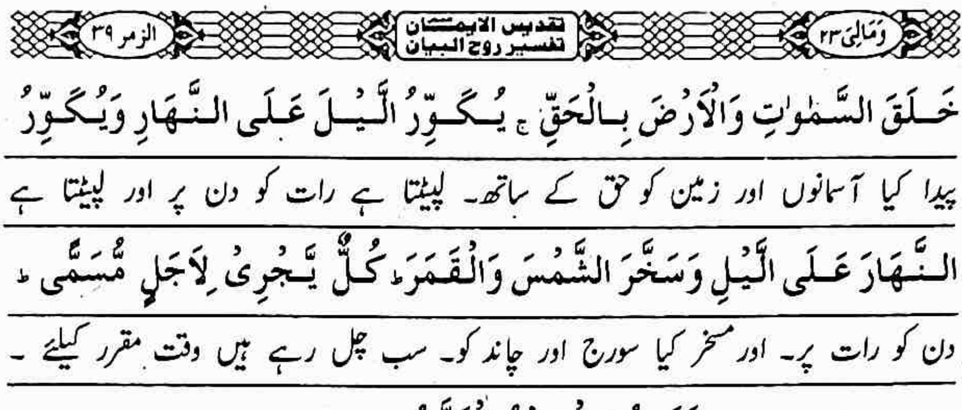
هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

وہ اللہ اکیلا سب پر غالب ہے۔

(آیت نمبر۴) اگر اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد چاہتا تو وہ اپنے لئے بنالیتا۔ اور اختیار کر لیتا۔ اس میں سے جو اس نے پیدا کیا۔ یا جس طرح وہ چاہتا۔ اس کی مخلوق میں بڑی بڑی مکرم اور محترم مخلوق بھی ہے۔ ان ہی میں سے کوئی اولاد بنالیتا۔ جو ساری مخلوق کو اولاد سے نوازتا ہے۔ کیا وہ اپنے لئے نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ یہ اس کی شایان شان ہی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں سے رسول چن سکتا ہے تو اولاد بھی اختیار کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اس سے پاک ہے۔ ساری مخلوق ہی جب اس کی اپنی ہے۔ اور اسے پیاری ہے۔ تو پھر اولاد کی اسے کیا ضرورت ہے۔

فائدہ : کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے۔ اپنی مخلوق میں بنالیتا ہے۔ عزیز ترین اور مکرم ترین اشیاء کو بھی ان میں احسن واکمل اشیاء سے بنا سکتا تھا۔ لیکن ایسا نہیں کیا۔ اس لئے مخلوق خالق کے مماثل اور مجانس نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ والد اولاد میں ہم جنس ہونا شرط ہے۔

آگے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ اس سے یعنی اولاد کے اختیار کرنے سے بالکل منزہ ہے۔ سبحان تسبیح کا علم ہے۔ جو بندوں کی زبان پر بولا جاتا ہے۔ اس کا معنی ہے کہ اس کی وہ تسبیح پڑھو جو اس کی شان کے لائق ہے اور وہ واحد ہے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ نہ اس کا کوئی ہم جنس ہے نہ کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ اس کی مثل ہے اولاد کیلئے ضروری ہے کہ ہم جنس ہو۔ مشابہ ہو یا مماثل ہو جب ان میں سے ایک بات بھی نہیں تو اولاد بھی نہیں اور وہ قہار ہے۔ یعنی اپنی قہاریت کی وجہ سے جنس و مشابہت کو قبول ہی نہیں کرتا۔



خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ج يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ۔ لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ط

دن کو رات پر۔ اور مسخر کیا سورج اور چاند کو۔ سب چل رہے ہیں وقت مقرر کیلئے۔

اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤

خبردار وہی عزتِ والا بخشش والا ہے۔

(آیت نمبر۵) آسمان وزمین اوراس کے درمیان کی تمام چیزوں کواس نے پیدا کیا۔یعنی تمام موجودات کواس نے حق وصواب سے بنایا جس میں ہزاروں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ان میں کوئی چیز باطل اورعبث نہیں بنائی۔رات کو دن پرڈھانپ دیتا ہے۔اوردن کورات پر۔ "یکور اللیل" میں سورج کا اپنے مطالع کی طرف رواں دواں ہونے اوررات دن کے بڑھنے گھٹنے کی طرف اشارہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کوڈھانپ لیتے ہیں۔جیسے بندے کولباس ڈھانپ لیتا ہے چونکہ روشنی اوراندھیرا اللہ تعالیٰ کے دو بھاری لشکر ہیں۔ان میں سے ہرایک دوسرے پرحملہ کر کے ایک دوسرے پرغلبہ پاتے ہیں یادونوں ایک دوسرے میں چھپ جاتے ہیں۔

آگے فرمایا کہ سورج اور چاند کومسخر کیا۔وہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے اپنے اپنے برجوں میں ایک وقت مقررہ تک چلتے رہیں گے۔یعنی قیامت تک ان کی سیر جاری رہے گی۔یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے بنایا ہے تا کہ وہ ان سے نفع اٹھائے۔آگے فرمایا۔خبردار وہی غالب بہت بڑی بخشش والا ہے۔لیکن وہ کسی کوسزا دینے میں جلدی نہیں کرتا اوراپنی عجیب وغریب کاریگری کےفوائد بھی کسی سے سلب نہیں کرتا۔یہ بھی اسکی رحمت اورنفع عام ہے۔

فائدہ: امام غزالی فرماتے ہیں۔غفاروہ ہے جواچھے فعل کوظاہراور برائیوں اور گناہوں کودنیامیں چھپاتااور آخرت میں سزاسے درگذرفرماتا ہے۔**فائدہ**: بندے کوبھی چاہئے کہ وہ اپنے اندر یہ صفت پیدا کرے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے عیب چھپائے۔اوراپنے عیب دورکرنے کی کوشش کرے۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب چھپائے توبروز قیامت اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کوچھپائے گا۔(ریاض الصالحین ومشکوٰۃ شریف)

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ

پیدا کیا تمہیں جان ایک سے پھر بنایا اسی سے اس کا جوڑا۔ اور اتارے تمہارے لئے

مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا

چوپائیوں سے آٹھ جوڑے۔ بناتا ہے تمہیں پیٹوں میں تمہاری ماؤں کے ایک پیدائش کے

مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ

بعد دوسری پیدائش۔ تین اندھیروں میں یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٦﴾

نہیں معبود سوائے اس کے پھر کہاں پھیرے جاتے ہو۔

(آیت نمبر ۶) اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں ایک نفس سے یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا۔ پھر اس سے اس کی بیوی پیدا فرمائی۔ اس کی جنس سے یا اس کی ہڈی سے اس سے مراد یا کمر کی ہڈی ہے یا بائیں سائیڈ کی پسلی ہے۔ جس سے حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئی ہیں پچھلی آیت سے اس کا ربط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی تخلیق میں منفرد ہے۔ لہذا لازم ہے۔ کہ اس کا عرفان حاصل کیا جائے اور خالص اس کی عبادت کی جائے۔ یہاں "انزل" بمعنی "احدث وانشا" ہے یعنی تمہارے لئے پیدا فرمایا۔ چوپائیوں کو جو آٹھ قسم کے جوڑے ہیں۔ یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ اور بکری۔ نر اور مادہ ملا کر کل آٹھ قسمیں ہو گئیں۔ گھوڑا۔ گدھا اور خچر اس حکم سے خارج ہے۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے۔ شیء اکیلی ہو تو فرد کہلاتی ہے اور اس کی جنس سے دوسری بھی ہو تو ہر ایک کو زوج کہا جاتا ہے۔ نر و مادہ کو قرآن میں زوجان کہا گیا ہے۔ **فائدہ**: جانوروں کی صرف آٹھ قسمیں اس لئے بیان فرمائیں کہ انسان ان آٹھ قسموں سے بہت زیادہ نفع اٹھاتا ہے۔ جیسے گوشت، دودھ، اون وغیرہ۔

آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے پیدا فرماتا ہے ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق یعنی منی سے خون پھر لوتھڑا پھر گوشت پھر ہڈی پھر انسانی اعضاء پھر اس کی شکل وصورت بنائی جاتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا "خلقکم اطوارا" یعنی کئی طور سے بنایا۔ آگے فرمایا۔ تمہیں تین اندھیروں میں رکھا۔ پہلے صلب کا اندھیرا۔ پھر پیٹ کا اندھیرا۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۣ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ

اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے پرواہ ہے تم سے۔ اور نہیں پسند کرتا اپنے بندوں سے ناشکری۔

وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

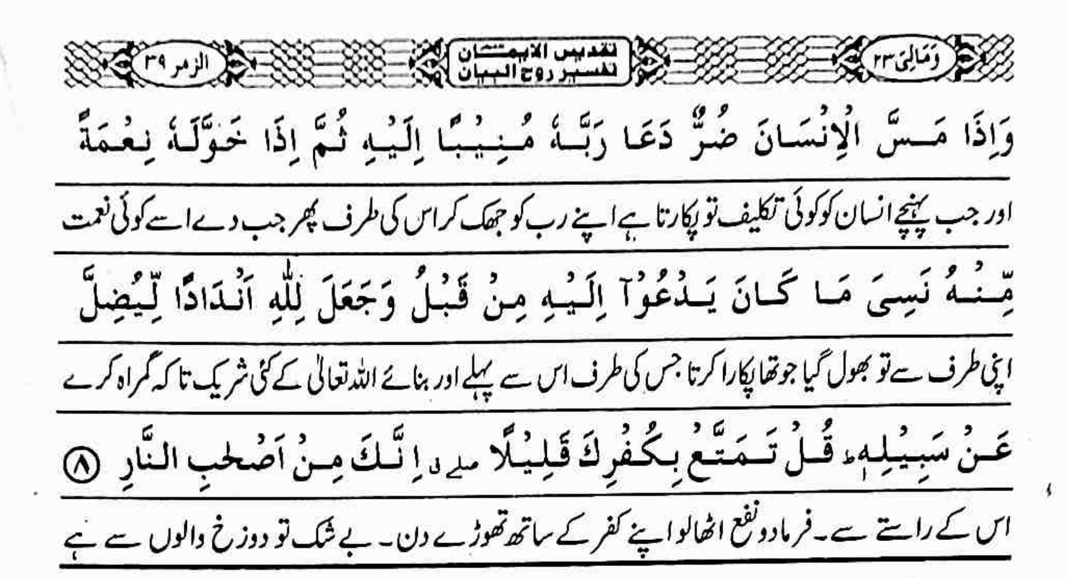
اور اگر تم شکر کرو تو خوش ہوتا ہے تم پر اور نہیں اٹھائے گا بوجھ اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا۔ پھر طرف اپنے رب کے

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦

لوٹنا ہے تمہیں۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا جو تھے تم عمل کرتے بے شک وہ جاننے والا ہے دلوں کے بھید۔

(بقیہ آیت نمبر ۶) پھر بچہ دانی کا اندھیرا۔ جسے رحم کہا جاتا ہے۔ آگے فرمایا یہ ہے اللہ جو ان اتنی بڑی قدرتوں کا مالک ہے۔ جو انسان کو کئی اطوار میں بناتا بھی ہے اور پرورش بھی فرماتا ہے تو عبادت کے لائق بھی وہی ہے جو ماں کے پیٹ میں پال سکتا ہے پھر دنیا اور آخرت کا اصل مالک بھی وہی ہے۔ کسی لحاظ سے بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس لئے آگے فرمایا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لہذا اے مشرکو۔ اس مالک حقیقی کے دروازے کو چھوڑ کر کہاں پھیرے جاتے ہو۔ یعنی اتنی زبردست ذات کو چھوڑ کر ایسی عاجز مخلوق کے دروازے پر جھک رہے ہو۔ اور محض چند پتھروں کی عبادت کر رہے ہو۔

(آیت نمبر ۷) اگر تم سب کفر کرنے لگ جاؤ۔ تو یاد رکھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو کیا پرواہ وہ تو تمام عالم سے ہی بے پرواہ ہے۔ وہ تو تمہارے ایمان یا شکر سے بھی بے نیاز ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات میں کسی کا محتاج نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں۔ اگر بندوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ یا ان سے تکلیف دور کرتا ہے تو یہ اس کی رحمت ہے۔ باقی بندوں کے فسق وفجور سے بندوں کا اپنا نقصان ہے اور اچھے اعمال سے ان کا اپنا فائدہ ہے۔ اس کی رضا کا تعلق اچھے افعال سے ہے۔ برے افعال سے نہیں۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ یہی ہر مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہئے۔ آگے فرمایا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ یعنی اس پر ایمان لاؤ اور اس کو "وحدہ لاشریك" مان لو۔ تو وہ اس وجہ سے تم پر خوش ہوگا۔ آگے فرمایا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ایک کے کفر سے دوسرے پر اثر نہیں ڈالے گا۔ یعنی ہر ایک اپنے گناہوں کا بوجھ خود ہی اٹھائے گا۔ پھر تمہارا لوٹنا تمہارے رب کی طرف ہی ہوگا۔ پھر وہ تمہیں بتائے گا جو جو تم دنیا میں کفر یا گناہ کرتے رہے۔ یعنی پھر تمہیں اس پر جزا یا سزا دے گا۔



وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً

اور جب پہنچے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے اپنے رب کو جھک کر اس کی طرف پھر جب دے اسے کوئی نعمت

مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ

اپنی طرف سے تو بھول گیا جو تھا پکارا کرتا جس کی طرف اس سے پہلے اور بنائے اللہ تعالیٰ کے کئی شریک تا کہ گمراہ کرے

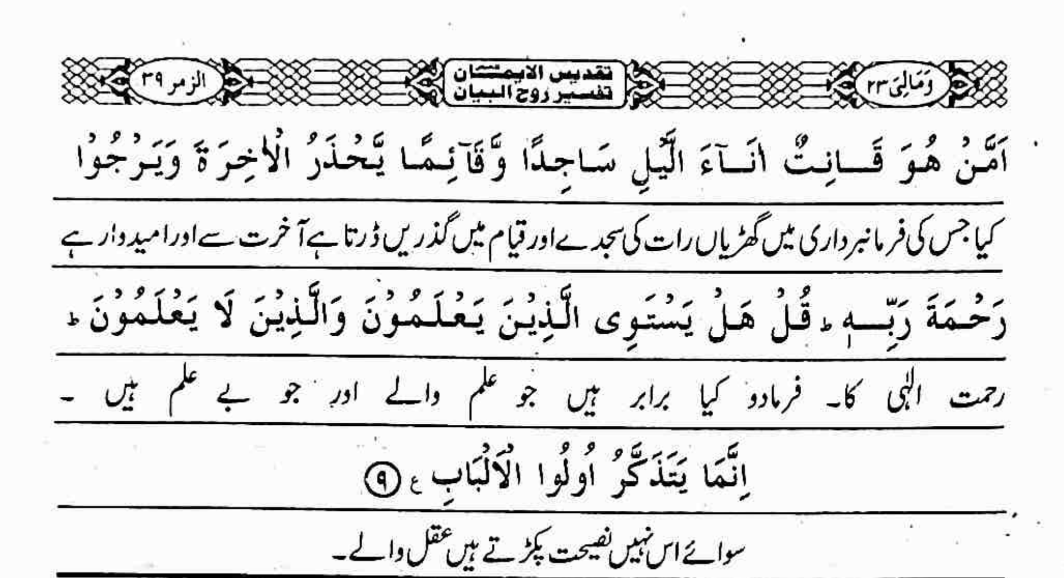
عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾

اس کے راستے سے۔ فرمادو نفع اٹھالو اپنے کفر کے ساتھ تھوڑے دن۔ بے شک تو دوزخ والوں سے ہے

(بقیہ آیت نمبر ۷) بے شک وہ دلوں کے بھیدوں کو بھی جاننے والا ہے۔ تو پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ظاہر کو نہ جانتا ہو۔ **فائدہ**: شکر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے اور ناشکری اس کی ناراضگی کا سبب ہے۔

(آیت نمبر ۸) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچے یعنی محتاجی یا مرض یا اس کے علاوہ کوئی سختی وغیرہ تو وہ دکھ اور تکلیف دور کرنے کیلئے اپنے رب کو پکارتا ہے۔ اس حال میں کہ وہ اسی کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ جیسے عاجز اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ **فائدہ**: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حضور توبہ اور عمل صالح خالص پیش کرتا ہے۔ **فائدہ**: پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی بڑی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اس کے دکھ ختم کردیتا ہے اور اس کے سب کام درست کردیتا ہے اور اس کے حالات اچھے بنادیتا ہے تو پھر وہ بھول جاتا ہے۔ جس مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ کو پکارا کرتا تھا۔ یعنی وہ دکھ اسے بھول جاتے ہیں۔ جن سے نجات پانے کیلئے رات دن دعائیں مانگتا تھا۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ یوں ہمارے پاس سے گذر جاتا ہے۔ جیسے اس نے ہم سے دکھ ٹالنے کی کوئی فریاد کی ہی نہیں تھی۔ جس کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگتا تھا۔ اب وہ اسے گویا یاد ہی نہیں رہا۔

فائدہ: عرائس البیان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کمزور یقین والوں کی یہ صفت بیان فرمائی کہ جب انہیں آزمائش کے وقت درد و الم پہنچتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کو بغیر معرفت پکارتا ہے۔ اور جب اسے کوئی نعمت نصیب ہوتی ہے تو پھر نعمتوں سے مغرور ہو کر نعمت دینے والے کو ہی بھول جاتا ہے۔ بلکہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو اس کا شریک بنالیتا ہے۔ یہ اس کی جہالت کی دلیل ہے۔ اگر اسے کچھ معرفت ہوتی تو اس کے نام پر جان قربان کرتا۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بناتا۔



اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا

کیا جس کی فرمانبرداری میں گھڑیاں رات کی سجدے اور قیام میں گذریں ڈرتا ہے آخرت سے اور امیدوار ہے

رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

رحمت الٰہی کا۔ فرمادو کیا برابر ہیں جو علم والے اور جو بے علم ہیں ۔

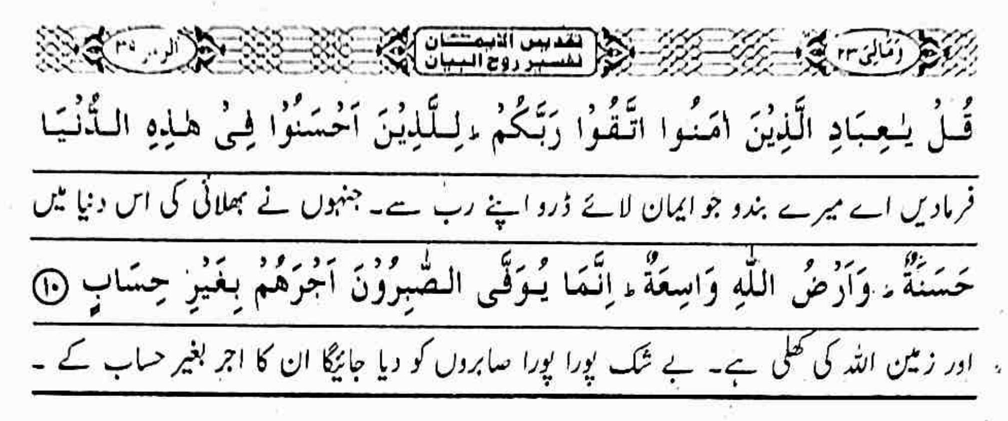
اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ع ﴿۹﴾

سوائے اس نہیں نصیحت پکڑتے ہیں عقل والے۔

(بقیہ آیت نمبر ۸) **فائدہ**: حضرت حسین فرماتے تھے کہ جو آرام وسکون کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کے دکھ درد کے وقت میں اس کی دعا کو قبول نہیں کرتا۔ اسی لئے ایک **حدیث شریف** میں ہے حضور ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ کہ سکھ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو۔ پھر دکھ درد کے وقت وہ کریم تمہیں یاد رکھے گا۔ (رواہ ابوقاسم فی امالیہ) آگے فرمایا کہ عبادت میں اللہ کے شریک بتوں کو بنالیا۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں لے آیا۔ اور عقیدہ رکھا کہ بت اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی قدرت رکھتا ہی۔ تاکہ وہ لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کرے۔ یعنی توحید کے راستے سے دور کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا موصل ہے۔

آگے فرمایا۔ اے محبوب ان کو فرمادیں۔ اے کافرو۔ موت آنے تک کچھ تھوڑا بہت نفع اٹھالو۔ بالآخر تم آگ میں ہی جاؤ گے اور ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہو گے۔ دنیا کی تمام لذتیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ کچھ بھی نہیں۔

(آیت نمبر ۹) کیا کافر ست اور سنگدل صحیح ہے یا وہ جو فرمانبرداری میں رات سجدے اور قیام میں گذارتا ہے۔ اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ زیادہ مشہور یہی ہے۔ ممکن ہے۔ اس سے مراد اور بھی حضرات ہوں۔ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح تزکیہ اور تصفیہ ہو۔ قانت قنوت سے ہے۔ قرآن وحدیث میں یہ لفظ کئی معنی میں آیا ہے۔ یہاں "قانت" سے مراد نمازی ہے کیونکہ ساجد اور قیام نماز کے ساتھ ہی خاص ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ جو رات کی گھڑیاں سجدے اور قیام میں گذارتا ہے اور یہ دونوں (قیام اور سجدہ) نماز کے اہم رکن ہیں۔ اب معنی یہ ہے کہ وہ ساری رات بیدار رہتا اور لمبا قیام کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ آخرت سے ڈرتا ہے اور دنیا کی زیب وزینت پر دل نہیں لگاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہے۔ یعنی مغفرت اور جنت کی امید رکھتا ہے۔



قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

فرمادیں اے میرے بندو جو ایمان لائے ڈرو اپنے رب سے۔ جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں

حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩

اور زمین اللہ کی کھلی ہے۔ بے شک پورا پورا صابروں کو دیا جائیگا ان کا اجر بغیر حساب کے۔

(بقیہ آیت نمبر۹) **فائدہ**: رحمت سے مایوسی اورعذاب سے بے خوفی کفر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا خوف اور امید اگر تولے جائیں تو وہ برابر نکلیں۔ (کشف الخفاء) اس لئے فرمایا کہ آخرت سے ڈرے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ آگے فرمایا۔ اے محبوب فرمادیں کیا وہ عالم جو حقائق اعمال کو جانتے ہیں۔ اور وہ جن کے پاس نہ علم نہ عمل ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ **فائدہ**: یہاں تنبیہ ہے کہ صاحبان علم خیر کے بہت بڑے مراتب میں ہیں اور بے علم جاہل شر کے بلند درجے پر ہیں۔ آگے فرمایا۔ سوا اس کے نہیں عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یعنی ایسی واضح آیات بینات سے عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ **فائدہ**: علماء حق فرماتے ہیں۔ عقل والا وہی ہے جو آیات سے نصیحت حاصل کرے ورنہ وہ بے عقل جانور ہے۔

علم کی فضیلت: اس آیت میں علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے لیکن عالم سے مراد وہ عالم جو عمل والا ہو۔ بے عمل عالم پرلے درجے کا جاہل ہے اور اللہ تعالیٰ نے باعمل علماء کو قانتین میں شامل فرمایا۔

حدیث شریف: بروز قیامت شفاعت۔ انبیاء، علماء اور شہداء کریں گے۔ (رواہ ابن ماجہ) (علم اور صاحب علم کے فضائل مزید دیکھنے ہوں تو فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر کو شریعت سے سنوارے اور باطن کو علوم والہام سے منور فرمائے اور ہمیں اہل علم کے زمرہ میں شامل فرمائے۔ آمین۔

(آیت نمبر۱۰) اے محبوب میرے بندوں کو میری طرف سے فرمادیں۔ **فائدہ**: اس جملے میں بندوں کو خصوصی شرافت اور اکرام بخشا گیا ہے کہ یا عبادی کہہ کر اپنی طرف منسوب کیا۔ **فائدہ**: یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جو اپنے آپ کو ذات حق کے حکم کے موافق کرتے اور اس کی رضا کو اپنی رضا پر ترجیح دیتے ہیں۔ **حدیث شریف**: جس نے اپنے آپ کو ذات حق تعالیٰ میں گم کیا۔ اسے اللہ تعالیٰ عذاب سے امان دے گا۔ (اغاثۃ اللہفان، ابن قیم)۔ آگے فرمایا۔ کہ اے ایمان والو اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ یعنی رب تعالیٰ کے عذاب سے۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۙ ﴿۱۱﴾

فرمادو بے شک مجھے حکم دیا گیا۔ کہ میں عبادت کروں اللہ کی خالص اس کا بندہ ہو کر۔

(بقیہ آیت نمبر۱۰) یعنی تقوی پر ثابت قدم رہو۔ طاعات کرو۔ اور گناہوں سے بچو۔ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اس دنیا میں اخلاص کے ساتھ نیک عمل کئے۔ جن اعمال کا سردار کلمہ شہادت ہے۔ ان لوگوں کیلئے حسنہ ہے۔ یعنی آخرت میں وہ اجر وثواب ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس سے مراد جنت اور اس میں مشاہدۂ حق ہے۔ آگے فرمایا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ ہے۔

مسئلہ: جسے اپنے وطن میں ایمان وعبادت کرنا مشکل ہو جائے۔ ایسی جگہ چلا جائے جہاں نیکی کرنا آسان ہو۔ انبیاء کرام اور صالحین کا یہی طریقہ رہا۔ **فائدہ**: یاد رہے۔ اب ہجرت فرض نہیں ہے۔ جہاں بھی رہ رہے ہیں۔ وہاں دوسروں کو بھی دین کی تبلیغ کریں۔ ہجرت اس وقت کریں۔ جب اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ رہے۔

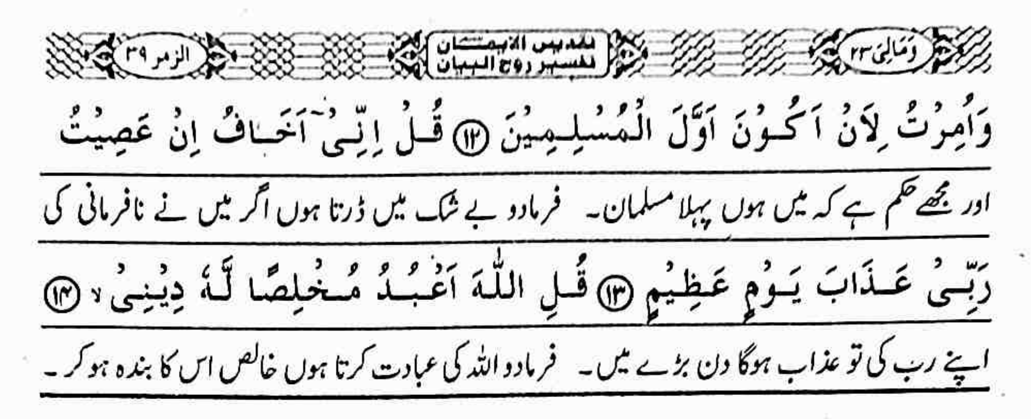
نکتہ: عوام میں رہ کر ایمان اور عبادت قائم رہ سکتے ہیں۔ تو عوام میں رہنا زیادہ اچھا ورنہ اکیلے رہنا اچھا اور اکیلے رہنے سے اللہ والوں کے پاس رہنا زیادہ اچھا ہے۔

حدیث شریف: جو دین کی خاطر ہجرت کرے۔ اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال)

آگے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں دین کے امور میں صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائیگا۔ یعنی دین کی راہ میں تکالیف پر صبر کرنے سے بہت بڑا اجر ملنے کی امید ہے۔ **حدیث شریف**: میں ہے نمازیوں، سخیوں اور روزہ داروں حاجیوں کیلئے قیامت کے دن ترازو میں پورا پورا اجر دیا جائیگا۔ لیکن بلاؤں اور مصیبتوں میں صبر کرنے والوں کیلئے کوئی ترازو نہیں ہوگا۔ بلکہ ان پر اجر وثواب کی بارش ہوگی (معانی الاخیار)۔ اس وقت ہر اجر والا آرزو کرے گا۔ کاش میرے مصائب وتکالیف بھی ہوتیں کہ آج ان گنت ثواب پاتا۔

(آیت نمبر۱۱) اے محبوب ان مشرکوں اور کافروں کو بتادو کہ وہ میری عبادت کو خالص کریں۔

شان نزول: مشرکین مکہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے کس کے کہنے پر نیا دین لایا۔ اور باپ دادا کے دین کو چھوڑا اور لات عزیٰ اور دیگر بتوں کی پرستش بھی چھوڑ دی۔ تو فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ اس کیلئے دین کو خالص کر کے یعنی نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ اور نہ اس عمل میں ریا کاری ہو۔ میری عبادت کا مقصد صرف اور صرف معبود برحق کو راضی کرنا ہے۔



وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

اور مجھے حکم ہے کہ میں ہوں پہلا مسلمان۔ فرمادو بے شک میں ڈرتا ہوں اگر میں نے نافرمانی کی

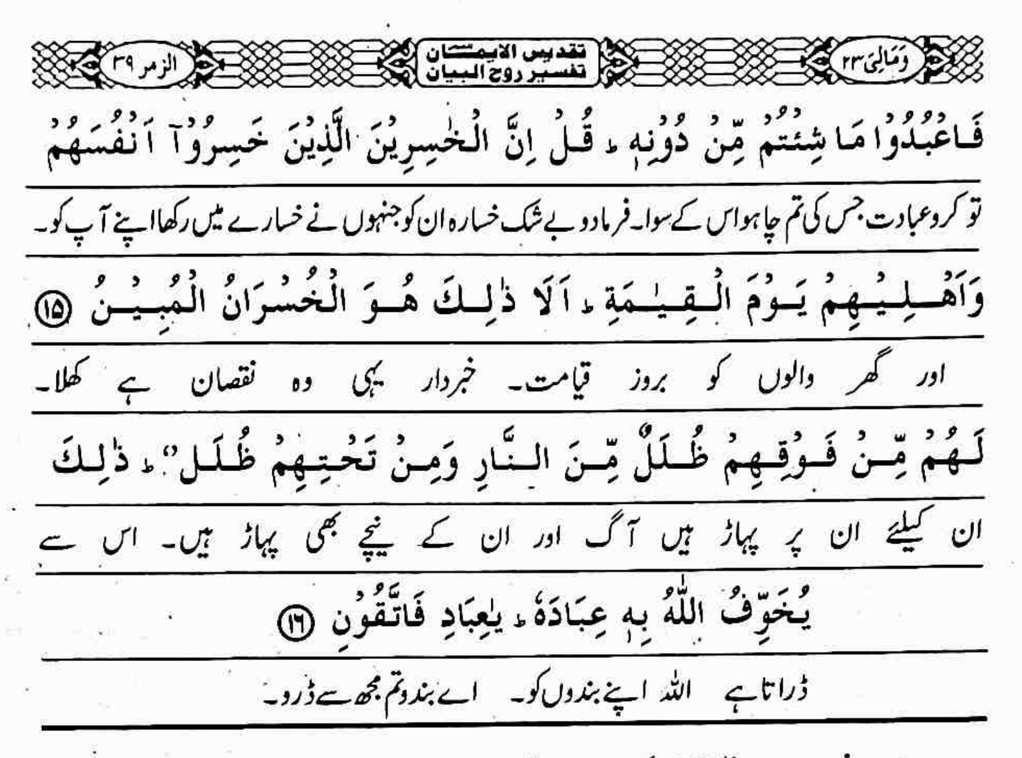
رَبِّیْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِیْ ﴿۱۴﴾

اپنے رب کی تو عذاب ہوگا دن بڑے میں۔ فرمادو اللہ کی عبادت کرتا ہوں خالص اس کا بندہ ہو کر۔

(آیت نمبر۱۲) اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں تا کہ دنیا وآخرت میں میں ہی سب سے پہلا ماننے والا ہوں۔ اس اولیت سے مراد یہ ہے کہ دین میں اخلاص ہو کیونکہ جس میں اخلاص زیادہ ہوگا۔ وہ سب سے اول ہوگا۔ **فائدہ:** اس میں کوئی شک نہیں کہ نہ صرف اس امت میں بلکہ پوری کائنات میں مسلم اول حضور ﷺ کی ذات پاک ہے۔ (کیونکہ جب سب سے پہلے آپکا نور پاک بنا تو لاکھوں سال رکوع اور سجدے میں گذارے)۔ **فائدہ:** بعض بزرگوں کے نزدیک اخلاص یہ ہے کہ ظاہراً اور باطناً بندے کی حرکات وسکنات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں اس میں غیر کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔

(آیت نمبر۱۳) اے محبوب فرمادیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کردی یا عبادت میں اخلاص چھوڑ دیا۔ یا معمولی سا بھی شرک میں مبتلا ہوگیا تو پھر بڑے دن کے عذاب کا سخت ڈر ہے۔ مراد بڑے دن سے قیامت کا دن ہے۔ جس میں بہت ہی بڑے وحشت ناک اور ہولناک امور ہوں گے۔ اور وہ دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ **فائدہ:** ان آیات میں معصیت پر زجر وتوبیخ کے ساتھ مبالغہ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی اندازا کریں کہ حضور ﷺ باوجود جلیل القدر نبی ہونے کے خائف ہیں تو امت کو تو اور بھی زیادہ ڈرنا چاہئے۔

(آیت نمبر۱۴) اے محبوب انہیں صاف بتادیں کہ میں تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرونگا۔ اس کے غیر سے میرا کوئی تعلق ہی نہیں ہے خالص کرنے والا اس کے دین کو۔ یعنی اپنے دین کو ہر قسم کی نفسانی خواہشات وغیرہ کی ملاوٹ سے خالص کرنے والا۔ **فائدہ:** کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ میں اپنے طریقے کو اللہ تعالیٰ کیلئے شرک سے پاک کرنے والا۔ یا ریاء سے اپنے عمل کو خالص کرنے والا ہوں۔ **فائدہ:** تاویلات میں ہے۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں نہ اس سے دنیا مطلوب ہے۔ نہ عقبیٰ چاہئے۔ میں تو صرف اپنے مولیٰ کا طالب ہوں۔



فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

تو کرو عبادت جس کی تم چاہو اس کے سوا۔ فرما دو بے شک خسارہ ان کو جنہوں نے خسارے میں رکھا اپنے آپ کو۔

وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾

اور گھر والوں کو بروز قیامت۔ خبردار یہی وہ نقصان ہے کھلا۔

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ

ان کیلئے ان پر پہاڑ ہیں آگ اور ان کے نیچے بھی پہاڑ ہیں۔ اس سے

یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

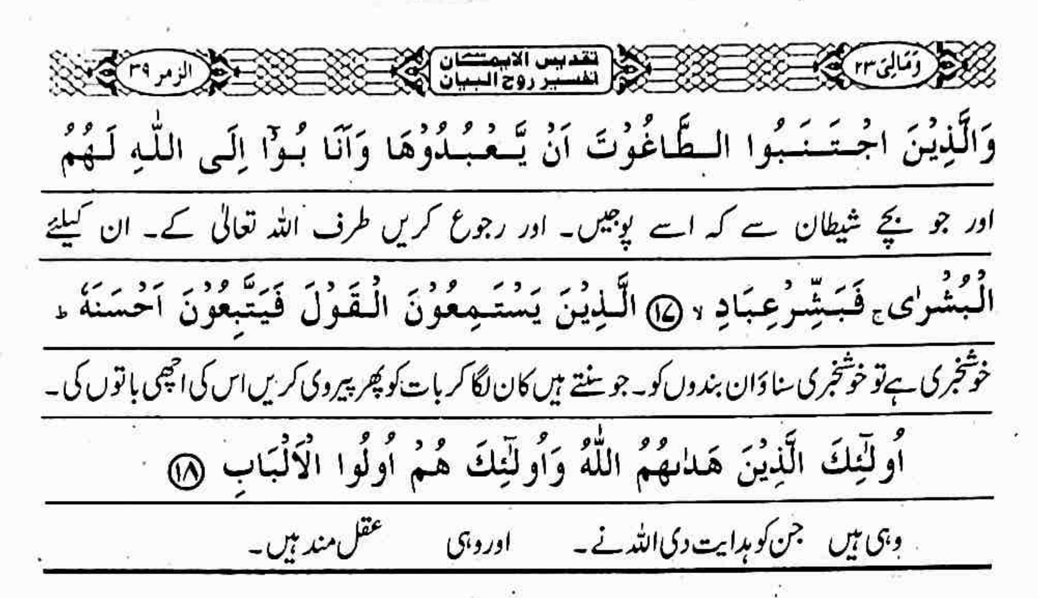
ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو۔ اے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

(آیت نمبر ۱۵) اے مشرکو تم جس کی چاہو عبادت کرو۔ اللہ کے سوا۔

فائدہ :اللہ تعالیٰ نے یہاں سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ **فائدہ**: جب مشرکوں نے کہا۔ آپ نے باپ دادا کا دین کیوں چھوڑا تم نے تو بتوں کو چھوڑ کر اپنا نقصان کیا۔ تو ان کے جواب میں فرمایا۔ محبوب ان بے ایمانوں کو فرما دو کہ بے شک اصل گھاٹا تو اپنے مقصود کو ضائع کرنا ہے اور خسران راس المال میں ہوتا ہے یعنی مال، جاہ، صحت وسلامتی عقل وایمان یا ثواب میں بڑا خسارہ ہوتا ہے اور خاسر زیاں کار کو کہتے ہیں۔ اب معنی یہ ہوا کہ بے شک وہ لوگ بہت بڑے خسارے والے ہیں۔ جن کیلئے آخرت میں بہت بڑا گھاٹا اور خسارہ ہے اصل خسارہ تو وہ ہے۔

(آیت نمبر ۱۶) قیامت کے دن دوزخیوں کا حال بہت برا ہوگا۔ سائے سے مراد یہ ہے کہ اوپر نیچے آگ ہی آگ ہوگی بلکہ آگ نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا۔ گھیرنے کے متعلق قرآن میں متعدد آیات ہیں۔

آگے فرمایا یہ وہ عذاب ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تاکہ لوگ اس عذاب سے ڈریں اور ایمان لائیں توحید کا اقرار کریں۔ آخر میں پھر فرمایا اے میرے بندو میری ناراضگی سے بچو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے۔ جس میں لطف وکرم بھی ہے۔ **فائدہ**: اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب سے ڈراتے ہیں تاکہ بندہ آخرت کے خسارے سے بچ جائے۔



وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ

اور جو بچے شیطان سے کہ اسے پوجیں۔ اور رجوع کریں طرف اللہ تعالیٰ کے۔ ان کیلئے

الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ ⑰ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ

خوشخبری ہےتو خوشخبری سناؤان بندوں کو۔ جو سنتے ہیں کان لگا کر بات کو پھر پیروی کریں اس کی اچھی باتوں کی۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱

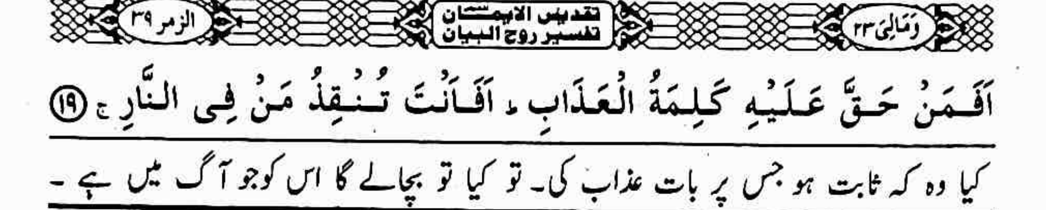
وہی ہیں جن کو ہدایت دی اللہ نے۔ اور وہی عقل مند ہیں۔

(آیت نمبر ۱۷) اور جو لوگ بتوں کی پوجا سے بچ گئے۔ طاغوت سے مراد یا بت ہیں یا شیطان ہے طاغوت مذکر و مؤنث دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح واحد اور جمع کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے

فائدہ: امام راغب فرماتے ہیں۔ طاغوت کا معنی ہے حد سے بڑھا ہوا۔ اور وہ غیر اللہ ہے۔ جس کی پرستش کی جائے۔ گمراہ کرنے والے کو بھی طاغوت کہا جاتا ہے۔ بتوں پر بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

آگے فرمایا کہ جو طاغوت یعنی شیطان کی پوجا کرنے سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ یعنی غیر اللہ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا کہ جس نے طاغوت سے کفر کیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیا۔ **نکتہ**: طاغوت سے اجتناب اور کفر کو ایمان باللہ پر مقدم کرنا یہ عین کلمہ طیبہ کے مطابق ہے کیونکہ وہاں بھی ''لا الہ'' کی نفی پہلے اور ''الا اللہ'' کا اثبات بعد میں ہے تو ایسے لوگوں کیلئے فرمایا خوشخبری ہے اس بات کی کہ وہ ہدایت پر ہیں اور اللہ کا فضل پانے والے ہیں۔ یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

(آیت نمبر ۱۸) آگے پھر فرمایا: اے محبوب میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دو جو اچھی بات سنتے اور اس کی اتباع کرتے ہیں۔ چونکہ ایسی خوشخبری رسولوں کے ذریعے سنائی جاتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ان کیلئے دنیا آخرت میں خوشخبری ہے۔ شان نزول کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر جناب عثمان غنی، عبدالرحمٰن، سعد، طلحہ، سعید و زبیر رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' سن کر ایمان لائے۔ انہیں جنت کی بشارت دے دیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین حق اور انصاف پسند دین کی ہدایت نصیب فرمائی اور یہی لوگ اصل میں عقلمند بھی ہیں۔



اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ۚ ⑲

کیا وہ کہ ثابت ہو جس پر بات عذاب کی۔ تو کیا تو بچالے گا اس کو جو آگ میں ہے۔

16

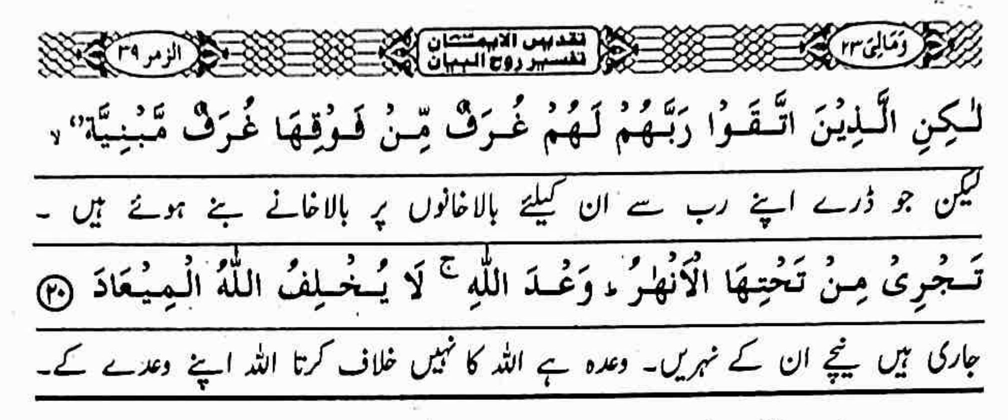
(بقیہ آیت نمبر ۱۸) **مسئلہ**: یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ ہدایت کی تخلیق اور نفس انسانی کے قبول کرنے کی استعداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس میں اس کی مشیت کو بھی دخل ہے۔ اس کے بعد اس میں بندے کے کسب کو دخل ہے۔ **فائدہ**: اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ لوگ چیزوں کے چھلکے کو چھوڑ کر ان کے حقائق یعنی مغز تک پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی صاحبان عقل جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی۔ وہ حقیقت کو پا لیتے ہیں۔

(آیت نمبر ۱۹) کیا پس وہ شخص جس پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو گیا۔ عذاب کے کلمے سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود ہونے کے بعد فرمایا کہ میں تجھ سے اور تیرے پیروکاروں سے جہنم کو بھر دونگا۔ تو فرمایا کہ کیا تو بچالے گا اسے جو آگ میں چلا گیا۔ جزاء میں دوبارہ ہمزہ تاکید کیلئے لایا گیا ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ جسے جہنم کا حکم سنایا گیا گویا وہ آگ میں ہی ہے۔ اسے کوئی بھی بچا نہیں سکتا۔

فائدہ: نبی کریم ﷺ کا ایمان کی طرف دعوت دینا بھی انہیں جہنم سے بچانے کی کوشش ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب (ﷺ) آپ کا ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ازل سے ہی جہنم میں لے جانے کا پروگرام ہے۔ تو کیا آپ اس قطعی حکم کے بعد ان کافروں کو جہنم کے عذاب سے بچا سکتے ہیں۔ یعنی جن کے متعلق کلمہ عذاب لازم ہو چکا ہے۔ کیا تم اس سے نجات دلا سکو گے۔ اور ایمان کی دولت سے انہیں نواز دو گے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ آپ کا کام قطعی جہنمیوں کو وہاں سے نکالنا نہیں ہے۔ جیسے ابولہب وغیرہ۔ آپ کی ڈیوٹی ان تک کلمہ توحید پہنچانا ہے۔ وہ آپ نے ڈیوٹی سرانجام دے دی۔

فائدہ: اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ صفات قہر کے مظہر ہیں۔ وہ اسی صفت کے مظہر رہیں گے۔ انہیں کسی سفارشی کی سفارش کوئی کام نہیں دے گی۔ نہ کوئی اسے غضب وقہر ربانی اور لعنت حق سے بچا سکے گا۔

شفاعت تو حق ہے: لیکن شفاعت صرف اہل ایمان کے لئے ہوگی۔ کفار ومشرکین کی ہوگی ہی نہیں۔ اگر کسی نے سفارش کی۔ تو وہ قبول ہی نہیں ہوگی۔



لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ

لیکن جو ڈرے اپنے رب سے ان کیلئے بالاخانوں پر بالاخانے بنے ہوئے ہیں ۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۥ وَعْدَ اللّٰهِ ۚ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

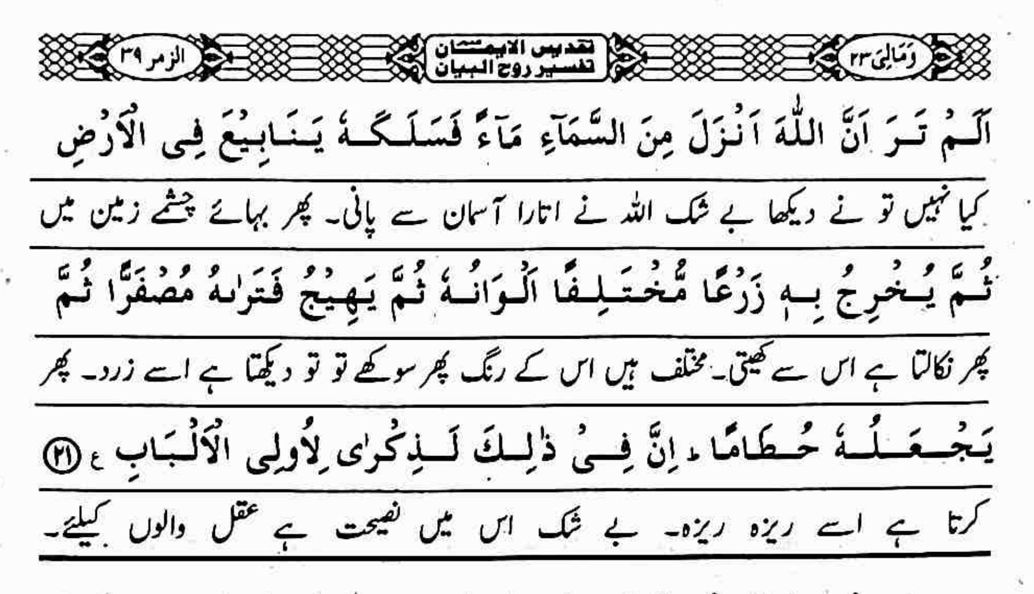
جاری ہیں نیچے ان کے نہریں۔ وعدہ ہے اللہ کا نہیں خلاف کرتا اللہ اپنے وعدے کے۔

(آیت نمبر ۲۰) لیکن جو لوگ کفر و شرک اور گناہوں سے اور شہوات اور اتباع خواہشات سے بچ گئے ۔ انہیں گویا قسمت ازلی نے کلمہ عذاب سے بچالیا۔ کیونکہ وہ لطف ربانی کے مظہر ہوگئے ان لوگوں کیلئے جنت میں بہت بڑی منزلیں اور درجات ہونگے جو ان کے تقوے کے مطابق ہوں گے اور ان کے اوپر اور بھی بالا خانے ہوں گے۔ جیسے جہنمیوں کے لئے نیچے سے نیچے گڑھے ہوں گے۔ اس طرح جنتیوں کیلئے اوپر سے اوپر اعلیٰ سے اعلیٰ بالا خانے ہوں گے۔ مبنیہ وہ بالا خانے جو انتہائی مضبوطی کے ساتھ تیار کئے گئے۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ وہ بالا خانے زبرجد یاقوت اور دیگر اعلیٰ موتیوں سے اور دیگر بھی عجیب وغریب جواہر سے تیار کئے گئے ہیں۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ وہ بالا خانے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے تیار کئے گئے ہیں۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ بالا خانے نیک اعمال کے مطابق ہوں گے اور سالکین کے احوال کے مطابق ہوں گے۔ آگے فرمایا کہ ان محلات اور بالا خانوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان چاروں نہروں کا پانی ہر جنتی کو قریب سے قریب ملے گا۔ آگے فرمایا کہ یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا یعنی ایسے بالا خانے دینے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے پختہ وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا کیونکہ وعدہ خلافی نقص ہے اور اللہ تعالیٰ میں نقص وعیب نہیں ہے۔

حدیث شریف: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی بالا خانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے۔ جیسے زمین والے چاند کو دیکھتے ہیں۔ (مسلم شریف کتاب الجنۃ) گویا اس حدیث میں بالا خانے والوں اور عام جنتیوں کے درمیان کا فاصلہ بتایا جا رہا ہے۔ اسی طرح ان کے مقامات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یعنی وہ اس قدر بلند شان والے اور رفیع المرتبت ہوں گے۔ یہ مراتب اعمال کے مطابق ہونگے۔



اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ

کیا نہیں تو نے دیکھا بے شک اللہ نے اتارا آسمان سے پانی۔ پھر بہائے چشمے زمین میں

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ

پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی۔ مختلف ہیں اس کے رنگ پھر سوکھے تو تو دیکھتا ہے اسے زرد۔ پھر

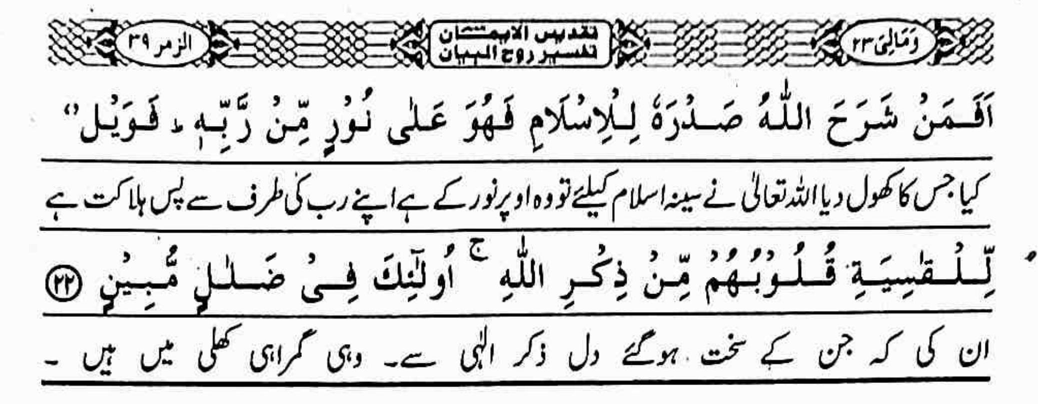
يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ع ﴿۲۱﴾

کرتا ہے اسے ریزہ ریزہ۔ بے شک اس میں نصیحت ہے عقل والوں کیلئے۔

(آیت نمبر ۲۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یعنی عرش کے نیچے سے پانی نازل کیا۔ زمین پر جو اور جہاں بھی پانی ہے۔ نہریں ہوں یا چشمے وہ آسمان سے ہی آیا ہوا پانی ہے۔ بادلوں کے ذریعے زمین پر پہنچتا ہے۔ پھر اسے چلا کر چشموں میں داخل فرمادیا اور چشمے زمین میں اس طرح ہیں۔ جیسے انسانی جسم میں رگیں ہوتی ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ چشموں کا پانی بھی برسات کا پانی ہی ہے۔ جسے ایک جگہ جمع کر کے تھوڑا تھوڑا ہر طرف تقسیم کیا جاتا ہے۔ ینابیع چشموں والی جگہ کو کہا جاتا ہے۔ جہاں سے پانی نکلتا ہے۔

آگے فرمایا۔ پھر وہ پانی نکل کر کھیتوں کی طرف جاتا ہے اور وہ کئی مختلف رنگ نکالتی ہیں اور ان کی مختلف کیفیات ہیں۔ یعنی پیداوار الگ الگ۔ انکے ذائقے الگ اور رنگ الگ الگ۔ پھر کھیتیاں پک جاتی ہیں۔ پھر سبزی کے بعد جب خشک ہو تو تم اسے زرد دیکھتے ہو۔ پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ کھیتی تھی ہی نہیں۔ یعنی جوں جوں حالت بدلی۔ بالآخر وہ نابود ہوگئی۔ اس میں بہت بڑی نصیحت ہے عقل والوں کیلئے اور تنبیہ ہے اس حقیقت حال پر جو اس سے نصیحت حاصل کریں کہ دنیوی زندگی کا بھی یہی حال ہے کہ انسان کی ابتداء کیسے ہوئی۔ پھر کیسے بارونق ہوا۔ پھر ایک دن وہ مٹی میں مل جاتا ہے۔

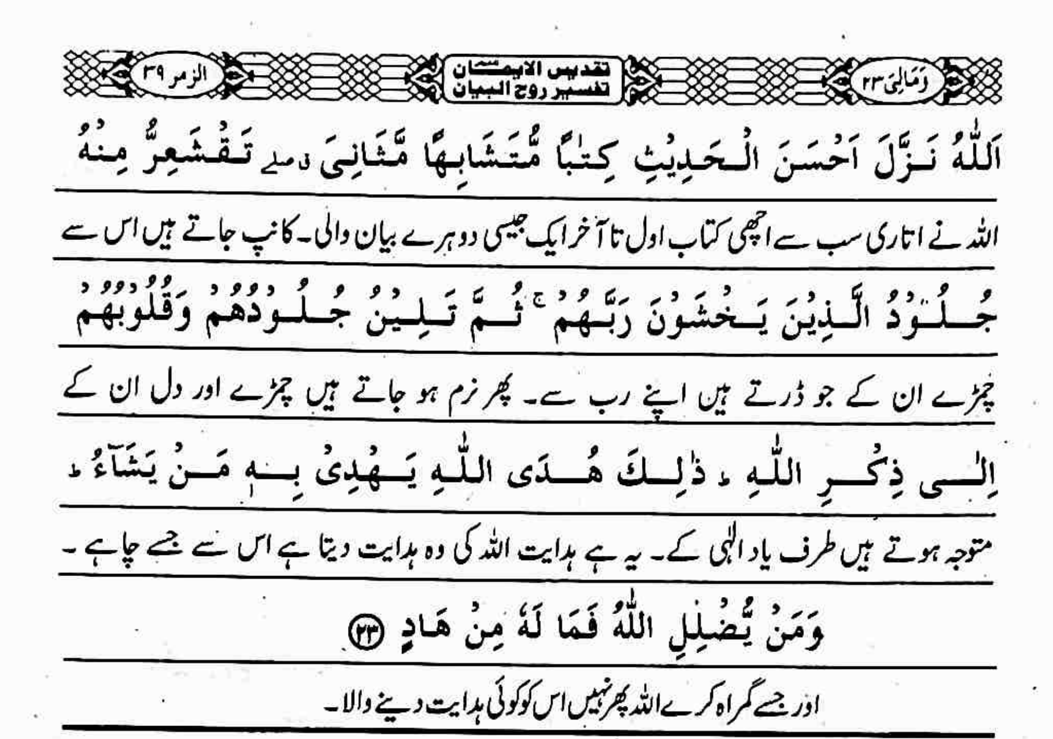


(آیت نمبر۲۲) کیاپس جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کیلئے کھول دے۔شرح صدر کا معنی نورالٰہی ملنا۔یااللہ تعالیٰ کی طرف سکینت کا ملنا۔کیونکہ جب سینہ نورربانی سے روشن ہو جائے یا جس کا سینہ اسلام کیلئے اللہ تعالیٰ کھول دے تو وہ اپنے رب کی طرف سے بہت بڑے نور میں ہوجاتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا اس پر خاص لطف وکرم ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے اسے حق کی طرف ہدایت نصیب ہوتی ہے۔لہذا اس جیسا وہ شخص نہیں ہوسکتا۔جس کا دل سخت اور سینہ تنگ ہو۔اس نے خود ہی اسے اختیار کیا۔اس پر گمراہی اور ضلالت کے اندھیرے چھا گئے۔اسی لئے وہ آیات الٰہی سے دور بھاگتا ہے۔اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔کہ جسے وہ گمراہ کرنے کا ارادہ کرے۔اس کے دل کو سخت بنا دیتا ہے۔

ایمان ومعارف کے انوار: بعض کو تو انوار نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔قیامت کے دن بھی یہی حال ہوگا۔کہ بعض کا نور صرف قدموں کی جگہ سے۔عوام کا نور شمع کی طرح۔صدیقین کا چاند کی طرح اور انبیاء کرام علیہم السلام کا سورج کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ چمکے گا۔آگے فرمایا ہلاکت ان سخت دلوں کی جو ذکر الٰہی نہیں کرتے۔

فائدہ: مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ سخت تر عذاب ان کو ہوگا۔جن کے دل سخت ہوں گے۔اس لئے کہ ان سے رحمت نکل جاتی ہے۔تین باتوں سے دل سخت ہو جاتے ہیں: (۱) کھانے سے محبت۔(۲) نیند سے محبت۔(۳) آرام سے محبت۔آگے فرمایا یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

حدیث شریف: ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا۔قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ قبروں سے نکالے گا۔تو کچھ لوگوں کے چہرے نور سے منور ہوں گے۔جو نورانی موتیوں والے ممبروں پر رونق افروز ہوں گے۔اور وہ نبی اور شہید بھی نہیں ہوں گے۔لوگ ان کے مرتبے کو دیکھ کر رشک کر رہے ہوں گے۔(طبرانی)



اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ

اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب اول تا آخر ایک جیسی دوہرے بیان والی۔ کانپ جاتے ہیں اس سے

جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

چمڑے ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے۔ پھر نرم ہو جاتے ہیں چمڑے اور دل ان کے

اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

متوجہ ہوتے ہیں طرف یاد الٰہی کے۔ یہ ہے ہدایت اللہ کی وہ ہدایت دیتا ہے اس سے جسے چاہے۔

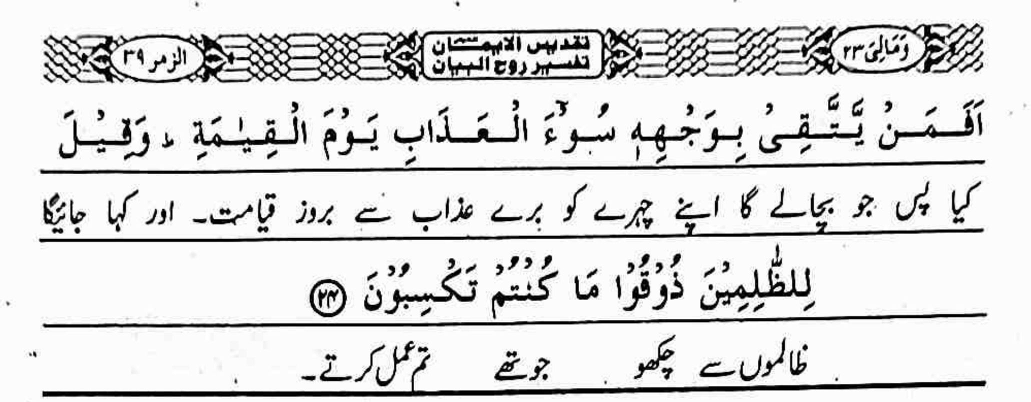
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اور جسے گمراہ کرے اللہ پھر نہیں اس کو کوئی ہدایت دینے والا۔

(آیت نمبر ۲۳) اللہ تعالیٰ نے احسن حدیث کو نازل فرمایا۔ احسن حدیث سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس میں حسن کی انتہاء ہے۔ تمام انبیاء ومرسلین پر جو بھی نازل ہوا۔ ان سب سے یہ احسن واکمل ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت اور اعجاز کی وجہ سے اسے احسن کہا گیا۔ لہذا اسے حادث کہنا غلطی ہے۔ یہ کتاب قدیم ہے۔

آگے فرمایا یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کے اندر ساری آیات معانی اور احکام کے لحاظ سے برحق اور نظم ونسق کے اعتبار سے بے نظیر ہونے میں ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں۔ مثانی کا معنی ہے بار بار پڑھی جانے والی کتاب۔ یا یہ معنی کہ اس میں قصے، خبریں، احکام، امر ونہی، وعدے اور وعیدیں اور نصیحتیں ہیں جو بار بار لائے گئے ہیں۔ یا بار بار پڑھنے سے طبیعت نہیں اکتاتی۔ نہ اسے بار بار سننے والا تنگ پڑھتا۔ جیسے دنیوی کلاموں میں ہوتا ہے کہ ایک دو دفعہ سننے کے بعد دل اکتا جاتا ہے۔

آگے فرمایا کہ پھر ان کے چمڑے اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے نرم ہو کر جھک جاتے ہیں۔ یعنی جب عذاب کا ذکر آتا ہے تو لرز جاتے ہیں۔ بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عام بخشش کا ذکر آتا ہے تو بدن اور نفسوں سے لرزہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ نرم ہو جاتے ہیں۔ یعنی خوف وخطرہ رغبت میں بدل جاتا ہے۔



اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ

کیا پس جو بچالے گا اپنے چہرے کو برے عذاب سے بروز قیامت۔ اور کہا جائیگا

لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

ظالموں سے چکھو جو تھے تم عمل کرتے۔

(بقیہ آیت نمبر۲۳) آگے فرمایا کہ اس کتاب میں ہدایت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اس قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے۔ اسے ہدایت دے دیتا ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ گمراہی پیدا کردے پھر ایسا کوئی نہیں جو اسے گمراہی سے نکال سکے۔

منافق کی پہچان: ایک صحابی نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب ہم قرآن سنتے ہیں تو اس سے ہمارے چہروں پر خوشی سے سرخی آجاتی ہے اور منافقوں کے چہرے سیاہ ہوجاتے ہیں تو فرمایا۔ چونکہ قرآن نور ہے اس وجہ سے ہمارے چہرے روشن ہوتے ہیں اور منافقین سن کر جلتے ہیں۔ اس لئے ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ (عجائبات قرآن پر تفصیلات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر۲۴) کیا پس وہ شخص جو عذاب سے ڈر کر اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر لیتا ہے کہ اسے قیامت کے عذاب کا خوف ہے اور وہ اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے۔ اتقاء کا معنی ڈرنا اور اپنے آپ کو بچانا ہے۔ سوء العذاب برے عذاب۔ یعنی کہ آگ کے شعلوں سے جس نے اپنا آپ بچالیا۔

فائدہ: چہروں سے عذاب کو ہٹانے کی وجہ یہ ہے کہ بروز قیامت ان لوگوں کے ہاتھ تو گردن کے ساتھ بندھے ہونگے۔ لہذا جہنم کی آگ کے شعلوں کا فوری اثر چہروں پر ہی پڑے گا۔ بلکہ باقی تکالیف پہلے چہرے پر اثر انداز ہونگی اور کافر وغیرہ کو چہرے بچانے کی کوئی تدبیر نہ ہو سکے گی تو بروز قیامت ظالموں سے کہا جائیگا۔ خصوصاً جنہوں نے ایمان کے بجائے کفر کو اختیار کیا اور بجائے تصدیق کے تکذیب کی۔ بجائے اطاعت کے معصیت اختیار کی۔ انہیں دوزخ کے داروغے کہیں گے۔ اب چکھو مزے عذاب کے۔ یعنی یہ اس کا وبال ہے۔ جو تم دنیا میں ہمیشہ کفر اور نافرمانیاں کرتے رہے اور جو تم نے گناہ کئے یا کفر اختیار کیا یا جھٹلایا۔ آج کا عذاب تم نے خود اپنے لئے تیار کیا۔ لہذا اس کا مزہ چکھو۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾

جھٹلایا ان سے پہلوں نے تو آیا ان پر عذاب جہاں سے نہیں سمجھ رہے تھے۔

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ وقف لازم

پس چکھایا انہیں اللہ نے رسوائی کا مزہ زندگی دنیا میں۔ اور ضرور عذاب قیامت اس سے بھی بڑا ہے۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾

کاش ہوتے وہ جانتے۔

(آیت نمبر ٢٥) ان سے پہلے گزرنے والی امتوں نے بھی اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی۔ اسی لئے پھر ان پر وہ عذاب آیا جو ان کے مقدر میں کر دیا گیا تھا۔ اس طرح سے کہ انہیں شعور بھی نہ تھا۔ یعنی ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ تو بے خوف نہایت آرام اور سکون سے وقت گذار رہے تھے کہ بالکل اچانک ان کا امن عذاب میں بدل گیا۔ انہیں اس کا احساس نہیں تھا کہ یوں ہم عذاب میں اچانک مبتلا ہو جائیں گے۔ فرحت وسرور اور نعمتیں دھری کی دھری رہ گئیں اور وہ لقمہ عذاب بن گئے اور انہیں کچھ سمجھ نہیں آیا کہ کیا ہوا۔

(آیت نمبر ٢٦) تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلت ورسوائی ایسی چکھائی۔ وہ اسے ایسے محسوس کر رہے تھے۔ جیسے کوئی چکھنے والا شیء کا ذائقہ محسوس کرتا ہے۔ آگے فرمایا یہ رسوائی والا عذاب تو انہیں دنیا میں دیا جاتا ہے کسی کو زمین میں دھنسایا۔ کسی قوم کی شکلیں بدلیں۔ کوئی قوم غرق ہوئی۔ کوئی بنونظیر کی طرح جلاوطن ہوئے۔ کوئی بنوقریظہ کی طرح قتل اور قید ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ یہ عذاب بھی دردناک تھے لیکن یہ ادنیٰ عذاب تھا۔ اور آخرت میں ان کے لئے جو عذاب تیار کیا گیا۔ وہ بہت بڑا ہے کہ وہ سخت تر بھی ہے اور دائمی بھی ہے۔ کاش کہ وہ اس بات کو جھٹلانے سے پہلے ہی جان جاتے اور عبرت حاصل کرتے۔ **فائدہ**: یا مراد ہے کہ یہ کفار مکہ اسے جان لیتے اور ان سے عبرت حاصل کرتے اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی نہ کرتے اور اپنے آپ کو عذاب سے بھی بچا لیتے۔

سبق: عقل مند پر لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرے تا کہ دنیا وآخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے ابدال۔ نماز روزے اور قیام اللیل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے۔ بلکہ نفس کی سخاوت اور قلب سلیم اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے کی وجہ سے جائیں گے۔ (دار قطنی)

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ع

اور تحقیق بیان کر دیں ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں۔ شاید وہ نصیحت حاصل کریں

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

قرآن عربی زبان میں۔ نہیں اس میں کوئی کجی۔ تا کہ وہ ڈریں۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۶) **تمام نیکیوں میں سردار نیکی کلمہ طیبہ ہے:** حضرت حذیفہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کے ایک امتی کو بروز قیامت حاضر کیا جائے گا۔ فرشتوں کو حکم ہوگا۔ اس کے اعمال میں دیکھو کوئی نیکی ہے۔ وہ عرض کریں گے۔ اس کی اور تو کوئی نیکی نہیں۔ البتہ اس کے دل پر ''لا الہ الا اللہ'' نقش ہے۔ حکم ہوگا۔ اسے جنت میں لے جاؤ۔ **سبق:** جس کلمہ کے ظاہری نقش میں نجات ہے۔ اس کے باطنی نقش کا کیا حال ہوگا۔

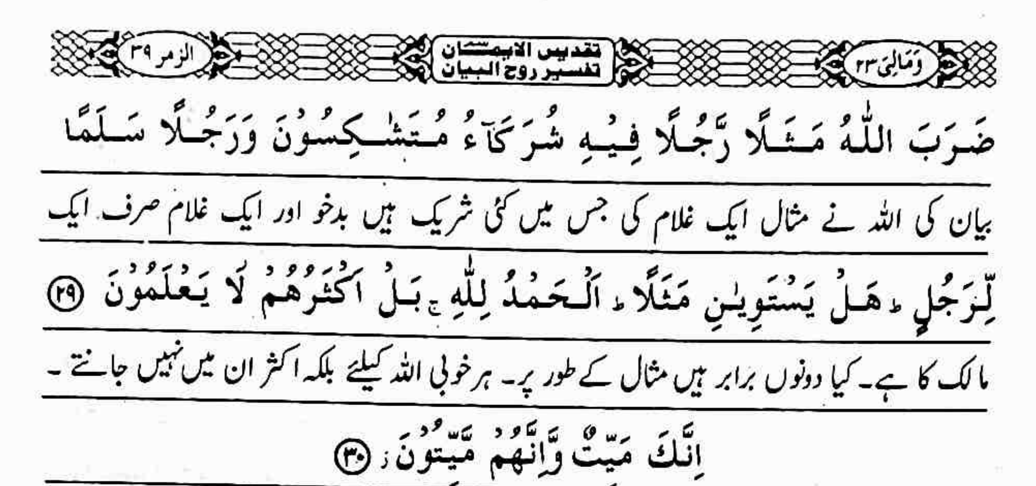
(آیت نمبر ۲۷) البتہ تحقیق ہم نے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کر دیں۔

فائدہ: اس آیت کریمہ میں الناس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ بلکہ یہ قاعدہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی "یاایھا الناس" آیا۔ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے اس سے عام لوگ مراد ہوں۔

فائدہ: سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآنی مضامین میں مثالیں (کہاوتیں) اس لئے بیان کی گئیں کہ وہ عجیب وغریب ہونے کی وجہ سے ذہنوں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اسی لئے آگے فرمایا۔ تا کہ تم ان کہاوتوں سے نصیحت حاصل کر سکو۔ یعنی سابقہ قوموں کے عجیب عظیم الشان قصے اس لئے بیان کئے گئے۔ تا کہ تم اچھی طرح سمجھو اور نصیحت پکڑو۔

(آیت نمبر ۲۸) یہ قرآن عربی زبان میں اتارا گیا ہے اور اس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ یعنی اس میں کوئی بات پیچیدہ نہیں کسی جگہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نہ تناقض ہے۔ نہ عیب ہے۔ نہ خلل ہے۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غیر ذی عوج کا معنی کیا ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ اس کا زبان سے پڑھا جانا اوراق پر لکھا جانا اور کانوں سے سنا جانا اور سینوں میں محفوظ ہونا اس کے مخلوق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصل کلام وہی قدیم ازلی قائم بذاتہ ہے۔ آگے فرمایا۔ تا کہ اس قرآن کے ذریعے یعنی اس کی حدود پر پابندی کر کے اور امثال سے عبرت حاصل کر کے متقی بن جائیں۔



ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا

بیان کی اللہ نے مثال ایک غلام کی جس میں کئی شریک ہیں بدخو اور ایک غلام صرف ایک

لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾

مالک کا ہے۔ کیا دونوں برابر ہیں مثال کے طور پر۔ ہر خوبی اللہ کیلئے بلکہ اکثر ان میں نہیں جانتے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾

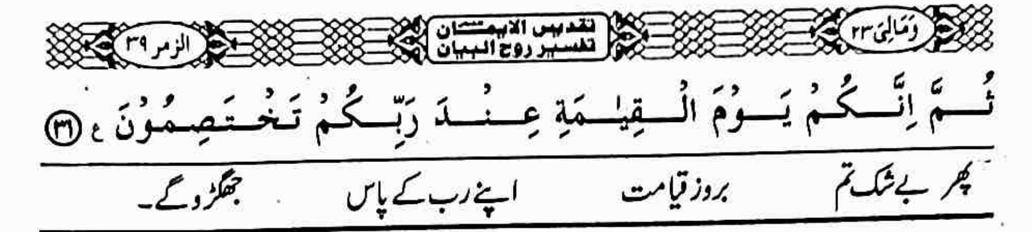
بے شک آپ انتقال کرنے والے اور بے شک وہ مرنے والے ہیں۔

(آیت نمبر ۲۹) اللہ تعالیٰ نے ایک اس مرد کی مثال بیان فرمائی کہ مثلا ایک آدمی کے کئی مالک ہوں اور وہ مالک ہوں بھی بدخلق بدمزاج۔ **فائدہ:** یہ مثال اصل میں یہ دی گئی کہ ایک آدمی کئی معبودوں کی پرستش کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی غلام کے کئی مالک ہوں اور تندمزاج بھی ہوں۔ ہر ایک اپنی طرف کھینچے تو اس غلام کا کیا حال ہوگا۔ اور دوسرا مرد مومن موحد ہے۔ جو ایک ہی مالک کا ہو اور مالک بھی اس پر مہربان ہو تو کیا یہ دونوں غلام شان میں برابر ہیں۔ **فائدہ:** ظاہر ہے جس کے کئی مالک ہوں اور ہوں بھی بداخلاق۔ تو اس غلام نے پریشان زندگی ہی گذارنی ہے اور دوسرا غلام ایک ہی مالک کا ہے اور اس کا مالک اسے پریشان بھی نہیں کرتا تو یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ آگے فرمایا۔ بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یعنی یہ مثالیں تو بڑی واضح ہیں لیکن وہ لوگ اپنی جہالت کی بناء پر شرک وگمراہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس آیت میں "الحمد للہ" یعنی سب تعریفیں اللہ کیلئے فرما کر اسلام کیلئے حجت مضبوط فرمادی۔
سبق: عقل والے پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ قرآن پر عمل کرے اور اس کی مثالوں سے عبرت پکڑے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو صرف اسی کے ہیں۔

(آیت نمبر ۳۰) بے شک آپ وفات پانے والے اور بے شک یہ کافر مرنے والے ہیں۔

فائدہ: کفار مکہ حضور ﷺ کی وفات کے منتظر رہتے تھے کہ وہ فوت ہو جائیں گے تو ہم نجات پائیں گے۔

موت کسے کہتے ہیں: علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موت قوت حساسیہ حیوانیہ کے زوال اور روح کے جسم سے جدا ہونے کو کہتے ہیں۔ (یاد رہے۔ کفار مر گئے تو مر ہی گئے۔ مرا مردود، نہ فاتحہ، نہ درود۔ لیکن نبی مر کر بھی زندہ ہے۔ اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔)



ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ع ﴿۳۱﴾

پھر بے شک تم | بروز قیامت | اپنے رب کے پاس | جھگڑو گے۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۰) **فائدہ:** ''اِنَّ'' کی تاکید لگا کر واضح کر دیا کہ موت برحق ہے اس سے مراد یہ ہے۔ کہ سب موت کا شکار ہونے والے ہو۔ موت سب پر آئے گی۔ ایک دوسرے کی موت کے انتظار کا کوئی فائدہ نہیں۔ (ع دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے کدی سجناں بھی مرجاناں) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب آپ بھی دنیا سے جائیں گے اور آپ کی موت کا انتظار کرنے والے بھی ایک دن مر جائیں گے۔ کوئی کتنا بھی زندہ رہے۔ ایک دن ضرور موت کے منہ میں جائے گا۔ **فائدہ:** اس میں واؤ یہ واضح کر رہی ہے کہ سب کی موت ایک جیسی نہیں ہے۔ نبی کی موت اور باقی لوگوں کی موت میں بہت بڑا فرق ہے۔

(آیت نمبر ۳۱) پھر بے شک تم بروز قیامت اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔ **فائدہ:** بحرالعلوم میں ہے کہ یہ جھگڑا عام ہے کہ لوگ آپس میں جھگڑیں گے۔ گمراہ کرنے اور ہونے والے، گناہ کرنے اور کرانے والے آپس میں لڑیں گے۔

بیوی خاوند کا جھگڑا: حضور ﷺ نے فرمایا۔ ایک خاوند کہے گا میری بیوی نے مجھے برا بھلا کہا۔ وہ انکار کردے گی۔ اس کی زبان بند ہو جائیگی اور ہاتھ پاؤں سب کچھ بتا دیں گے۔ اسی طرح اگر مرد نے زیادتی کی۔ اس کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔

دنیا میں ہی حقوق ادا یا معاف کرالئے جائیں: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ وہ ابھی دنیا میں ہی ادا کر دے یا معاف کرالے اس دن سے پہلے کہ جس دن نہ درہم ہوں گے نہ دینار ورنہ حق والے کو اس کے اعمال میں سے عمل دے دیئے جائیں گے۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال نہ ہوئے۔ تو مدعی کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا مفلس کون ہے۔ عرض کی جس کے پاس روپیہ پیسا نہ ہو۔ فرمایا۔ میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی نیکیاں بے شمار ہوں اور ساتھ ساتھ لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہوں۔ ان کے مطالبہ پر اس کی سب نیکیاں انہیں دے دی جائیں اور وہ خالی رہ جائے بلکہ ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں۔ اور وہ دیکھتا ہی رہ جائے۔ وہ بڑا مفلس ہے۔ (رواہ مسلم)۔

اختتام پارہ : ۲۰ نومبر بروز اتوار

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ

کون بڑا ظالم ہے اس سے جو جھوٹ باندھے اللہ پر۔ اور جھٹلائے سچائی کو جب آئی اس کے پاس۔ کیا نہیں ہے

فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ

جہنم میں ٹھکانہ کافروں کا۔ اور وہ جو لے کر آیا سچائی۔ اور وہ جس نے تصدیق کی اس کی

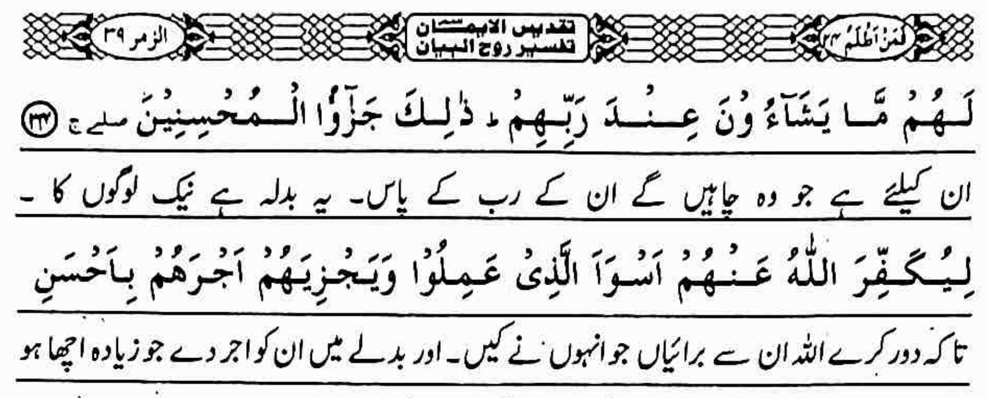
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

وہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

(آیت نمبر۳۲) کون بڑا ظالم ہوگا اس سے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ گھڑے۔ یعنی وہ سب ظالموں سے بڑا ظالم ہے۔ اس لئے کہ وہ شریک ٹھہراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یا اولاد ثابت کرتا ہے یا کوئی بھی غلط بات یا غلط کام کر کے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے ہی حکم دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم نہیں دیا۔ اور دوسرا ظلم یہ کہ سچائی کی تکذیب کرتا ہے۔ یعنی حضور ﷺ کو یا آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن کو جھٹلاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ انہوں خود گھڑی ہے۔ جبکہ وہ اس کے پاس آ چکی۔ اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ کہ انہوں نے حضور ﷺ سے حق بات سن کر سوچے سمجھے بغیر ہی تکذیب کر دی۔ **فائدہ**: (اور وہ بھی برا ظالم ہے جو مرزے قادیانی کی طرح) کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلیٰ مرتبہ نصیب ہوا ہے۔ یعنی میں نبی بنایا گیا ہوں۔ ایسے جھوٹوں کے بروز قیامت چہرے سیاہ ہوں گے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح سچے نبی کو نہ ماننا بہت بڑا ظلم ہے۔ اسی طرح جھوٹے نبی کو نبی ماننا بھی بڑا ظلم ہے۔ آگے فرمایا کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ چونکہ نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے۔ یعنی کافر ضرور جہنم میں جائیں گے۔

(آیت نمبر۳۳) وہ جو سچائی لے کر آئے۔ یعنی حضور ﷺ اور جس نے اس کی تصدیق کی۔ وہی متقی ہیں۔

شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سچائی لانے والے حضرت محمد ﷺ اور تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کے علاوہ بھی جتنے لوگوں نے تصدیق کی وہ سب حکماً اس آیت میں آتے ہیں۔ اسی لئے جمع کا صیغہ لایا گیا کہ وہ سب متقی ہیں۔ **فائدہ**: سچائی لانے والے کا صیغہ واحد کا ہے۔ کہ وہ صرف حضور ﷺ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے قرآن لائے۔



لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۴

ان کیلئے ہے جو وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس۔ یہ بدلہ ہے نیک لوگوں کا ۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

تا کہ دور کرے اللہ ان سے برائیاں جو انہوں نے کیں ۔ اور بدلے میں ان کو اجر دے جو زیادہ اچھا ہو

الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۵

اس سے جو تھے وہ عمل کرتے ۔

(بقیہ آیت نمبر۳۳) **مسئلہ**: اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جو بھی احکام لائے ۔ اسکی تصدیق انہوں نے پہلے خود کی ۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام خود اپنی ذات کیلئے بھی رسول ہیں ۔ حضرت ابوبکر ہی صدیق اکبر ہیں ۔ اس لئے کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے صدیق کہا ۔ اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ہر بات کی وہ تصدیق کرتے ۔ خواہ وہ بات حضور ﷺ کے متعلق کسی کافر نے کی ہو اور وہ بات اچھی ہو تو آپ تصدیق کرتے ۔ جیسے معراج کی تصدیق سب سے پہلے کی ۔ اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیوض و برکات حضور ﷺ کو نصیب ہوئے وہ سب آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیئے ۔ (مشکوٰۃ)

(آیت نمبر۳۴) ان پرہیزگار لوگوں کو ان کے نیک اعمال کے بدلے میں جو انہوں نے دنیا میں کئے ۔ رب کریم کی طرف سے وہ کچھ عطا ہوگا ۔ جو وہ چاہیں گے ۔ اس سے مراد منافع کا حاصل ہونا اور ضرر کا ختم کرنا ۔ لیکن اس کا تعلق صرف جنت سے نہیں ہے ۔ بلکہ یہ تو دنیا میں قبر میں ۔ حشر میں ہر جگہ جہاں بھی انہیں ضرورت ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ کی عطا ان کے ساتھ ہوگی ۔ مثلاً ۔ آخرت میں ہولناکی سے بچاؤ اور حساب و کتاب میں آسانی یا پلصراط سے پرامن عبور یہ تو جنت میں جانے سے پہلے ہوں گے ۔ جنت میں تو جو وہ چاہیں گے وہی ملے گا بلکہ جس چیز کا دل میں خیال آئیگا وہ سامنے موجود ہوگا ۔ یہی تو اچھا بدلہ ہے ۔ جو نیک عمل کرنے والوں کو ملے گا ۔ اور سب سے بڑی نعمت مشاہدۂ حق انہیں حاصل ہوگا ۔

(آیت نمبر۳۵) تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو دور کر دے یعنی معاف کر دے ۔ **فائدہ**: امام راغب فرماتے ہیں ۔ گناہ ختم کرنے والی چیز کو کفارہ کہتے ہیں ۔ خواہ قسم کا کفارہ ہو یا قتل وظہار کا ۔ یعنی گناہ کو ایسا ڈھانپنا کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں ۔ بلکہ اسے کفر زائل کرنے کے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے اور اس کلمہ کو محسنین کے ساتھ جوڑا ۔ مراد یہ ہے کہ اس کی امید انہیں رکھنی چاہئے ۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ

کیا نہیں ہے اللہ کافی اپنے بندے کو۔ اور وہ ڈراتے ہیں آپ کو اللہ کے سوا سے۔ اور جسے گمراہ کرے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ ﴿۳۶﴾

اللہ نہیں اسے کوئی ہدایت دینے والا۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۵) جنہوں نے نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادے گا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہ اجر عطا فرمائے گا۔ جو اس سے کئی گنا بہتر ہوگا جو دنیا میں انہوں نے نیک عمل کئے۔

فائدہ: یہاں "اسوء الذی" میں حقیقی زیادتی مراد لی جاسکتی ہے۔ یہ اس طرح کہ جو ذات بڑی بڑی برائیاں معاف فرماسکتی ہے۔ وہ چھوٹی خطاؤں کو کیوں معاف نہیں فرمائے گا۔ اسی طرح "احسن الذی" میں بھی مطلق فضیلت اور زیادتی مراد ہوگی۔ یعنی عمل سے کئی گنا اعلیٰ اجر ملے گا۔

بایزید بسطامی فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے کئی بار فرمایا۔ تجھے دارین کی شاہی دیتے ہیں۔ میں نے ہر بار انکار کیا۔ آخر میں فرمایا تجھے کیا چاہئے۔ عرض کی۔ مجھے صرف تیری رضا چاہئے۔

(آیت نمبر ۳۶) کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ عبد سے مراد عبد مقدس حضرت محمد ﷺ ہیں جن کو دشمنوں کے شر سے بچایا اور دیگر بھی ہر معاملے میں مدد فرماتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو ایسا کافی ہوا کہ ملک وملکوت کی سیر کرادی اور ایسے مقام پر لے گیا کہ نہ آنکھ پھری اور نہ حد سے بڑھی۔ اور دیکھتے ہی رہ گئے۔ **حدیث شریف**: جسے صرف ایک ذات کا فکر ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے دنیا وآخرت کا فکر نکال دیتا ہے۔ آگے فرمایا اے محبوب آپ کو یہ مشرک اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: کفار حضور ﷺ سے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے خداؤں کو برا کہتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ کہیں آپ کو تباہ نہ کردیں۔ یا آپ کو جنون ہوجائے گا یا کوئی عضو بےکار کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے بندے کو کافی ہوں اور جسے اللہ گمراہ کردے۔ سیدھے راستے پر جانے کی توفیق نہ دے۔ پھر اسے کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ جو اسے خیر وبھلائی کی راہ دکھائے۔ اور صراط مستقیم پر چلائے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِى انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

اور جسے ہدایت دے اللہ تو نہیں اسے کوئی گمراہ کرنے والا۔ کیا نہیں اللہ عزت والا بدلہ لینے والا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ

اور اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ فرمادو بھلا بتاؤ

مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ

تو جن کو تم پوجتے ہو سوا اللہ کے اگر چاہے مجھے اللہ تکلیف دینا کیا وہ ٹال دیں گے اس تکلیف کو

اَوْ اَرَادَنِىْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ ؕ

یا چاہے مجھ پر رحم کرنا کیا یہ روک سکتے ہیں اس کی رحمت کو۔ فرمادو کافی ہے مجھے اللہ۔

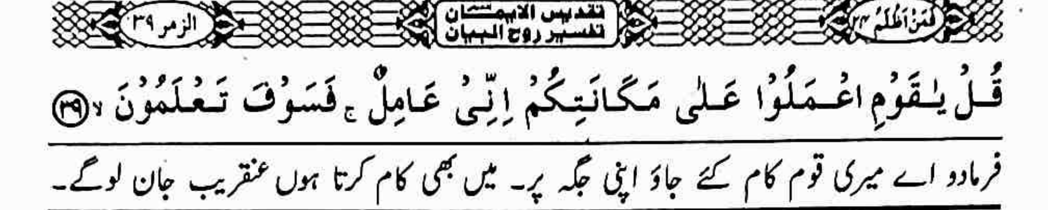
عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے۔

(آیت نمبر ۳۷) اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے۔ یعنی جسے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائے۔ اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ نہ اسے اصل مقصد سے پھیر سکے گا۔ نہ اسے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے کیونکہ جو کام اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے اسے کوئی اور نہیں کرسکتا۔ نہ اس کے ارادے میں کوئی حائل ہوسکتا ہے۔

آگے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ غالب بدلہ لینے والا نہیں ہے کہ جو اس کی عبادت کرے اسے عزت دیتا ہے اور اپنے دوستوں کے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دوست انبیاء عظام اور اولیاء کرام ہیں۔

(آیت نمبر ۳۸) اور البتہ اگر اے محبوب آپ ان مشرکوں سے پوچھیں۔ جو آپ کو بتوں سے ڈرا رہے ہیں کہ ان تمام آسمانوں اور زمینوں کو اور کل اجناس کو جسے کل جہان کہا جاتا ہے۔ یہ سب کس نے بنایا تو وہ جواب میں ضرور کہیں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ اس لئے کہ اس بات کا وہ انکار کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کی تخلیق کیلئے ذات حق تعالیٰ کی صفت خالقیت ایسی واضح ہے کہ اس میں کسی کیلئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔



قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳۹﴾

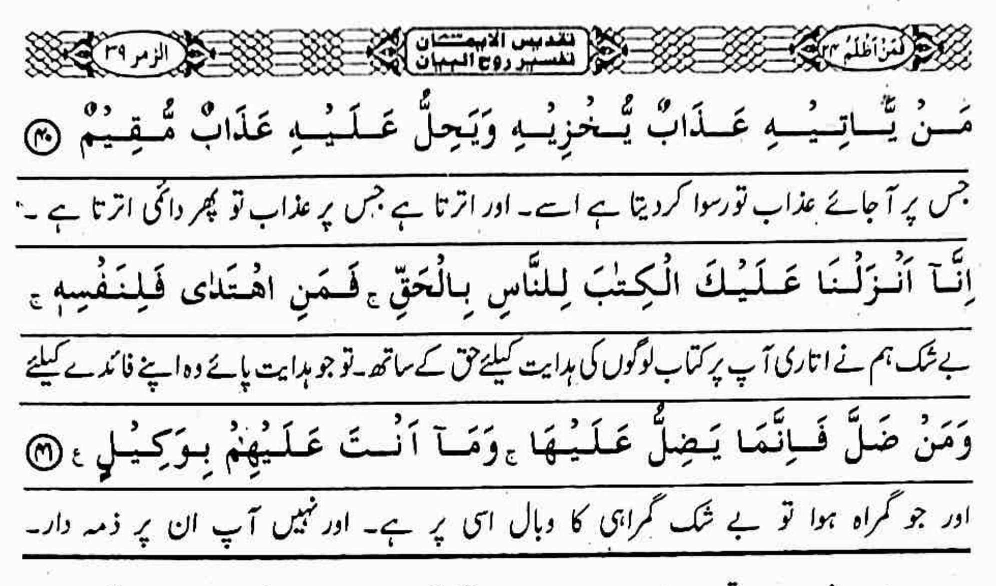
فرمادو اے میری قوم کام کئے جاؤ اپنی جگہ پر۔ میں بھی کام کرتا ہوں عنقریب جان لوگے۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۸) اے میرے محبوب فرمادیں۔ ان کفار کو زجر وتوبیخ سے پوچھیں بھلا تم بتاؤ کہ جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف دینے کا ارادہ فرمالے تو کیا تمہارے ان معبودوں میں سے کسی کو یہ ہمت توفیق ہے کہ وہ میرے دکھ درد کو ٹال دے۔ یعنی تمہارے معبودوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے۔ جس میں یہ طاقت وقدرت ہو اور اگر میرا رب مجھ پر رحمت کا ارادہ فرمالے یعنی مجھے صحت۔ دولت یا کوئی اور نفع مند چیز دینے کا ارادہ فرمائے۔ تو کیا یہ معبودان باطل اس کی رحمت کو روک سکیں گے۔ (ہرگز نہیں روک سکتے)۔

نکتہ: نفع اور ضرر کو اپنی طرف منسوب فرمایا اس لئے کہ کافر حضور ﷺ کو بتوں کے ضرر سے ڈراتے تھے اس لئے واضح فرمادیا کہ یہ بت تمہارے کچھ نہیں کر سکتے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محبوب اب کھلے عام اعلان فرمادیں مجھے میرا رب کافی ہے۔ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں بھروسہ کرنے والے۔

سبق: مسلمان پر لازم ہے صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور اس کے آگے جھکا رہے۔ ہر چیز اس کی فرمانبردار ہوگی۔ حضرت سفینہ کا مشہور واقعہ ہے۔ جنگل میں شیر سامنے آیا تو انہوں نے شیر سے کہا میں رسول اللہ کا غلام ہوں۔ شیر نے دم ہلا کر اشارہ کیا کہ مجھ پر سوار ہو جائیں اور شیر انہیں قافلے تک پہنچا کر واپس ہوا۔

(آیت نمبر ۳۹) اے محبوب ان کو فرمادو۔ اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ۔ یعنی میری عداوت اور مخالفت پر جمے رہو اور جو کچھ کرتے ہو کرتے رہو۔ میں بھی اپنے عمل اور توحید پر پختہ ہوں۔ گویا تم جتنی میری مخالفت زیادہ کروگے۔ اتنی ہی میری حالت اور زیادہ پختہ ہوگی۔ عنقریب تم جان ہی لوگے۔ یعنی قبر میں اور قیامت کے دن تمہیں سمجھ آجائے گی کہ میں نے صحیح کہا تھا یا نہیں۔ **فائدہ**: یاد رہے۔ یہ ارشاد کہ تم اپنے عمل کئے جاؤ کا یہ معنی نہیں کہ تمہارے عمل ٹھیک ہیں وہ کئے جاؤ۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ میرے سمجھانے کے باوجود تم باز نہیں آئے۔ تو پھر کئے جاؤ۔ جو کر رہے ہو۔ **سبق**: عقل مند وہی ہے جو توحید میں مخلص ہو۔ ماسوی اللہ سے دور رہے اور نبی کریم ﷺ کی کسی حال میں مخالفت نہ کرے۔



مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

جس پر آ جائے عذاب تو رسوا کر دیتا ہے اسے۔ اور اترتا ہے جس پر عذاب تو پھر دائمی اترتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ

بے شک ہم نے اتاری آپ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے حق کے ساتھ۔ تو جو ہدایت پائے وہ اپنے فائدے کیلئے

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۧ ﴿۴۱﴾

اور جو گمراہ ہوا تو بے شک گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔ اور نہیں آپ ان پر ذمہ دار۔

(آیت نمبر ۴۰) جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ برے عمل کس کے ہیں اور رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حور کو شرمندہ نہ کیا کرو۔ یعنی ایسے کام ہی نہ کرو۔ جن کی وجہ سے وہ تم سے شرمائیں۔ آگے فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے برے اعمال کی وجہ سے تم پر ہمیشگی والا عذاب اتر آئے۔ جو کسی وقت نہ ختم ہو نہ الگ ہو۔ اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ یعنی اے کافرو۔ تم برے عقیدے اور باطل اعمال کی وجہ سے تباہ ہو جاؤ گے اور ہم سچے عقیدے اور سچے عمل کی وجہ سے نجات پائیں گے۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ ہماری کامیابی کا راز کیا تھا۔ اور تمہیں خسارہ کیوں ہوا۔ جب تم سے سوال ہوگا تو تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ پھر نہ تمہارا کوئی سفارشی ہوگا نہ مددگار۔

(آیت نمبر ۴۱) بے شک ہم نے اس کتاب یعنی قرآن کو لوگوں کیلئے اتارا کہ لوگوں کی دنیا آخرت میں کامیابی کا دار و مدار اسی پر ہے اور اس کتاب کا اترنا حق کے ساتھ ہے۔ یعنی اس کتاب میں جو بھی ہے وہ حق۔ صدق اور درست ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ اس کے تمام احکام واجب العمل ہیں۔ لہٰذا جو ہدایت پا کر اسکے احکام پر عمل کرے گا۔ تو اس کی اپنی خوش نصیبی اور اسکا اپنا بھلا اور جو گمراہ ہوا تو گمراہی کا وبال خود ہی بھگتے گا اور اے محبوب آپ ان پر وکیل نہیں ہیں۔ یعنی نہ آپ کی ڈیوٹی ہے کہ آپ ان کے معاملات سلجھائیں اور نہ آپ کو اس لئے بھیجا کہ آپ انہیں ہدایت پر مجبور کریں۔ **حدیث شریف** : حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری اور میری لائی ہوئی ہدایت اور علم کی مثال بارش کی ہے جو کسی علاقے پر برسے۔ تو ایک حصہ زمین کو تو بہت فائدہ ہوا کہ وہ سرسبز و شاداب ہو گیا۔ کھیتیاں اگیں۔ (بخاری)۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ج

اللہ تعالیٰ موت دیتا ہے جانوں کو بہ وقت موت۔ اور جو نہیں مرے اپنی نیند میں ۔

فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط

تو روک لیتا ہے حکم ہوا جس پر موت کا۔ اور چھوڑ دیتا ہے دوسروں کو تاوقت مقرر ۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

بے شک اس میں نشانیاں ان لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۱) اس کی خوش حالی سے لوگ مستفید ہوئے۔ پانی خود پیا جانوروں کو بھی پلایا۔ دوسرا زمین کا وہ حصہ جہاں پانی پہنچا۔ لیکن پانی زمین میں جذب نہیں ہوا بلکہ اوپر ہی رک گیا۔ اس سے بھی فائدہ ہوا۔ مگر پہلے کی نسبت کم ہوا۔ تیسرا زمین کا وہ حصہ جو پتھریلا تھا۔ نہ وہاں پانی رکا۔ نہ جذب ہوا۔ بلکہ کسی اور جگہ چلا گیا۔ مفہوم یہ ہے کہ پہلے دو حصوں نے تو فائدہ اٹھایا۔ لیکن تیسرے حصے سے کسی نے فائدہ حاصل ہی نہیں کیا۔ **فائدہ:** معلوم ہوا عالم باعمل اور معلم خیر بارش کی طرح ہے۔

(آیت نمبر ۴۲) اللہ تعالیٰ ہی موت دیتا ہے۔ جانوں کو ان کی موت کے وقت۔

موت: حساس کے زوال کا نام ہے۔ جیسے قوت حساسہ کے بدن میں ہونے کا نام حیات ہے۔ اسی طرح اس کے نہ ہونے کا نام موت ہے۔ جب تک انسان میں قوت حس ہے اس وقت تک وہ حقیقی انسان کہلائے گا اور جب قوت حساسہ ختم ہوئی تو پھر مجازی انسان ہی رہ گیا۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کی روحوں کو ان کے بدنوں سے قبض کرتا ہے۔ **فائدہ:** عقل و معرفت اور ایمان سب روح کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ **فائدہ:** روح نکالنے کی ڈیوٹی اگرچہ فرشتوں کی ہے۔ لیکن اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے ہے کہ پیچھے حکم اسی کا کارفرما ہے۔ بلکہ ہر کام میں حکم اسی کا ہے۔ اگر اس کا حکم نہ ہو تو فرشتے جسم سے روح نکال ہی نہیں سکتے۔ (زہرۃ الریاض) جیسے جسم میں روح اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے۔ اسی طرح نکالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض خاص بندے ہیں۔ جن کا روح اللہ تعالیٰ خود نکالتا ہے۔ جیسے بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق بعض روایات میں آتا ہے۔ کہ ان کے پردے کی وجہ سے ان کا روح خود اللہ تعالیٰ نے قبض فرمایا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ

17/17

یا بنائے انہوں نے سوا اللہ کے سفارشی۔ فرمادو اگرچہ ہوں وہ نہ مالک

شَيْــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

کسی چیز کے اور نہ سمجھتے ہوں۔ فرمادو اللہ کے ہاتھ میں شفاعت ہے ساری۔ اسی کی بادشاہی ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور زمین میں پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۴۲) آگے فرمایا وہ انسان جن کی موت نیند کے وقت نہیں آئی۔ یعنی بعض لوگوں کو نیند میں ہی موت آجاتی ہے کہ روح کا تعلق بدن سے ظاہراً باطناً ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے۔ لیکن اس کی شعائیں باقاعدہ جسم میں موجود ہوتی ہیں۔ جس سے خواب دیکھتا ہے۔ جب جاگتا ہے تو فوراً روح بدن میں آجاتی ہے۔ جو باوضو سوتے ہیں۔ ان کی روح عرش کے نیچے جا کر سجدہ ریز ہوتی ہے۔

(آیت نمبر۴۳) کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کو اپنا سفارشی بنالیا ہے۔

شـان نزول : قریش مکہ کا گمان تھا کہ ان کے بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا۔ اے محبوب آپ ان مشرکوں سے فرمادیں۔ یہ جن بتوں کو تم نے اپنا سفارشی ٹھہرالیا ہے۔ یہ تو کسی چیز کے مالک نہیں۔ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ جب ان کا عقل بھی نہیں تو یہ سفارش کیا کریں گے انہیں تو یہ بھی پتہ نہیں کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو۔ لہٰذا اے کافرو تم ان پتھروں سے سفارش کی امید نہ رکھو۔ **فـائـدہ:** عبادت اور شفاعت وہی مقبول ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ثابت ہے۔ اسی طرح اطاعت رسول بھی وہی مقبول ہے۔ جو شرع سے ثابت ہو ورنہ وہ خواہش نفسانی ہے۔

جلد-۸

(آیت نمبر۴۴) اے میرے محبوب آپ فرمادیں کہ تمام شفاعتوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا شفاعت بھی وہی کر سکے گا۔ جس کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور اسے اجازت ہوگی۔ "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ"۔ آگے فرمایا۔ زمین و آسمان میں صرف اسی کی بادشاہی حقیقی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں۔ آگے فرمایا۔ پھر تم اسی کی طرف بروز قیامت لوٹ کر جاؤ گے۔ اور وہ جیسے چاہے گا۔ (ان سے سلوک کرے گا)۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ج

اور جب ذکر ہو اللہ اکیلے کا تو سمٹ جاتے ہیں دل ان کے جو نہیں ایمان رکھتے قیامت پر۔

وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور جب ذکر ہو ان کا جو اللہ کے سوا ہیں پھر وہ خوش ہوتے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۴) **فائدہ** :الکواشی میں ہے۔ہم سب نے قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہونا ہے۔وہ ہمارے اعمال کا حساب لے گا۔اور اسی کے مطابق بدلہ دے گا۔

حدیث شریف :حضور ﷺ نے فرمایا۔میری شفاعت امت کے کبیرہ گناہ والوں کیلئے ہے۔

فائدہ :امت سے مراد امت اجابت ہے۔کافر کی نہ شفاعت کوئی کریگا نہ قبول ہوگی۔اس نے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔**فائدہ**:یہ بات بھی یادر ہے کہ قیامت کے دن حسب ونسب کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ورنہ نوح علیہ السلام کا بیٹا یا یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد بخش دی جاتی۔وہاں ہر ایک کا اپنا ایمان اور عمل دیکھے جائیں گے۔عمل کے بغیر بخشش ممکن ہے مگر ایمان کے بغیر ناممکن ہے۔

(آیت نمبر ۴۵) اور جب اللہ وحدہ لاشریک کا ذکر کیا جائے تو ان کافروں کے دل سمٹ جاتے ہیں۔ان کے قلبی انقباض کا اثر ان کے چہروں پر ظاہر ہو جاتا ہے اور جب اللہ کے ماسوی کا ذکر ہوتا ہے۔یعنی جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے بتوں کا بھی ذکر ہو تو اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں۔کیونکہ وہ اپنے بتوں کے نام پر دل وجان سے فدا ہیں۔اسی لئے ان کا نام سنتے ہی خوشی سے پھول جاتے ہیں اور حق کو بالکل بھول جاتے ہیں۔

فائدہ :چونکہ وہ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔اس لئے انہیں خالی ذکر الٰہی پر خوشی نہیں ہوتی۔اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو دل معرفت الٰہی سے خالی ہو۔وہ ذکر الٰہی سے مانوس نہیں ہوتا اور نہ اسے ذکر الٰہی سے دل کو سکون ملتا ہے۔

اللہ کا ہم نشین :موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے موسیٰ کیا میں تیرے گھر میں تیرے ساتھ رہوں۔عرض کی۔یا اللہ تو تو زمان ومکان سے پاک ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔اے موسیٰ کیا تجھے معلوم نہیں۔جو مجھے یاد کرتا ہے۔میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں اور بندہ جہاں مجھے تلاش کرے میں اسے وہاں ہی مل جاتا ہوں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ

فرمادو اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے غیب اور حاضر کے۔ تو

تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ

فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں میں جن باتوں میں تھے وہ اختلاف کرتے۔ اور اگر بے شک

ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَا فْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ

ظالموں کیلئے ہو جو زمین میں ہے تمام۔ اور اتنا اور بھی اس کے ساتھ تو ضرور فدیہ دیں جان چھڑانے کو۔ برے

الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾

عذاب سے بروز قیامت۔ اور ظاہر ہوگیا انہیں اللہ کی طرف سے جس کا نہیں تھا انہیں گمان۔

(آیت نمبر ۴۶) فرمادیں۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین کو عجیب طریقے سے پیدا کرنے والے اور غائب وحاضر سب کچھ جاننے والے۔ اے اللہ تو ہی اپنے بندوں میں فیصلہ فرماتا ہے۔ ان امور میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور ایسا فیصلہ فرمائے گا۔ کہ مخالف بھی مانے گا اور اس کے آگے اپنا سر جھکائے گا۔ اس سے مراد آخرت میں تمام لوگوں میں جتنے اختلافات ہیں۔ ان تمام اختلافات کا فیصلہ فرمادے گا۔ **فائدہ:** اس آیت میں توحید والوں اور مشرکین کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام کام حکم الٰہی کے مطابق اور مشرکین کے سب کام شہوات اور خواہشات نفسانیہ سے۔ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ **مسئلہ:** اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کا فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے اور اس میں ضرور حکمت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ فیصلوں میں ضروری نہیں کہ عدل وانصاف بھی ہو۔ یا اس مین حکمت ہو۔

(آیت نمبر ۴۷) اگر ظالموں کو دنیا کے تمام خزانے اور ذخیرے اور اموال مل جائیں اور اس برابر اتنا مال اور بھی قیامت کے دن میسر آجائے تو وہ اس دن کے بڑے عذاب سے بچنے کیلئے فدیہ کے طور پر وہ سب مال دے دیں تو بھی وہ قبول نہ ہوگا۔ **فائدہ:** فدیہ جان بچانے کیلئے جو مال خرچ کیا جائے۔ زیادہ تر فدیہ کا اطلاق مشکلات ومصائب سے بچنے کیلئے جو مال خرچ کیا جائے اس پر ہوتا ہے۔ **فائدہ:** یہ بالفرض کے زمرے میں ہے۔ کہ اگر بالفرض ان کافروں کے پاس اتنا مال ہوا۔ کہ وہ جان بچانے کیلئے دیں۔

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور کھل گئیں ان کی برائیاں جو دنیا میں کیں۔ اور گھیر لیا انہیں اس نے جس کا تھے وہ مزاح بناتے۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۷) **فائدہ**: یہ صرف مثال بیان کی گئی ورنہ وہاں مال ہوگا کس کے پاس۔ اور بالخصوص کافروں کا مال تو نہ دنیا میں قبول نہ آخرت میں قبول کیا جائیگا۔ اور مسلمان ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیں تو وہ قبول ہوگی۔

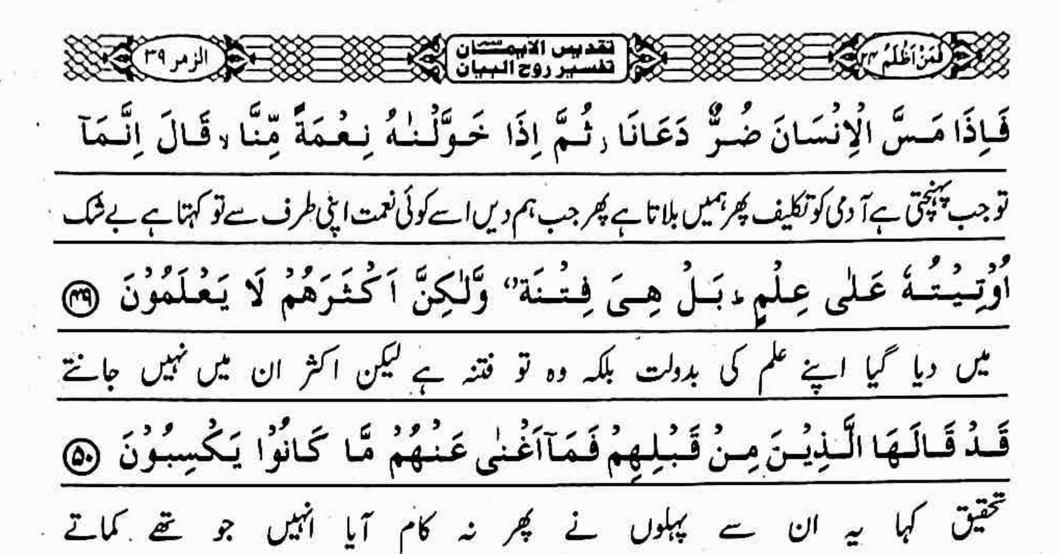
آگے فرمایا۔ اب انہیں سب ظاہر ہوگیا۔ یعنی جب قیامت کے دن سخت عذاب کو دیکھ لیں گے۔ تو اس وقت سمجھ آجائے گا کہ وہ غلطی پر تھے۔ انہیں یہ تو گمان تھا کہ آخرت میں عذاب ہوگا۔ لیکن یہ انہیں یقین تھا کہ بت سفارش کر کے بچا لیں گے۔ لیکن جب عذاب ایسے طریقے سے آپہنچا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا۔ اور بت بھی کام نہ آئے۔

(آیت نمبر ۴۸) اب ان کے سارے اعمال اور صحیفے جن میں ان کے اعمال ہونگے۔ سب ان کے سامنے آجائیں گے اور وہ اعمال انہیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ یا عذاب انہیں گھیر لے گا۔ یہ اس کا وبال ہوگا۔ جو دنیا میں اللہ کے نیک بندوں سے ٹھٹھہ مزاح کیا کرتے تھے اور جو ان کے ساتھ مکر وفریب کرتے تھے۔ اسی کا عذاب ہے یا جو وہ دنیا میں قرآن اور اہل اسلام سے مزاحیں کرتے تھے۔ اسی کی سزا ہوگی۔

حدیث میں ہے کہ بے شک ایک قوم (فاسق وفاجر مسلمان) جب دھکیل کر جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے تو داروغہ جہنم کہے گا کہ پہلے جو لوگ جہنم میں گئے ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی تھیں اور تمہارا یہ حال نہیں تو وہ کہیں گے کہ ہمارے تو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ہم جہنم میں جائیں گے۔ (مجمع الزوائد)

فائدہ: ابواللیث نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نیک اعمال کے ساتھ برے اعمال بھی کر لیتے تھے اور شرک بھی کر لیتے تھے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بعض ایسے لوگ ہیں۔ جنہیں صرف اعمال پر سہارا ہوگا۔ لیکن قیامت کے دن ان کے سب اعمال رد کر کے پھینک دیئے جائیں گے۔ لہذا مسلمان کو چاہئے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرے۔ اور نیک اعمال خالص رضائے الٰہی کیلئے کرے۔

حکایت: حضرت محمد بن المنکدر نزع کے وقت رو رہے تھے۔ آپ سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ممکن ہے میرے اعمالنامے میں وہ عمل نکل آئے جسے میں نے حساب میں نہ رکھا ہو۔ پھر مجھ سے پوچھا جائے۔ تو میں کیا جواب دونگا۔



فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَآ

توجب پہنچتی ہے آدمی کو تکلیف پھر ہمیں بلاتا ہے پھر جب ہم دیں اسے کوئی نعمت اپنی طرف سے تو کہتا ہے بے شک

اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ط بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾

میں دیا گیا اپنے علم کی بدولت بلکہ وہ تو فتنہ ہے لیکن اکثر ان میں نہیں جانتے

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾

تحقیق کہا یہ ان سے پہلوں نے پھر نہ کام آیا انہیں جو تھے کماتے

فائدہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی تو تین بار فرمایا کہ ریاء کاروں کیلئے بڑی خرابی اور ہلاکت ہے۔ کشف الاسرار میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد ان کے وہ اعمال ہیں۔ جنہیں وہ نیکیاں سمجھتے رہے۔ حالانکہ وہ نیکیاں نہیں تھیں۔ بلکہ وہ برائیاں تھیں۔

فائدہ: غالباً اس سے مراد ریاکار اور شہرت پسند لوگوں کے اعمال ہیں۔ (یا آج کل کی پیروی کا دھندا ہے)

(آیت نمبر ۴۹) تو جب کسی انسان کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو پھر وہ ہمیں پکارتا ہے۔ جیسے عام لوگوں کی عادت ہے۔ لیکن یہاں مشرکین کا ذکر ہے کہ جو توحید کے ذکر سے جلتے اور بتوں کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں۔ انہیں جب کوئی بیماری یا دکھ درد پہنچتا ہے تو اسے دفع کرنے کیلئے اللہ کو پکارتے ہیں۔ جس کے ذکر سے ان کے دل گھبراتے تھے۔ اب مصیبت میں اسی کو پکار رہے ہیں۔ پھر جب ہم اس کا دکھ درد دور کر دیتے ہیں اور دولت دنیا عطا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ یہ نہیں کہتا کہ میرے رب نے عطا کیا ہے بلکہ وہ کہتا ہے یہ تو میرے علم و ہنر کا کمال ہے۔ یہ میرا حق تھا جو مجھے ملنا ہی چاہئے تھا۔ ملا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد کر کے فرمایا کہ وہ بات نہیں جو کافر کہتا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ نعمت انسان کیلئے ایک آزمائش ہے کہ بندہ نعمت ملنے پر شکر کرتا ہے یا ناشکری۔ آگے فرمایا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کہ یہ دولت دنیا ان کے لئے آزمائش ہے یا نہیں۔

(آیت نمبر ۵۰) تحقیق ان سے پہلے لوگوں نے بھی یہ کلمہ کہا ہے۔ یعنی یہ کہ مجھے جو ملا میرے علم و ہنر کی وجہ سے ملا۔ قارون بھی یہی کہتا تھا اور اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے کافروں نے یہ کلمہ کہا تھا۔ لیکن یہ بات وہی لوگ کہتے ہیں۔ جنہیں دولت دنیا نے دھوکے اور فریب میں رکھا ہو۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ

تو آپڑیں ان پر برائیاں اس کی جو انہوں نے کمایا۔ اور جو ظالم تھے ان میں عنقریب پڑیں گی

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾

برائیاں جوانہوں نے کمائیں۔نہیں وہ قابو سے نکلنے والے۔

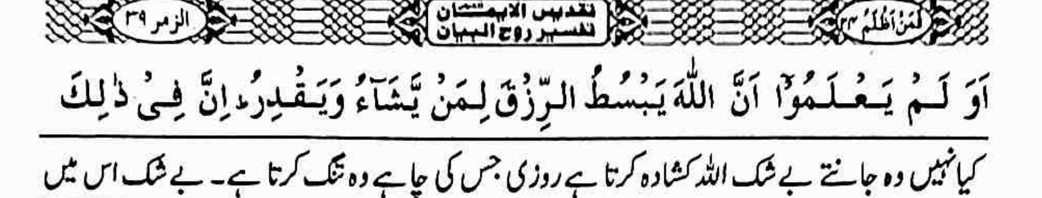
(بقیہ آیت نمبر ۵۰) آگے فرمایا کہ پھرانہیں اس مال ودولت نے اور علم وہنر کی کمائی نے نہیں بچایا۔یعنی جب ان پر عذاب آیا۔تو پھر جس علم وہنر پر انہیں ناز تھا اس علم وہنر نے نہ بچایا۔نہ مال ودولت کام آیا۔سب کچھ وہیں دھرے کا دھرارہ گیا اور وہ موت کے منہ میں چلے گئے۔

(آیت نمبر ۵۱) تو پھران کی بداعمالیوں کی سزائیں انہیں پہنچیں۔

فائدہ: سزاؤں کو سیئات اس لئے فرمایا کہ برائیوں کی بے شمار اقسام ہیں۔ان کی سزائیں بھی اسی طرح بے شمار ہوں گی۔ برائی کی سزا اسی کی مثل برائی سے ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ ان کی سوچ غلط تھی کہ یہ دولت دنیا ہمارے اپنے علم وہنر کی وجہ سے ہے۔تو پھر جب انہیں عذاب نے گھیرا۔علم وہنر اس وقت بھی ان کے پاس تھا۔اس وقت نہ علم وہنر کام آیا نہ مال ودولت۔**فائدہ**: اللہ تعالیٰ کفار مکہ کو یہ وعید سنا رہے ہیں کہ ان اہل مکہ میں بھی جو لوگ ظالم ہیں۔یعنی جنہوں نے بھی حد سے تجاوز کیا۔

عنقریب ان کے کردار یعنی کفر اور گناہ جو بھی انہوں نے کئے ہیں۔اس کی وجہ سے ان پر بھی مصائب آئیں گے۔جیسے ان سے پہلے لوگوں پر آئے۔چنانچہ سات سال تک یہ بھی سخت قحط میں مبتلا ہوئے۔ان کے تمام لیڈر بدر میں مارے گئے۔اس لئے یہ اب بھی کہیں قابو سے نکل نہیں سکتے کہ وہ (معاذ اللہ) پکڑے نہ جا سکیں۔

فائدہ: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہمیں عذاب پہنچانے یا انہیں پکڑنے میں عاجز نہیں کر سکتے۔



اَوَ لَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کیا نہیں وہ جانتے بے شک اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کی چاہے وہ تنگ کرتا ہے۔ بے شک اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ؏ ﴿۵۲﴾

ضرور نشانیاں ہیں ایمان والوں کیلئے۔

(آیت نمبر۵۲) کیا وہ نہیں جانتے اور اس بات سے غافل ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزق پھیلا دیتا ہے۔ جس کیلئے وہ چاہتا ہے۔ رزق کا زیادہ ہونا کسی کے علم و ہنر پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ اور اسی طرح جس کے لئے چاہتا ہے تنگ بھی کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا۔ رزق کے گھٹانے اور بڑھانے میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں اور اس کے اختیار میں ہے۔

فائدہ: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی کا رزق گھٹانے کا مقصد اسے ذلیل و خوار کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا جیسے تقاضا ہو جائے۔ وہ ویسے ہی کرتا ہے۔ یہ بھی امتحان ہوتا ہے۔

اہل مکہ کو مال کی فراوانی ہوئی تو انہوں نے ناشکری کی۔ پھر جب ان پر قحط کا عذاب آیا تو مردار اور چمڑے اور ہڈیاں بلکہ وہ گوبر تک کھا گئے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اس رزق کی تنگی اور کشادگی میں بھی بے شمار نشانیاں ہیں۔ جو بتاتی ہیں کہ تمام حوادثات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کیلئے بیان ہوئیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ سابقہ واقعات سے سبق حاصل کریں اور عبرت حاصل کریں۔

فائدہ: انسان کی عادت ہے کہ شدت و مصیبت میں زاری و انکساری کرتا ہے۔ لیکن مصیبت ٹل جاتی ہے تو شکر تو درکنار شرک کرنا شروع کر دیتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ مصائب دور کرنے والے کو کثرت سے یاد کرتا۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ عیش و عشرت میں تم خدا کو یاد کرو۔ پھر دکھ مصیبت میں وہ تمہیں یاد رکھے گا۔ رواہ الضحاک (والترمذی)

سبق: انسان کو چاہئے کہ اپنے ارادے کو چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے حکم و قضاء کے سامنے اپنا سر جھکا دے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط

فرمادو اے میرے بندو جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر۔ ناامید نہ ہو رحمت خداوندی سے ۔

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾

بے شک اللہ بخشنے والا ہے گناہوں سب کو بے شک وہ ہی بخشش والا رحمت والا ہے ۔

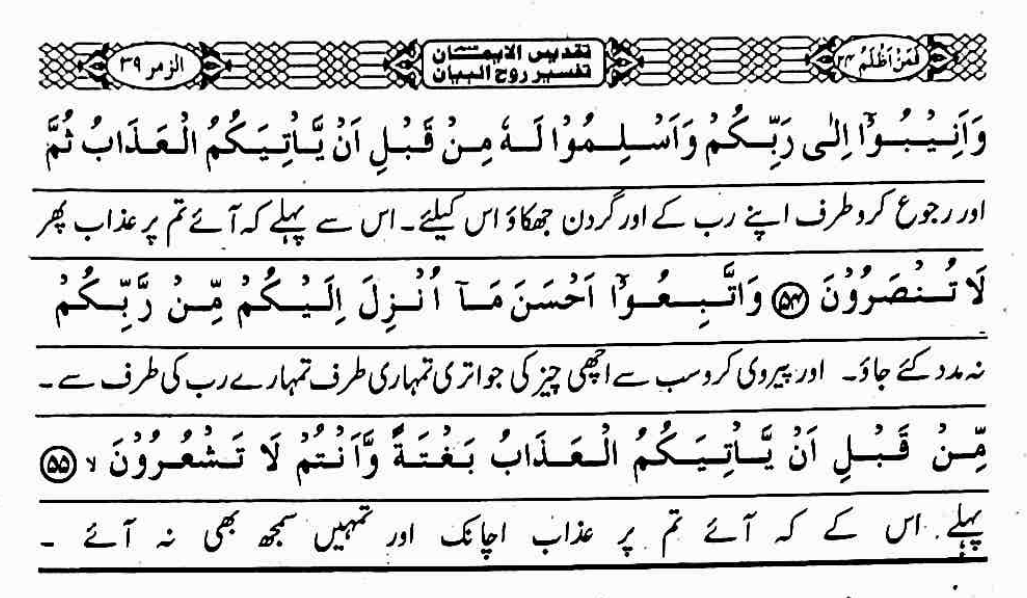
(آیت نمبر۵۳) اے محبوب میرے ان بندوں سے فرمادیں۔ جنہوں نے گناہ اور فواحش میں حد سے تجاوز کیا۔ **شان نزول** :التکملہ میں ہے کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کوشہید کرنے والے وحشی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی طرف لکھا کہ اگر میں توبہ کروں تو کیا میری توبہ قبول ہوگی یا نہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کوبخشش کی امید دلادی۔ حضرت وحشی کوایک اوراعزاز یہ بھی حاصل ہوا کہ مسیلمہ کذاب جھوٹے مدعی نبوت کو بھی انہوں نے جہنم رسید کیا۔ اس امید سے کہ بروز قیامت حضور ﷺ کا قرب حاصل ہو۔

فائدہ :اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کوعذاب سے بچانے کا نام رحمت ہے۔ مفسرین نے اس کا معنی کیا ہے کہ اے اللہ کے بندو۔ اس کی بخشش سے پھراس کے فضل واحسان سے ناامید نہ ہو۔

بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کوبخش دے گا۔ اس لئے کہ وہ مالک ہے۔ جسے چاہے بخش دے۔ وہ بڑی قدرتوں کا مالک ہے۔ کسی کوجرموں کی سزادے یا معاف کردے۔ وہ بادشاہ ہے۔

فائدہ :وہ تو گناہوں کی معافی کا وعدہ فرما چکا ہے۔ خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں۔ خواہ ریت کے ذروں سے بھی زیادہ ہوں۔ **فائدہ** :یادرہے یہ مخصوص عنہ البعض ہے۔ اس میں کفروشرک داخل نہیں ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی دنیا میں کوئی بھی سچے دل سے توبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ بعض گناہ گاروں سے فرمائے گا۔ دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ دری کی۔ آج بھی تیرے گناہ بخش دیتا ہوں۔ (ریاض الصالحین)۔ فائدہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت اہل ایمان کیلئے اطمینان بخش ہے۔ مگر ہمارے لئے آیت: "ولسوف يعطيك ربك فترضى" والی تسلی بخش ہے۔



وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ

اور رجوع کرو طرف اپنے رب کے اور گردن جھکاؤ اس کیلئے۔ اس سے پہلے کہ آئے تم پر عذاب پھر

لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

نہ مدد کئے جاؤ۔ اور پیروی کرو سب سے اچھی چیز کی جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے۔

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۙ ﴿۵۵﴾

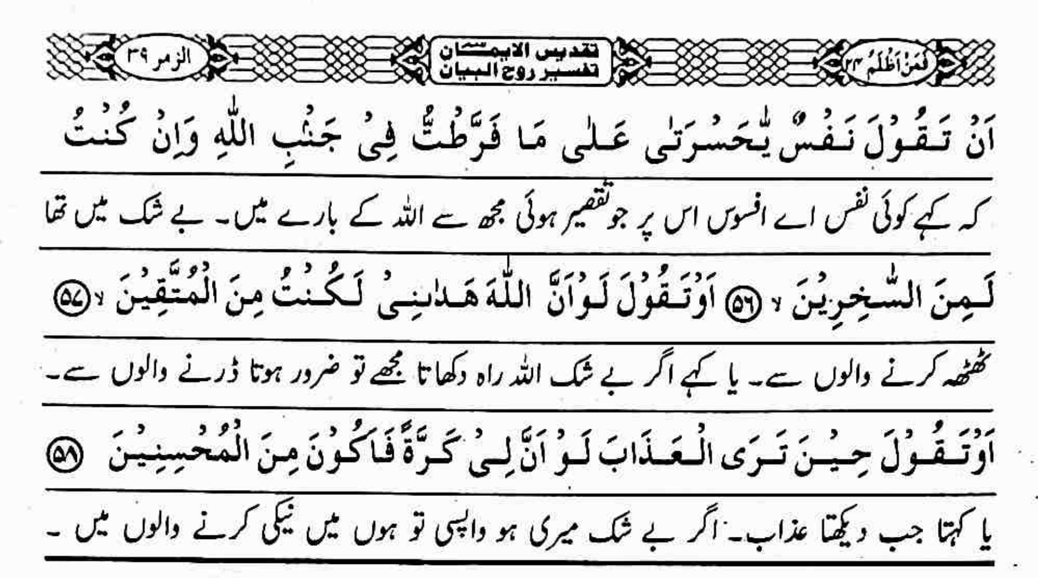
پہلے اس کے کہ آئے تم پر عذاب اچانک اور تمہیں سمجھ بھی نہ آئے۔

(آیت نمبر ۵۴) اے بندو توبہ کے بعد اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور اسکے آگے سر تسلیم خم کرو۔ یعنی اس کیلئے خالص عمل کرو۔ اس سے پہلے کہ تم پر دنیا کا یا آخرت کا عذاب آ جائے۔ پھر تم مدد بھی نہیں کئے جاؤ گے۔ یعنی اگر توبہ نہیں کرو گے۔ تو پھر عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں عذاب سے بچانے کیلئے کون مدد کریگا۔ آیت کے ظاہر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب کفار سے ہے۔ پھر مطلب یہ ہے کہ اے کافر و کفر سے باز آ ؤ۔ اور توبہ کر کے ایمان و توحید میں مخلص ہو جاؤ۔ اور اگر یہ خطاب اہل ایمان کو ہے تو فرمایا کہ عبادت میں اخلاص پیدا کرو۔

(آیت نمبر ۵۵) اور سب سے اچھی چیز کی پیروی کرو۔ جو تمہارے رب نے تمہاری طرف نازل کی۔ یعنی قرآن مجید کی اتباع کرو اور دوسرے مقام پر قرآن مجید کو احسن الحدیث کہا گیا۔

فــائـده :علامہ بیضاوی وغیرہ نے فرمایا۔ اس سے مراد وہ امور ہیں جن سے انسان کو نجات ملے اور دنیا و آخرت میں جن سے سلامتی پائے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اس سے مراد ہے۔ اطاعت پر ہمیشگی کرو اور گناہوں سے اجتناب کرو۔

آگے فرمایا کہ اس سے پہلے پہلے کہ تم پر عذاب اچانک آ جائے۔ جس کا تمہیں وہم و گمان بھی نہ ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس سے مراد موت ہو کیونکہ یہ بھی اخروی عذاب کی کنجی ہے۔ آگے فرمایا کہ تم اپنی غفلت کی وجہ سے اسے سمجھ ہی نہ سکو۔



اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ

کہ کہے کوئی نفس اے افسوس اس پر جو تقصیر ہوئی مجھ سے اللہ کے بارے میں۔ بے شک میں تھا

لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۙ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۵۷﴾

ٹھٹھہ کرنے والوں سے۔ یا کہے اگر بے شک اللہ راہ دکھاتا مجھے تو ضرور ہوتا ڈرنے والوں سے۔

اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

یا کہتا جب دیکھتا عذاب۔ اگر بے شک میری ہو واپسی تو ہوں میں نیکی کرنے والوں میں۔

(آیت نمبر ۵۶) اے لوگو۔ مذکورہ امور کو جلد بجالاؤ۔ ورنہ پھر قیامت کے دن پچھتاتے ہوئے ہر ایک یہ کہے کہ ہائے افسوس۔ حسرۃ اس غم کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے ضائع ہوجانے سے لاحق ہو۔ جس پر نادم ہونا پڑے۔ آگے فرمایا کہ افسوس ہے۔ اس پر جو مجھ سے کوتاہی ہوئی۔ یا کوئی تقصیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اقامت حقوق اور طریق سلوک میں۔ آگے فرمایا کہ کہ بے شک میں نے کوتاہی کی کہ میں دنیا میں دین حق سے اور دین والے لوگوں سے ٹھٹھہ مخول کیا کرتا تھا۔ **فائدہ** :حضرت فارسی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے چھوڑ کر نفس کے پیچھے جائے اسے میں ہجر وفراق کی آگ میں جلاؤں گا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنی کوتاہی پر حسرت کرتا رہے گا۔

(آیت نمبر ۵۷) یا وہ بروز قیامت یہ کہے کہ کاش مجھے اللہ تعالیٰ اگر ہدایت دیتا۔ تو میں متقیوں سے ہوتا۔ یعنی کفر وشرک اور گناہوں سے بچنے والوں میں سے ہوتا۔ **حدیث شریف** :حضور ﷺ نے فرمایا۔ جب جہنمی جہنم میں جائیں گے تو انہیں دور سے ہی ان کے جنت والے محل دکھائے جائیں گے (جو وہ اپنی نالائقی کی وجہ نہ پاسکے) تو اس وقت انہیں سخت ندامت اور حسرت ہوگی کہ کاش ہم مسلمان ہوتے تو یہ ہمیں ملتے۔ (اربعین النووی)

ع: لیکن اب پچھتائے کیا ہو جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔

(آیت نمبر ۵۸) یا یہ کہے جب عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ کاش میرا دنیا کی طرف لوٹنا ہوتا تو میں عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے نیک لوگوں میں سے ہوتا۔ یہ کئی طرح کی باتیں وہ اس ماحول سے متحیر ہوکر کہیں گے۔ یا ویسے ہی دل بہلانے کیلئے جس کا انہیں اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یا وہ ندامت سے یہ بات کہیں گے۔ لیکن اس وقت نادم ہونا بھی کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ

ہاں ہاں تحقیق آئی تھیں تیرے پاس میری آیتیں تو نے جھٹلایا انہیں۔ اور تو نے تکبر کیا اور تھا

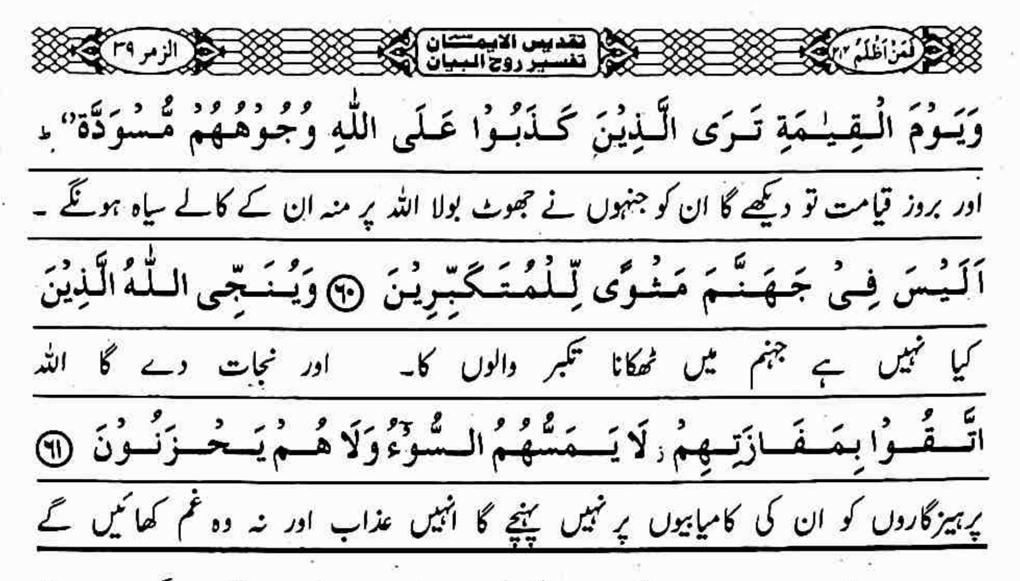
مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾

تو کافروں سے۔

(بقیہ آیت نمبر ۵۸) بعض مفسرین کا ارشاد ہے۔ یہ مختلف باتیں کہنے والے لوگ ہوں گے کوئی کچھ کہے گا کوئی کچھ۔ سلسلۃ الذہب میں ہے (اشعار کا ترجمہ) آخر کار موت (آدم خور) اسے نیند کی غفلت سے بیدار کرے گی۔ (۲) اسے یاد آئیگا کہ وہ اللہ کے سامنے کئی سال کھلے بندوں جرم و گناہ کرتا رہا۔ جو ساٹھ ستر سال بندے نے عمل کئے۔ خیر و شر سب سامنے آ جائے گا۔ ایک ایک عمل تیرے سامنے لائیں گے۔ اور کھول کر تیرے آگے رکھ دیں گے۔ گنبد بالا سے نیچے چھوڑیں گے تیری آواز ہو گی ہائے۔ افسوس۔ اس وقت حسرت کا دھواں چھوڑے گا یعنی بہت زیادہ افسوس کرے گا۔ لیکن حسرت اس وقت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

(آیت نمبر ۵۹) جب کہنے والا یہ کہے گا کہ اگر تو نے مجھے ہدایت دی ہوتی تو میں متقین سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ہاں ہاں میں نے تجھے عمر بخشی اس میں تیرے پاس میری قرآنی آیات آئیں جو کہ ہدایت کا سبب تھیں۔ لیکن تو بجائے ماننے کے الٹا منکر ہو گیا۔ اور نبی کو بھی جھٹلا دیا۔

فائدہ : بروز قیامت جب اعمالنامے ملیں گے تو جن کو بائیں ہاتھ میں ملیں گے۔ وہ اپنی کوتاہیوں پر حسرت کرے گا اور دوسری طرف متقین کے احوال کا بھی مشاہدہ کرے گا تو اہل تقویٰ کے مراتب پر رشک کرتے ہوئے آرزو کرے گا کہ کاش واپس دنیا میں مجھے جانے دیا جائے۔ یہ رشک انہیں جہنم دیکھ کہ بھی آئے گا۔ کیونکہ انہیں یقین ہو جائیگا۔ کہ اب خیر نہیں۔ اب یہی ایک ذریعہ ہے کہ عرض کریں۔ تا کہ دنیا میں واپس لوٹا دیا جائے۔ لیکن فرمایا جائے گا کہ تیرے پاس میری آیات آئیں تو انکو جھٹلا دیا اور تو نے تکبر کیا (کہ تو نے غریب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھنا گوارہ نہ کیا) میری آیات کو ماننے ان پر عمل کرنے سے اور ان کے حقوق کی ادائیگی سے جی چرایا اور کافروں کا ساتھ دیا۔ یعنی میری نعمتوں کو ٹھکرانے والوں کے ساتھ تھا۔ خاص کر میری کتابوں اور میرے نبیوں کو اور ان کے معجزات کا بھی تو نے جی بھر کر انکار کیا۔ اب تجھے کیسے چھٹکارا مل سکتا ہے۔



وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ

اور بروز قیامت تو دیکھے گا ان کو جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ پر منہ ان کے کالے سیاہ ہونگے ۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ

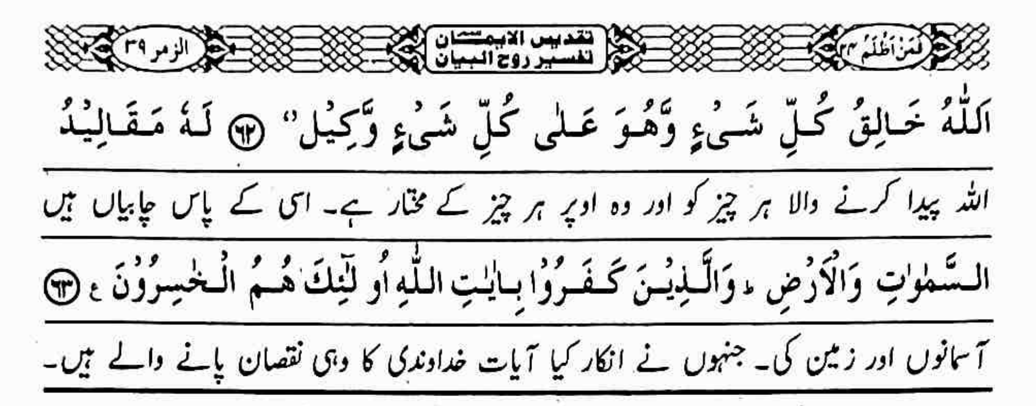
کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا تکبر والوں کا۔ اور نجات دے گا اللہ

اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ز لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

پرہیزگاروں کو ان کی کامیابیوں پر نہیں پہنچے گا انہیں عذاب اور نہ وہ غم کھائیں گے

(آیت نمبر۶۰) بروز قیامت تم ان لوگوں کا حال دیکھو گے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان گھڑے۔ کبھی کہا اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ کبھی کہا اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے۔ یا بت اس کے شریک ہیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں اس کی شان کے خلاف ہیں تو ایسے لوگوں کو تم دیکھو گے۔ ان کے چہرے سیاہ کالے ہوں گے۔ لعنت وظلمت ان کے چہروں پر عیاں ہوگی۔ یہ حال ان کا دوزخ میں جانے سے پہلے ہی ہوگا۔ دوسری جگہ فرمایا۔ مجرم چہروں سے ہی پہچان لئے جائیں گے۔ **فائدہ** :امام نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت چہروں کا رنگ دل کے مطابق ہوگا۔ دل سفید تو چہرے سفید اور دل سیاہ ہیں تو چہرے بھی سیاہ ہوں گے۔ یوسف بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سب سے زیادہ کالے سیاہ دل ان لوگوں کے ہونگے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹے دعوے کئے ہوں گے۔ یا ایسے ایسے احوال کا دعویٰ کریں گے۔ جس کا ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں (جیسے جھوٹے اور مکار آج کل کے پیر) آگے فرمایا کہ کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ **فائدہ** :نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہاں متکبروں سے مراد انبیاء واولیاء کے منکر ہیں۔

(آیت نمبر۶۱) اللہ تعالیٰ دوزخ سے ان لوگوں کو نجات دے گا۔ جو کفر اور گناہوں سے بچتے تھے تا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں۔ **فائدہ** :یعنی اللہ تعالیٰ انہیں اس ٹھکانے سے بچائے گا۔ جو متکبروں کا ٹھکانہ ہوگا اور وہ اپنے مقصود ومطلوب میں کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ یعنی انہیں جنت ملے گی۔ بلکہ جنت جانے سے پہلے بھی کسی ڈر یا غم میں مبتلا نہیں کیا جائیگا۔ نہ کسی قسم کی تکلیف ہوگی۔ یہ سب کامیابی ان کے تقوے کی وجہ سے ہوگی۔ اس کامیابی کے برابر کوئی بھی کامیابی نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ متقی دونوں جہانوں میں کامیاب ہے اور کامیابی کی انتہاء یہ کہ وہ دیدار الٰہی سے سرشار ہوگا۔



اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

اللہ پیدا کرنے والا ہر چیز کو اور وہ اوپر ہر چیز کے مختار ہے۔ اسی کے پاس چابیاں ہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾

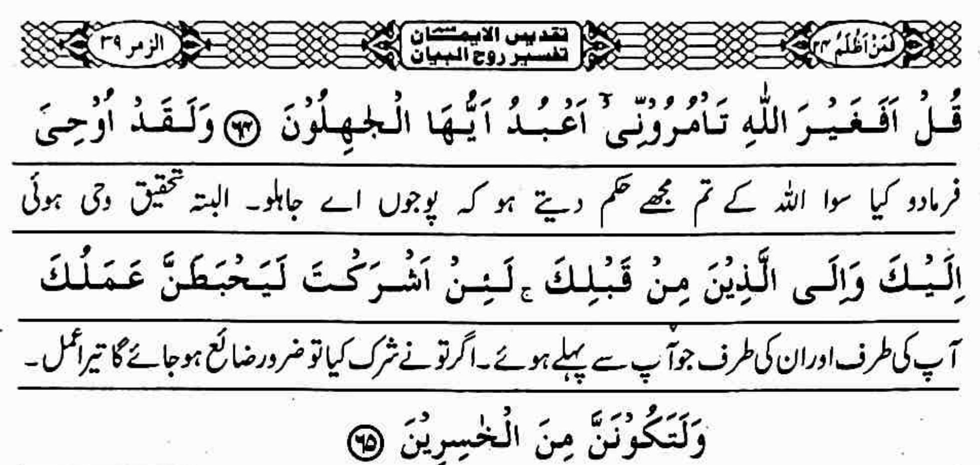
آسمانوں اور زمین کی۔ جنہوں نے انکار کیا آیات خداوندی کا وہی نقصان پانے والے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر ٦١) **فائدہ** :اس آیت میں تقوی وطہارت کی ترغیب دی گئی ہے کہ نجات کا سبب صرف تقوی ہے۔ **حکایت** :ذوالنون مصری سے ایک وزیر نے کہا۔ میرے لئے دعا فرمائیں میں بادشاہ سے سخت گھبرایا ہوا ہوں۔ فرمایا کاش مجھے اتنا اپنے پروردگار کا خوف ہوتا تو میں صدیقین میں ہوتا۔

(آیت نمبر ٦٢) اللہ پاک ہر چیز کا خالق ہے۔ خواہ خیر ہے یا شر۔ ایمان ہو یا کفر۔ آگے ارتکاب کنندہ بندہ خود ہے۔ بندہ خود ہی ان اسباب کو اختیار کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس میں صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔ اگر ایمان اختیار کرے تو ایمان میں اور کفر اختیار کرے تو کفر میں وہ پختہ ہو جاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا خود ہی کارساز ہے۔

وظیفہ : اسم وکیل کا وظیفہ کی برکت سے تمام حوائج پورے ہوتے ہیں۔ اور مشکلات دور ہو جاتی ہیں اور خیر وبرکت کے دروازے ہی کھل جاتے ہیں۔

(آیت نمبر ٦٣) اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں تمام جہانوں کی چابیاں۔ وہ جہان خواہ اوپر ہوں یا نیچے۔ ان میں اس کے سوا کوئی تصرف نہیں کرتا۔ روایت میں ہے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا۔ وہ چابیاں کون سی ہیں تو فرمایا۔ (١) "لاالہ الا اللہ"۔ (٢) "واللہ اکبر"۔ (٣) "سبحان اللہ وبحمدہ"۔ (٤) "استغفر اللہ"۔ (٥) "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"۔ (٦) "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن"۔ (٧) "بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر"۔ یہی زمینوں کے خزانے اور خیر وبرکت کی کنجیاں ہیں۔ انہیں بکثرت پڑھنے والا خیر وبھلائی کو حاصل کر لیتا ہے۔ زمین کے خزانے حضور ﷺ کے پاس لائے گئے لیکن آپ نے فرمایا۔ الٰہی میں چاہتا ہوں ایک دن بھوکا رہ کر صبر کروں ایک دن کھا کر شکر کروں۔ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کیا وہی لوگ خسارے والے ہیں۔



قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِیَ

فرمادو کیا سوا اللہ کے تم مجھے حکم دیتے ہو کہ پوجوں اے جاہلو۔ البتہ تحقیق وحی ہوئی

اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

آپ کی طرف اوران کی طرف جوآپ سے پہلے ہوئے۔اگرتو نے شرک کیاتو ضرور ضائع ہوجائے گا تیراعمل۔

وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

اور ضرور تو ہوگا نقصان پانے والوں سے۔

(آیت نمبر۶۴) اے محبوب فرمادیں۔کیا اتنی آیات کا مشاہدہ ومعائنہ کرنے کے بعد بھی اے جاہلو۔ مجھے یہ کہتے ہو کہ میں غیراللہ کی پرستش کروں۔

فائدہ: مشرکوں نے حضور ﷺ سے کہا۔کبھی تم ہمارے خداؤں کی پوجا کرلیا کرو۔کبھی ہم تمہارے خدا کی عبادت کرلیں گے یوں ہماری صلح رہے گی۔اسی موقع پر "قل یا ایھا الکافرون"سورۃ نازل ہوئی۔اورصاف انکار کردیا گیا کہ ہم کبھی بھی غیراللہ کی پرستش نہیں کریں گے۔اورنہ تم سچے خدا کوایک مانو گے۔

(آیت نمبر۶۵) البتہ تحقیق آپ کی طرف وحی کردی گئی ہےاورآپ سے پہلے انبیاء کی طرف بھی کہ اگر بفرض محال تم نے شرک کیا تو تمہاراعمل باطل ہوجائے گا۔یعنی نہ تمہارے عمل کا ثواب ملے گا۔نہ میرے ہاں معزز ومکرم ہوگےاورتم ضروراعمال ضائع ہونے کی وجہ سے خسارے والے ہوجاؤ گے۔

فائدہ: اس آیت میں مشرک کی قباحت بیان ہوئی۔تاکہ واضح ہوجائے کہ شرک انتہائی بری چیز ہے کہ معمولی ساشرک ہوجانے سے بھی سب عمل ضائع ہوجاتے ہیں۔**فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظاہراًاپنے نبی کوکہالیکن حکم سب کودیا کیونکہ حضور ﷺ سے تو شرک کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا۔اسی لئے بالفرض محال کامعنی کیا گیا۔دوسرا یہ کہ کافروں کوبھی ناامید کیا گیا کہ ہمارے نبی سے شرک کی کوئی امید نہ رکھنا۔ تیسری بات یہ ہے کہ جن آیات میں ایسے خطاب ہوں۔اگرچہ بظاہرانبیاء کرام علیہم السلام کیلئے ہوں۔ان سے اصل میں ان کی امت کے وہ افرادمراد ہوتے ہیں جوان پرایمان لائے۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝٦٦ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

بلکہ اللہ کی عبادت کر اور ہو شکر کرنے والوں سے۔ اور نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر کا۔

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ

اور زمین ساری اس کے قبضہ میں ہوگی بروز قیامت۔ اور آسمان لپیٹے جائیں گے اس کی قدرت سے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٦٧

پاک ہے وہ اور بلند ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں۔

(آیت نمبر ٦٦) بلکہ اے محبوب صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کریں۔ یعنی کفار کی بات مان کر ان کے خداؤں کی پوجا نہ کریں۔ **فائدہ**: اس آیت میں رد ہے اس کا جو کفار نے حضور ﷺ کو اپنے معبودوں کی عبادت کا کہا۔ آگے فرمایا کہ انعام ملنے پر شکر کرنے والوں سے ہو جائیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے آپ کو نبوت و رسالت عطا کی اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

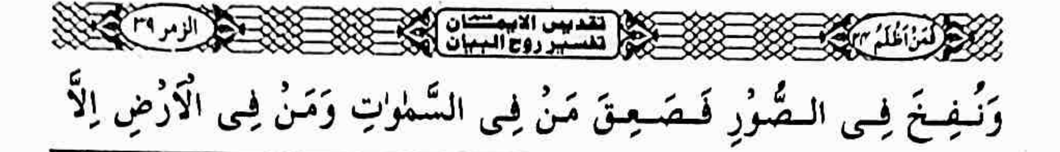
شکر کے تین درجے: (۱) اچھی چیزوں کے ملنے پر شکر بجالانا۔ اس میں سب لوگ شریک ہیں۔ (۲) دنیا میں تکالیف اٹھانے والے کو بروز قیامت اس کو شکر گزاروں میں بلایا جائے گا۔ (۳) منعم کے بغیر وہ کسی کو نہ دیکھے۔ ایسے انسان کو نہ نعمت پر نظر نہ شدت کی فکر۔ کیونکہ وہ مقام سر میں ہوتے ہیں۔

سبق: عاقل کو چاہیے کہ اپنی توجہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے۔ نہ دائیں دیکھے نہ بائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں سے بنائے۔ آمین۔

(آیت نمبر ٦٧) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق ادا نہیں کیا۔ اس لئے کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی کھائیں اور پوجا غیر اللہ کی کی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی مکمل طور پر عزت و عظمت نہیں کیونکہ یہاں قدر بمعنی عظمت ہے۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے معنی کیا کہ انہوں نے اس کے لائق اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا۔ اس لئے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی شان کے لائق پہچانتے۔ تو اس کا شریک نہ بناتے۔

آگے فرمایا زمین کے تمام طبقات اور کل اجزاء جو ظاہر ہیں یا پوشیدہ بروز قیامت اسی کے قبضہ میں ہونگے۔ یعنی اسی کی ملک اور تصرف میں ہیں۔ اس میں کسی کا کوئی تنازع نہیں۔



وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا

اور پھونکا جائیگا صور میں تو بے ہوش ہوگا جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے مگر

مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾

جس کو چاہے گا اللہ۔ پھر پھونکا جائیگا اس میں دوبارہ تو اس وقت وہ کھڑے دیکھتے ہوں گے۔

(بقیہ آیت نمبر ۶۷) یہ کل طبقات (اٹھارہ ہزار جہان) اگرچہ تمہیں بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلے میں مٹھی بھر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اسی طرح تمام آسمان بھی لپٹے ہوئے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ **فائدہ** : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ایسے ہیں۔ جیسے ہاتھ میں رائی کا دانہ۔

مسئلہ : بعض مفسرین نے اس آیت کو متشابہات میں شمار کیا ہے۔ اس کی تاویل کی گنجائش نہیں۔ آگے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور بلند و بالا ہے۔ اس سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

سبق : عقل والوں پر واجب ہے کہ وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی سطوت اور غلبہ سے ڈرتے رہیں۔ اس کے ذکر وفکر سے لحہ بھر بھی غافل نہ ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ذاکرین میں شامل فرمائے۔

(آیت نمبر ۶۸) اور صور میں پھونکا جائیگا تو اس سے سب مخلوق فنا ہو جائیگی۔ پھر جب دوسری مرتبہ پھونکا جائیگا۔ تو سب لوگ قبروں سے نکل کر میدان محشر میں آجائیں گے۔ صور اسرافیل ایک نورانی قسم کا قرن ہے۔ جو اسرافیل علیہ السلام نے حکم ربانی سے منہ میں رکھا ہوا ہے اور انتظار میں ہیں۔ کب حکم ہوتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس نورانی قرن کے چودہ دائرے ہیں۔ ہر دائرہ زمین وآسمان کے برابر ہے۔ ان میں ارواح جمع ہیں تو جب پہلی مرتبہ اسرافیل علیہ السلام اس قرن میں پھونکیں گے تو اس کی آواز سے آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والے سب ذی روح پر غشی طاری ہوگی اور اسی میں وہ مرجائیں گے۔ مگر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ اس سے مراد چار الوالعزم فرشتے ہیں۔ جبریل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام۔ یہ اس کے بعد حکم خدا سے مریں گے۔ سعدی مفتی نے فرمایا۔ ان کے ساتھ آٹھ فرشتے حملۃ العرش بھی ہیں۔ یعنی یہ بارہ فرشتے بعد میں فوت ہوں گے۔

ملک الموت پر موت : عزرائیل علیہ السلام مذکورہ فرشتوں کی روح نکال کر فارغ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ عزرائیل سے فرمائے گا۔ اب اپنی روح قبض کر۔ اس پر بھی اسی وقت موت واقع ہو جائے گی۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ

اور جگمگا اٹھے گی زمین نور الٰہی سے اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے نبی

وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور گواہ۔ اور فیصلہ ہوگا ان میں سچا اور وہ نہیں ظلم کئے جائیں گے۔

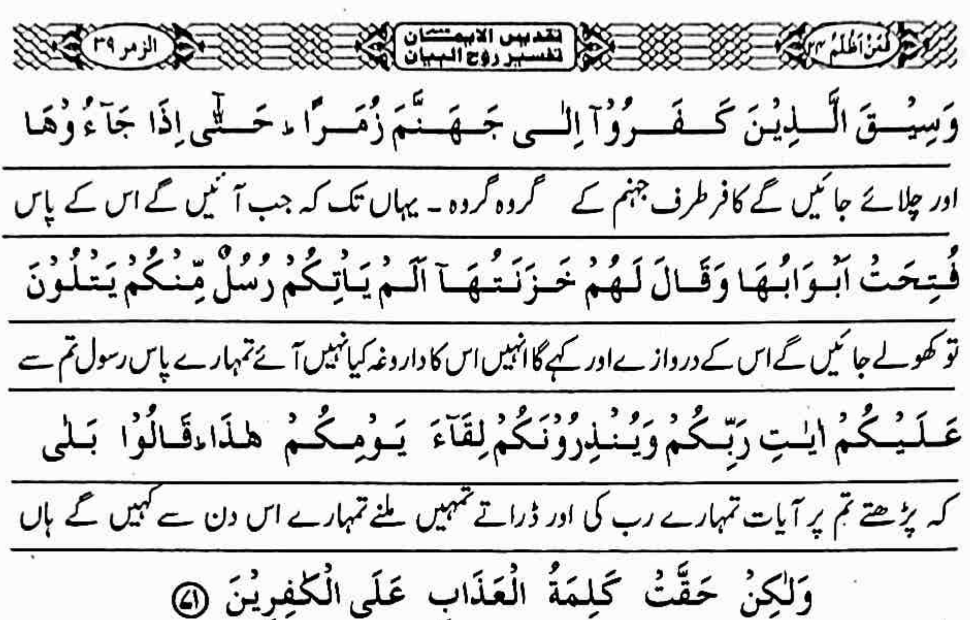
وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور پورا دیا جائیگا ہر جان کو جو اس نے عمل کیا اور وہ خوب جانتا ہے جو وہ عمل کرتے رہے۔

(بقیہ آیت نمبر ٦٨) پھر صرف ذات وحدہ لاشریک رہ جائے گی۔ آگے فرمایا پھر دوبارہ اس میں پھونکا جائے گا تو سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہونگے۔ حیران پریشان ادھر ادھر دیکھنے لگ جائیں گے کہ معلوم نہیں اب کیا ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے حضور ﷺ اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔ (قیامت کے بارے مزید تفصیلات درکار ہوں تو فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔

(آیت نمبر ٦٩) چمک اٹھے گی زمین۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمانے اس محشر کی زمین پر جلوہ افروز ہونگے تو زمین محشر نور علیٰ نور ہو جائے گی۔ اس لئے فرمایا کہ اپنے رب کے نور سے ساری زمین نور و نور ہو جائے گی۔ یا وہ نور مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دیا ہوگا۔ ان کے دائیں بائیں نور ہی نور ہوگا۔ اور نیکی بدی والی کتاب سب کے سامنے کھول کر رکھ دی جائے گی۔ یعنی ہر عمل والے کے اعمالنامے کو کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائیگا۔ اس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کو لایا جائیگا۔ اور اس کے بعد گواہوں کو بھی گواہی کیلئے لایا جائیگا۔ گواہ فرشتے بھی ہوں گے اور اہل ایمان بھی اور پھر ان میں حق یعنی عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔ کسی پر ظلم و زیادتی ہرگز نہیں ہوگی۔

(آیت نمبر ٧٠) ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ نیک اعمال پر اچھا اور برے اعمال پر برا۔ اور اللہ تعالیٰ کو تو ان کے اعمال کا بخوبی علم ہے۔ اس کے علم سے تو کوئی چیز چھپی نہیں ہے۔ گواہوں کی گواہی تو محض اتمام حجت کیلئے ہوگی اور ان گواہوں میں ہمارے اعضا بھی گواہی دیں گے۔



وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا

اور چلائے جائیں گے کافر طرف جہنم کے گروہ گروہ ۔ یہاں تک کہ جب آئیں گے اس کے پاس

فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ

تو کھولے جائیں گے اس کے دروازے اور کہے گا انہیں اس کا داروغہ کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم سے

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى

کہ پڑھتے تم پر آیات تمہارے رب کی اور ڈراتے تمہیں ملنے تمہارے اس دن سے کہیں گے ہاں

وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

لیکن ثابت ہوا قول عذاب والا اوپر کافروں کے۔

(آیت نمبر ۷۱) کفار کو ان کے لیڈروں کے ساتھ ہی باندھ کر لے جایا جائیگا۔ انہیں باندھ کر لے جانے میں ان کی تحقیر اور اہانت مطلوب ہے۔ ورنہ کسی کے بھاگنے کا کوئی چانس نہیں ہوگا۔ ان کے بڑے بڑے گمراہ کن اور چوٹی کے کافر آگے آگے جائیں گے۔ اور ان کے تابع داروں کو ان کے پیچھے پیچھے بھیجا جائیگا۔ یہاں تک کہ جب وہ ذلیل وخوار ہوکر جہنم کے قریب آئیں گے تو جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جیسے مجرم جیل کے قریب آتا ہے تو دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ داروغہ جہنم وہاں کھڑا ہوگا۔ ان جہنمیوں کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے۔ بلکہ ان کے درد والم میں اضافہ کرتے ہوئے انہیں کہے گا۔ کیا تمہارے ہاں رسول تمہاری ہی جنس سے نہیں آئے تھے۔ جو شکل وصورت میں تمہاری طرح بنا کر بھیجا گیا تھا۔ تاکہ تمہیں کلام الٰہی سمجھنے میں آسانی ہو۔ یعنی وہ تمہارے سامنے تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے اور تمہیں آج کے ملنے والے عذاب سے ڈراتے یا آج رب تعالیٰ سے ہونے والی ملاقات کے بارے میں بتلاتے۔ یہ بھی انہیں اس وقت توبیخ کی جائیگی کہ جب تمہارے پاس رسول تشریف لائے اور انہوں نے کتاب الٰہی پڑھ کر سنائی۔ تو وہ کہیں گے ہاں رسولان گرامی تو واقعی تشریف لائے تھے اور انہوں نے ہمیں آیات ربانی بھی سنائیں اور اس عذاب سے بھی ڈرایا تھا۔ لیکن شومیٔ قسمت کہ ہم نے ان کی کوئی بات نہیں مانی۔ **فائدہ**: اب وہ اقرار تو کررہے ہیں لیکن اس وقت کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دے گا تو اب وہ کہیں گے۔ اب کیا ہوسکتا ہے جبکہ کلمہ عذاب ہم پر ثابت ہوگیا جو اللہ تعالیٰ نے کفار کیلئے تیار کیا ہے۔

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

کہاجائیگا داخل ہو دروازہ ہائے جہنم سے ہمیشہ رہو اس میں۔ پس برا ہے ٹھکانہ

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ

تکبر والوں کا۔ اور چلائی جائیں گی اپنے رب سے ڈرنے والوں کی سواریاں طرف جنت کے گروہ گروہ۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ

یہاں تک کہ جب آئیں گے وہاں تو کھولے جائیں گے اس کے دروازے اور کہے گا انہیں داروغہ سلام ہو

عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾

تم پر۔ خوب رہے اب داخل ہو جنت میں ہمیشہ۔

(آیت نمبر ۷۲) پھر کہا جائے گا کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اب تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہ متکبروں کیلئے بہت برا ٹھکانہ ہے جو ایمان وطاعت اور حق سے انکار کیا کرتے تھے۔ یعنی وہ جہنم میں اس لئے گئے کہ وہ حق کے مقابلے میں تکبر کیا کرتے تھے۔ انہیں کفر اور تکبر جہنم میں لے جائیگا۔ **فائدہ:** معلوم ہوا۔ گناہ گار بھی دو قسم کے ہیں۔ کفر وجرائم پر اصرار کرنے والے۔ شیطان کے وفادار اور تابع دار۔ **حدیث قدسی:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ کبریائی میری چادر ہے۔ جو مجھ سے چھینے گا۔ میں اسے جہنم میں ڈالوں گا (رواہ ابوداؤد ۴۰۹۰ وابن ماجہ ۴۱۷۴)۔ **حدیث شریف:** حضور ﷺ نے فرمایا۔ وہ شخص ہرگز جنت میں نہیں جائے گا۔ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کئی لوگ اچھے کپڑے اور اچھا جوتا استعمال کرتے ہیں اور ہمارا بھی جی کرتا ہے کہ ایسے کرنا چاہئے تو کیا یہ تکبر ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نیت میں اگر تکبر نہیں ہے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے۔ (رواہ مسلم)

(آیت نمبر ۷۳) اور متقی پرہیزگار جماعت در جماعت جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ ان کی ترتیب، مراتب اور کمالات کے حساب سے ہوگی۔ ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے۔ جو بڑی عزت تکریم اور تعظیم کے ساتھ انہیں لے کر جائیں گے۔ اس میں انہیں نہ کوئی تھکاوٹ محسوس ہوگی۔



وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ

اور کہیں گے سب خوبیاں اس کی جس نے سچا کر دیا ہم سے اپنا وعدہ۔ اور وارث بنایا ہمیں اس زمین کا اب رہیں

مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾

ہم جنت میں۔ جہاں چاہیں تو کیا اچھا اجر ہے عمل والوں کا۔

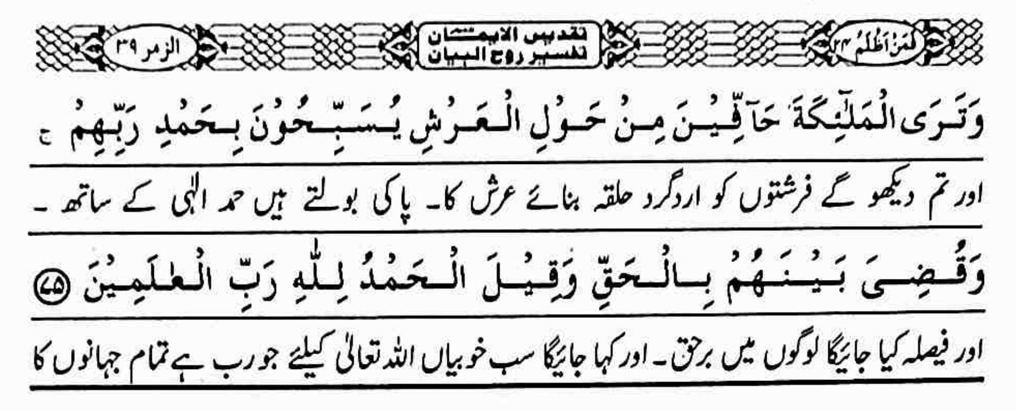
(بقیہ آیت نمبر ۷۳) نہ کوئی پریشانی بلکہ وہ انتہائی خوشی و سرور محسوس کر رہے ہوں گے اور اس دار الکرامت میں داخل ہونے کیلئے تیزی کریں گے۔

فائدہ: یہ اعزاز عوام مسلمین کا ہے۔ متقین کو جانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ جنت ان کے قریب لائی جائے گی۔ ان دونوں کے فرق کو قرآن نے بیان کر دیا اور ایک وہ گروہ ہوگا۔ جنہیں براق پر سوار کر کے جنت میں لے جایا جائے گا۔ یہ بھی بلند مرتبہ لوگ ہوں گے۔ سواریاں حسب اعمال مختلف قسم کی ہوں گی۔ اسی طرح ہر مومن کے ساتھ نور ہوگا اور نور بھی حسب اعمال ہوگا۔ بعض کا سورج بعض کا چاند کی طرح بعض کا ستارے کی طرح۔ آگے فرمایا کہ جب جنتی جنت کے قریب آئیں گے تو ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

سب سے پہلے جنت میں حضور ﷺ جائیں گے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور میری امت سے پہلے کسی امت کیلئے بھی جنت میں داخلہ روا نہیں ہوگا۔ آگے فرمایا کہ جب جنتی جنت کے دروازے پر آئیں گے تو جنت کا نگران فرشتہ جسے رضوان کہتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے فرشتے بھی جنتیوں کو سلام دیں گے۔ ''سلام علیکم'' کہیں گے۔ یعنی اے جنتیو اب ہمیشہ کیلئے تم پر امن اور سلامتی میں رہو گے۔

ارشاد مولا علی: جب جنت کے قریب جائیں گے تو وہاں ایک نہر ہوگی جس میں غسل کریں گے۔ اور اس کا پانی پئیں گے تو ان کا ظاہر باطن سب پاک صاف ہو جائے گا تو فرشتے کہیں گے خوش ہو جاؤ اور ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(آیت نمبر ۷۴) جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اس وقت کہیں گے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ جس نے اپنا کیا ہوا وعدہ ہمیں سچا کر دکھایا اور جس نے جنت جیسی اعلیٰ زمین کا ہمیں وارث بنایا۔ اس زمین سے مراد وہ محلات ہیں جو انہیں دیئے جائیں گے۔ وراثت اس لئے کہا گیا کہ جیسے وراثت کا مال مفت میں مل جاتا ہے۔ جنت بھی گویا مفت میں مل گئی۔ کیونکہ جب وہ اپنے اعمال اور جنت کا موزانہ کریں گے۔



وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

اور تم دیکھو گے فرشتوں کو اردگرد حلقہ بنائے عرش کا۔ پاکی بولتے ہیں حمد الٰہی کے ساتھ ۔

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور فیصلہ کیا جائیگا لوگوں میں برحق۔ اور کہا جائیگا سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے جو رب ہے تمام جہانوں کا

(بقیہ آیت نمبر۷۴) تو انہیں معلوم ہوگا کہ ہمارے عمل تو کچھ نہیں گویا جنت مفت میں ملی ہے اور وراثت کہنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں ہماری ملکیت میں آ گئی ہیں۔ ہم جیسے چاہیں کھائیں اور جہاں چاہیں رہیں جیسے وارث مورث کا مال اپنی ملکیت کا ہی سمجھتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ عمل والوں کا اجر کتنا اعلیٰ ہے۔

جنت چار شخصوں کی مشتاق ہے: (۱) روزے دار۔ (۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا۔ (۳) زبان کی حفاظت کرنے والا۔ (۴) بھوکے کو کھانے کھلانے والا۔

فائدہ: جنت میں فوقیت وفضیلت اعمال کے حساب سے ہوگی۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ ہر فرض نفل اور نیک کام کرنے اور مکروہ وحرام کو چھوڑنے وغیرہ کیلئے جنت میں علیحدہ علیحدہ نعمتیں مخصوص ہوں گی۔ بعض کی عمر زیادہ اور نیکیاں بھی زیادہ ہوں گی کم عمر والے سے۔ بعض زمانہ کی وجہ سے کہ جس کا زمانہ حضور ﷺ کے قریب ہوا۔ اس کا مرتبہ زیادہ ہوگا۔ بعض کا مرتبہ جگہ کے لحاظ سے زیادہ ہوگا۔ مثلاً کوئی مکہ شریف یا مدینہ شریف یا مسجد اقصیٰ کے قریب ہے تو ان کی فضیلت اس لحاظ سے زیادہ ہوگی اور بعض کو احوال کے لحاظ سے مثلاً ایک مسجد کے قریب ہے پانچوں وقت نماز مسجد میں ادا کرتا ہے۔ باجماعت پڑھتا ہے۔ وہ تنہا نماز پڑھنے والے سے فضیلت میں بڑھ کر ہے۔ اسی طرح کئی صدقہ خیرات میں بڑھے ہوئے ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس سب کے مراتب حسب اعمال ہوں گے۔

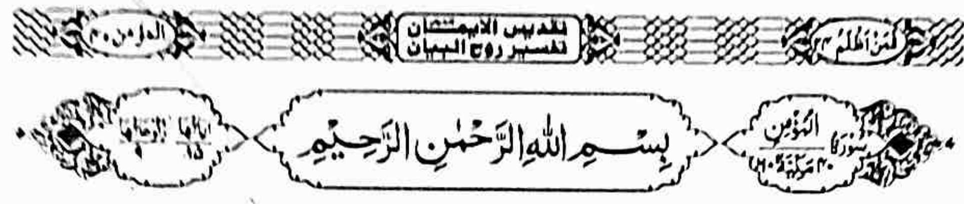
(آیت نمبر۷۵) اے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ آپ قیامت کے دن دیکھیں گے۔ ان فرشتوں کو جو عرش کے گرد کھڑے ہونگے۔ کاشفی مرحوم لکھتے ہیں کہ اس وقت نبی کریم ﷺ مقام مقعد صدق اور قرب خاص کے مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور دیکھ رہے ہوں گے کہ فرشتوں نے عرش مجید کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھ رہے ہوں گے اور حمد بیان کرتے ہوں گے کیونکہ فرشتے اسی سے لذت پاتے ہیں۔

فائدہ: علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔خانہ کعبہ کے گرد طواف عرش مجید کے گرد طواف کا نقشہ ہے۔ اسی طرح فرشتے عرش کا طواف کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر شکر اور تسبیح وتحمید کہہ رہے ہوں گے۔ تسبیح سے مراد یہ ہے کہ جو کام اس کی شان کے لائق نہیں ان سے نفی کرتے ہیں اور جو اس کی شایان شان ہیں۔یعنی اوصاف حمیدہ جمال وکمال کو یاد کر کے لذات پاتے ہیں۔آ گے فرمایا کہ مخلوق میں پورے عدل وانصاف اور حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ یعنی جن جن درجات کے وہ اہل ہیں وہی درجات ان کو عطا کئے جائیں گے اور انسانوں کے مراتب حسب اعمال ہونگے۔فرشتے اگرچہ معصوم ہیں۔لیکن ان کے فضائل وکمالات میں فرق ہے۔آ گے فرمایا کہ آخر میں کہا جائے گا کہ تمام محامد اللہ رب العالمین کیلئے ہیں کہ اس نے ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا اور ہمیں حق سے ہی نوازا۔حمد وثنا اول بھی اسی کیلئے اور آخر بھی اسی کیلئے ہے۔

حدیث شریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ بندے پر انعام فرمائے تو اسے چاہئے کہ وہ "الحمد للہ" کہے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور فرشتہ سے فرماتا ہے کہ دیکھو میں نے اسے وہ دیا جو اس کے مقدر میں تھا اس نے اس کے عوض کتنی اعلیٰ بات کی ہے۔(تفسیر کبیر امام رازی۔وابن قیم جوزی)

سورۃ کا اختتام: مورخہ ۲۵ نومبر

بمطابق ۲۵ صفر ۱۴۳۸ھ بروز جمعہ بعد نماز صبح



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ① تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ② غَافِرِ الذَّنۡۢبِ

اترنا اس کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو غالب علم والا ہے۔ بخشنے والا گناہ کو

وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ③

اور قبول کرنے والا توبہ کو سخت سزا والا بڑے انعام والا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوا اس کے اسی کی طرف لوٹنا ہے

(آیت نمبرا) حضور ﷺ نے فرمایا۔ (حم) اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ہے۔ اس کے خزانے کی کنجی ہے۔ اس کی مزید تفصیلات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں۔

(آیت نمبر۲) یہ کفار کے قول کا جواب ہے وہ کہتے تھے۔ کہ یہ قرآن محمد (ﷺ) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ قرآن اور کوئی نہیں بنا سکتا یہ تو اس ذات نے بھیجا جو عزیز ہے اور علم والا ہے۔ **فائدہ**: فتح الرحمٰن میں ہے۔ عزیز سے مراد بے مثل ہے اور علیم وہ جو کل معلومات رکھتا ہو۔ کاشفی فرماتے ہیں۔ عزیز کا معنی جو ہر چیز پر قادر ہو اور علیم جو ہر وقت ہر چیز جاننے والا ہو۔

(آیت نمبر۳) بخشنے والا اور غافر کا معنی پردہ رکھنے والا بھی ہے اور ذنب گناہ کو کہتے ہیں یعنی ہر وہ فعل جو آخرت میں نقصان دینے والا ہے۔ آگے فرمایا کہ وہ ہر طرح کے گناہ بخشنے والا ہے۔ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے توبہ سے معاف کرے یا بغیر توبہ کے اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ توبہ قبول فرمانے والا یا عذر قبول کرنے والا ہے۔

عذر کے تین وجوہ: (۱) وہ کہے میں نے یہ کام نہیں کیا۔ (۲) یا اس وجہ سے کیا۔ (۳) یا کہے مجھ سے غلطی ہوگئی۔ توبہ قبول تب ہوگی۔ جب تائب گناہ کو فی الواقع برا سمجھے۔ جو ہوگیا اس پر پشیمان ہو اور پختہ ارادہ کرے کہ آئندہ یہ نہیں کرے گا اور برائی کے بدلے نیکی کریگا۔ اول توبہ بعد میں استغفار ہے۔ توبہ نام ہے فعل مذموم کے بالکل چھوڑ دینے کا اور طلب مغفرت کا نام استغفار ہے۔ خالی استغفار کہنے سے توبہ نہیں ہوتی جب تک کہ یہ نہ کہے میں توبہ کرتا ہوں۔ آگے فرمایا کہ وہ سخت سزا والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ وہ جس کو چاہے معاف کرے اور جسے چاہے عذاب دے۔ اس تصرف میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہے اور وہ بہت بڑی فضیلتوں کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یعنی مرنے کے بعد بروز قیامت حساب کیلئے حاضر ہونا ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④

نہیں جھگڑتے آیات الٰہی میں مگر جنہوں نے کفر کیا تو نہ دھوکے میں ڈالے تجھے پھرنا ان کا شہروں میں۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور کئی گروہوں نے ان کے بعد۔ اور ارادہ کیا ہر جماعت نے

بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫

کہ اپنے رسول کو پکڑیں۔ اور جھگڑیں باطل طریقے سے تاکہ دھکیل دیں اس سے حق کو پھر میں نے پکڑا ان کو

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤

تو کیسا ہوا عذاب۔

(آیت نمبر ۴) **شان نزول** : یہ آیت حارث بن قیس کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ حضور ﷺ سے استہزاء بھی کرتا قرآن کا انکار اور اس کی تکذیب بھی کرتا تھا اور باطل طریقے سے جھگڑا کرتا تھا۔ یعنی اس پر طعن و تشنیع کرتا تھا۔ کبھی کہتا یہ سحر ہے۔ کبھی کہتا یہ شعر ہیں یا کہتا یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اس قرآن میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہ جو کافر ہیں کیونکہ مومن تو اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کرتے۔ معلوم ہوا حق واضح کرنے کیلئے اہل باطل سے مناظرہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ثواب ہے۔ **حدیث** میں ہے۔ قرآن کے اندر جھگڑا کرنا کفر ہے (سنن ابوداؤد۔ ۴۶۰۳)۔ یعنی قرآنی آیات کے مقابل انکل پچو مارنا۔ آگے فرمایا جب تمہیں یقین ہے کہ ان پر کفر مسلط ہے تو ان کی دنیوی شان و شوکت اور شام و یمن کے درمیان کاروبار کیلئے آنا جانا دھوکے میں نہ ڈالے کہ وہ غیر معمولی منافع کماتے ہیں اور مختلف شہروں میں کاروبار کیلئے آتے جاتے ہیں۔ ابھی انہیں مہلت و فرصت دی گئی ہے۔ کہ مال و دولت جمع کریں۔ بالآخر ان پر سخت گرفت ہوگی۔ جیسے سابقہ امتوں کے کفار پر ہوئی۔

(آیت نمبر ۵) ان قریش مکہ کی طرح ان سے پہلے قوم نوح اور دیگر کئی گروہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے پیغام کو جھٹلایا۔ کئی گروہ نوح علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں۔ جیسے قوم عاد قوم ثمود۔ نوح علیہ السلام ان میں سب سے پہلے رسول ہیں جو کافروں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ اس لئے ان کا پہلے ذکر کیا اور ہر امت میں سے کچھ لوگوں نے چاہا کہ وہ رسول کو پکڑ کر قید کریں۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٦﴾

اور اسی طرح ثابت ہوئی بات تیرے رب کی اوپر کافروں کے کہ بے شک وہ دوزخی ہیں

(بقیہ آیت نمبر ۵) یا قتل کریں یا کوئی اور سخت سزا دیں ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے رسول سے ناحق جھگڑا کیا۔ تا کہ باطل کے ذریعے حق کو پیچھے ہٹا دیں اور دور کر دیں یا بالکل مٹا دیں۔ جبکہ یہ بالکل ناگزیر ہے۔ پھر میری ان پر پکڑ آئی اور میں نے انہیں تباہ کر دیا۔ یہ اس کی سزا تھی جو انہوں نے انبیاء کو قید یا قتل کیا۔ یا اس کا منصوبہ بنایا تھا۔ تو پھر کیسا رہا میرا عذاب جس نے ان پر تباہی اور بربادی پھیر دی ان کے محلات اور باغات (کھنڈرات) بن گئے۔ جنہیں تم دیکھتے ہی ہو۔ دیکھنے والوں کیلئے وہ بہت بڑا عبرت کا سامان ہے۔

(آیت نمبر ۶) جیسے ان سابقہ کافروں پر تیرے رب کا حکم اور فیصلہ واجب ہو چکا تھا کہ ان کے کفر و شرک کی وجہ سے انہیں تباہ کر کے چھوڑا۔ اسی طرح ان کافروں کیلئے بھی جنہوں نے آپ کی تکذیب کر کے ایسے منصوبے بنا لئے جنہیں وہ عملی طور پر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی لوگوں کو ڈرا دھمکا کر کفر و شرک پر قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

فائدہ: اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جہنمی ہیں اور سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کیونکہ وہ کافر بھی ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے دشمن بھی ہیں۔

فائدہ: بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ ان پر عذاب اس لئے واجب ہوا کہ ان کا طریقہ بالکل سابقہ تباہ شدہ کافروں کی طرح کا تھا۔ جیسے وہ کفر و شرک اور نافرمانی کرتے تھے۔ اسی طرح یہ بھی کر رہے ہیں۔ جیسے وہ دنیا میں عذاب پا کر تباہ ہوئے۔ ایسے ہی یہ بھی عذاب میں برباد ہوں گے۔

فائدہ: آیت میں اشارہ ہے۔ گناہ پر اصرار دنیا و آخرت کے عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ

وہ جو اٹھاتے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں پاکی بیان کرتے ہیں حمد باری کے ساتھ اور ایمان لاتے ہیں

بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا

اسپر۔ اور مغفرت مانگتے ہیں مسلمانوں کیلئے اے ہمارے رب کشادہ ہے ہر چیز پر رحمت تیری اور علم تیرا۔

فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۷﴾

پس بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور چلے تیری راہ پر اور بچا انہیں عذاب جہنم سے۔

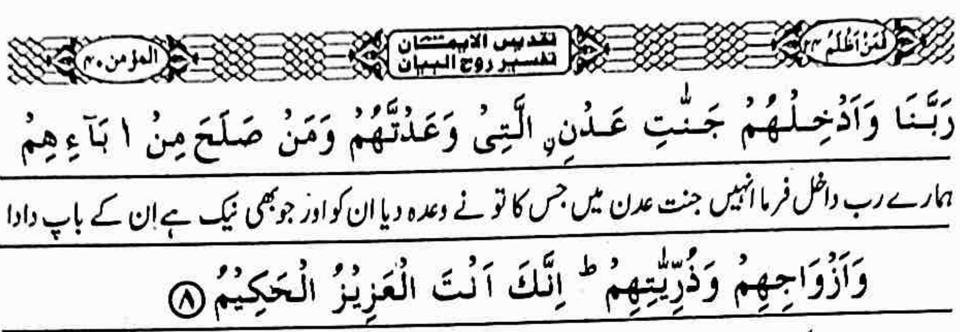
(آیت نمبر ۷) وہ فرشتے جو عرش اٹھانے والے ہیں جو باقی تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ جیسے افضل الخلائق محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور ان کے ساتھی جبریل علیہ السلام تمام فرشتوں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملائکہ کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ حاملین عرش فرشتوں کو روزانہ صبح و شام سلام عرض کریں۔ اس لئے کہ وہ تمام فرشتوں پر شرافت اور بزرگی رکھتے ہیں۔

حاملین عرش کی تعداد اس وقت چار ہے۔ اور بروز قیامت آٹھ ہو جائے گی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "یومئذ ثمانیة" عرش الٰہی کے متعلق بعض لوگوں نے بے شمار بے تکی روایات کتابوں میں لکھ دی ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاملین عرش کا عرش کو اٹھانا یہ حقیقی معنی پر محمول کیا گیا ہے۔ مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ قسم بہ خدا عرش کی اتنی بڑی وسعت اور اس کا اتنا بڑا دائرہ ہے۔ جو سات زمین و آسمان سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ اسی طرح فرشتوں کا اسے کندھوں پر یا سر پر یا پیٹھ پر اٹھانا اللہ تعالیٰ کی کمال عظمت و جلالت شان پر دلالت کرتا ہے۔ آگے فرمایا کہ عرش اٹھانے والے اور اس کے اردگرد کھڑے تمام فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا نعمتوں پر اس کی تعریف کرتے ہیں۔

فائدہ : بعض حضرات نے لکھا ہے کہ عرش کے اردگرد فرشتوں کی ستر ہزار صفیں ہیں جو عرش کا طواف کرتے ہیں اور تسبیح و تہلیل اور تحمید پکارتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ وہ اپنے رب تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔

فائدہ : یہاں ان کے ایمان کی فضیلت اور شرافت کا اظہار مقصود ہے اور ان کا ایمان حقیقی ایمان ہے۔



رَبَّنَا وَاَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣالَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَمَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ

ہمارے رب داخل فرما انہیں جنت عدن میں جس کا تو نے وعدہ دیا ان کو اور جو بھی نیک ہے ان کے باپ دادا

وَاَزۡوَاجِهِمۡ وَذُرِّیّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۙ﴿۸﴾

اوران کی بیویوں اوراولادوں کو بھی۔ بے شک تو ہی عزت والا حکمت والا ہے۔

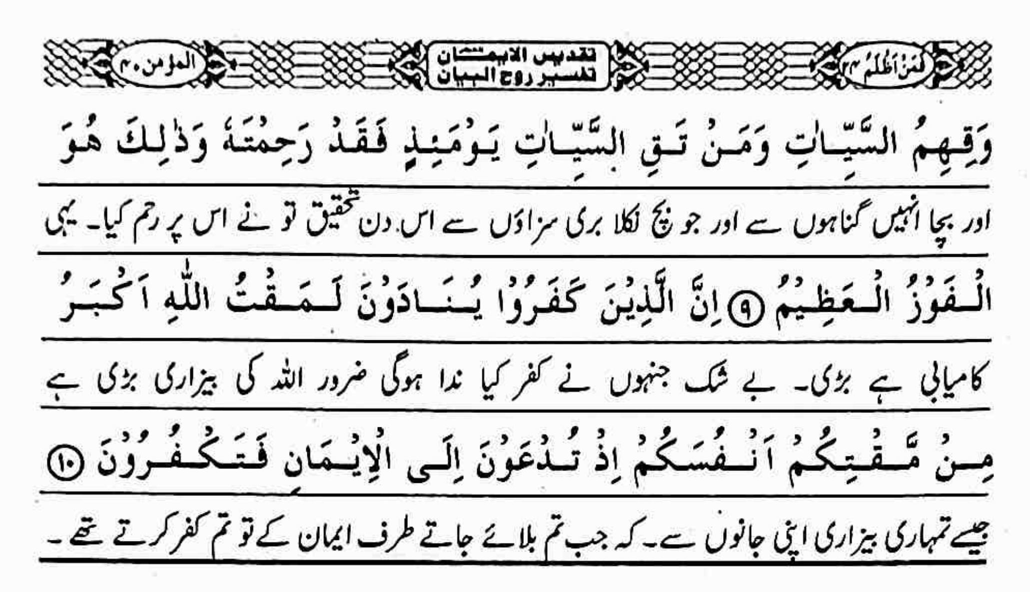
(بقیہ آیت نمبر ۷) آگے فرمایا کہ وہ ایمان والوں کیلئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ یا یہاں استغفار کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان والوں کی بخشش کیلئے سفارش کرتے ہیں۔ اگر چہ انسان اور فرشتے کی جنس ایک نہیں مگر ایمان تو ایک ہی جیسا ہے اور وہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب تیرا علم اور تیری رحمت ہر چیز پر کشادہ ہے۔ عین المعانی میں ہے۔ رب تعالیٰ کی رحمت اور علم ہر شیء کو گھیرے ہوئے ہے۔ مزید فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب جس نے کفر اور گناہوں سے توبہ کی اس کو تو بخش دے اور انہیں بھی بخش دے جو تیرے بتائے ہوئے راہ پر چلے۔ انہیں جہنم کے عذاب سے بچا۔ فرشتے چونکہ بخشے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ جس کیلئے بخشش کی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دیتا ہے۔

(آیت نمبر ۸) اے ہمارے رب انہیں جنات عدن میں داخل فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے۔

فائدہ: یہ بھی فرشتوں کے کلام کا آخری حصہ ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بھی "لااله الا الله محمد رسول الله" پڑھے گا۔ میں اسے جنت عدن میں داخل کروں گا۔ (اخرجہ ابو یعلی فی مسندہ)

جنات عدن کی شان: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے جنت عدن کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس جنت میں محل سونے کے ہوں گے۔ جہاں انبیاء کرام علیہم السلام رونق افروز ہوں گے۔ ان کے علاوہ وہ ائمہ (عادل بادشاہ) جنہوں نے رعایا میں عدل وانصاف قائم کیا ہوگا۔ چونکہ ان کا عمل خاص ہوگا۔ اس لئے ان کا مقام بھی خاص ہوگا۔ جو سب سے اعلیٰ اور ارفع ہوگا۔ مزید فرشتے کہتے ہیں۔ یا اللہ ان کو بھی داخل فرما۔ جو صالح اور نیک ہیں اوران کے باپ دادا کو اوران کی بیویوں کو جو بھی نیکی میں درجہ کمال تک پہنچے اور جو جنت میں جانے کے مستحق ہیں۔

معلوم ہوگیا کہ توبہ کی برکات آباء تک اور ازواج واولاد تک جاتی ہیں اور آگے کہتے ہیں کہ اے اللہ بے شک تو عزت والا حکمت والا ہے۔ یعنی توبہ والوں کو تو عزت دیتا ہے اور پیار کرتا ہے اور ایسا حکیم ہے کہ اپنے محبوں کو اپنی حکمت کے ساتھ گناہوں سے بچاتا ہے۔



وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ هُوَ

اور بچا انہیں گناہوں سے اور جو بچ نکلا بری سزاؤں سے اس دن تحقیق تو نے اس پر رحم کیا۔ یہی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

کامیابی ہے بڑی۔ بے شک جنہوں نے کفر کیا ندا ہوگی ضرور اللہ کی بیزاری بڑی ہے

مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰

جیسے تمہاری بیزاری اپنی جانوں سے۔ کہ جب تم بلائے جاتے طرف ایمان کے تو تم کفر کرتے تھے۔

(آیت نمبر۹) اے اللہ آئندہ بھی انہیں گناہوں سے بچا۔ جو قیامت کے دن ان کی رسوائی کا سبب بنیں اور جنہیں تو نے ان برائیوں سے بچالیا درحقیقت تو نے ان پر رحم فرمادیا۔ اور جنت کے قابل بنادیا۔

فائدہ: امام مطرف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا سب سے بڑا خیر خواہ فرشتوں کو بنایا اور سب سے زیادہ کھوٹ والے دغاباز شیطان ہیں۔ آگے فرمایا یہ کامیابی بہت بڑی ہے۔ یعنی جسے دنیا میں عصمت دی (گناہوں سے بچایا) گویا اسے پناہ دی اور قیامت میں رحمت کا سایہ عطا کیا اس سے بڑا کامیاب کون ہے؟

فائدہ: جو شخص کامیابی چاہتا ہے۔ اسے اس راستے کے دکھ برداشت کرنے ہونگے۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ آخرت کیلئے کچھ کام کر جائے۔ ورنہ آخرت میں پہنچ کر پھر دنیا میں لوٹنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ نہ وہاں کی توبہ قبول ہوگی۔ نہ کوئی عذر بہانہ چلے گا۔

(آیت نمبر۱۰) بے شک کفار کو پکارا جائیگا۔ اس حال میں کہ وہ اپنے نفس کو کوس رہے ہوں گے کہ تیری خواہشات نے ہمیں جہنم میں پہنچایا۔ اس سخت غضب میں انگلیوں کو چبا چبا کر سخت غیظ و غضب کا مظاہرہ کریں گے تو اس وقت داروغہ جہنم انہیں جھڑک کر کہیں گے کہ دنیا میں تم نے اپنے اختیار سے ایمان قبول نہیں کیا۔ اب تمہارا اپنے نفس پر غصہ کرنا اور ناراض ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ تم وہ وقت یاد کرو جب تم ایمان لانے کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے۔ یعنی توحید کا انکار کر کے اس کے برعکس کفر کرتے تھے۔ اس وقت تم خواہشات نفسانی کی طرف تیزی سے دوڑ دوڑ کر جاتے تھے۔

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا

کہیں گے ہمارے رب مارا تو نے ہمیں دوبار اور ہمیں زندہ کیا دو مرتبہ۔ ہم اقراری ہیں اپنے گناہوں پر

فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

تو کیا ہے اب نکلنے کی کوئی راہ۔ یہ اس وجہ سے کہ جب بلایا جاتا اللہ اکیلے کی طرف

كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۗ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫

تو تم کفر کرتے۔ اور اگر شریک بنایا جاتا اس کا تو ایمان لاتے۔ پس فیصلہ اللہ کیلئے ہے جو بلند اور بڑا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۰) **فائدہ**: اس سے معلوم ہوا کہ کافر اللہ تعالیٰ کا دنیا آخرت میں مبغوض ومغضوب ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ غضب الٰہی بندوں کے غضب سے بہت سخت ہے۔ **دعا**: ہم اللہ تعالیٰ سے عفو وعطا کا سوال کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۱) مذکورہ خطاب کے بعد کفار کہیں گے۔ اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبار مارا اور دوبار زندہ کیا۔ **فائدہ**: کاشفی مرحوم نے لکھا ہے کہ دو موتوں میں سے پہلی موت وہ ہے جب آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر ان سے عہد لیا۔ پھر دنیا میں اپنا وقت گذار کر وفات پائے گا۔ یہ دوسری موت۔ اسی طرح جب دنیا میں پیدا ہوا یہ پہلی زندگی۔ پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر جب قبروں سے نکلیں گے یہ دوسری زندگی ہے۔ آگے کہا کہ ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ خصوصاً قیامت کے دن اٹھنے کے بارے میں انبیاء علیہم السلام نے دعوت تو دی۔ لیکن ہم نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اب ہم نے مشاہدہ کر لیا۔ ہم اس بات کو سمجھ گئے تو کیا نکلنے کا کوئی ذریعہ ہے۔ دوسری جگہ فرمایا کہ وہ کہیں گے کہ کیا دنیا میں لوٹ کر جانے کا کوئی چارہ ہے یا کوئی راستہ ہے۔ تو اس کے جواب میں انہیں یہ کہا جائے گا۔

اے کفار ومشرکین آج تمہیں جو عذاب دیا جا رہا ہے۔ یہ وہی ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔ یعنی جب تمہیں اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلایا جاتا تھا کہ تم اس کی عبادت کرو تو تم توحید کا انکار کر دیتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم اس کو مان جاتے تھے۔ یعنی اس کی تصدیق کر کے اسے جلد قبول کر لیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس میں یہ بھی تنبیہ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں دوبارہ لوٹا بھی دیا جاتا تو انہوں نے پھر وہی کرتوت کرنے تھے جو پہلے کیا کرتے تھے۔ یعنی وہ کفر وشرک ہی کریں گے۔ لہذا انہیں بتا دیا گیا کہ اب فیصلہ صرف اللہ کا ہے کسی اور کا حکم نہیں چلے گا کیونکہ وہ بلند وبالا شان والا اور بہت بڑی عظمت وکبریائی والا ہے۔

هُوَالَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا

وہی ہے جو دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں اور اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق۔ اور نہیں نصیحت مانتے مگر

مَنْ یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

جو اس کی طرف رجوع کرے۔ تو بندگی کرو اللہ کی خالص اسی کے بندے ہو کر اگرچہ ناپسند کریں کافر۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۱) **مسئلہ**: یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ مشرک کی ہرگز بخشش نہیں ہوگی۔

خوارج کی باطل مراد: خوارج (جن کو حضور ﷺ نے جہنم کے کتے قرار دیا) وہ اس جملے "لاحکم الا للّٰہ" کہہ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر گئے تو آپ نے فرمایا۔ کلمہ حق ہے مراد اس سے باطل ہے۔ (مزید تفصیلات فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

(آیت نمبر ۱۳) وہی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو تمہیں اپنی آیات دکھاتا ہے۔ یعنی اپنی قدرت کے دلائل اور وحدت کے شواہد دکھاتا ہے۔ **فائدہ**: چونکہ خود بخود حقائق اشیاء کو اپنی بصیرت سے دیکھنا انسان کے بس میں نہیں جب تک کہ اللہ نہ دکھائے۔ آگے فرمایا کہ وہ تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔ رزق کا اصل سبب بارش ہے۔ رزق سے جسموں کی اصلاح ہے۔ اگرچہ ان آیات ظاہرہ باہرہ سے عبرت حاصل کی جاسکتی تھی۔ لیکن اس سے صرف وہ لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی وہ انکار نہیں کرتے۔ بلکہ غور وفکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنوعات میں شواہد قدرت رکھی ہیں۔ ان سے سبق حاصل کرتے ہیں جو اس کی عبادت کو خاص کرنے کا موجب ہیں۔ یہ صرف اسے نصیب ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(آیت نمبر ۱۴) اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کیلئے دین میں مخلص ہو کر۔ یعنی شرک کو دل سے نکال کر اس کی اطاعت کرو۔ اگرچہ یہ بات کافروں کو ناگوار گذرے۔ ظاہر ہے کہ کفار اخلاص کو کب گوارا کر سکتے ہیں۔ **فائدہ**: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگرچہ کافر تمہارے اخلاص کو گوارہ نہیں کرتے۔ اس لئے کہ توحید کی نعمت ان کے نصیب میں ہی نہیں ہے۔ اور تم چونکہ اس کی نعمتوں پر شکر گذار ہو۔ اس لئے ان کے اور تمہارے درمیان منافرت ہے۔ اسی لئے تمہارے اعمال واقوال انہیں ناپسند ہیں اور ان کے کردار گفتار کو تم مکروہ اور مبغوض سمجھتے ہو۔ یا ایک دوسرے کو جاننے والے عزیز واقارب سب دیکھ کر مل جائیں گے۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

بلند کرنے والا ہے درجے عرش والا ڈالتا ہے وحی اپنے حکم سے جس پر چاہے

مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾

اپنے بندوں سے تاکہ ڈرائے دن ملنے سے۔

(بقیہ آیت نمبر۱۴) **فائدہ** :مومن کو یہی لائق ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ دنیا وآخرت میں سے کوئی بھی مقصد دل میں نہ رکھے۔ **سبق** :مطلق اخلاص کیلئے ضروری ہے کہ ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو اور طیب ہو کیونکہ ہمارا اللہ طیب ہے۔ لہذا عقل والے پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قولاً ،فعلاً اور حالاً اور اعتقاداً قبول کرے تاکہ سعادت ابدی نصیب ہو۔

(آیت نمبر ۱۵) درجات کو بلند کرنے والا ہے۔ **فائدہ** : اس سے مراد یا تو فرشتے ہیں کہ ان کے درجے اور منزلیں عرش تک بلند ہیں۔ (۲) یا مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ جس نے آسمانوں کو طبق بر طبق ایک دوسرے کے اوپر کیا۔ (۳) یا مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درجے بلند کرنے والا ہے دنیا اور آخرت میں۔ چنانچہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر درجات کی بلندی کا ذکر فرمایا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہی درجات کو بلند کرنے والا ہے۔ دنیا اور آخرت میں۔ دنیا میں مختلف طبقوں میں انسان بنائے اور آخرت میں انہیں مختلف مراتب اور ٹھکانے عطا فرمائیگا۔ ایک **حدیث** میں ہے۔ کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ (بخاری)۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ جنت میں سب سے کم درجے والے کو دنیا کے برابر جاگیر ملے گی۔ اپنی بیوی کے علاوہ ستر حوریں ہوں گی۔ (روح المعانی)

(۴) بعض نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے درجات بلند کرنے والا ہے۔ (۵) بعض نے کہا توبہ کرنے والے گناہ گاروں کے درجے بلند کرنے والا ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو ساتویں آسمانوں سے اوپر ہے۔ فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں۔ دعاؤں کا وہ قبلہ ہے۔ نزول برکات کا مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے لوگوں کو ڈرائے۔

قیامت ملاقات کا دن اس لئے ہے کہ اس میں ارواح۔ اجسام۔ عابد و معبود۔ عاملین وعمال۔ اولین وآخرین ظالمین ومظلوم سب ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔

يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ج لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ج لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط

جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے نہیں چھپا رہے گا اللہ پر ان سے کچھ۔ آج کس کی بادشاہی ہے

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ج لَا ظُلْمَ

اللہ کی جو اکیلا سب پر غالب ہے۔ آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا۔ نہیں زیادتی ہوگی

الْيَوْمَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

آج بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

(آیت نمبر ۱۶) اس دن سب لوگ ایک کھلے میدان میں سامنے آ جائیں گے۔ یعنی قبروں میں چھپے رہنے کے بعد ایک کھلے میدان میں ظاہر ہو جائیں گے۔ پھر انہیں کوئی چیز چھپا نہیں سکے گی۔ یا وہ ننگے بدن ہوں گے کیونکہ حدیث میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں ننگے جسم اٹھائے جائیں گے۔ مگر وہ مسلمان جو مسافری میں مرے اور انہوں نے کبھی زنا نہیں کیا انہیں پوشاک دی جائے گی۔ حضور ﷺ کی امت کا اعزاز یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کو اچھے کفن پہناؤ کہ میری امت کفنوں میں اٹھائی جائے گی۔ آگے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں اس حال میں پیش ہوگے کہ اس سے تمہاری کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہوگی۔ کیونکہ اس دن سب کچھ ہی سامنے آ جائے گا۔

آج کس کی بادشاہی ہے: محشر کے میدان جب سب اول و آخر جمع ہو جائیں گے تو آواز آئے گی کہ کون سب کا مالک ہے تو کسی کو ہمت نہیں ہوگی کہ جواب دے سکے تو چالیس سال کا عرصہ گذرنے کے بعد پھر وہ خود ہی فرمائے۔ اللہ واحد قہار کی بادشاہی ہے۔ یہ اعلان دنیا کے تمام عارضی بادشاہوں کے دعوے ختم کرنے کیلئے ہوگا۔ دنیا میں ہر ایک اپنی اپنی ملکیت کے دعوے کر رہا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی صفت قہاریت اس پر ڈالے گا تو پھر سب کے دعوے ملیامیٹ ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر ۱۷) آج ہر نفس کو اس کے کردار کا بدلہ دیا جائیگا۔ نیک کو نیکی کا اور برے کو برائی کا بدلہ ملے گا اور آج کوئی ظلم زیادتی نہیں ہوگی۔ نہ کسی کا ثواب کم نہ کسی کے عذاب میں گناہ سے بڑھ کر سزا ہوگی۔ نہ ایک کی نیکی دوسرے کو نہ ایک کی جگہ عذاب دوسرے کو ملے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ یعنی بہت ہی کم وقت میں سب کا حساب ہو جائے گا۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ

اور ڈرائیں انہیں دن آنے والی آفت کے جب دل قریب ہونگے گلے کے غم سے بھرے ہوئے نہیں ہوں گے ظالموں کے

مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

کوئی حمایتی اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ وہ جانتا ہے خیانت آنکھوں کی اور جو چھپا ہے سینوں میں۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۷) **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ قبروں سے نکل کر جنتی حساب سے فارغ ہوکر قیلولہ جنت میں جا کر کریں گے۔ **سبق**: کشف الاسرار میں ہے کہ جسے یہ یقین ہو کہ میرا حساب ہونا ہے نیکی اور بدی کے بارے سوال ہوگا۔ وہ ہر وقت نیکی میں مشغول رہے گا اور اپنا محاسبہ کرے گا اور اپنے عیبوں پر نظر رکھے گا۔

حدیث شریف میں ہے۔ قیامت کے دن والے حساب سے پہلے اپنا حساب کرلو۔ (رواہ احمد فی الزہد)

(آیت نمبر ۱۸) اے محبوب ان اہل مکہ کو حساب کے دن سے ڈرائیے کیونکہ قیامت بہت قریب آ چکی ہے۔

حدیث میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں اور قیامت ایسے ہیں۔ جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں (ارشاد الساری شرح بخاری)۔ یعنی میں آ گیا اور قیامت جلد آنے والی ہے۔ جب وہ آ گئی تو اس وقت دل سخت گھبراہٹ کی وجہ سے اپنی جگہوں سے نکل کر حلقوم تک آ جائیں گے۔ پھر واپس نہ جا سکیں گے کہ آرام سے سانس لے سکیں اور لوگ غم و غصہ میں اندر سے کڑھ رہے ہوں گے۔ آگے فرمایا۔ ظالموں یعنی کافروں کا کوئی حمایتی اور مشفق و مہربان نہیں ہوگا۔ جو عذاب دفع کر سکے۔ نہ ان کا کوئی ایسا سفارشی ہوگا۔ جس کی سفارش قبول کی جائے۔

فائدہ: کفار کی سفارش کوئی کرے گا ہی نہیں۔ اگر کوئی کرے بھی تو قبول نہیں ہوگی۔

(آیت نمبر ۱۹) اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو بھی خوب جانتا ہے۔ یعنی آنکھوں سے ہونے والے گناہ کو بھی وہ جانتا ہے۔ **فائدہ**: وعدہ کی مخالفت کا نام خیانت ہے۔ یہاں مراد ہے آنکھ چرا کر غیر محرم عورتوں کو تاڑنا۔ جیسے عموماً غلط نگاہ والے کرتوت کرتے ہیں۔

حدیث شریف: اچانک غیر محرم پر پہلی نگاہ معاف ہے۔ لیکن پھر جان بوجھ کر دیکھنا سخت گناہ ہے (رواہ الترمذی ۲۷۰۰)۔ **حدیث شریف**: آنکھ شیطان کے تیروں میں تیر ہے (المستدرک)۔ مزید فرمایا کہ جو کچھ سینے میں اسرار و رموز چھپے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ اچھے ہیں یا برے۔

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ

اور اللہ فیصلہ کرتا ہے سچا۔ اور جو پوجتے ہیں اللہ کے سوا کو نہیں فیصلہ کرسکتے کچھ بے شک

اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔ کیا نہیں پھرے وہ زمین میں پھر دیکھتے کیسے

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا

ہوا انجام ان کا جو ہوئے پہلے ان سے تھے۔ وہ زیادہ سخت ان سے طاقت میں اور نشانات چھوڑنے والے

فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾

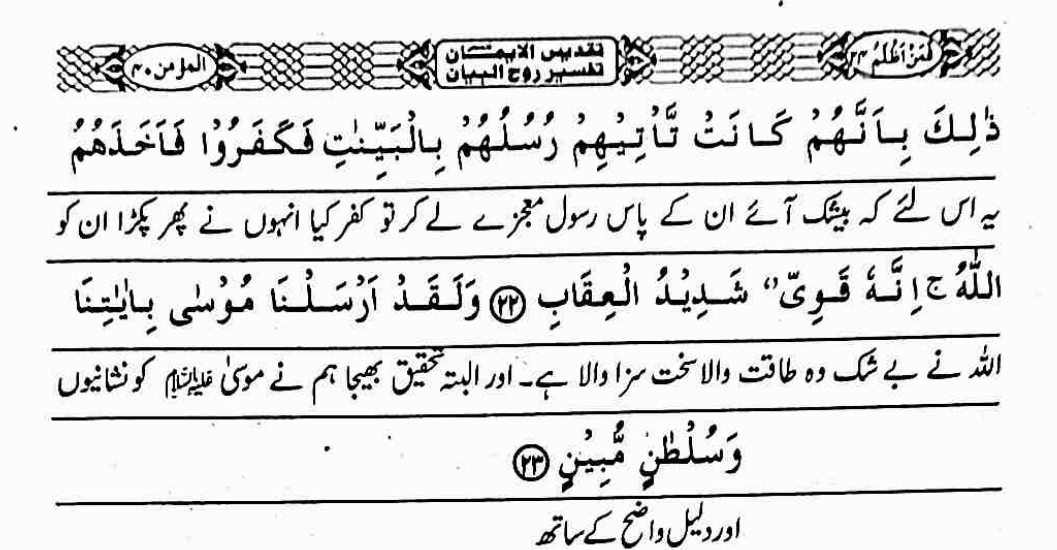
زمین میں پھر پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ اور نہیں تھا انہیں کوئی اللہ سے بچانے والا۔

(آیت نمبر۲۰) اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد میں حق یعنی صدق و عدل سے قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا۔ کیونکہ وہی مطلق حاکم ہے اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا کی پوجا کرتے ہیں۔ یعنی مشرکوں کی طرح بتوں کو پوجتے ہیں۔

فائدہ: یاد رہے قرآن مجید میں جہاں بھی "یدعون" کے بعد "من دون اللہ" آئے اس سے مراد بتوں کی پوجا ہوگی۔ پھر "یدعون" پکارنے کے معنی میں نہیں آئے گا۔ آگے فرمایا کہ وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرسکتے کیونکہ وہ پتھر ہیں۔ پتھر کیا فیصلہ کریں گے؟ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔

فائدہ: الارشاد میں ہے کہ اس آیت میں بتوں کے پجاریوں کے لئے تہکم ہے کہ تمہارے بت بے کار ہیں۔ (ان سے کوئی امید نہ رکھو۔ اپنا تعلق اپنے رب کے ساتھ جوڑو)۔

(آیت نمبر۲۱) کیا یہ کفار زمین کی سیر نہیں کرتے۔ یعنی یمن اور شام کی طرف جاتے ہوئے راستے میں سابقہ قوموں کے تباہ شدہ مکانات بصورت کھنڈرات دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ کیسے ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے۔ یعنی وہ قومیں جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا۔ جیسے قوم عاد و قوم ثمود وغیرہ۔ کیونکہ ان کے علاقے کفار کے راستے میں پڑتے تھے۔ آگے فرمایا کہ وہ ان اہل مکہ سے زیادہ قوت و طاقت والے تھے اور انہوں نے زمین میں بلند و بالا قلعے بنائے اور مضبوط عمارتیں بنائیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب پکڑا۔



ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ

یہ اس لئے کہ بیشک آئے ان کے پاس رسول معجزے لے کر تو کفر کیا انہوں نے پھر پکڑا ان کو

اللّٰهُ ج اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا

اللہ نے بے شک وہ طاقت والا سخت سزا والا ہے۔ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نشانیوں

وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾

اور دلیل واضح کے ساتھ

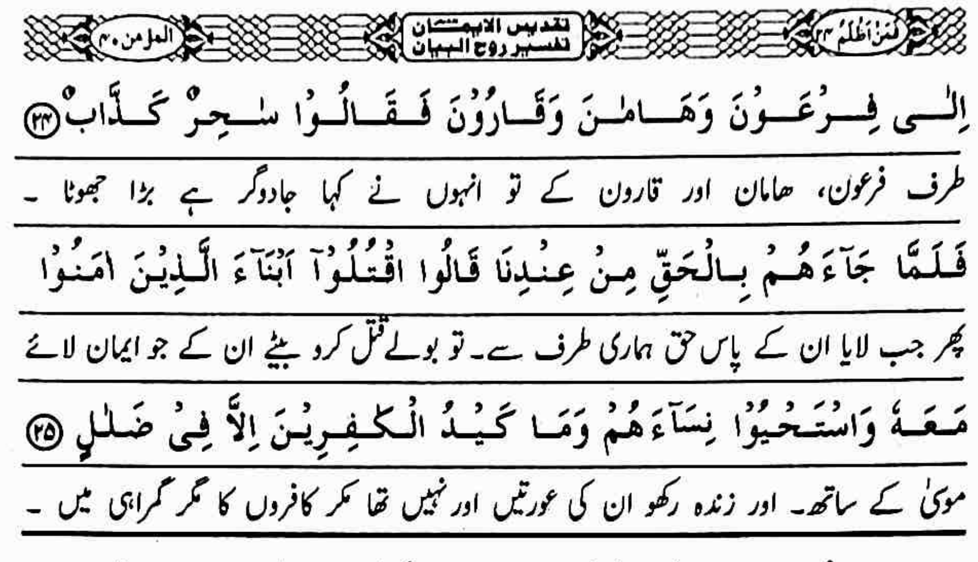
(بقیہ آیت نمبر۲۱) اور وہ عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہوئے تو پھر انہیں کوئی بچانے والا نہیں تھا جو انہیں عذاب سے بچالیتا۔ یا انہیں محفوظ ٹھکانہ ہی دے دیتا۔ چونکہ وہ بد بخت نعمت خداوندی کے بھی ناشکرے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی گستاخ تھے نہ صرف انہیں جھٹلاتے تھے۔ بلکہ ان کو قتل کے درپے تھے۔ اس لئے ان پر یہ عذاب آیا۔

(آیت نمبر۲۲) سابقہ امتوں کی گرفت اس وجہ سے ہوئی کہ بے شک وہ ایسے تھے کہ ان کے پاس رسولان عظام جب معجزات لے کر آئے یا واضح احکام خداوندی لے کر آتے تو وہ اس کے منکر ہو جاتے اور رسولوں کو جھٹلا دیتے تو پھر ان پر اللہ تعالیٰ کی گرفت آتی تھی۔ بے شک وہ بہت بڑی طاقت و قدرت والا ہے۔ وہ سخت ترین سزا میں مبتلا کرنے والا ہے۔ مشرکین کو عذاب میں ڈالنا چاہئے تو پھر کوئی بھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ ان قریش مکہ نے تباہ ہونے والوں کے کھنڈرات دیکھے ہوئے ہیں اور آخرت کا عذاب جو جہنم میں ہوگا وہ ابھی باقی ہے۔

اسم قوی کا خاصہ یہ ہے کہ پڑھنے والے کو وجود میں قوت اور جسمانیت میں برکت پیدا کرتا ہے۔

(آیت نمبر۲۳) اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دے کر بھیجا۔ یہاں آیات سے مراد نو معجزات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عطا کئے اور ساتھ حجت واضح عطا کی۔ (یعنی عصا مبارک)۔

فائدہ : سلطان مبین سے مراد بھی معجزہ ہی ہے لیکن اسے الگ اس لئے ذکر کیا کہ اس کی عظمت و شان بہت بڑی ہے۔ (اور اس ایک معجزے میں سینکڑوں معجزے ہیں)۔ (معجزہ: یعنی عقل کو عاجز کر دینے والا)۔



اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

طرف فرعون، ھامان اور قارون کے تو انہوں نے کہا جادوگر ہے بڑا جھوٹا ۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پھر جب لایا ان کے پاس حق ہماری طرف سے۔ تو بولے قتل کرو بیٹے ان کے جو ایمان لائے

مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾

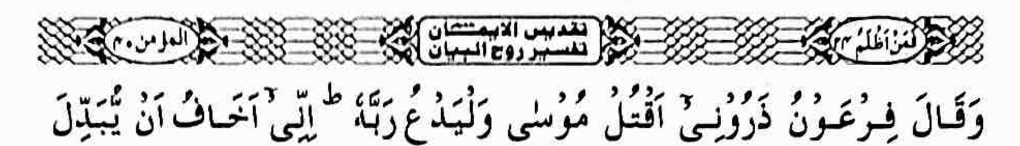
موسیٰ کے ساتھ۔ اور زندہ رکھو ان کی عورتیں اور نہیں تھا مکر کافروں کا مگر گمراہی میں ۔

(آیت نمبر ۲۴) جناب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا۔ فرعون مصر میں عمالقہ قوم کا سرغنہ تھا اور اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ ھامان اس کا وزیر تھا۔ یہ بھی کثرت مال کی وجہ سے گویا بادشاہ بنا ہوا تھا۔ قارون بھی بہت بڑا مالدار تھا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا چچیرا بھائی تھا۔ توراۃ کا حافظ بھی تھا۔ اگر چہ بنی اسرائیل سے تھا۔ لیکن کثرت مال کی وجہ سے اس میں بھی فرعون اور ھامان جیسی رعونت آ گئی تھی۔ اور سامری کی طرح منافقت کی تو پھر انجام بھی ان ہی جیسا انتہائی برا ہوا۔ کیونکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو سحر اور موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے تو انہوں نے کہا تو کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا ہے۔ (معاذ اللہ)

فائدہ: اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ان کفار مکہ سے فرعون بہت بڑا ظالم تھا۔ پھر اس کا کیا انجام ہوا۔ اگر یہ بھی باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا۔

(آیت نمبر ۲۵) تو جب وہ ہماری طرف سے حق لیکر تشریف لائے تو فرعون اور ہامان بد بخت کہنے لگے۔ کہ ان کے بیٹوں کو قتل کرو جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے یا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دو۔ یعنی انہیں قتل نہ کرو۔ تا کہ وہ بڑے ہو کر قبطیوں کے گھروں میں زندگی بھر خدمت کرتی رہیں۔

فائدہ: انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کے زمانے میں جس طرح ہزاروں بچے ذبح کئے۔ اسی طرح اعلان نبوت کے بعد بھی ہزاروں بچے مار دیئے تا کہ وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام سے بددل ہو جائیں اور ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ آگے فرمایا کہ نہیں ہے کافروں کا مکر (یعنی فرعون اور اس کی قوم کا) مگر گمراہی اور بے ہودگی اور بطلان میں۔ یعنی انہوں نے جتنے بھی مکر و فریب کئے موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔ سوا اس کے جو تقدیر میں لکھا تھا وہی ہوا۔



وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ

اور بولا فرعون چھوڑ دو مجھے کہ میں قتل کروں موسیٰ کو۔ پھر وہ پکارے اپنے رب کو۔ مجھے ڈر ہے کہ بدل دیگا

دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾

تمہارا دین یا کہ ظاہر کردے گا زمین میں فساد۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۵) **حکایت:** شام کے ایک مفتی (مفت خورے) نے محی الدین ابن عربی کے قتل کا فتویٰ دیا۔ اس کے بعد وہ نہانے کیلئے حوض میں گیا۔ تو غیب سے ایک ہاتھ نے اس کا گلا گھونٹا تو وہ وہیں مردار ہوگیا۔

(آیت نمبر ۲۶) فرعون نے اپنے چیلوں سے کہا۔ مجھے چھوڑ دو۔ یعنی مجھے موسیٰ اور اس کی قوم کو عذاب دینے سے نہ روکو۔ تا کہ میں موسیٰ کو قتل کروں۔ یہ وہی ہے جس کے متعلق نجومیوں نے خبر دی تھی۔ لیکن اس کے مشیروں نے اسے اس وقت قتل کرنے سے روکا۔ اور کہا یہ وہ نہیں ہے۔ جس کے متعلق نجومیوں نے خبر دی تھی۔ اگر اس کے مشیر اس وقت آڑے نہ آتے تو وہ بے ایمان موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرا دیتا۔ البتہ اسے یہ یقین تھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) برحق اور اللہ کے سچے نبی ہیں۔ (اور یہ بھی اسے یقین تھا کہ میں جھوٹا خدا ہوں) اور اسے یہ بھی یقین تھا کہ اگر میں نے موسیٰ کو قتل کیا تو خیر میری بھی نہیں۔ میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ یہ بڑکیں وہ اوپر اوپر سے مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس کو کہہ دو یہ اپنے رب کو بلائے۔ جس نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں اسے قتل کردوں وہ روک کر دکھائے۔ یہ سب اس کی قوم کے سامنے طفل تسلیاں تھیں۔ ورنہ ہوا تو اس کے غبارے سے اسی دن نکل گئی تھی جس دن موسیٰ علیہ السلام نے اسے لاٹھی سے اژدھا دکھایا تھا۔ اسے دیکھ کر مخالفت کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

فرعون نے لوگوں کو بے وقوف بنایا ہوا تھا اور انہیں کہتا تھا کہ اگر میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے گا۔ یعنی اب جو میری اور بتوں کی پوجا کر رہے ہو۔ اس سے چھڑا کر کسی اور دین پر لے جائیگا اور جس دین پر ابھی تم ہو اس سے محروم رہ جاؤ گے اور مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ وہ زمین پر فساد مچا دے گا۔ یعنی اگر وہ دین نہ بدل سکا تو پھر ملک میں خانہ جنگی یا فتنہ فساد برپا کر کے تمہارا چین اور آرام ختم کر دے گا۔

فرعون کی سرکشی نے سب کو ڈبویا: وہ ایسا دل کا اندھا اور کالا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے اسے دین کی تبدیلی اور فساد کا خطرہ تو سمجھ آیا۔ لیکن یہ کیوں نہ سمجھا کہ ایمان نہ لایا تو خود بھی ہلاک اور تباہ ہوگا اور ساری قوم کا دونوں جہانوں میں بیڑا غرق کرے گا۔

وَقَالَ مُوْسٰى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ

اور فرمایا موسیٰ نے میں پناہ لیتا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی۔ ہر تکبر والے سے جو نہیں یقین کرتا

بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

روز حساب پر۔

(آیت نمبر ۲۷) موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون لعنتی کی یہ باتیں سنیں کہ وہ قتل کے درپے ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں پناہ لیتا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی۔ (ایسے لعنتی سے جو بہت بڑا متکبر اور ظالم ہے۔)

نکتہ: جس دعا میں سب کو شریک کیا جائے اس کی قبولیت پر زیادہ امید کی جاتی ہے۔ اسی لئے پانچوں نمازوں، جمعوں، عیدوں اور استسقاء وغیرہ پر لوگوں کو اکٹھا کرنے میں یہی نکتہ ہے۔ آگے فرمایا۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔ ہر متکبر سرکش سے۔ یعنی جو تکبر کے ساتھ ایمان سے منہ موڑے وہ سرکش ہوتا ہے۔

فائدہ: یہاں فرعون کا نام نہیں لیا۔ بلکہ اس پلید کی صفت بیان کی کہ وہ متکبر بھی ہے اور سرکش بھی۔

فائدہ: تکبر ایسی گندی بیماری ہے کہ اس سے دل پتھر کی طرح سخت اور اللہ تعالیٰ پر بھی جرات جیسی مہلک بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ عاجزی انسان کو آسمانوں تک لے جاتی ہے۔ تکبر نیچے ساتویں زمین پر لے جاتا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ ہوا سلیمان علیہ السلام کو اٹھا کر آسمان کے قریب لے گئی۔ جہاں سے سلیمان علیہ السلام فرشتوں کی باتیں سنیں۔ ایک فرشتہ دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ اگر سلیمان علیہ السلام میں ذرہ تکبر ہوتا تو جتنا زمین سے اوپر آئے اتنا نیچے چلے جاتے۔ تکبر اتنی منحوس چیز ہے۔ اور دوسرا یہ کہ فرعون بدبخت حساب کے دن پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ معلوم ہوا جس میں بھی تکبر جیسی منحوس بیماری ہو۔ اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ وہ حق کو جھٹلاتا ہے۔ مخلوق خدا کو حقیر جانتا ہے۔ اس مرض سے وہی بچ سکتا ہے۔ جسے یقین ہو کہ قیامت میں حساب ہونے والا ہے۔ لیکن جس خبیث انسان میں تکبر بھی ہو۔ جہالت بھی ہو اور حق کو جھٹلاتا بھی ہو۔ اس سے بڑا ظالم اور سرکش کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ لامحالہ خلق خدا پر ظلم وستم ہی کرے گا۔ پھر ایسے ظالم سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پناہ ہی مانگی جائے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے اس کے شر سے پناہ مانگی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ ایمان کب سلب ہوتا ہے؟ فرمایا جب (۱) ایمان کے ساتھ شکر نہ ہو۔ (۲) خاتمہ کا ڈر نہ ہو۔ (۳) اور بندگان خدا پر ظلم وستم ہو۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

اور کہا ایک مرد مسلمان نے جو فرعون والوں سے چھپا رکھا تھا اپنا ایمان۔ کیا تم قتل کرتے ہو ایسے مرد کو

اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ وَاِنْ

جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ تحقیق لایا وہ تمہارے پاس واضح دلائل تمہارے رب کی طرف سے۔ اگر

يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ

وہ ہے جھوٹا تو اسی پر وبال اس کے جھوٹ کا۔ اور اگر ہے سچا تو پہنچے گا تمہیں کچھ وہ جس کا

يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

تمہیں وعدہ دیتا ہے بے شک اللہ نہیں ہدایت دیتا اسے جو ہو حد سے بڑھنے والا جھوٹا۔

(آیت نمبر ۲۸) جب موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی سازش کا عام چرچا ہوا تو جس سے دشمن خوش ہوئے اور دوستوں کو شاق ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام توکل بر خدا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر مدد فرمائی تو فرعون کی قوم میں سے ایک آدمی جو مومن تھا۔ جس نے ابھی تک اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا۔ **فائدہ**: آل کا اطلاق انسان کے خاص آدمیوں پر ہوتا ہے۔

کامل مومن تین ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا۔ تین مومن وہ ہیں جنہوں نے کبھی کفر نہیں کیا۔ (۱) مومن آل فرعون۔ (۲) حبیب نجار۔ (۳) حضرت علی۔ حضرت علی ان میں افضل ہیں اور ایک حدیث میں ہے۔ صدیق تین ہیں: (۱) مومن آل فرعون۔ (۲) حبیب نجار صاحب یاسین۔ (۳) ابوبکر۔ ابوبکر صدیق ان میں افضل ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت صدیقیت کی وجہ سے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت سبقت ایمان اور عدم صدور کفر کی وجہ سے۔ دونوں کی افضلیت میں جہتیں مختلف ہیں۔ لیکن ان دونوں میں صدیق اکبر افضل ہیں۔ نیز آل فرعون کے لفظ سے ثابت ہوا کہ وہ قبطی تھا۔ اسی لئے فرعون نے اس کی بات پورے غور سے سنی۔ ورنہ اگر وہ اسرائیلی ہوتا تو نہ اسے کوئی قریب آنے دیتا نہ بات سنتا۔ تو جب اس نے سنا کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو جلدی سے آ کر کہا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ یعنی اس کا صرف یہ قصور ہے کہ وہ ایک اللہ کو مانتا ہے۔ اور وہ اس کا شریک کسی کو کیوں نہیں مانتا۔

یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ

اے میری قوم تمہاری بادشاہی ہے آج غالب ہو مصر کی زمین میں تم ہی تو کون ہمارا مددگار ہوگا عذاب الٰہی میں

اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

اگر ہم پر آ گیا کہا فرعون نے نہیں سمجھاتا تمہیں مگر جو میں سمجھا۔ اور نہیں دکھاتا تمہیں سوا بھلے راہ کے۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۸) حالانکہ تمہارے پاس وہ معجزات لیکر آیا ہے تم بجائے اس خدا کو ماننے کے اس سے مکابرہ کرتے ہو۔ قریش مکہ نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تو عقبہ بن ابی معیط نے حضور ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر بڑے زور سے کھینچا تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے چادر چھینی اور اسے دفع کیا اور یہی کلمات دھرائے۔ تو مومن آل فرعون نے مزید کہا کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہے۔ لیکن یاد رکھو اگر وہ سچا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو اور اسی طرح کی تکالیف دے رہے ہو تو پھر جس کا وہ وعدہ دے رہا ہے۔ وہ ضرور تمہیں پہنچے گا کیونکہ سچے رسول کی تکذیب سے عذاب آتا ہے اگر پورا نہ آیا تو اس کا بعض تو ضرور آئیگا۔

فائدہ: ممکن ہے۔ بعض سے دنیوی عذاب اور کل سے اخروی عذاب مراد ہو کیونکہ دنیا کا عذاب آخرت والے عذاب کے مقابلے میں بعض ہے۔ **فائدہ**: عین المعانی میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ایمان لانے پر نجات اور کفر پر تباہی کا ڈر سنایا تھا۔ آگے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے جھوٹوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(آیت نمبر ۲۹) اے میری قوم بے شک آج تو تمہاری شاہی ہے اور تم بنی اسرائیل پر غلبہ رکھتے ہو بلکہ پوری زمین مصر میں تمہارا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ لیکن اگر ہم پر عذاب الٰہی آ گیا۔ تو پھر ہماری مدد کون کرے گا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر کے عذاب الٰہی کو دعوت نہ دو۔ اس لئے کہ اس پر پکڑ ہو گئی اور ہمیں عذاب نے گھیر لیا تو پھر اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔

نکتہ: پہلے فرعونیوں کو یہ کہہ کر خوش کیا کہ ملک شاہی۔ غلبہ۔ طاقت سب تمہارے پاس ہے۔ پھر عذاب کا ذکر کر کے اپنے آپ کو ساتھ ملایا تاکہ انہیں معلوم ہو کہ یہ ان کا بڑا خیر خواہ ہے۔ بلکہ ان کیلئے اپنی جان بھی قربان کرنے کیلئے تیار ہے تو فرعون نے اس کی تمام باتیں سننے کے بعد کہا۔ میں جو کچھ تمہیں کہتا ہوں۔ وہ وہی ہے جو میں تمہارے لئے بہتر دیکھتا ہوں۔ میں فتنہ وفساد ختم کرنے کے ارادے پر موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جس کا مجھے خود علم ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾

اور کہا اس مومن نے اے میری قوم مجھے ڈر ہے تم پر جیسے دن عذاب اگلے گروہوں کے ۔

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَمَا اللّٰهُ

جیسے عادت قوم نوح اور عاد اور ثمود کی اور جو ان کے بعد ہوئے اور نہیں اللہ

يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾

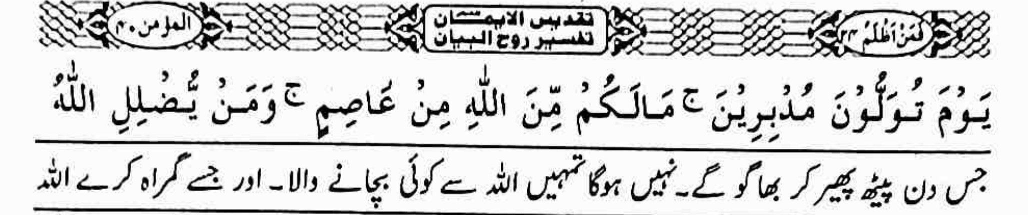
چاہتا ظلم کرنا اپنے بندوں پر۔ اور میری قوم میں ڈرتا ہوں تم پر دن پکار پڑنے سے ۔

(بقیہ آیت نمبر۲۹) **فائدہ**: مثنوی شریف میں ہے۔ مشورے تو وہ لیتا تھا۔ مشیروں نے ہی تو اس کا بیڑا غرق کیا۔ کئی دفعہ موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو ماننے لگتا تو ہامان وزیر اسے روک دیتا تھا۔

(آیت نمبر۳۰) مومن آل فرعون نے مزید قوم کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تم پر عذاب الٰہی آنے کا ڈر ہے۔ **حدیث شریف** میں ہے کہ سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے منہ پر کلمہ حق کہنا ہے۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک)۔ **مسئلہ**: علماء فرماتے ہیں کہ تیر و تلوار کے جہاد سے حجت و برہان کے جہاد کا مرتبہ و فضیلت زیادہ ہے تو فرمایا۔ اے میری قوم موسیٰ علیہ السلام کے قتل اور ان کی تکذیب کرنے پر مجھے خطرہ ہے۔ جس طرح سابقہ قوموں پر عذاب آیا۔ وہ عذاب کہیں تم پر بھی نہ آ جائے۔

(آیت نمبر۳۱) جیسے قوم نوح کا حال ہوا کہ ان پر طوفان کا عذاب آیا اور انہیں تباہ و برباد کر گیا۔ اسی طرح قوم عاد جو بادِ سرسر کی سخت ٹھنڈی ہوا سے ہلاک ہوئے اور قوم ثمود جو ایک چیخ چنگاڑ سے نیست و نابود ہو گئے اور ان کے بعد بھی کئی بستیوں والے ملیامیٹ ہوئے تو وہ اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے تباہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا کہ بلا وجہ ہی ان کو ہلاک کر دے اور گناہوں کے بغیر ہی انہیں سزا دیدے۔ وہ ظالم سے بدلہ لئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ لہٰذا تم بھی ظلم نہ کرو۔ ورنہ سخت عذاب میں گرفتار ہو گے۔

(آیت نمبر۳۲) اے میری قوم مجھے تم پر تناد والے دن کا خوف ہے۔ تناد کا معنی ہے ایک دوسرے کو پکارنا۔ اس سے مراد یا تو وہ دن ہے جس دن ان پر عذاب آئے تو وہ ایک دوسرے کو چیخ چیخ کر پکارنے لگے یا اس سے قیامت کا دن مراد ہے کہ اس دن پکاریں گے کہ کوئی سفارشی ہیں تو آئیں ہماری سفارش کریں۔



يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

جس دن پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔ نہیں ہوگا تمہیں اللہ سے کوئی بچانے والا۔ اور جسے گمراہ کرے اللہ

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

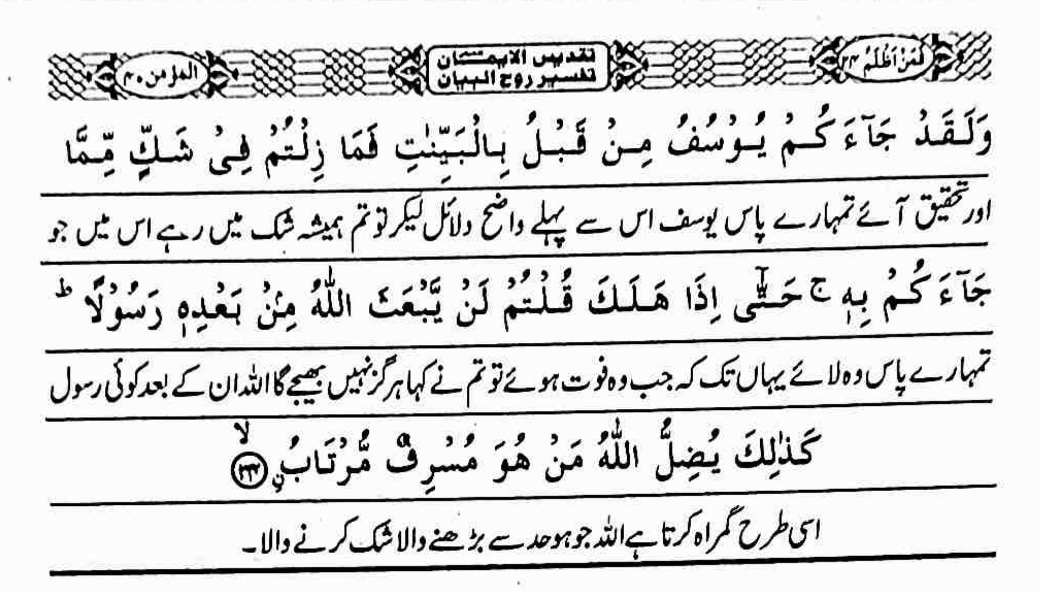
تو نہیں اسے کوئی راہ دکھانے والا۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۲) بہت زیادہ فریاد وزاری کریں گے اور آواز لگائیں گے لیکن ان کی کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا۔**فائدہ**: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ آہ وزاری اس وقت ہوگی۔ جب موت کو ذبح کر دیا جائیگا اور جنتیوں کو ہمیشہ کیلئے جنت میں بھیج دیا جائیگا۔ اس کے بعد دوزخیوں کو دوزخ میں بھیج دیا جائیگا اور حکم ہوگا کہ اب تم ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہو گے کسی پر موت نہیں آئے گی۔ یا یہ اعلان ہوگا کہ فلاں نیک بخت ہے۔ اس پر کبھی بدبختی نہیں آئے گی۔ فلاں بدبخت ہے۔ وہ کبھی نیک بخت نہیں ہوگا۔ وغیرہ۔

(آیت نمبر ۳۳) اس دن کہ تم حساب وکتاب کے مقام سے پھر جاؤ گے۔ یعنی حساب وکتاب سے فراغت پاکر دوزخ کی طرف جاؤ گے تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کے سوا عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ جو عذاب سے بچا سکے۔ اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے جو صحیح راہ نجات بتا سکے۔

فائدہ: موسیٰ علیہ السلام کے خیر خواہ کی یہ آخری کلام ہے۔ جب دیکھا کہ وہ میری نصیحت کو قبول نہیں کر رہے تو ان سے مایوس ہوکر آخر میں اس نے یہ کلمہ کہا۔

فائدہ: ان آیات میں اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی قدرت ظاہر کرتا ہے تو مردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے۔ یہ بھی فرعونی مُردوں میں ایک زندہ تھا۔ جس کا دل نور ایمان سے زندہ تھا اور کافروں کے دل کفر کی تاریکی میں مردہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر ہم چاہتے تو ہر ایک کو ہدایت عطا فرما دیتے۔ لیکن ہم نے راہ اسے دکھائی۔ جس نے ہماری طرف رجوع کیا۔ پھر اسے ہم ہدایت بھی دے دیتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ اور سمجھ دار ہدایت سے محروم ہو گئے۔ وہ ایسے اندھے اور بہرے ہوئے کہ آیات الٰہی دیکھ نہ سکے نہ روشن دلائل سن سکے۔



وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا

اور تحقیق آئے تمہارے پاس یوسف اس سے پہلے واضح دلائل لیکر تو تم ہمیشہ شک میں رہے اس میں جو

جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ

تمہارے پاس وہ لائے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوئے تو تم نے کہا ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ ان کے بعد کوئی رسول

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۙ ﴿۳۴﴾

اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جو ہو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا۔

(آیت نمبر ۳۴) اور تحقیق اے اہل مصر تمہارے ہاں یوسف بن یعقوب علیہما السلام بھی تشریف لائے تھے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے۔ وہ بھی واضح دلائل یعنی معجزات لیکر آئے۔ جیسے خوابوں کی صحیح تعبیر بتانا۔ بچے کا ان کے حق میں صفائی کی شہادت دینا وغیرہ۔

فائدہ: اگرچہ دونوں زمانوں کے درمیان چھ سو سال گذرے اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے والے لوگ یوسف علیہ السلام کے زمانے میں نہ تھے اور فرعون نے چار سو سال عمر پائی۔ مگر یوسف علیہ السلام کا زمانہ نہیں پایا۔ لیکن اکثر اولاد کو باپ دادا کے احوال کے مطابق خطاب ہوتا رہتا ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والے یہودیوں سے کہا۔ تم نے اللہ کے نبیوں کو ناحق کیوں قتل کیا۔ حالانکہ انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کے آباء نے قتل کیا تھا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے والا فرعون یوسف علیہ السلام کے زمانے والے فرعون کی اولاد ہو۔

آگے فرمایا کہ تم ہمیشہ اس میں شک کرتے رہے جو یوسف علیہ السلام دین حق لے کر آئے۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوئے تو تم نے کہا کہ اب ان کے بعد اللہ تعالیٰ اور کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

فائدہ: چونکہ مصر کے اکثر لوگ یوسف علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے۔ تو جب جناب یوسف علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔ تو انہوں نے یہ کہا کہ اب ان کے بعد کوئی اور اللہ کا رسول نہیں آئے گا۔ اور جس طرح یہ لوگ گمراہی میں مبتلا تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی گمراہی میں مبتلا رکھتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ اور اس کے برحق دین میں وہ شک کرتے ہیں۔

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ

جولوگ جھگڑا کرتے ہیں آیات الٰہی میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو۔ سخت بیزاری کی بات ہے

اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

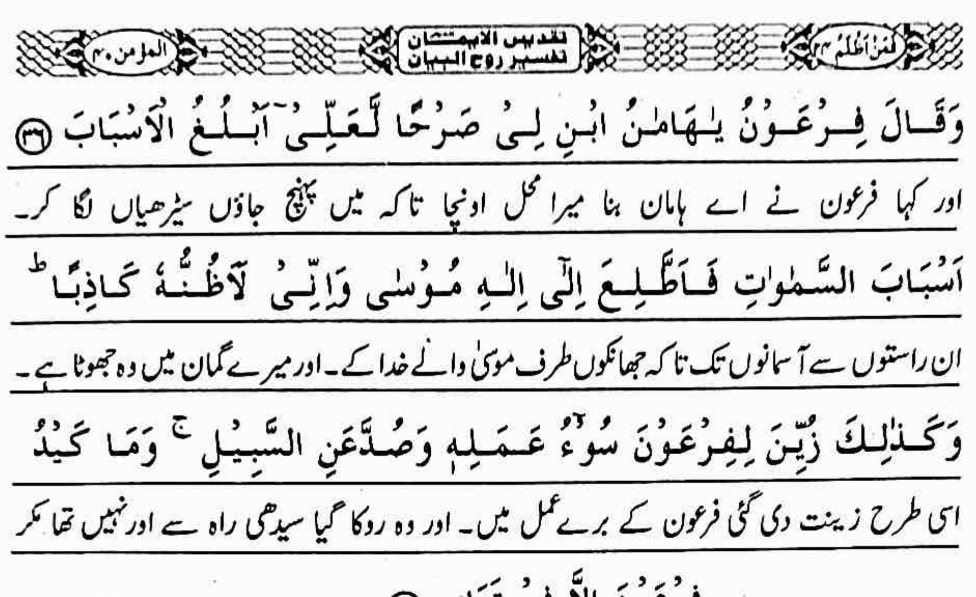
اللہ اور ایمان والوں کے نزدیک۔ اسی طرح مہر لگاتا ہے اللہ ہر اس دل پر جو تکبر والا سرکش ہے۔

(آیت نمبر ۳۵) وہ لوگ جو آیات الٰہی میں جھگڑتے ہیں۔ یعنی وہ جو گناہوں میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ وہی جھگڑا کرتے ہیں بغیر دلیل کے۔ نہ اس کے پاس کوئی حجت و برہان ہے۔ نہ واضح دلیل ہے تاکہ اس سے استدلال کیا جائے۔ جو ان کے پاس آئی ہو۔ مسرف اور مرتاب یعنی بہت بڑا جھگڑالو بغض شدید رکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان سے۔ **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کفار کا جھگڑا جو ایمان والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کا انہیں سخت عذاب ہوگا۔ آگے فرمایا کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر لگاتا ہے۔ ہر اس دل پر جو تکبر والا ہے اور سرکش ہے۔ یعنی ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے منہ پھیر کر اپنی بڑھائی دوسروں پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔

فائدہ: ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل پر مہر لگنے کے اسباب میں سے تکبر و غرور ہے۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو پھر اس سے کفر و نفاق اور زیغ و ضلال خارج نہیں ہوسکتے۔ (البتہ اس سے نکلنے کیلئے پھر ایمان، اخلاص دین پر پختگی ہدایت کی طرف رجوع ہے)۔

سبق: عقل مند پر لازم ہے کہ وہ ان اشیاء کو مضبوط پکڑے اور وہ اسباب اختیار کرے جن سے شرح صدر ہو اور ان کاموں سے بچے جن کی وجہ سے دل پر مہر لگے۔

روحانی نسخہ: ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قلب کی صفائی پانچ چیزوں سے: (۱) قرآن کی تلاوت غور فکر سے۔ (۲) پیٹ کو کچھ خالی رکھنا۔ (۳) رات کی عبادت۔ (۴) سحری کے وقت کی گڑگڑاہٹ۔ (۵) نیکوں کی صحبت۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ذکر الٰہی سے دلوں کو نیا کرو۔ اس لئے کہ دل جلد میلا ہو جاتا ہے۔ اور ذکر سے صاف ہو جاتا۔ **حدیث شریف**: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز جبار اور متکبر لوگ چیونٹی کی طرح اٹھائے جائیں گے۔ جنہیں لوگ پاؤں میں روندتے ہوئے چلیں گے۔ یعنی انہیں تکبر و سرکشی کی وجہ سے ذلیل کیا جائیگا۔ (الترغیب والترہیب)



وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿٣٦﴾

اور کہا فرعون نے اے ہامان بنا میرا محل اونچا تاکہ میں پہنچ جاؤں سیڑھیاں لگا کر۔

اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ط

ان راستوں سے آسمانوں تک تاکہ جھانکوں طرف موسیٰ والے خدا کے۔ اور میرے گمان میں وہ جھوٹا ہے۔

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ج وَمَا كَيْدُ

اسی طرح زینت دی گئی فرعون کے برے عمل میں۔ اور وہ روکا گیا سیدھی راہ سے اور نہیں تھا مکر

فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿٣٧﴾

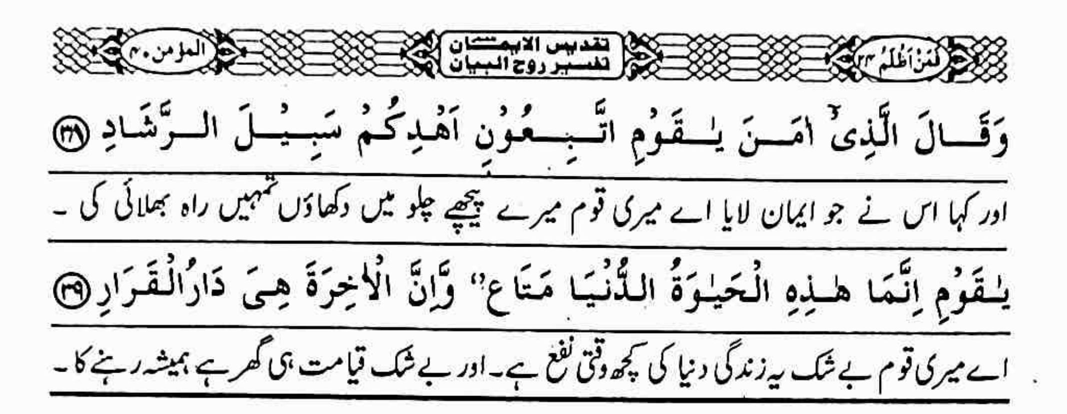
فرعون کا مگر ہلاکت میں۔

(آیت نمبر ۳۶) فرعون نے اپنے وزیر سے کہا۔ جس کا نام ہامان تھا۔ جو انتہائی بد بخت تھا۔ اور اسی بدبختی میں غم سے نڈھال ہو کر مرا۔ **فائدہ:** کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فرعون نے جب دیکھا کہ اس مسلمان کی باتیں بڑی موثر ہیں۔ اس لئے لوگوں کی توجہ دوسری طرف مبذول کراتے ہوئے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک کھلا سا محل تیار کر جو اتنا اونچا ہو کہ انتہائی دور سے نظر آئے امید ہے کہ میں اسباب تک پہنچ جاؤں جن کے ذریعے میں خدا کو دیکھ سکوں۔

(آیت نمبر ۳۷) تاکہ ان اسباب سے میں آسمانوں تک پہنچ جاؤں۔

نکتہ: پہلے اسباب کو مبہم پھر اسے واضح کر کے لایا۔ تاکہ اس کی شان ظاہر ہو۔ اور سننے والے کو اس کا شوق پیدا ہو۔ اور وہ اسے اچھی طرح جانے اور پہچانے۔ مزید کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جھانک کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں۔ میرا گمان ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) اپنے دعوے میں سچا نہیں ہے جو وہ کہتا ہے میں اللہ کا رسول ہوں۔ (چونکہ فرعون خود جھوٹا تھا اور جو خود جھوٹا ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی جھوٹا ہی سمجھتا ہے)۔

فائدہ: فرعون کے اس محل بنانے کا ذکر تفصیل کے ساتھ سورہ قصص میں بیان ہو چکا ہے۔ چونکہ وہ پاگل تھا عقل مند آدمی تو ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ ایسا مکان بنائے۔ اپنا دماغی خبط دور کرنے کیلئے کسی پہاڑ پر چڑھ جاتا۔ پہاڑوں سے اونچا تو مکان بنایا ہی نہیں جا سکتا۔ پھر کہاں آسمان اور کہاں اسکا یہ چھوٹا سا مکان۔



وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾

اور کہا اس نے جو ایمان لایا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں دکھاؤں تمہیں راہ بھلائی کی ۔

یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ٘ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾

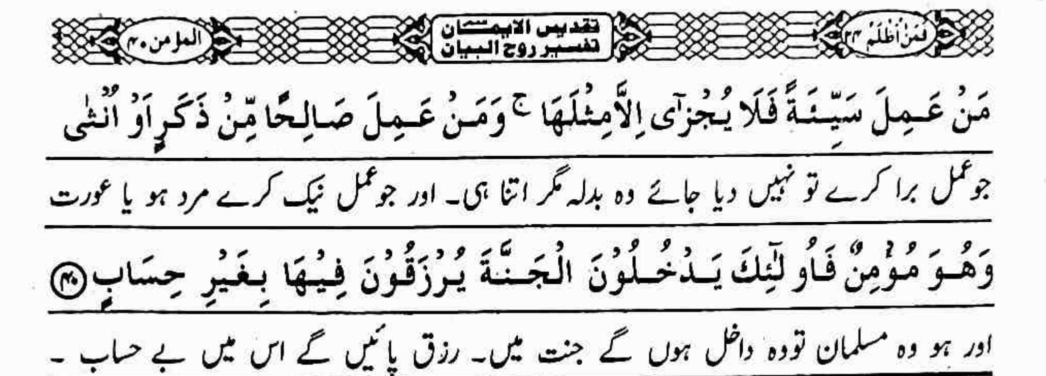
اے میری قوم بے شک یہ زندگی دنیا کی کچھ وقتی نفع ہے۔ اور بے شک قیامت ہی گھر ہے ہمیشہ رہنے کا۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۷) **فائدہ** :اصل بات یہ ہے کہ فرعون لعنتی ذات الٰہی کی عظمت سے ہی بے خبر تھا۔ نہ اسے یہ علم تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھیجنے کا کیا مقصد ہے۔ صرف اپنے بناوٹی سوچ سے ایک دلیل بنائی صرف لوگوں کو الجھن میں ڈالنے یا انہیں بے وقوف بنانے کا اور طریقہ کوئی نہ تھا۔ پھر اس نے خود تو کرنا کچھ نہیں تھا۔ مفت کے کام کرنے والے نبی اسرائیلیے ملے ہوئے تھے۔ ہر کام ان سے لیتا تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اسے یہ موقع بھی عطا کیا تا کہ وہ یہ نظارہ بھی کر لے۔ آگے فرمایا کہ اسی طرح فرعون کیلئے اس طرح کے برے اعمال بھی سنوارے گئے۔ جن میں وہ ہر وقت منہمک رہتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ سے روکنے والا تھا۔ اور فرعون کا یہ مکروفریب جلد ہلاکت میں پڑنے والا تھا۔

(آیت نمبر ۳۸) آل فرعون کے مومن نے فرمایا۔ اے میری قوم میرے پیچھے چلو یعنی جو میں کہتا ہوں میں تمہیں سیدھی راہ کی رہبری کرونگا۔ جو تمہیں منزل مقصود تک پہنچادے گی کیونکہ جس راہ پر فرعون اور اس کی قوم چل رہی ہے۔ وہ تو گمراہی والا راستہ ہے۔ **فائدہ**: اس میں اشارہ ہے کہ سیدھا راستہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کی اتباع میں رکھا گیا ہے اور ہر ولی اپنے نبی کی اتباع کر کے سیدھی راہ پاتا ہے۔ سبیل الرشاد وہ ہوتا ہے۔ جو لوگوں کے دین و دنیا میں مصالح کی طرف راہ بری کرتا ہے اور وہ انبیاء و اولیاء کا راستہ ہے۔

(آیت نمبر ۳۹) اے میری قوم اس دنیا کی جو متاع ہے۔ یعنی اس کا ساز و سامان اور نفع وہ تو بہت تھوڑا ہے اور بہت جلد ختم ہونے والا ہے گویا ساری دنیا ایک لحظہ ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ دل لگانے کا کیا فائدہ ہے۔

فائدہ: محمد بن علی ترمذی نے فرمایا کہ دنیا تمام امتوں میں عقلاء کے نزدیک مذموم ہی رہی۔ اور سابق حکماء بھی اس کے طالب کو ذلیل و خوار سمجھتے رہے۔ داعی حق ہمیشہ اس کی متابعت سے اور اس کے ساتھ محبت کرنے اور اسے جمع کرنے سے ڈرتے ہی رہے۔ آگے فرمایا۔ اور بے شک آخرت ہی دار القرار ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ کیلئے قائم و دائم ہے۔ کروڑوں سال گذرنے کے بعد بھی وہ جوں کا توں ہی ہوگا۔



مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

جو عمل برا کرے تو نہیں دیا جائے وہ بدلہ مگر اتنا ہی۔ اور جو عمل نیک کرے مرد ہو یا عورت

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

اور ہو وہ مسلمان تو وہ داخل ہوں گے جنت میں۔ رزق پائیں گے اس میں بے حساب۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۹) **حدیث شریف:** حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے عزیز موت کو کثرت سے یاد کرو (رواہ ابن ماجہ والطبرانی)۔ تاکہ دنیا سے بے رغبتی ہو اور آخرت کے ساتھ رغبت پیدا ہو کیونکہ آخرت دارالقرار ہے اور دنیا دھوکہ ہی ہے۔

(آیت نمبر ۴۰) جو برا عمل کرے اسے آخرت میں اتنی ہی سزا ہوگی۔ اس سے زیادہ نہیں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ البتہ کافر کو ہمیشہ کا عذاب اس لئے ہوگا۔ کہ اس کا عقیدہ دائمی تھی یعنی موت کے آنے تک وہ کفر پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ وہ کسی کی نصیحت کو ماننے کیلئے تیار نہیں تھا۔

مسئلہ: مومن فاسق کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں چلا ہی گیا۔ تو اس کی سزا ختم ہو جائے گی۔ اس لئے کہ وہ کفر پر مرنا نہیں چاہتا تھا۔ نہ اس گناہ پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ گناہوں کی سزا برابر ہے۔ خواہ نفوس سے ہو یا اعضاء سے۔ البتہ جرم سے زیادہ سزا نہیں ہوگی کیونکہ یہ ظلم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔ آگے فرمایا کہ جو عمل صالح کرے۔ یعنی جن میں رضاء الٰہی مقصود ہو اور وہ عمل شرع کے مطابق ہو۔ وہ نیک عمل خواہ مرد کرے یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہوں کیونکہ ایمان کے بغیر عمل بیکار ہے۔ وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور انہیں اس جنت میں پاکیزہ پھل اور لذیذ کھانے دیئے جائیں گے۔ جو بے حساب اور بے شمار ہوں گے۔ کیونکہ یہ عمل سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عطا ہوں گے۔ جس طرح فضل الٰہی کی انتہاء نہیں۔ اسی طرح اس کی نعمتوں کی بھی انتہاء نہیں۔

دیدار الٰہی اعلیٰ نعمت ہے: ہر جمعے والے دن جنت میں اللہ تعالیٰ جنتیوں کو دیدار عام عطا فرمائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا واقعی ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ جیسے چودھویں کے چاند کو بغیر شک وشبہ کے دیکھتے ہو۔

وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾

اور اے میری قوم کیا بات ہے میں تمہیں بلاتا ہوں طرف نجات کے اور تم بلاتے ہو مجھے طرف آگ کے۔

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا

تم بلاتے ہو مجھے کہ میں انکار کروں اللہ کا اور شریک بناؤں اس کا۔ جس کا نہیں مجھے کوئی علم اور میں

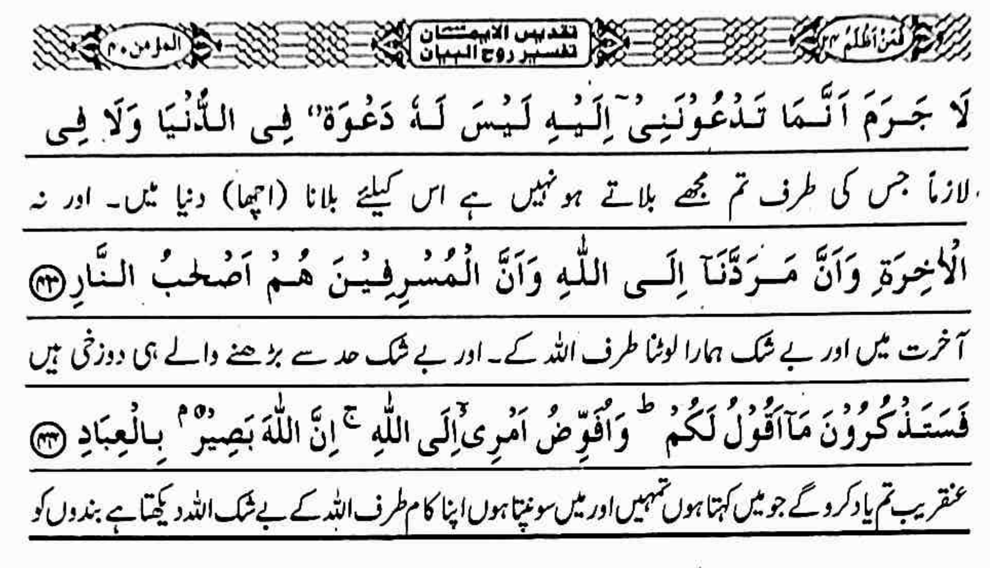
اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

بلاتا ہوں تمہیں طرف عزت والے بخشش والے کے۔

(آیت نمبر ۴۱) آل فرعون کے مومن اپنی قوم کو بار بار میری قوم کہہ کر خطاب کرتے کہ شاید ان کے دل پر کوئی اثر ہو جائے اور یہ غفلت سے بیدار ہوں۔ مگر وہ تو پتھر دل کیا اثر قبول کرتے۔ الٹا اس مومن سے کہنے لگے تم نے فرعون کی پوجا کیوں چھوڑ دی۔ تو فرمایا۔ کیا بات ہے۔ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ تا کہ تم جہنم کے عذاب سے بچ جاؤ۔ اس کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ توحید پر ایمان لے آؤ۔ اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم مجھے جہنم کی طرف بلاتے ہو۔ جنت جو حد درجہ اعلیٰ چیز ہے۔ اسے چھوڑ کر الٹا تم مجھے بھی جہنم میں جانے کی دعوت دے رہے ہو۔

(آیت نمبر ۴۲) تمہاری دعوت کا مقصد یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کروں اور اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراؤں۔ جس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ یعنی اس سے ان کے عقیدے کی بالکلیہ نفی ہے کہ نہ اس کا کوئی بھی شریک ہے۔ نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے۔ (اس میں انہوں نے ان کی جہالت پر گویا طنز کیا ہے)۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ الوہیت کیلئے کسی دلیل کا قائم کرنا ضروری ہے کہ جس برہان سے علم یقینی حاصل ہو۔ مزید فرمایا کہ میں تمہیں اس غالب رب کریم کی طرف بلاتا ہوں۔ جس کے برابر کوئی غالب نہیں۔ یہ برابری مخلوق میں ممکن ہے اور وہ غفار بھی ہے یعنی جو اس کی طرف رجوع کرے اور دل سے توبہ تائب ہو۔ وہ گناہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ کیونکہ وہ بخشنے پر قادر ہے۔



لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی

لازماً جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو نہیں ہے اس کیلئے بلانا (اچھا) دنیا میں۔ اور نہ

الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

آخرت میں اور بے شک ہمارا لوٹنا طرف اللہ کے۔ اور بے شک حد سے بڑھنے والے ہی دوزخی ہیں

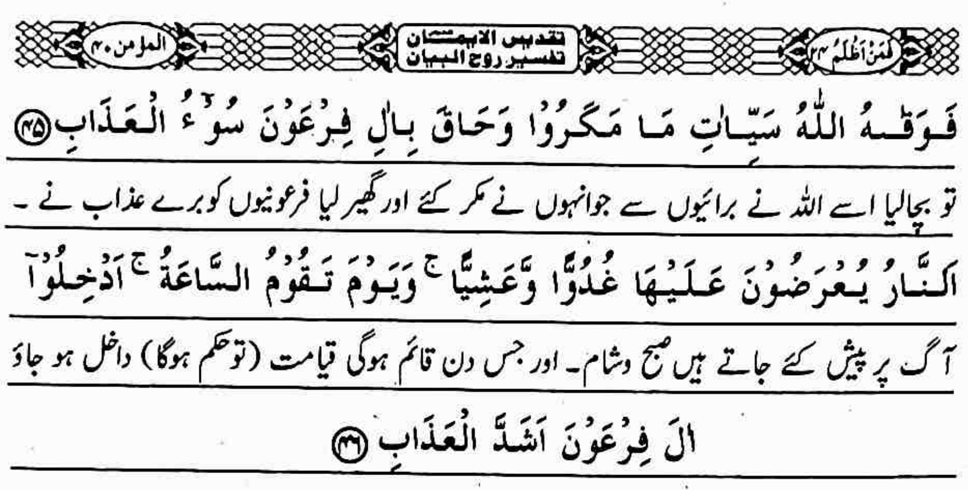
فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ط وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ج اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

عنقریب تم یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تمہیں اور میں سونپتا ہوں اپنا کام طرف اللہ کے بے شک اللہ دیکھتا ہے بندوں کو

(آیت نمبر۴۳) یقیناً یہ پکی بات ہے کہ بے شک جس کی طرف تم دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کروں اور پھر اس کی عبادت کروں۔ اس کی دعوت کا تو کوئی ثبوت ہے ہی نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں اور ان تمام معبودوں نے بھی تمہیں اپنی پوجا کی دعوت نہیں دی۔ معبود برحق تو وہ ہے۔ جس نے رسولان عظام اور کتابیں بھیج کر اپنی عبادت کا باقاعدہ حکم دیا اور پھر تمہارے یہ معبود تو مٹی کے ڈھیلے ہیں یہ کسی کو کیا دعوت دیں گے۔ ان میں بولنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ انہیں بولنے کی طاقت دے گا تو یہ پوجا کرنے والوں کے خلاف ہی بولیں گے۔ پھر یہ نہ بیمار کو صحت دے سکتے ہیں۔ نہ دولت دے سکتے ہیں۔ نہ کسی کو بخشوا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ اگر بالفرض سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ جب وہ کسی کام کے نہیں تو وہ رب کیسے ہو گئے۔ آگے کہا بے شک ہمارا لوٹ کر جانا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور وہی ہمارے اعمال پر جزاء و سزاء دے گا۔ اور بے شک گمراہی اور سرکشی یا کفر و شرک کا عمل کرنے والے یا ناحق خون بہانے میں حد سے تجاوز کرنے والے ہی دوزخ میں جانے والے ہیں۔

(آیت نمبر۴۴) عنقریب قیامت کا عذاب دیکھ کر تمہیں یاد آئے گا کہ جو میں تمہیں نصیحتیں کر رہا ہوں۔ وہ سب یاد آئیں گی۔ لیکن اس یاد آنے کا تمہیں اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ میں اپنا سب معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ وہی مجھے ہر دکھ تکلیف سے بچائے گا۔ یہ جملہ انہوں نے اس وقت فرمایا۔ جب انہوں نے آپ کو قتل کی دھمکی دی۔

فائدہ: بعض مشائخ فرماتے ہیں نزول تقدیر سے پہلے کا نام تفویض اور تقدیر نازل ہونے کے بعد کا نام تسلیم ہے۔ آگے فرمایا۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ حق اور باطل والوں کو جانتا ہے۔



فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

تو بچالیا اسے اللہ نے برائیوں سے جوانہوں نے مکر کئے اور گھیر لیا فرعونیوں کو برے عذاب نے ۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۚ اَدْخِلُوْٓا

آگ پر پیش کئے جاتے ہیں صبح وشام۔ اور جس دن قائم ہوگی قیامت (توحکم ہوگا) داخل ہو جاؤ

اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

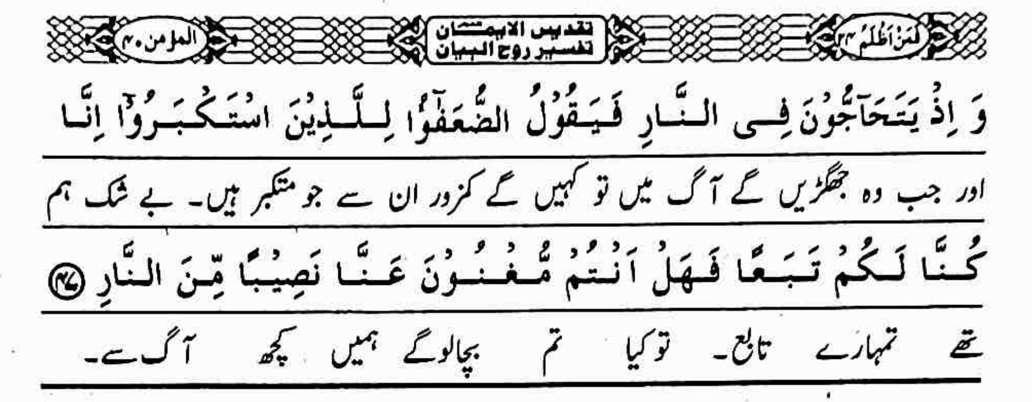
فرعونیو سخت عذاب میں۔

(بقیہ آیت نمبر۴۴) جواللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اس پرتوکل کرے تو اسے مصائب وآلام سے بچاتا ہےاوراپنی پناہ میں رکھتا ہے۔۔۔۔تفویض کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ رب نے ہمیں دیا ہم اسے رب کا انعام سمجھیں۔اور بندے کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پرصبر وشکر کرے اوراسے اپنی سعادت سمجھے۔اس کی رحمت سے پرامیدرہے۔

سبق: انسان پرلازم ہے کہ ہروقت اور ہرحال میں اپنی اصلاح کا خیال رکھے۔

(آیت نمبر۴۵) مومن آل فرعون (جن کا نام حزبیل تھا) نے تقریر ختم کی تو فرعون نے حکم دیا کہ اسے قتل کردیا جائے۔تو وہ بھاگ کر پہاڑ پر چلے گئے اور وہاں نماز شروع فرمادی تو ان کے اردگرد درندے کھڑے ہوگئے اوران کی حفاظت کرنے لگے کیونکہ انہوں نے کہا میں نے اپنا سب معاملہ اللہ کے سپرد کیا۔تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کے ظلم سے بچالیا آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔پس بچالیا اسے اللہ تعالیٰ نے ان فرعونیوں کی بری تدبیروں اوران کے مکر وفریب سے اور گھیر لیا فرعونیوں کو برے عذاب نے۔یعنی دریا میں غرق ہوااور یہ دنیوی عذاب تھا۔اس کے بعد قبر کے متعلق فرمایا۔

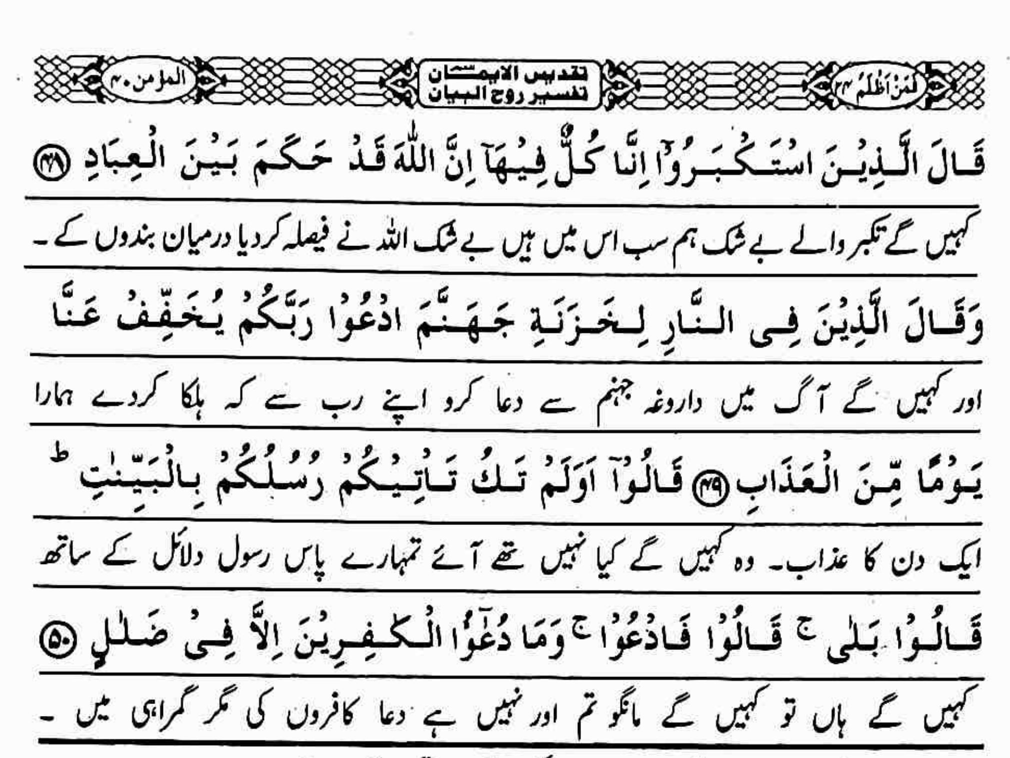
(آیت نمبر۴۶)"النار یعرضون علیہا" صبح وشام وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔مراد ہے کہ وہ آگ میں جلائے جاتے ہیں۔**فائدہ:** ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرعون سمیت سب فرعونیوں کے روح سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ہیں اوران کوروزانہ صبح وشام جہنم پر پیش کیا جاتا ہےاور بتایا جاتا ہے کہ یہی تمہارا ٹھکانہ ہے۔یا صبح وشام سے مراد ہمہ وقت ہے۔جیسے جنت والوں کے متعلق فرمایا کہ انہیں جنت میں صبح وشام رزق دیا جاتا ہے۔یعنی ہمہ وقت انہیں ہر قسم کا رزق دیا جاتا ہے۔



(بقیہ آیت نمبر ۴۶) **فائدہ**: یہ سیاہ پرندوں میں روح رکھ کر جنہم پر لے جانے کا معاملہ صرف فرعونیوں کے ساتھ ہے اور کسی سے نہیں۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو روزانہ اسے اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت والا اور جہنمی ہے تو جہنم والا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ تو اسی میں رہے گا۔ (بخاری، باب الجنائز) آگے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی اور تمام روح اپنے اپنے بدنوں میں آجائیں گے تو فرشتوں سے کہا جائیگا کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں لے جاؤ کیونکہ جہنم کا عذاب روح مع الجسم ہوگا۔ جو سخت ترین عذاب ہے بہ نسبت فقط روح کے عذاب سے۔

فائدہ: اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جہنم میں عذاب کے بھی کئی درجات ہیں۔ سخت۔ سخت تر اور سخت ترین۔ تو فرعونیوں کو سخت ترین عذاب دیا جائیگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ سب سے نرم عذاب جسے دیا جائیگا۔ اس کے پاؤں میں آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔ جس کی گرمی سے اس کا دماغ کھولے گا۔ (اثبات عذاب قبر کیلئے مزید فیوض الرحمٰن کا مطالعہ کریں)۔

(آیت نمبر ۴۷) وہ وقت یاد کرو کہ جب جہنمی جہنم میں جھگڑا کریں گے۔ اس سے مراد یا فرعونی ہیں۔ یا دوسرے کفار۔ یعنی گمراہ کرنے والوں سے گمراہ ہونے والے جو دنیا میں مال و جان کے لحاظ سے یا قدر و منزلت کے لحاظ سے کمزور یا قوم میں عاجز و بے کس تھے۔ وہ اپنے متکبر لیڈروں سے کہیں گے ہم دنیا میں تمہاری بات کی پیروی کرتے تھے۔ خصوصاً شرک کے متعلق جب بھی تم نے ہمیں کہا۔ ہم نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ حتی کہ تمہارے کہنے پر ہم نے رسولوں کی بات بھی نہیں مانی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہارے ساتھ ہمیں بھی دوزخ میں جانا پڑا۔ تو کیا تم ہمیں دوزخ سے کچھ بچاسکتے ہو۔ یعنی کوئی طریقہ کرکے ہمیں دوزخ سے نکال دوگے۔ اس لئے کہ ہم نے تمہاری اتباع کی تھی اور دنیا میں تمہاری خدمت میں رہ کر ہم تمہاری تکلیفیں دور کرتے تھے۔ اب تمہارا فرض ہے۔ تم ہماری مدد کرو۔ ہمیں اس تکلیف سے نجات دلادو۔



قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾

کہیں گے تکبر والے بے شک ہم سب اس میں ہیں بے شک اللہ نے فیصلہ کردیا درمیان بندوں کے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا

اور کہیں گے آگ میں داروغہ جہنم سے دعا کرو اپنے رب سے کہ ہلکا کردے ہمارا

يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط

ایک دن کا عذاب۔ وہ کہیں گے کیا نہیں تھے آئے تمہارے پاس رسول دلائل کے ساتھ

قَالُوْا بَلٰى ج قَالُوْا فَادْعُوْا ج وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

کہیں گے ہاں تو کہیں گے مانگو تم اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر گمراہی میں ۔

(آیت نمبر ۴۸) ان کے متکبر لیڈر جواب میں کہیں گے۔ ہم تمہیں کیسے بچا سکتے ہیں؟ ہم خود عذاب میں مبتلا ہیں۔ اگر ہمیں کچھ بھی قدرت ہوتی۔ تو ہم خود کیوں عذاب میں ہوتے۔ بے شک یہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں میں فرمایا اور حق کے ساتھ فیصلہ فرمایا جس کا جو حق تھا وہ اسے مل گیا ہے۔ مومنوں کو جنت ملی۔ وہ جن درجات کے مستحق تھے انہیں وہ مل گیا۔ ہمیں جہنم میں داخل فرمایا جن سزاؤں کے مستحق تھے۔ ہمیں مل گیا۔ ہم نے جہنم کے جن طبقات میں جانا تھا ان میں ہی بھیجا گیا۔ اب اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

(آیت نمبر ۴۹) پھر تمام جہنمی بڑے چھوٹے متکبر کمزور جب دوزخ کا عذاب پائیں گے اور اسے برداشت نہیں کرسکیں گے تو جہنم کے انتظام کرنے والوں سے کہیں گے۔ خزنہ وہ فرشتے ہیں۔ جنہیں جہنم میں عذاب دینے پر مامور کیا گیا اور جہنم اس آگ کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کیلئے سخت سزا کے طور پر تیار کی۔ تو وہ سب داروغہ جہنم سے کہیں گے کہ اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرو۔ اور ہماری سفارش کرو کہ صرف ایک دن کیلئے ہمارے عذاب میں تخفیف فرمادے۔ یعنی کم از کم دنیا کے دنوں کے حساب سے ہی ایک دن ہم سے عذاب اٹھا دیا جائے اگرچہ انہیں یقین ہوگا کہ یہ کام ممکن نہیں ہے۔

(آیت نمبر ۵۰) عرصہ دراز تک منتظمین جہنم کافروں کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیں گے۔ ایک عرصہ کے بعد وہ کہیں گے۔ کیا تمہارے پاس رسولان عظام واضح دلائل کے ساتھ نہیں تشریف لائے تھے۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾

بے شک ہم ضرور مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی حیات دنیوی میں اور جس دن کھڑے ہوں گواہ

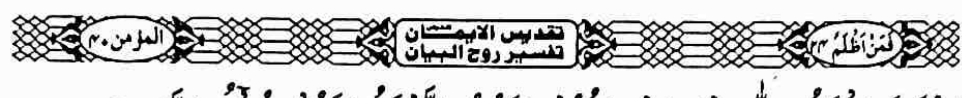
(بقیہ آیت نمبر ۵۰) اور انہوں نے تمہیں انجام بد سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ تمہارے کفر اور گناہوں کا انجام بہت برا ہوگا۔ یہ بھی زجر وتوبیخ کے ساتھ بات ہوگی۔ اب کہتے ہو دعا کرو۔ تم نے تو دعا کا وقت ضائع کر دیا ہے۔ تو آگے سے کافر کہیں گے ہاں ہمارے پاس رسولان گرامی تشریف لائے تھے۔ لیکن ہم نے ان کی ایک بھی بات نہیں مانی بلکہ ان کی تکذیب کی تو پھر فرشتے کہیں گے۔ پس پھر اب پکارتے رہو۔ دعائیں مانگتے رہو۔ اب قبولیت ناممکن ہے۔ مقصود اصل انہیں ناامید کرنا تھا کہ اب لگے رہو اور پکارتے رہو اور نہیں ہے کافروں کی دعا جو وہ اپنے بچنے کیلئے مانگتے ہیں عذاب سے۔ مگر گمراہی اور بطلان میں۔

کافر کی دعا کی قبولیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء نفی کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل یہی آیت ہے۔ کیونکہ کافر جب اللہ تعالیٰ کو مانتا ہی نہیں۔ بلکہ جو مانتا بھی ہے۔ وہ بھی انتہائی غلط عقیدے سے اور ان اوصاف سے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہی نہیں۔

فائدہ: بعض علماء نے فرمایا کہ بعض دفعہ کافر کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ جیسے شیطان نے دعا کی کہ اے رب مجھے قیامت تک موت نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی دعا قبول کر لی۔

(آیت نمبر ۵۱) بے شک ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور صاحب ایمان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو ان رسولوں کے سچے فرمانبردار ہیں۔ دنیا میں فتح ونصرت سے مدد کرتے ہیں اور کافروں کو نیست ونابود کرتے ہیں۔ یا قتل وقید کرتے ہیں۔

فائدہ: اگر کسی وقت انبیاء کرام علیہم السلام کے تابعدار مغلوب ہوئے ہیں تو بوجہ امتحان کے۔ تاکہ عبرت حاصل ہو۔ یا بعض دفعہ حاکم کے حکم کی مخالفت کرنے پر بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسے جنگ احد میں ہوا۔ امت محمدیہ کے علماء کا حکم بنی اسرائیل کے انبیاء جیسا ہے۔ جس کی بھی نبی کریم ﷺ سے نسبت قریب یا بعید کی ہے اسے ضرور بزرگی نصیب ہوگی۔ جو ان علماء کی تعظیم وتکریم کرے گا۔ گویا وہ حضور ﷺ کی تعظیم کر رہا ہے۔ اسی طرح جو ان کی تحقیر کرتا ہے۔ وہ گویا حضور ﷺ کی ہی تحقیر کر رہا ہے۔



يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

جس دن نہیں فائدہ دیں گے ظالموں کو ان کے بہانے۔اور ان کیلئے لعنت اور ان کیلئے برا گھر ہے۔

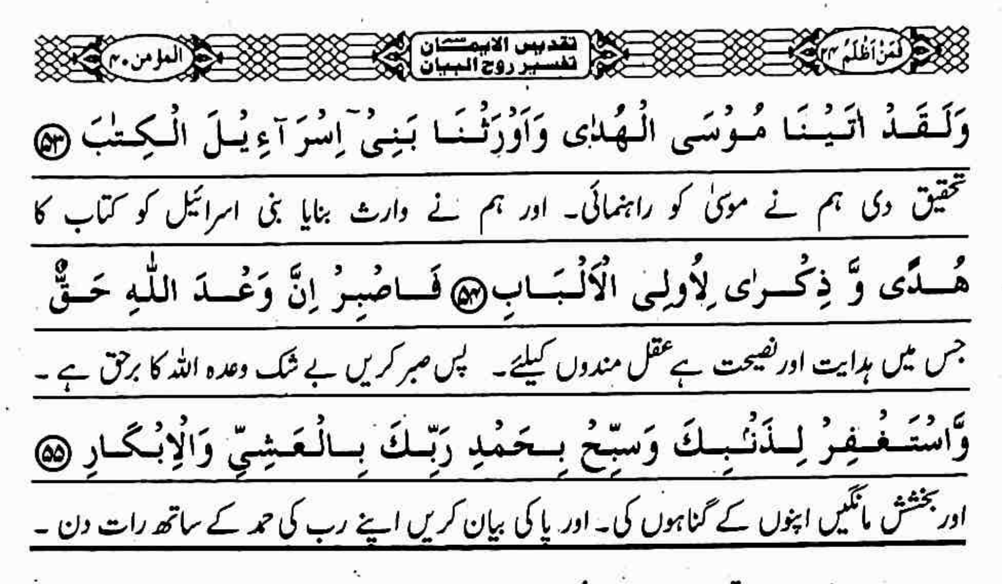
(آیت نمبر ۵۱) **حسنین کی شہادت:** علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔نبی کریم ﷺ کی دعا و شفاعت سے دونوں شہزادے بچ سکتے تھے۔لیکن آپ نے ان کی شہادت میں ہی زیادہ درجہ کمال دیکھا۔اس لئے انہیں نجات دلانے کے بجائے ان کی شہادت کو ترجیح دی۔آگے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکاروں کی دنیا میں مدد کرتے ہیں۔اسی طرح آخرت میں مدد کریں گے۔جس دن اولین وآخرین سب جمع ہوں گے اور انبیاء کرام علیہم السلام ان کے ایمان کے متعلق گواہی دیں گے اور کفار کے جھٹلانے کی بھی گواہی دیں گے۔

فائدہ: اشہاد سے مراد یا فرشتے ہیں یا حضور ﷺ کی امت ہے جیسے قران میں فرمایا۔کہ تمہیں سابقہ امتوں پر گواہ بنایا کہ جب وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کریں گے تو امت محمدیہ گواہی دے گی کہ نبی سچے ہیں اور یہ کافر جھوٹے ہیں جب کافر کہیں گے کہ تم تو بہت بعد میں آئے ہو تمہیں کیا معلوم ہے۔تو پھر رسول اکرم ﷺ اس امت کی سچائی پر گواہی دیں گے۔کہ میری امت ٹھیک کہتی ہے۔یہ کافر جھوٹے ہیں۔

(آیت نمبر ۵۲) اس دن یعنی بروز قیامت لوگوں کو عذر بہانے کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔اس کی تفصیلات پیچھے بیان ہو چکی ہیں کیونکہ معذرت کا وقت ختم ہو گیا ہے۔(اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور کتب بھیج کر تمام عذر ختم کر دیئے)۔اب اگر کوئی عذر کرے گا بھی تو اسے یہی کہا جائیگا۔دفع ہو جاؤ میرے ساتھ کوئی بات مت کرو۔بلکہ معذرت کی اجازت ہی نہیں ہوگی کہ وہ کوئی کفر وشرک کرنے کی وجہ بیان کر سکیں۔

فائدہ: ظلم کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں خالق سے منہ موڑ کر مخلوق کی طرف کیا۔اس لئے ان پر لعنت ہے اور برا ٹھکانہ ہے یعنی ان کے لئے برا گھر جہنم ہے۔اس میں برائی یہ ہے کہ اس کی سخت جلن گہرائی اور لوہے کے زنجیر اور بیڑیاں اور پینے کیلئے بدبودار پیپ یا کھولتا پانی ملے گا۔خصوصاً منافقین تو جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہونگے کیونکہ وہ غریب مسلمانوں سے ٹھٹھے مزاق کیا کرتے تھے۔

سبق: عقلمند کو چاہئے کہ وہ کسی پر ظلم وستم کرنے سے بچے۔کفر وشرک سے بچے تا کہ آخرت میں پچھتانا نہ پڑے۔حدیث شریف میں ہے کہ جہنمی جہنم میں بہت روئیں گے اور خون کے آنسو بہائیں گے تو داروغہ کہے گا۔کاش تم دنیا میں اس طرح اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتے تو اب آرام پا رہے ہوتے۔



وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾

تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو راہنمائی۔ اور ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو کتاب کا

هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

جس میں ہدایت اور نصیحت ہے عقل مندوں کیلئے۔ پس صبر کریں بے شک وعدہ اللہ کا برحق ہے۔

وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

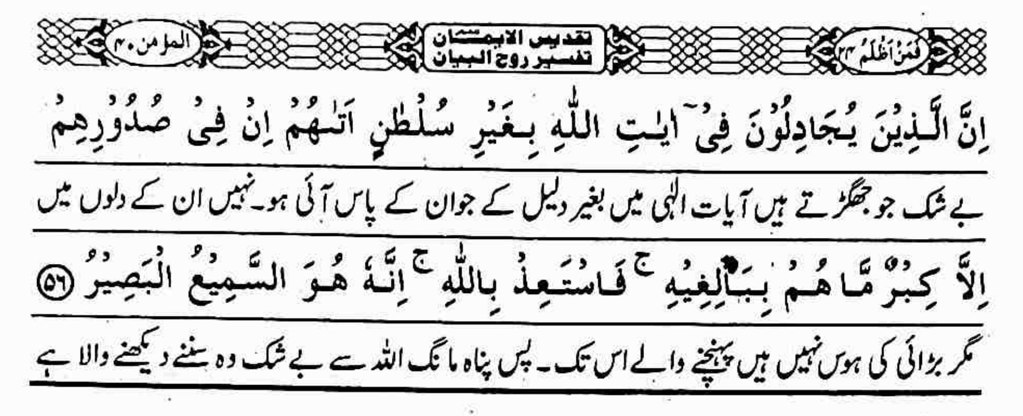
اور بخشش مانگیں اپنوں کے گناہوں کی۔ اور پاکی بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات دن۔

(آیت نمبر ۵۳) اور تحقیق ہم نے اپنے فضل وکرم سے موسیٰ (علیہ السلام) کو ایسے امور دیئے۔ جن سے ہدایت ملتی ہے۔ یعنی کتاب دی۔ معجزات دیئے اور شریعت دی ان کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب یعنی تورات کا وارث بنایا۔

فائدہ: معلوم ہوا انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علم وکتاب ہے۔ جس سے ہدایت حاصل ہو۔ (اس میں شیعہ کا بھی رد ہے جو باغ فدک کے مسئلے پر چودہ سو سال سے جھگڑ رہے ہیں) مراد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وصال مبارک کے بعد بنی اسرائیل توراۃ کے وارث ہوئے اور کچھ عرصہ اس سے ہدایت حاصل کرتے رہے۔ (بعد میں اس کتاب کو بھی لالچ میں آ کر بدل دیا یعنی اس میں اپنی مرضی کے مسائل درج کر دیئے اور مشکل مسائل نکال دیئے۔)

(آیت نمبر ۵۴) آگے فرمایا کہ اس کتاب میں پند ونصیحت ہے عقل والوں کیلئے۔ یعنی وہ جن میں عقل سلیم ہے اور جو عمل صالح والے ہیں۔ **فائدہ:** ہدایت اور ذکریٰ میں فرق یہ ہے کہ ہدایت کیلئے یہ شرط نہیں کہ کسی معلوم چیز کو یاد کیا جائے اور ذکریٰ وہ جو بھولی چیز یاد دلائے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات ان ہی دو باتوں پر مشتمل تھیں یا تو ہدایت دینے والی باتیں تھیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے احکام جو اس کی کتابوں میں تھے ان کی یاد دلاتی تھیں۔

(آیت نمبر ۵۵) پس اے محبوب صبر کیجئے۔ یعنی جب آپ نے یہ سن لیا کہ ہم اپنے انبیاء کرام علیہ السلام کی مدد کرتے ہیں۔ تو پھر آپ پر جو بھی مصائب وتکالیف مشرکوں کی طرف سے پہنچتی ہیں۔ ان پر صبر کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ وہ آپ کی مدد کرے گا اور اسلام تمام دینوں پر غالب آئے گا اور فتح مکہ ہوگا یہ وعدہ برحق ہے۔ جس کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا اور اپنوں کے گناہوں کی بخشش مانگیں۔ یعنی اپنے خاص غلاموں سے جو خلاف کتاب کام ہوئے۔ ان کے لئے بخشش مانگیں۔ باقی آپ کے دین کی مدد اور ادیان پر غلبہ دینے کیلئے تمہیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔



اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ

بے شک جو جھگڑتے ہیں آیات الٰہی میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو۔ نہیں ان کے دلوں میں

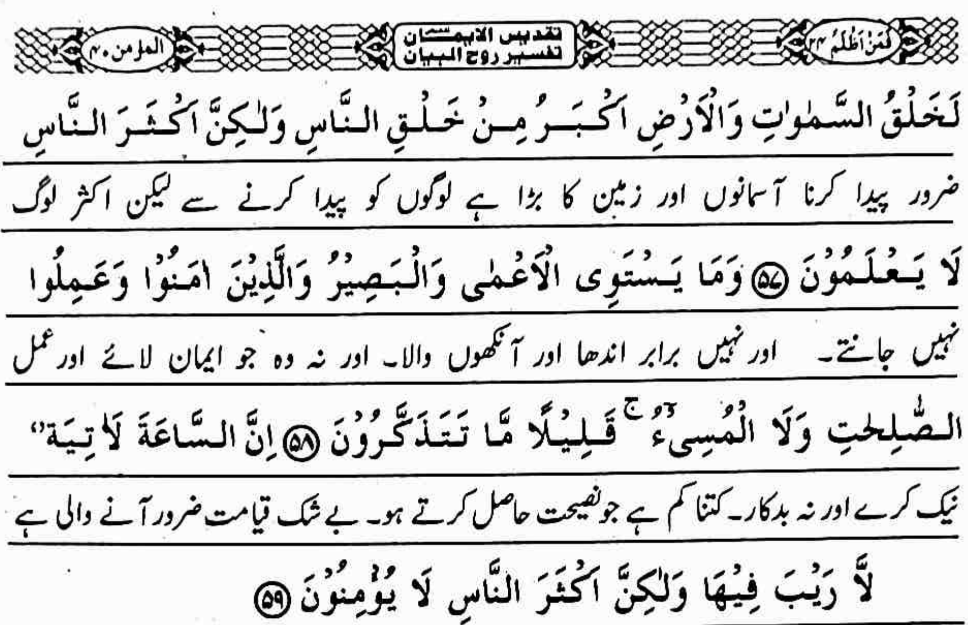
اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

مگر بڑائی کی ہوس نہیں ہیں پہنچنے والے اس تک۔ پس پناہ مانگ اللہ سے بے شک وہ سننے دیکھنے والا ہے

(بقیہ آیت نمبر ۵۵) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ذنبک'' میں کاف کا خطاب اگر حضور ﷺ کی ذات کو ہے تو مراد خلاف اولیٰ مراد ہے۔ تا کہ عوامی ذہن کسی غلطی کا شکار نہ ہو۔ اگر چہ خواص کے نزدیک خلاف اولیٰ کا مطلب بھی بے غبار ہے۔ (یہ مقام نازک ہے۔ مزید مفسرین کی آراء دیکھنی ہوں تو فیوض الرحمٰن میں دیکھ لیں)۔

فائدہ: ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم نبی ﷺ کیلئے ذنب کا معنی گناہ کریں۔ اس کی حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اسی پر چھوڑتے ہیں۔ آگے فرمایا صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کریں۔ یعنی ہمہ وقت "سبحان اللہ وبحمدہ" پڑھتے رہیں۔

(آیت نمبر ۵۶) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ بغیر کسی واضح دلیل اور حجت کے کہ جو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہو۔ مطلب یہ ہے۔ دین کی بات کیلئے کوئی حجت یا دلیل یا مدلل ثبوت ہونا چاہئے۔ لیکن ان کے سینوں میں تو صرف تکبر ہی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دلوں میں کچھ ہے ہی نہیں۔ اسی لئے وہ حق کو ماننے کا نام بھی نہیں لیتے۔ نہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں۔ سیکھنا تو دور کی بات ہے۔ انہیں یہی خیال ہے کہ کہیں حکومت ہی ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور وہ نبی علیہ السلام اور مومنوں پر فائق رہیں۔ اصل میں، نہیں حضور ﷺ سے اور مسلمانوں سے اس لئے حسد اور جلن ہے کہ نبوت انہیں کیوں مل گئی۔ یہ ہمیں ملنی چاہئے تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ وہ اس کے قابل ہی نہیں۔ یعنی وہ اپنے تکبر کے مقتضیٰ تک نہیں پہنچ سکتے۔ نہ وہ آیات الٰہی کو مٹا سکتے ہیں۔ اے محبوب تمہاری قدر ومنزلت بھی میں نے بڑھائی۔ لہذا جلتے ہیں تو جلتے رہیں۔ اے محبوب اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے مکر وفریب سے بچائے۔ بے شک وہ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے افعال کو دیکھنے والا ہے۔



لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

ضرور پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا بڑا ہے لوگوں کو پیدا کرنے سے لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

نہیں جانتے۔ اور نہیں برابر اندھا اور آنکھوں والا۔ اور نہ وہ جو ایمان لائے اور عمل

الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ

نیک کرے اور نہ بدکار۔ کتنا کم ہے جو نصیحت حاصل کرتے ہو۔ بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے

لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

نہیں کوئی شک اس میں۔ لیکن اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے۔

(آیت نمبر ۵۷) ان کا جھگڑا چونکہ دوبارہ زندہ ہونے پر ہے۔ تو فرمایا۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ بڑی چیز ہے۔ یعنی جو آسمان اور زمین جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کرسکتا ہے۔ اگر اس کا اقرار کرتے ہو۔ تو اسی ذات کے اس کارنامے کا کیوں انکار کرتے ہو کہ وہ قیامت کے دن مردوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ لیکن اکثر لوگ یعنی کفار ان باتوں کو نہیں جانتے۔ قرآنی آیات کے مقابلے میں جو لوگ اپنی رائے اور قیاس کو اصل سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی خواہشات اور اپنے عقل کو امام بنایا۔ اس لئے وہ طریق حق سے بھٹک گئے۔

(آیت نمبر ۵۸) اندھا اور دیکھنے والا دونوں برابر نہیں ہیں۔ یعنی غافل اور عاقل ہوشیار دونوں برابر نہیں۔ اندھے سے مراد وہ جو آیات الٰہی دیکھنے سے اندھا ہوا اور صاحب بصیرت وہ ہے جو آیات سے استدلال کر کے معرفت حاصل کرے۔ تو جیسے یہ ایک جیسے نہیں اسی طرح مومن اور کافر، عالم و جاہل بھی ایک جیسے نہیں۔ آگے فرمایا کہ جنہوں نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کئے۔ اور جو برے ہیں دونوں برابر نہیں کیوں کہ برے ذلت وخواری کے مستحق اور نیک فضل و کرامت کے مستحق ہیں تو یہ برابر نہیں ہوسکتے۔ بہت تھوڑے ہو جو نصیحت حاصل کرتے ہو۔

(آیت نمبر ۵۹) اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔ لہذا ایمان والے۔ قیامت کو ہر وقت اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔ لیکن منکرین باوجود روشن دلائل اور واضح آثار کے نہیں مانتے اور انکار ہی کئے جارہے ہیں۔



وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ

اور فرمایا تمہارے رب نے مجھ سے مانگو میں تمہاری قبول کرونگا۔ بے شک جو تکبر کرتے ہیں میری عبادت کرنے سے

سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝۶۰

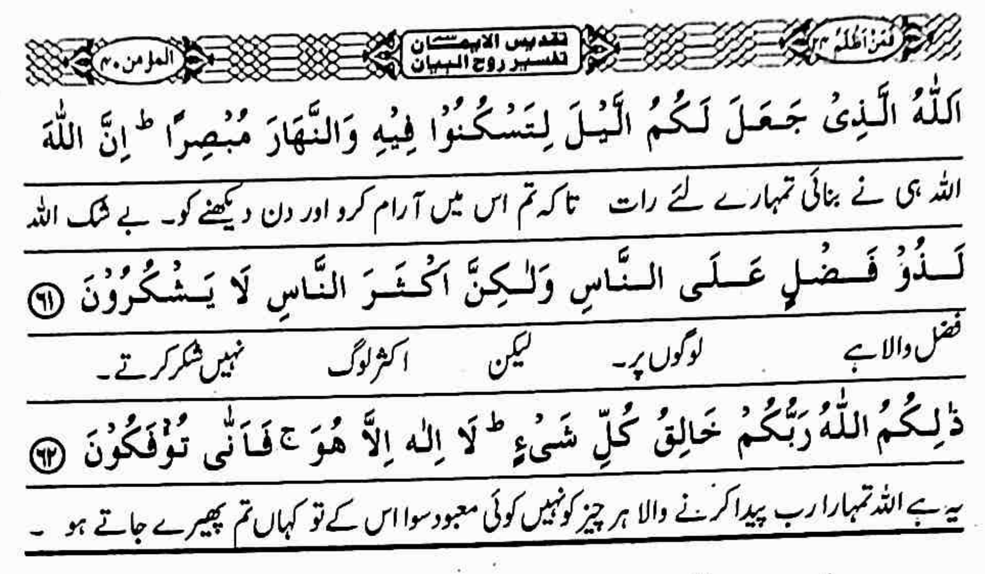
جلد داخل ہونگے جہنم میں ذلیل ہوکر۔

(بقیہ آیت نمبر ۵۹) **حکایت**: حضور ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے حارثہ رات کیسی گذری۔ عرض کی۔ الحمد للہ حضور میں نے برحق حالت ایمان میں صبح کی۔ ارشاد فرمایا۔ اے حارثہ ہر چیز کی حقیقت ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ عرض کی میں دنیا کو اپنے سے دور دیکھتا ہوں۔ آخرت کو قریب دیکھتا ہوں۔ دن روزے کے ساتھ اور رات بیدار رہ کر گذارتا ہوں۔ اب میرے نزدیک سونا اور مٹی برابر ہیں۔ میں گویا کہ جنت والوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کی ملاقات کیلئے آ جا رہے ہیں۔ اور جہنمیوں کا شور وغل بھی سن رہا ہوں۔ اور عرش الٰہی کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا بہت اچھا اسی پر قائم رہو۔ آگے فرمایا کہ قیامت قریب ہے لیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے۔

(آیت نمبر ۶۰) اے لوگو۔ تمہارے رب نے فرمایا۔ مجھ سے ہی مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کرونگا۔ یا یہ معنی ہے کہ تم میری عبادت کرو۔ میں تمہاری عبادت کو قبول کرونگا۔ آگے فرمایا بے شک جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔ وہ ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔

فائدہ: علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں دعا بمعنی مانگنا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بھی مانگنا ہے وہ مجھ سے مانگو میرے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ اپنے کرم سے ہر سائل کی مراد پوری کرتا ہوں۔ جو بھی گدا میرے آستانے پر جبین نیاز جھکائے۔ اس کی جھولی بھر دیتا ہوں۔ میری بارگاہ میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ مومن کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ یا تو جو مانگا وہی ملتا ہے۔ یا کسی آنے والی مصیبت ٹالنے کیلئے روکی جاتی ہے۔ یا آخرت کیلئے ذخیرہ کردی جاتی ہے۔ جو پہلی دونوں سے بہتر ہے۔

فائدہ: اس کی دعا مردود ہوتی ہے جو توبہ (رجوع الی اللہ) یا اکل حلال اور اتباع سنت کی رعایت نہیں کرتا۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں دعا ہر حاجت کی کنجی ہے۔ لیکن اس چابی کی دندانے حلال کھانا پینا ہے۔ (دعا کی قبولیت کے متعلق تفصیلات فیوض الرحمٰن میں پڑھ لیں)۔



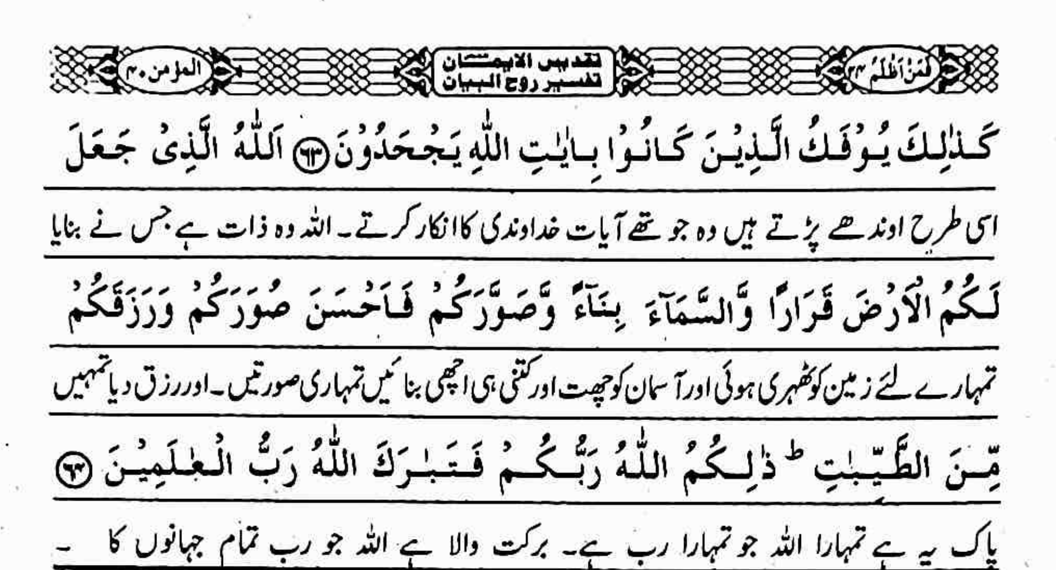
(آیت نمبر۶۱) اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی۔ تاکہ تم اس میں آرام کرسکو۔ یعنی ایسی ٹھنڈی اور تر بنائی کہ اس میں نفس۔ قوی اور حواس کمزور ہوتے ہیں۔ اور جسم کو سکون ملتا ہے۔ دن بھر کی مشغولیت سے راحت ملتی ہے اور دن کو دکھنے والا بنایا۔ یعنی روشنی کے ذریعے لوگ راہ دیکھتے ہیں۔ اشیاء کو دیکھتے اور دن کو گرم بنایا۔ گرمی سے قوی میں طاقت آتی ہے تو کام کاج آسانی سے ہوسکتا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا دن والی نعمت بڑی ہے کہ اسے حیات سے مشابہت ہے۔

آگے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ یعنی بے وفا ہیں کہ اپنی جہالت سے نعمتیں دینے والے کو بھی نہیں سمجھتے۔ انہیں چاہئے تھا کہ نعمت کی قدر کرتے۔ نعمتیں دینے والے کا شکر ادا کرتے البتہ اگر نعمت چھن جائے۔ پھر ہاتھ ملتے ہیں۔ پھر لمبی لمبی دعائیں مانگتے ہیں۔

(آیت نمبر۶۲) یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو تمہارا رب ہے۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں تو پھر تم لوگ کہاں پھیرنے جارہے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ اس کی عبادت کرو جو تمہارا رب ہے۔ جس نے سب کچھ بنایا اور جنہیں تم معبود سمجھتے ہو۔ انہوں نے کچھ بھی نہیں بنایا۔ وہ بچارے کیا بنائیں گے انہیں خود لوگوں نے بنایا۔ ورنہ وہ کچھ بھی نہ تھے:

ع: پنجابی: اپنے ہتھیں آپ بناندے آپے کردے زاری۔۔۔۔ آپے انہاں نوں سجدے کردے مت انہاندی ماری



کَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ

اسی طرح اوندھے پڑتے ہیں وہ جو تھے آیات خداوندی کا انکار کرتے۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے بنایا

لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ

تمہارے لئے زمین کو ٹھہری ہوئی اور آسمان کو چھت اور کتنی ہی اچھی بنائیں تمہاری صورتیں۔ اور رزق دیا تمہیں

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾

پاک یہ ہے تمہارا اللہ جو تمہارا رب ہے۔ برکت والا ہے اللہ جو رب تمام جہانوں کا ۔

(آیت نمبر ۶۳) اسی طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے منکر ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس توحید کے دلائل بھی آئے۔ لیکن اس کے باوجود وہ حق چھوڑ باطل کی طرف سچائی چھوڑ کر جھوٹ کی طرف اچھائی چھوڑ کر برائی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ چونکہ ازلی بد بخت ہیں۔ اس لئے ان کا دماغ الٹ سمت جلدی پھرتا۔

حدیث معراج میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے بندو تمہارا جو بھی محبوب ہے۔ وہ مجھ سے بڑھ کر نہیں۔ اس لئے کہ میں تمہارا محسن بھی ہوں کہ بڑی نعمتیں میں نے تمہیں دی ہیں اور زمین و آسمان میں جس سے تم زیادہ خوف زدہ ہو۔ اس سے زیادہ خوف کا میں مستحق ہوں کہ میں کمال قدرت کا مالک ہوں اور اپنے مال و جان میں سے جسے ترجیح دیتے ہو۔ ان سب سے زیادہ ترجیح کا میں مستحق ہوں کیونکہ میں تمہارا معبود ہوں۔ تمہیں سب کچھ میں نے دیا ہے۔

(آیت نمبر ۶۴) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔ جس نے تمہاری مصلحتوں اور ضروریات کیلئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا۔ **فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرار کا معنی حیات بعد الممات کا مظہر بنایا اور آسمان کو تم پر گنبد بنایا۔ یعنی آسمان فضا میں ایک بلند قبہ کی طرح محسوس ہوتا ہے۔ **فائدہ:** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا بیان تھا جس کا تعلق زمانے سے تھا۔ اور اب اس فضل کا بیان ہے جس کا تعلق مکان سے ہے۔ آگے فرمایا کہ تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت ہی خوبصورت بنائیں۔ یعنی ساری مخلوق میں بہت خوبصورت اور ہر لحاظ سے بہتر بنایا۔ شکل۔ جسم۔ قد وقامت۔ عقل وغیرہ الغرض ہر لحاظ بہتر بنایا۔ پھر کمالات حاصل کرنے کی استعداد بھی عطا فرمائی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے جمال کا آئینہ بنایا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہر خوبصورت چیز میں جمال کی جھلک اللہ تعالیٰ کی ہے۔

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾

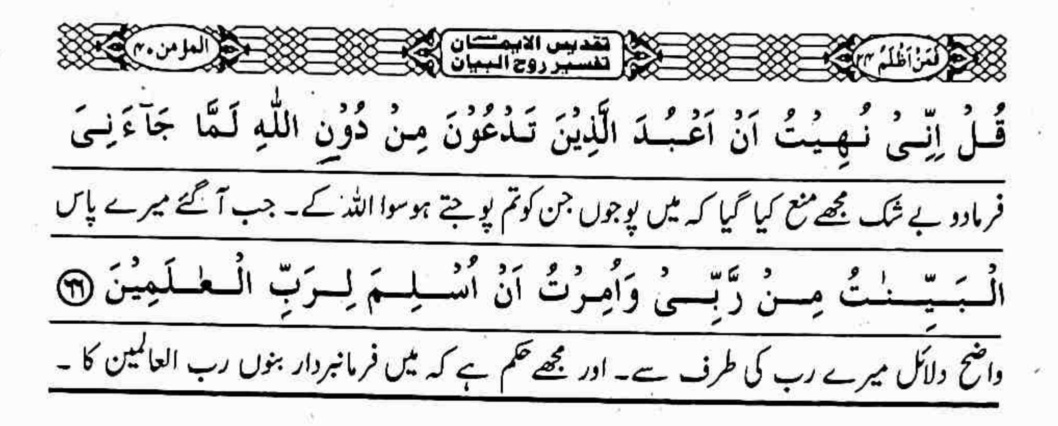
وہ زندہ ہے نہیں کوئی الٰہ سوا اس کے اسی کو پکارو خالص اس کے بندے ہو کر تمام خوبیاں اللہ کیلئے جو رب العالمین ہے

(بقیہ آیت نمبر ۶۴) **حدیث شریف** میں حضور ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے (اخرجہ مسلم فی صحیحہ۔ ۱۳۱)۔ **فائدہ**: اسی لئے انسان خوبصورت ہے کہ وہ آئینہ حق نما ہے۔ **نکتہ**: یاد رہے۔ حسین وہ نہیں جسے لوگ حسین سمجھیں بلکہ حسین وہ ہوتا ہے جسے محبوب حسین کہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسین وہی ہے جو گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو۔ جس کی تمام برائیاں اچھائیوں سے بدل گئی ہوں۔ یا وہ شخص حسین ہے۔ جس کی صورت اور سیرت دونوں خوبصورت ہوں۔ آگے فرمایا کہ اس نے تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔ یعنی حلال اور طیب اور لذیذ کھانے دیئے اور غذا میں انسان کو باقی مخلوق یعنی حیوانات سے ممتاز کیا۔ اس لئے۔ کہ وہ خود بھی پاک ہے اور پاک چیزیں پسند فرماتا ہے۔

آگے فرمایا یہ ہے تمہارا پروردگار جو عبادت کا مستحق ہے۔ پس وہ بہت برکتوں والا ہے وہ مقدس ومنزہ ہے۔ اس کا نہ ذات میں کوئی شریک نہ صفات میں نہ عبادت میں کیوں کہ وہی رب العالمین ہے۔ یعنی پوری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب کا داتا ہے۔

(آیت نمبر ۶۵) وہ زندہ ہے۔ یعنی حیات حقیقی ذاتی ابدی میں وہ اکیلا ہی ہے۔ اس پر کبھی نہ موت ہے نہ فنا اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ کائنات ہستی میں ایسی کوئی شیء موجود نہیں جو ذات وصفات یا افعال میں اس کا مقابلہ کر سکے۔ لہٰذا اسی کو پکارو اور اسی کی عبادت کرو۔ اس لئے کہ عبادت کے سب اسباب اسی کے واسطے ہیں اور عبادت بھی اسی کی کرو دین کو خالص کرتے ہوئے کرو۔ یعنی ایسی عبادت جس میں کسی قسم کے شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔ نہ شرک خفی نہ جلی اور زبان سے کہو "الحمد للّٰه رب العالمین" تمام تعریفیں اسی کیلئے ہیں جو عالمین کا پالنے والا ہے۔

حدیث شریف: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو "لاالٰه الا اللّٰه" کہے اسے چاہئے کہ وہ "الحمد للّٰه رب العالمین" بھی کہے۔ (المستدرک علی الصحیحین وتفسیر ابن کثیر) **فائدہ**: اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو ہی طریقے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے محض فضل باطنی سے جس کا ظاہری طور پر کوئی سبب نہ ہو۔ (۲) یا مرشد کامل کی رہبری میسر آجائے۔ وہ مرشد کامل جو خود بھی انتہائی بلند مقامات کا حامل ہو۔ (ورنہ آدمی راستے میں بھٹکتا رہتا ہے۔) اور وہ مرید کو بھی ان مقامات کی سیر کرادے۔



قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ

فرمادو بے شک مجھے منع کیا گیا کہ میں پوجوں جن کو تم پوجتے ہو سوا اللہ کے۔ جب آگئے میرے پاس

الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٦٦﴾

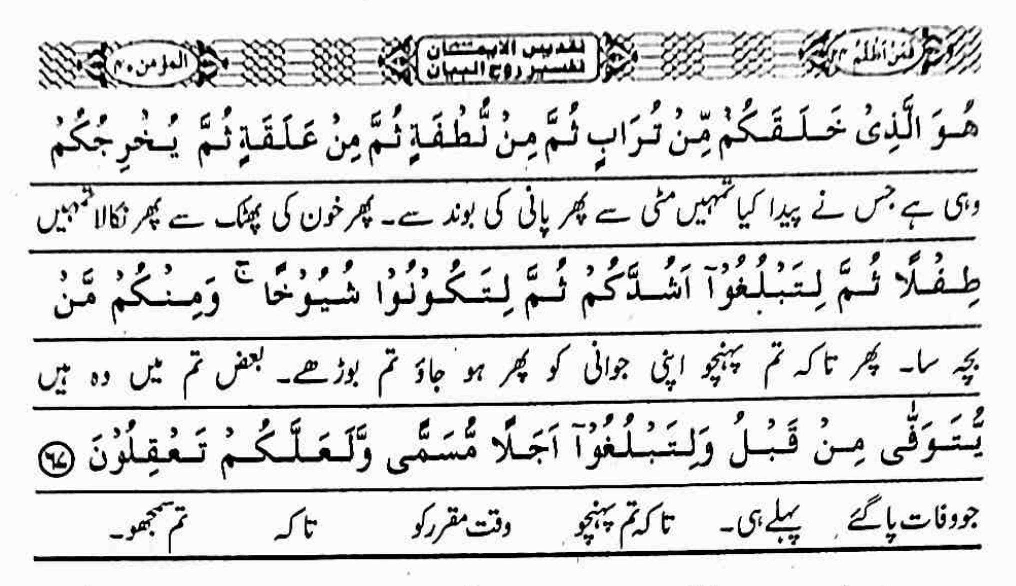
واضح دلائل میرے رب کی طرف سے۔ اور مجھے حکم ہے کہ میں فرمانبردار بنوں رب العالمین کا۔

(آیت نمبر ٦٦) اے محبوب فرمادیں بے شک مجھے روکا گیا ہے کہ میں ان بتوں کو پوجوں جنہیں تم پوجتے ہو۔

شان نزول : قریش مکہ نے حضور ﷺ سے کہا کہ آپ اپنے باپ دادا کے دین پر کیوں نہیں چلتے۔ اس پر آیت کریمہ اتری۔ (لیکن کمال ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ باپ دادا کے دین پر چلنے سے منع کیا گیا۔ کیونکہ باپ دادا میں بعض وہ تھے جو توحید پر قائم تھے۔ اگرچہ ان میں اکثر بتوں کو پوجنے والے تھے۔ اس لئے فرمایا۔ کہ جن کی تم پوجا کرتے ہو انؑ کی پوجا سے منع کیا گیا)۔ یعنی میں بتوں کو ہرگز نہیں پوجتا۔ جبکہ میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے واضح دلائل (قرآنی آیات) کا نزول ہو گیا ہے۔ بتوں کی پوجا کو تو نہ عقل مانتا ہے نہ شرع تسلیم کرتی ہے۔

سبق : متلاشیان حق پر لازم ہے کہ ماسوی اللہ سے اعراض کریں۔ خواہشات کے بتوں کو اور بری بدعات کو چھوڑیں۔ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ آگے فرمایا مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے آگے سر کو جھکاؤں۔ یعنی صرف اسی کا فرمانبردار بنوں اور اسی کے لئے دین کو خالص کروں۔

کمالات: شیخ ابوسعید قدس سرہ سے کسی نے کہا۔ کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے۔ فرمایا۔ یہ کوئی کمال نہیں۔ اس لئے۔ کہ مچھلی اور مینڈک بھی تو پانی پر چلتی ہیں۔ پھر کہا گیا کہ فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ تو فرمایا۔ یہ بھی کوئی کمال نہیں۔ اس لئے کہ پرندے بھی ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ پھر کسی نے کہا۔ فلاں شخص ایک آن میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے۔ تو فرمایا۔ یہ بھی کوئی کمال کی بات نہیں۔ اس لئے کہ شیطن اس سے بھی پہلے پہنچ جاتا ہے۔ تو لوگوں نے پوچھا پھر آپ کے نزدیک کمال کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کمال یہ ہے۔ تو ظاہر میں مخلوق کے ساتھ ہو اور باطن میں خالق کے ساتھ ہو۔ یہی مقام استقامۃ ہے۔ اور یہی تمکین والا مقام ہے۔ جو اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے۔



هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں مٹی سے پھر پانی کی بوند سے۔ پھر خون کی پھٹک سے پھر نکالا تمہیں

طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ

بچہ سا۔ پھر تاکہ تم پہنچو اپنی جوانی کو پھر ہو جاؤ تم بوڑھے۔ بعض تم میں وہ ہیں

یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾

جو وفات پاگئے پہلے ہی۔ تاکہ تم پہنچو وقت مقرر کو تاکہ تم سمجھو۔

(آیت نمبر ٦٧) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے۔ یعنی آدم علیہ السلام جو انسان اول ہیں وہ مٹی سے بنائے گئے۔ پھر ساری اولاد آدم نطفہ سے پیدا ہوئے۔ یہی نظام قدرت قیامت تک رہے گا۔

فائدہ: امام راغب فرماتے ہیں۔ نطفہ وہ صاف پانی جو مرد کی پیٹھ سے نکل کر رحم میں جاتا ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام کے بعد سب انسان نطفہ سے پیدا ہوئے سوا جناب عیسیٰ علیہ السلام کے۔ اس کے بعد وہ نطفہ رحم مادر میں علقہ یعنی جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ کیونکہ ہر چالیس دن کے بعد ماں کے پیٹ میں اس نطفہ کی حالت بدل جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک لڑکا بن کر وہ ماں کے پیٹ سے باہر نکل آتا ہے۔

فائدہ: طفل وہ بچہ جو پیدائش سے لیکر چھ سال کی عمر تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ پھر تم آہستہ آہستہ جوانی کی عمر کو پہنچ جاتے ہو۔ یعنی قوت کی انتہا جسے عالم شباب کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم بڑھاپے کو پہنچ جاتے ہو۔ یعنی جب بال سفید ہو جائیں وہ بڑھاپے کی عمر ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے سورۂ ھود نے بوڑھا کر دیا ہے (مصنف عبدالرزاق ٦/١٥١)۔ حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی داڑھی اور سر مبارک میں کل اکیس بال سفید تھے۔ جب آپ تیل وغیرہ لگاتے تو وہ بھی چھپ جاتے۔

آگے فرمایا۔ تم میں کچھ وہ ہیں جو بڑھاپے سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں اور جو رہ جاتے ہیں۔ ان کو فرمایا۔ تاکہ تم بھی اپنے وقت معین تک پہنچ جاؤ۔ وقت معین سے مراد موت کا وقت یا قیامت کا دن ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے تو جب وہ فیصلہ کرے کام کا تو بے شک وہ کہتا ہے اسے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

کیا نہیں دیکھا تو نے ان کی طرف جو جھگڑتے ہیں آیات الٰہی میں کہاں پھیرے جاتے ہیں ۔

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾

جنہوں نے جھٹلایا کتاب کو اور اس کو جس کے ساتھ بھیجا اپنے رسولوں کو عنقریب وہ جان لیں گے ۔

(آیت نمبر ۶۸) وہی ہے جو زندگی بھی عطا کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ یعنی مردوں کو زندہ اور زندوں کو مارنے پر قادر ہے۔ آگے فرمایا کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ یعنی جب وہ چاہتا ہے کہ فلاں کام ہو جائے تو وہ اسے کہتا ہے۔ ہو جا تو وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں نہ توقف ہوتا ہے نہ دیر لگتی ہے۔

سبق: جسے یہ یقین ہو جائے کہ موت وحیات رب کے ہاتھ میں ہے۔ تو ہر وقت وہ اس ذات کے سامنے سر جھکا رکھتا ہے اور اپنے تمام کام اسی کے سپرد کرتا ہے۔

(آیت نمبر ۶۹) کیا تم ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھتے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے باطل کرنے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ وہ کدھر پھیرے جا رہے ہیں۔ یعنی اے میرے محبوب میری آیات تو جھگڑا کرنے سے روکتی ہیں۔ یہ تعجب دلایا گیا کہ یہ لوگ آیات قرآنیہ کی تصدیق کے بجائے تکذیب کر رہے ہیں۔ یہ کدھر پھیرے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ان پر ایمان لانے کے مضبوط دلائل اور اسباب ان کے اندر موجود ہیں۔ پھر بھی ان سے روگردانی کرنے پر تعجب ہی ہے۔

فائدہ: یاد رہے۔ یہ آیات قرآنیہ میں جھگڑا کرنے والی کوئی ایک قوم نہیں تھی۔ بلکہ کئی اقوام تھیں اور آج بھی ایسی اقوام ہیں جو طرح طرح کے اعتراضات قرآن اور صاحب قرآن پہ کر رہے ہیں۔

(آیت نمبر ۷۰) جن لوگوں نے کتاب یعنی قرآن مجید کی تکذیب کی اور صرف قرآن سے جھگڑا یا تکذیب نہیں کی بلکہ آسمانی تمام کتابوں میں جھگڑا بھی کیا اور تکذیب بھی کی۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان سے جھگڑا کیا۔ عنقریب وہ جان لیں گے۔ یعنی اس جھگڑے اور تکذیب کی سزا جب بھگتیں گے تو اس وقت یہ جان لیں گے (کہ آیات الٰہی میں جھگڑا کرنے کا کیا نقصان ہوا)۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ

جب طوق ہوں گے ان کی گردنوں میں اور زنجیر میں گھسیٹ کر لے جائے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں پھر

فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

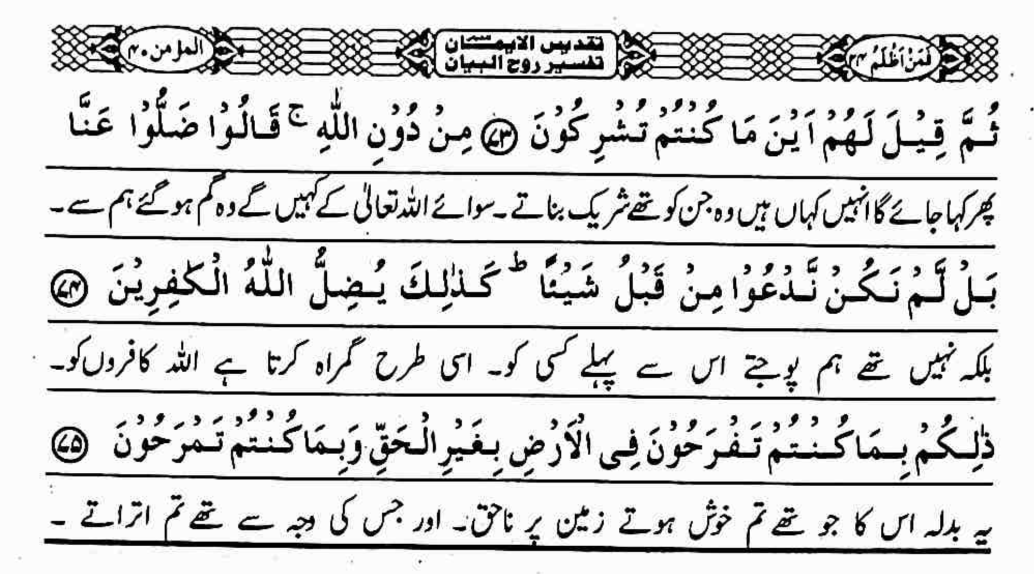
آگ میں دھکائے جائیں گے۔

(آیت نمبر۷۱) جب ان کی گردنوں میں لوہے کے طوق ڈالے جائیں گے۔غل کا معنی مقید کیا جانا بھی ہے۔ یعنی ان کے ہاتھ باندھ کر گردن میں بیڑیاں ڈالی جائینگی۔یا ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھ دیا جائے گا اور سلاسل سے مراد وہ زنجیریں ہیں۔جن کے ساتھ مجرموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر باندھا جائے گا۔اسی لئے اسے سلسلہ سے تعبیر کیا گیا۔پھر وہ جہنم کی طرف سختی کے ساتھ کھینچ کر لے جائے جائیں گے۔

(آیت نمبر۷۲) پھر وہ جہنم میں کھولتے ہوئے پانی کی طرف کھینچ کر لے جائے جائیں گے۔یعنی جہنم میں نگران فرشتے انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم کے سخت گرم پانی کی طرف لے جائیں گے۔جہنم کا گرم پانی دنیا کے گرم پانیوں سے کئی گنا سخت گرم ہوگا۔**فائدہ**: حضرت مقاتل فرماتے ہیں۔منہ کے بل گھسیٹ کر لے جانا جہنم کی طرف انہیں ذلیل کرنے کیلئے ہوگا۔قرآن مجید کی کئی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

آگے فرمایا۔پھر وہ جہنم کی آگ میں سلگائے جائیں گے۔اس حال میں کہ وہ آگ انہیں ہر طرف سے گھیر لے گی۔"سجر التنور" اس وقت بولتے ہیں۔جب تنور آگ سے بھر جائے۔اسی طرح جہنمی جب جہنم میں جائیں گے تو آگ انہیں ہر طرف سے گھیرے گی۔حتی کہ پیٹ کے اندر بھی آگ چلی جائے گی اور قسم در قسم عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوں گے۔ایک ایک زنجیر ستر ستر گز کا ہوگا۔اور جہنم کا کھولتا ہوا پانی جب کافر کے چہرے پر گرے گا تو اس کا گوشت پوست سب جل جائیگا۔اگر اس گھولتے پانی کا ایک پیالہ دنیا کے دریاؤں میں ڈالا جائے تو تمام دریا زہر سے بھر جائیں۔

مسلمان جو گناہوں کی وجہ سے جہنم جائیں گے:(۱)ان کے چہرے سیاہ نہیں ہونگے۔(۲) آنکھیں نیلی نہیں ہوں گی۔(۳) انہیں طوق نہیں ڈالے جائیں گے۔(۴) ان کے ہاتھوں میں بیڑیاں نہیں ڈالی جائیں گی۔(۵) ان پر لعنت نہیں ہوگی۔(۶) عذاب دائمی نہیں ہوگا۔(۷) ان کے سجدہ والے اعضاء کو بھی آگ نہیں لگے گی۔



ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا

پھر کہا جائے گا انہیں کہاں ہیں وہ جن کو تھے شریک بناتے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کہیں گے وہ گم ہو گئے ہم سے۔

بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾

بلکہ نہیں تھے ہم پوجتے اس سے پہلے کسی کو۔ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ کافروں کو۔

ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾

یہ بدلہ اس کا جو تھے تم خوش ہوتے زمین پر ناحق۔ اور جس کی وجہ سے تھے تم اتراتے۔

(آیت نمبر ۷۳) پھر مشرکین کو زجر و توبیخ کے ساتھ کہا جائے گا۔ کہاں گئے تمہارے وہ بت جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔ اس امید پر کہ وہ تمہاری اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کر کے تمہیں بچالیں گے۔ اب تم بلاؤ ان کو۔ تا کہ وہ تمہاری شفاعت کر کے تمہیں عذاب سے بچالیں۔ یہ انہیں جہنم کی سزا دینے کے درمیان کہا جائیگا۔ تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں۔ کیونکہ دنیا میں جب بھی انہیں اس سے روکا جاتا ہے تو وہ یہی کہتے تھے۔ یہ بت ہمیں بچالیں گے۔

(آیت نمبر ۷۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کے متعلق جب کہا جائیگا کہ انہیں بلاؤ۔ تو وہ کہیں گے وہ تو ہم سے گم ہو گئے۔ یعنی وہ دنیا میں رہ گئے۔ یا وہ موجود بھی ہوں نظر نہیں آئیں گے۔ کیونکہ بتوں کو ان کے ساتھ جہنم میں ڈالنے کیلئے محشر میں لایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مشرکو تم اور تمہارے معبود جہنم کا ایندھن ہو گے۔ یعنی دونوں جہنم میں جاؤ گے۔ پہلے کہیں گے گم ہو گئے پھر کہیں گے۔ ہم نے تو ان کی کچھ بھی پوجا وغیرہ نہیں کی۔ اب پتہ چلا کہ وہ تو کوئی چیز نہیں۔ بالکل بے کار ہیں۔ آگے فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ یعنی انہیں دنیا میں نافرمانیوں کی وجہ سے صحیح عقائد اور نیک اعمال کرنا نصیب ہی نہ ہوئے۔ تا کہ آخرت میں وہ نفع دیتے۔ **مسئلہ**: اللہ تعالیٰ کا بندوں کو گمراہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں نیک اعمال کرنے اور منع کئے ہوئے اعمال سے بچنے کی توفیق ہی روک لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ یہ بھی بتا رہا ہے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولیں گے۔

(آیت نمبر ۷۵) اے کافرو یہ جو تمہیں عذاب میں جانا پڑا ہے۔ اور جو تمہیں طوق اور بیڑیاں ڈالی گئیں اور زنجیروں سے جکڑا گیا۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ تم دنیا میں زمین پر بڑا فخر و غرور کرتے تھے۔ یعنی شر اور سرکشی کیا کرتے تھے۔ "المرح" کسی نعمت کے ملنے پر حد سے زیادہ خوشی کرنا۔ اور نعمت کو بے جا خرچ کرنا۔

ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

داخل ہو دروازہ ہائے جہنم میں۔ ہمیشہ رہو اس میں کیا ہی برا ہے ٹھکانہ تکبر والوں کا ۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

تو صبر کریں بے شک وعدہ الٰہی برحق ہے تو اگر ہم تمہیں دکھادیں کچھ وہ جس کا ہم نے انہیں وعدہ دیا۔ یا ہم اٹھالیں آپ کو

فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

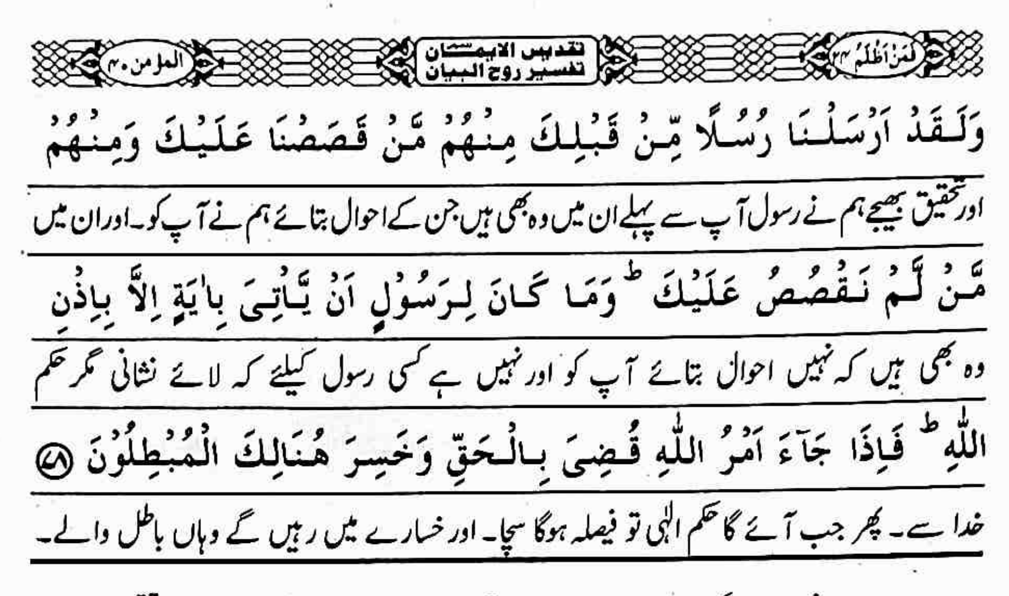
تو ہماری طرف لوٹیں گے۔

(بقیہ آیت نمبر ۷۵) یا اس نعمت کے حقوق ادا نہ کرنا۔ آگے فرمایا کہ تم اس نعمت کے ملنے پر تکبر سے اکڑ اکڑ کر چلتے تھے جو اکڑ کر چلتا ہے۔ وہی گرتا ہے۔ ارسطو کا قول ہے جو اتراتا ہے وہ منہ کے بل گرتا ہے۔

(آیت نمبر ۷۶) جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔ جہنم کے سب دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں جو جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ اب تم نے ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ متکبروں کا کتنا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ یعنی حق سے منہ پھیرنے والوں ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ **فائدہ:** چونکہ جہنم کا ٹھکانہ اور داخلہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ اس لئے اس جائے اقامت کو مثوی کہا گیا ہے تا کہ کلام کی انتہاء ورابتداء ایک جیسی ہو جائے۔ **فائدہ:** اس آیت میں تکبر کی مذمت اور اس کے علاج کا بیان ہے اور وہ عاجزی ہے۔

تکبر کا انجام: فرعون نے تکبر کیا یہاں تک کہ اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں ذلت سے مارا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس طرح قارون نے کثرت مال کو دیکھ کر تکبر کیا۔ تو اسے خزانے اور مکانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ ابلیس نے تکبر کیا تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے لعنت کا مستحق بنا۔ اسی طرح ان کفار مکہ کے بڑے سرداروں نے تکبر کیا تو انہیں بدر کے کنویں میں ذلیل وخوار کر کے ڈالا گیا۔ لہذا قیامت تک جو بھی ظلم وتکبر کرے گا۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔

(آیت نمبر ۷۷) اے پیارے محبوب ﷺ ان کافروں سے ملنے والی تکلیفوں پر صبر کریں۔ تا کہ وہ اپنا عذاب کا حصہ پالیں۔ بے شک وعدہ الٰہی برحق ہے۔ جو کفار کیلئے عذاب کا وعدہ ہے وہ آ کر رہے گا۔ یعنی ہر حال میں انہیں وہ عذاب دیا جائیگا۔ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا۔



وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ

اور تحقیق بھیجے ہم نے رسول آپ سے پہلے ان میں وہ بھی ہیں جن کے احوال بتائے ہم نے آپ کو۔ اور ان میں

مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

وہ بھی ہیں کہ نہیں احوال بتائے آپ کو اور نہیں ہے کسی رسول کیلئے کہ لائے نشانی مگر حکم

اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

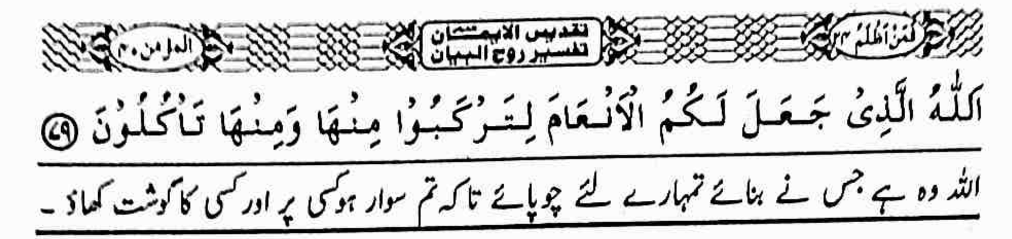
خدا سے۔ پھر جب آئے گا حکم الٰہی تو فیصلہ ہوگا سچا۔ اور خسارے میں رہیں گے وہاں باطل والے۔

(بقیہ آیت نمبر ۷۷) اگر ہم حسب وعدہ عذاب کا کچھ حصہ دنیا میں ہی آپ کو دکھا دیں کہ وہ قتل یا قید کئے جائیں۔ یا ہم آپ کو اس عذاب سے پہلے دنیا سے اٹھالیں تو بہر حال انہوں نے آخر کار لوٹ کر ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ پھر ہم ان کے اعمال کے مطابق جزاء وسزا دیں گے۔

(آیت نمبر ۷۸) اور البتہ تحقیق ہم نے کئی رسول بھیجے۔ یعنی کثیر تعداد میں اپنی اپنی امتوں کی طرف رسول بھیجے گئے۔ اس لئے اے محبوب آپ کی تشریف آوری سے پہلے یا آپ کے مبارک زمانہ سے پہلے بے شمار انبیاء ومرسلین جو بھیجے۔ ان میں سے بعض کے نام اور واقعات قرآن پاک میں بیان کردیئے۔ جنہیں تم جانتے ہی ہو۔ اور ان میں کچھ وہ بھی ہیں کہ ہم نے ان کے اسماء یا ان کی تفصیلات نہیں بتائیں۔

فائدہ : کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ جن کے ذکر قرآن میں آئے ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً انتیس ہے اور جن کا ذکر نہیں آیا۔ ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کی تعداد یا تعین ضروری نہیں۔ **حدیث شریف :** ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کل انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کیا ہے تو آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ رسول کتنے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ رسول بھی تین سو تیرہ ہیں۔ (شرح مقاصد)۔

مسئلہ : مولانا محمد رومی نے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ وہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جو انہوں نے امتوں کو اطلاعات دی ہیں ان میں وہ سچے تھے اور ان کے معجزات ان کی سچائی پر مبنی ہیں۔



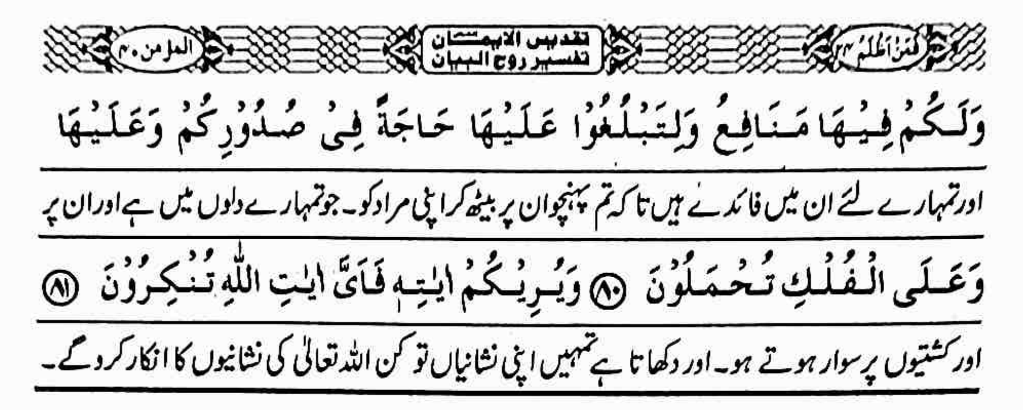
اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾

اللہ وہ ہے جس نے بنائے تمہارے لئے چوپائے تاکہ تم سوار ہو کسی پر اور کسی کا گوشت کھاؤ۔

(بقیہ آیت نمبر ۷۸) **فائدہ:** سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام اور آخری نبی حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ اب قیامت تک صرف حضور ﷺ کی نبوت قائم دائم ہے۔

عقیدہ: اگر کوئی حضور ﷺ کو نبی تو مانے لیکن ختم نبوت میں یا آپ کے دین کو قیامت تک ہونے میں شک کرے تو اس کا ایمان مردود ہے اور وہ کافر ہے۔ **فائدہ:** ذوالقرنین اور لقمان کی نبوۃ تحقیقی نہیں۔ **فائدہ:** تمام انبیاء مرد ہوئے۔ ان میں کوئی بھی عورت نہیں۔ **مسئلہ:** جناب خضر علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے۔ یاد رہے جس کی نبوت میں اختلاف ہے۔ کیونکہ نبی لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ اور یہ کسی قوم کی ہدایت کیلئے نہیں بھیجے گئے۔ (واللہ اعلم بالصواب) اس کو نہ ماننے میں کفر نہیں۔ **فائدہ:** جس طرح سچے نبی کو نہ ماننا کفر ہے۔ اسی طرح جھوٹے کو نبی ماننا بھی کفر ہے۔ **عقیدہ:** مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کے نام انبیاء کرام علیہم السلام کے نام پر رکھیں اور عورتوں کو انبیاء علیہم السلام کے نام یاد کرا دیئے جائیں۔ تاکہ ان انبیاء کرام علیہم السلام کے نام قیامت تک زندہ رہیں۔ آگے فرمایا۔ کسی رسول کیلئے لائق نہیں کہ وہ کوئی آیت یا نشانی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہی لے آئے کیونکہ معجزات اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت یا حکمت کے تقاضے سے نبیوں کو عطا فرماتا ہے۔ ان میں بندوں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ **فائدہ:** اس آیت میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار جو آپ سے معجزات کے طالب بن کر جھگڑ رہے ہیں حالانکہ انہوں نے پہلے کئی معجزات دیکھے ہیں۔ ان کا مقصد ماننا ہے ہی نہیں۔ یہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ آپ سے پہلے بھی جو رسول ہوئے۔ ان سے بھی قومیں اسی طرح جھگڑے کرتی رہیں۔ ان انبیاء نے بھی صبر کیا۔ آپ بھی صبر کریں۔ آگے فرمایا۔ جب حکم الٰہی آئے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ حق والوں کو انعامات سے نوازے گا اور باطل والے ہلاک ہو جائیں گے۔

(آیت نمبر ۷۹) اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہارے فائدے کیلئے چوپائے یعنی اونٹ، گائے، بکری وغیرہ بنائے۔ انعام تمام حلال جانوروں پر بولا جاتا ہے لیکن زیادہ تر اس کا استعمال اونٹ کیلئے ہوتا ہے۔ آگے فرمایا تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان کا گوشت کھاؤ۔ **نکتہ:** "لتر کبوا" کا لفظ پہلے لایا۔ اس لئے کہ ان سے اصل مقصد سواری کرنا ہے اور اس سے انسان کیلئے اور بھی کئی منافع ہیں۔ سواری کا کام زیادہ دیتا ہے۔ اس لئے اس کا پہلے ذکر کیا۔



وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا

اورتمہارے لئے ان میں فائدے ہیں تا کہ تم پہنچوان پر بیٹھ کر اپنی مراد کو۔ جوتمہارے دلوں میں ہے اوران پر

وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔ اور دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں تو کن اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کروگے۔

(آیت نمبر ۸۰) اس لئے فرمایا گیا۔ تمہارے ان جانوروں میں بہت سارے فائدے ہیں جو سواری اور کھانے کے علاوہ ہیں۔ مثلاً دودھ ہے۔ ان کے بال، اون اور چمڑے وغیرہ۔ نیز فرمایا تا کہ تم اپنے دلی مقاصد کے حصول کیلئے ان پر سوار ہو کر منزل مقصود تک پہنچ سکو۔ یا تم ان پر بوجھ لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچو۔

فائدہ: کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تا کہ تم دلی مقاصد کے مطابق ان پر سوار ہو کر سفر کے فوائد حاصل کرو۔ اور دیگر معاملات پورے کرسکو۔ اور اسی طرح تم دریاؤں میں کشتیوں پر بھی سوار ہوتے ہو۔

فائدہ: کشتیوں کے ساتھ اونٹوں کا ذکر اس لئے کیا کہ اونٹ کو سفینۃ البر یعنی خشکی کی کشتی کہا جاتا ہے۔

فائدہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں۔ الانعام سے مراد وہ آٹھ جوڑے ہیں۔ جن کا آٹھویں پارے میں ذکر کیا گیا۔ یعنی گائے، اونٹ اور بھیڑ اور بکری (نر اور مادہ دونوں مراد ہیں) ان میں کچھ وہ ہیں جو صرف کھانے کے کام آتے ہیں اور کچھ وہ جو کھانے کے ساتھ سواری کے کام آتے ہیں۔ لہذا منافع کا تعلق ان سب سے ہے۔

(آیت نمبر ۸۱) اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کی آیات دکھاتا ہے۔ یعنی وہ دلائل جو اس کی قدرت پر اور رحمت کے حاصل ہونے پر دلالت کرتے ہیں تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی کون سی آیتوں کا انکار کرتے ہو کیونکہ اللہ پاک کی ہر دلیل ایسی واضح اور روشن ہے کہ اس سے کوئی بھی انکار کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔ بشرطیکہ اس کا عقل عقل سلیم ہو۔

فائدہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو بالکل بین واضح اور روشن ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اکیلا ہے اور بہت بڑی قدرت والا ہے۔

انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ کی شان: اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان آیات انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنی عزت و کبریائی کا جلوہ ان ہی سے ظاہر فرمایا۔ لہذا ان کا منکر انتہائی برا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی آیات اور روشن دلائل کا منکر ہے۔ اسی طرح ان کی کرامات کا انکار بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا نہیں پھرے وہ زمیں میں پس دیکھتے کیسے ہوا انجام ان پہلوں کا ۔

كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

تھے زیادہ ان سے سخت طاقت میں اور نشانیاں چھوڑتے زمین میں۔ تو نہیں کام آئے انہیں

مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا

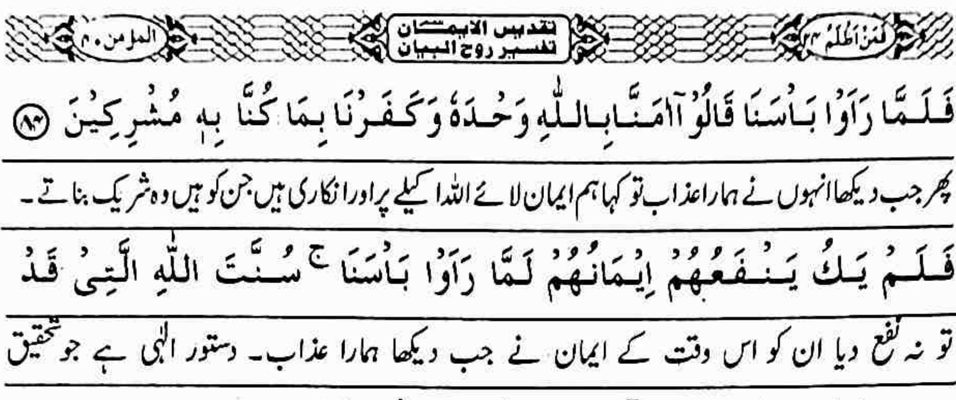
جو تھے وہ کماتے۔ پھر جب آئے ان کے پاس رسول واضح دلائل لیکر تو خوش ہوئے

بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾

اس پر جو ان کے پاس کچھ دنیوی علم تھا۔ اور پڑا ان پر جو تھے اس کی مزاح بناتے

(آیت نمبر۸۲) کیا یہ قریش کی قوم سیر اور سفر نہیں کرتے۔ کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں پہلی قوموں یعنی عاد اور ثمود کا کیا حال ہوا۔ یہ دیکھتے اور عبرت حاصل کرتے کہ کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے۔ پہلی امتیں جو شام یا یمن کے اطراف میں آباد تھیں۔ جنہوں نے اپنے انبیاء کو جھٹلایا۔ جس کا انجام تباہی اور ان کی بربادی ہوئی۔ ان کے کھنڈرات خود ہی حالات کی تفصیل بتاتے ہیں۔ ان کی تعداد بھی ان قریش مکہ سے زیادہ تھی اور قوت وطاقت میں بھی ان سے بڑھے ہوئے تھے اور زمین میں ان کے نشانیاں بہت ملیں گی۔ ان کے مکانات محلات اور دیگر ان کی بنائی ہوئی بے شمار اشیاء تھیں۔ لیکن انہیں کوئی چیز کام نہ آئی جو عذاب سے بچائے۔ نہ مال نہ اولاد نہ لشکر کام آیا۔ تو جب اتنی بڑی طاقت وروں کو خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو یہ تو ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آ جائے تو پھر اسباب کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ جن پر کفار گھمنڈ کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۸۳) جب ان کے پاس عظمت والے رسول معجزات اور واضح دلائل لیکر آئے تو جو ان کے پاس دنیوی علم تھا اس پر اس طرح خوش تھے کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کو بھی کچھ نہ سمجھا۔ یعنی انہوں نے اپنے الٹے ٹیڑے عقائد اور اوھام باطلہ کو اہمیت دی اور کہا۔ کہ نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ نہ قیامت ہے نہ عذاب وغیرہ ہے۔ اور اپنے باطل علم کو نبیوں کے علوم پر ترجیح دی۔



فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾

پھر جب دیکھا انہوں نے ہمارا عذاب تو کہا ہم ایمان لائے اللہ اکیلے پر اور انکاری ہیں جن کو ہیں وہ شریک بناتے۔

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ

تو نہ نفع دیا ان کو اس وقت کے ایمان نے جب دیکھا ہمارا عذاب۔ دستور الٰہی ہے جو تحقیق

خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

گذر چکا اس کے بندوں میں۔ اور گھاٹے میں رہے وہاں کافر۔

(بقیہ آیت نمبر ۸۳) دوسری بات یہ کہ وہ اپنے عقائد باطلہ کو اپنے فاسد گمان میں علم سے تعبیر کرتے تھے۔ جیسے فلاسفہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور اپنے نظریات کو عقل سے ثابت کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ ہمیں کسی نبی ہادی کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج بھی ایسے پاگلوں کی کمی نہیں جو قرآنی آیات پر اعتراض کرتے ہیں)۔ **لطیفہ**: ابوجھل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجھل کہا۔ ورنہ وہ تو اپنے آپ کو ابوالحکم کہلواتا تھا۔ لوگ اسے بڑا عالم اور صاحب حکمت کہتے تھے۔۔۔۔۔ آگے فرمایا کہ پھر گھیر لیا انہیں اس چیز نے جس کا وہ مذاق کیا کرتے تھے۔ یعنی ان کفار پر عذاب اس وجہ سے آیا کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی تحقیر کرتے اور ان سے ٹھٹھہ مخول کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے عذاب آیا تو پھر بچ نہ سکے۔ جیسا کہ ان کا خیال تھا کہ ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔

(آیت نمبر ۸۴) پھر جب ان سابقہ جھٹلانے والی امتوں نے ہمارا سخت عذاب دیکھا اور خسارے کی ذلت میں مبتلا ہوئے تو موت کے وقت کہنے لگے۔ ہم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاتے ہیں اور اب ہم ان کا انکار کرتے ہیں۔ جن کو خدا کا شریک بناتے رہے۔ یعنی بتوں اور ان کی پوجا کا انکار کرتے ہیں۔ اور ہم ان سے بیزار ہیں۔ یعنی اس سے پہلے جو ہمارا ان پر ایمان تھا۔ اب بالکل نہیں رہا۔

(آیت نمبر ۸۵) تو انہیں اس وقت ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننے نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس وقت ان کا ایمان اضطراری تھا (ایمان مقبول حالت اختیاری والا ہوتا ہے) یعنی جب انہوں نے عذاب دیکھا کہ وہ ان پر واقع ہو چکا ہے۔ اس وقت قبولیت ایمان کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ موت سامنے دیکھ کر ایمان لانا نامقبول ہے۔ جیسے فرعون نے ڈوبتے ہوئے کلمہ تو بہت پڑھا۔ مگر قبول نہ ہوا۔



فائدہ: اس لئے کہ انہوں نے مامور بہ وقت کو ضائع کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انہیں مال و دولت کام نہیں آئے۔ اسی طرح انہیں ایمان لانے نے بھی کوئی نفع نہ دیا۔

فائدہ: ایمان اختیاری کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے ایمان قبول کرے۔ جب اس نے عذاب کو دیکھ لیا۔ تو اب ان کا اختیار تمام امور سے مسلوب ہو گیا۔ اب دیکھا کہ ایمان لانے کے سوا اسے کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے ایمان نامقبول ہو گیا۔

فائدہ: جس ایمان نے دنیا میں فائدہ نہیں دیا وہ آخرت میں کہاں نفع دے گا۔

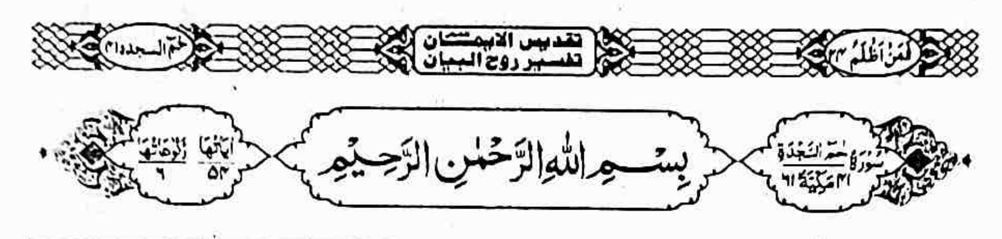
آگے فرمایا۔ یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کا پہلے بندوں میں گذرا۔ یعنی پہلے لوگ بھی عذاب دیکھ کر یا عذاب میں پڑ کر ایمان لاتے اس لئے وہ بغیر ایمان کے مرتے۔ آگے فرمایا۔ اس وقت کافر خسارے میں ہوئے۔

فائدہ: زجاج فرماتے ہیں کہ کافر ہر وقت ہی خسارے میں ہے۔ لیکن اس کا ظہور اس وقت ہوتا ہے۔ جب عذاب دیکھے۔ اس وقت اسے کامیابی کی سب امیدیں ختم ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: علماء کرام نے فرمایا کہ کوئی ایمان یا بندگی اس نیت سے کرے یہ عذاب سے بچا لیں گے تو یہ بھی نامقبول ہے بلکہ بندگی یا ایمان اس لئے کرے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ یہ فی نفسہ اچھی چیز ہے۔

موت کے وقت توبہ: روضۃ الاخبار میں ہے۔ کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا جب وقت آیا۔ تو اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا۔ میرا مال بیت المال میں جمع کرا دو۔ پھر اپنی آپ کو بیڑیوں میں باندھ کر فرمایا۔ میں نے حضور ﷺ کا ارشاد مبارک سنا آپ فرما رہے تھے۔ کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ جب تک کہ انسان کی جان اس کے گلے تک نہیں آ جاتی۔ پھر قبلے کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اے اللہ تو نے حکم دیا ہم نے نافرمانی کی۔ جن کاموں سے تو نے منع کیا۔ ہم اس کے مرتکب ہوئے۔ اب تیری پناہ میں آنے کا وقت ہے۔ اگر معاف فرما دے تو تو اس کا اہل ہے۔ اور اگر سزا دے تو میں نے اپنے آپ کو باندھ کر تیرے حوالے کیا۔ پھر آیۂ کریمہ کا ورد کیا۔ اور جان نکل گئی۔ یہ خبر جب حسن بن علی علیہ السلام کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا۔ کہ وہ اس وقت جھکے جب موت کا یقین ہو گیا۔ امید ہے۔ کہ ان کی توبہ انہیں فائدہ دے گی۔ **حدیث شریف** میں ہے۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

اختتام سورۃ: مورخہ ۸ دسمبر ۲۰۱۷ء بروز جمعرات ۸ ربیع الاول



حٰمٓ ۚ ① تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۚ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ

اترنا اس کا بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے ہے ۔ ایک کتاب ہے مفصل ہیں اس کی آیتیں

قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۙ ③

قرآن عربی میں ہے ان کیلئے جو جانتے ہیں۔

(آیت نمبرا) حم سورۃ کا نام یا قران کا نام ہے۔ یہ حروف مقطعات سے ہے۔ ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ یا اس کے بتانے سے اس کا رسول جانتا ہے۔ **فائدہ:** اس کے بعد سات سورتوں کی ابتداء حم سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد کتاب کا ذکر آتا ہے۔ ان میں ردّ ہے آیات الٰہی سے مجادلہ کرنے والوں کا۔ **اسم اعظم:** کاشفی مرحوم فرماتے ہیں کہ اسم اعظم حروف مقطعات میں مخفی ہے۔ لیکن ہر آدمی اس کا استخراج نہیں کرسکتا۔

(آیت نمبر۲) یہ کتاب اتری ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ پر لکھا۔ پھر جبریل امین کو حکم دیا انہوں نے اسے پڑھا۔ پھر حسب ضرورت اسے حضور ﷺ پر لے کر اترتے رہے۔ اسی لئے اسے تنزیل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ تنزیل کا معنی ہے۔ تھوڑا تھوڑا کر کے اترنا۔ آگے فرمایا۔ یہ اس ذات کی طرف سے ہے۔ جس کی صفت رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس قرآن میں دین و دنیا کے فوائد ہیں۔ اور یہ رحمت ربانی کے مقتضیٰ پر نازل ہوا۔ یعنی یہ قرآن پاک اس ذات کی طرف سے نازل ہوا کہ جس کی رحمت ہر چیز پر غالب ہے۔

(آیت نمبر۳) یہ کتاب اولین و آخرین کے تمام علوم کی جامع ہے۔ اس کی آیات مفصل ہیں کہ ان میں امر و نہی اور حلال و حرام اور وعد و وعید قصص و توحید وغیرہ کے تمام تفصیلی بیانات ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا کہ یہ کتاب ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ نگاہ انصاف سے دیکھا جائے تو اس قرآن کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو تمام مختلف علوم کی جامع ہو۔ یہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے تا کہ جن کیلئے نازل ہوا وہ اسے آسانی کے ساتھ سمجھ لیں۔

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے ہیں۔تو منہ پھیر لیا زیادہ تر نے پس وہ نہیں سنتے۔اور کہا کہ ہمارے دل

فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ

پردے میں ہیں اس سے کہ تم بلاتے ہو جس طرف۔اور ہمارے کانوں میں روئی ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان

حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾

پردہ ہے تو تم اپنا عمل کرو ہم اپنا عمل کرتے ہیں۔

(بقیہ آیت نمبر۳) **مسئلہ**: جو اس قرآن کو عجمی کہے وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کر رہا ہے اور اس کا مقابلہ کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔آگے فرمایا یہ اس قوم کے پاس آیا جو اس کے معانی کو جانتے ہیں کیونکہ یہ ان کی زبان میں ہے۔

(آیت نمبر۴) یہ قرآن اسے خوشخبری سناتا ہے۔جو اس کی تصدیق کرتا ہے۔اور اس کی قدر و منزلت کو سمجھتا ہے اسی طرح یہ قرآن جنت کی یا اللہ تعالیٰ تک رسائی کی نوید سناتا ہے اور یہ ڈر سناتا ہے۔اسے جو اس کی تکذیب کرے اور اس کی قدر و منزلت کو نہ سمجھے۔اسے دوزخ کا ڈر سناتا ہے یا اطاعت الٰہی کرنے والوں کو خوشخبری اور اطاعت نفس والوں کو ڈر سناتا ہے۔لیکن ان میں سے اکثر نے اس سے منہ پھیرا۔حالانکہ قرآن تو ان کی زبان میں اترا ہے۔اس میں ''ھم'' ضمیر اہل مکہ کی طرف ہے۔یا تمام اہل عرب کی طرف۔یا مشرکین کی طرف۔آگے فرمایا وہ اس قرآن کو نہیں سنتے۔یعنی وہ اس میں بالکل غور و فکر نہیں کرتے۔**فائدہ**: نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیادہ لوگ قرآن کے حقوق ادا کرنے سے منہ پھیرتے ہیں۔نہ اسے سن کر قبول کرتے ہیں۔نہ اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا۔تھوڑے ان میں وہ بھی ہیں۔جو اسے سنتے اور مانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کے کانوں سے ثقل دور فرما دیا۔

(آیت نمبر۵) کفار نے کہا۔ہمارے دلوں پر پردہ ہے۔**فائدہ**: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو قرآن کے مطابق ایمان و عمل کی دعوت دی۔تو اس وقت انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر تو مضبوط قسم کے پردے ہیں۔اس لئے آپ جن باتوں کی طرف بلاتے ہیں وہ ہمارے دلوں تک نہیں پہنچ سکتیں۔



قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَىَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

فرمادیں بے شک میں آدمی ہوں تمہارے جیسا وحی ہوتی ہے مجھے کہ بے شک تمہارا خدا ایک ہے ۔

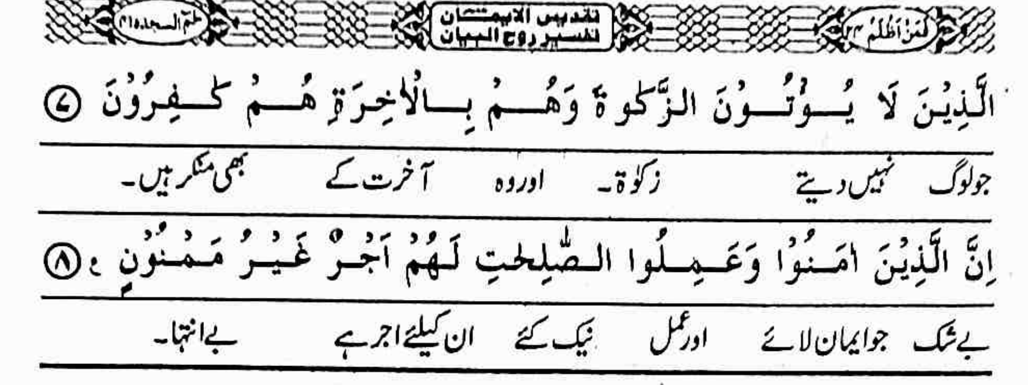
فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ ﴿٦﴾

پس قائم رہو اسی پر اور معافی مانگو اس سے ۔ اور ہلاکت ہے مشرکوں کیلئے

(بقیہ آیت نمبر ۵) یعنی ہمارے دلوں کو کسی مضبوط چیز نے گھیر رکھا ہے کہ باہر سے کوئی بات وہاں تک نہیں پہنچ سکتی ۔ گویا ہمارے دل آپ کی کسی بات سے متاثر نہیں ہو سکتے ۔ اور ہمارے کانوں میں بھی ایسا ثقل ہے کہ باہر سے کوئی بات دل تک نہیں پہنچ سکتی ۔ (معلوم ہوا اثر تب ہوتا ہے ۔ جب کوئی اثر قبول کرے) ۔

فائدہ: اگرچہ یہ بات انہوں نے از راہ تمسخر کہی ۔ لیکن یہ بات کچھ منی برحقیقت بھی ہے چونکہ ان کے دل دنیا کی محبت اور وراس کی زیب وزینت اور دنیا کی خواہشات وشہوات سے سے پُر تھے ۔ اس لئے واقعی ان کے دل سیاہ پردوں میں ہیں ۔ اگر وہ نبی سے یہ ٹھٹھہ مزاح نہ کرتے تو شاید ان کے پردے ہٹ جاتے اور انہیں دولت توحید وایمان مل جاتی ۔ لیکن حق سے اعراض کرنے کی نحوست پر اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ استعداد ہی سلب کر لی ۔ اس لئے وہ صحیح کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان بہت بڑی آڑ ہے ۔ تمہاری کوئی بات اثر نہیں کرتی ۔ لہٰذا تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں ۔

(آیت نمبر ۶) اے محبوب فرمادیں ۔ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں ۔ میری طرف وحی آتی ہے کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے ۔ **فائدہ**: اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بشریت میں (خاص وعام بظاہر) برابر ہیں ۔ لیکن حقیقت میں لاانتہا ہی فرق ہے ۔ بھلا جن کے عقل، دل، کان اور آنکھیں معرفت الٰہی کیلئے بند ہیں ۔ وہ ان کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں ۔ جن کے دلوں کے دروازے کھلے ہیں ۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو الہام دل پر ہی ہوتا ہے اور مشاہدہ اور کشف حاصل ہوتا ہے ۔ یعنی جن کا سینہ اسلام کیلئے اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ۔ انہیں تو رب تعالیٰ کی طرف سے نور حاصل ہو گیا ۔ علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بشر مثلکم" تواضعا فرمایا ہے ورنہ جو جنتی براق پر سوار (ہو کر عرش علیٰ تک گیا وہ اس کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو زمین پر رینگتا ہے) ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ توحید پر قائم ہو جاؤ اور اعمال میں خلوص پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ سے دین پر استقامت اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگو اور یاد رکھو مشرکوں کی ہلاکت ہونے والی ہے ۔ یعنی سخت عذاب میں پڑنے والے ہیں ۔



الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ⑦

جولوگ نہیں دیتے زکوٰۃ۔ اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧

بے شک جوایمان لائے اور عمل نیک کئے ان کیلئے اجر ہے بے انتہا۔

(آیت نمبر ۷) وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ یعنی جو اس کے وجوب کے ہی قائل نہیں۔ نہ اس کی فرضیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اصل میں وہ آخرت کے منکر ہیں۔ چونکہ ان کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ مرنے کے بعد نہ اٹھنا ہے۔ نہ عذاب وثواب ہے۔ اس لئے وہ خدا کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ (گویا زکوٰۃ کے منکر اصل میں قیامت کے منکر ہیں)۔

شافعی مسلک والے کہتے ہیں۔ عبادات کے غیر مسلم بھی مکلف ہیں۔ یعنی احکام شرعیہ کے خطابات میں وہ بھی داخل ہیں۔ اس کی دلیل یہی آیت ہے کہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر انہیں وعید آئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی پر انہیں عذاب ہوگا۔ بقایا مذاہب یہ کہتے ہیں یہ خطاب ان کو ہے۔ جو اس کے وجوب کا اعتقاد نہیں رکھتے۔

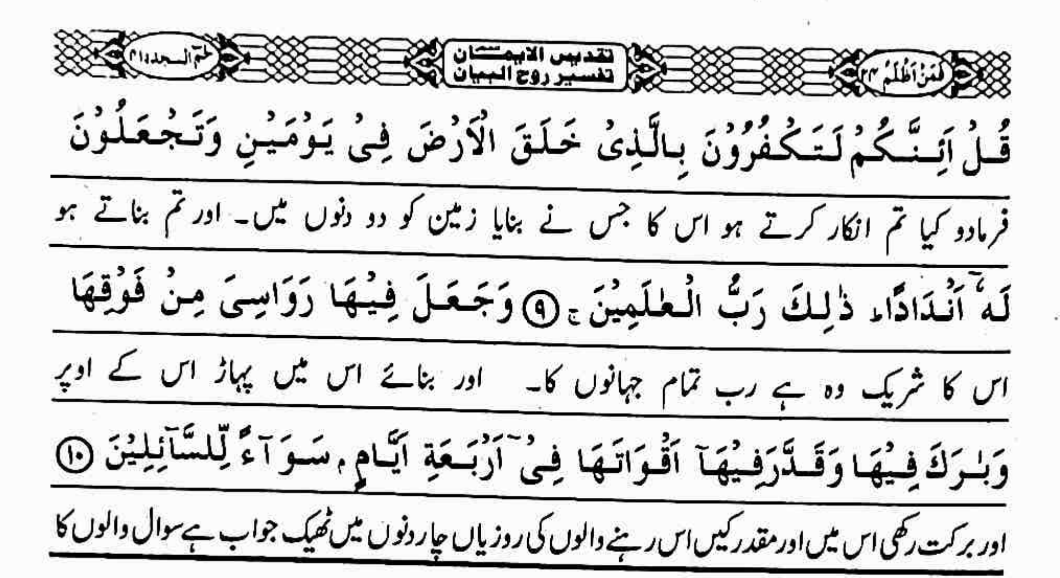
نکتہ: چونکہ مشرکین مکہ حج اور عمرہ کرتے تھے مگر زکوٰۃ نہیں دیتے تھے۔ اسی لئے زکوٰۃ کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے۔ بلکہ اصول دین کا منکر کافر ہے۔ یعنی کلمہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کا منکر کافر ہے۔

(آیت نمبر ۸) بے شک جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے بے شمار ثواب ہے۔

اعمال صالحہ کا اجر: صاحب ایمان کے اگر اعمال کم بھی ہوئے تو وہ اجر ضرور پائے گا۔ مگر ناقص۔ اگر بدعملی کی وجہ سے جہنم میں گیا بھی تو بالآخر وہ جہنم سے نکل کر جنت آجائے گا۔

حدیث شریف: جب نمازی مسلمان بیمار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین کو حکم فرماتا ہے کہ جب تک میرا بندہ آزمائش میں ہے۔ اس کی تمام نیکیاں کامل لکھو۔ جیسے اس کی صحت میں لکھتے تھے۔ (کشف الاسرار)

ایک اور **حدیث** میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ جب بندہ رات کو تہجد کی یا دیگر نوافل کی نیت سے سوتا ہے۔ لیکن آنکھ نہ کھلی تو اسے نیت کے مطابق تہجد کا ثواب مل جائے گا (الطبرانی)۔ لہٰذا مسلمان پر لازم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اور اپنی نیت کو خالص رکھے۔ (اور صرف نیت پر ہی نہ رہے۔ بلکہ عمل بھی کرے)۔



قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ

فرمادو کیا تم انکار کرتے ہو اس کا جس نے بنایا زمین کو دو دنوں میں۔ اور تم بناتے ہو

لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا

اس کا شریک وہ ہے رب تمام جہانوں کا۔ اور بنائے اس میں پہاڑ اس کے اوپر

وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

اور برکت رکھی اس میں اور مقدر کیں اس رہنے والوں کی روزیاں چار دنوں میں ٹھیک جواب ہے سوال والوں کا

(آیت نمبر ۹) اے محبوب فرمادیں اے کافرو۔ کیاتم ضرور کفر کرو گے اس ذات کے ساتھ کہ جس نے زمین دو دنوں میں بنائی۔

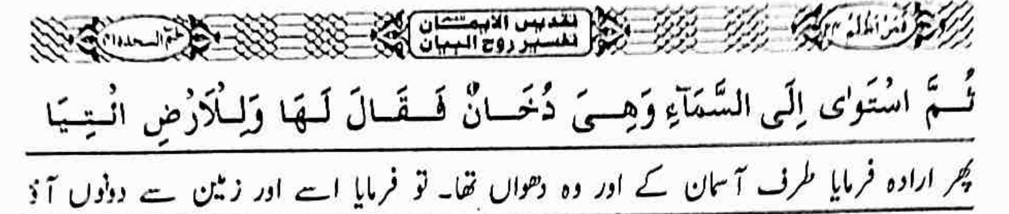
وھم کا ازالہ : اللہ تعالیٰ تو زمین آنکھ جھپکنے کی دیر میں پیدا فرما سکتا ہے لیکن دو دنوں میں پیدا کرنے کا ذکر اس لئے کیا کہ ہم کسی کام میں جلد بازی نہ کریں۔ بلکہ آرام اور سکون سے کام کریں۔

فائدہ :عین المعانی میں ہے کہ انسان کو چاہئے۔ کام میں جلد بازی نہ کرے کیونکہ جلد بازی والے کام میں اکثر کام خراب ہو جاتا ہے۔ جلد بازی میں پشیمانی کا احتمال ہے اور آہستگی میں کام کی پختگی ہے اور وہ چیز دیر تک رہتی ہے۔ آگے فرمایا۔ اور تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو یعنی بتوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شریک بناتے ہو۔

فائدہ :اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم فرمایا کہ ان کافروں کو بتاؤ کہ تمہارے تینوں کام انتہائی قبیح ہیں: (۱) کفر اور شرک کرنا۔ (۲) دوبارہ زندہ نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ (۳) اور یہ کہنا کہ انسان رسول نہیں ہوسکتا۔

آگے فرمایا کہ اس شان والا خدا جس نے اتنی بڑی زمین دو دنوں میں بنائی۔ وہ صرف رب العالمین ہی کی ذات کا کارنامہ ہے۔ اور جنہیں تم نے اس کا شریک بنا رکھا ہے۔ یہ تو ساری مخلوق میں خسیس ترین مخلوق ہے۔ کہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان ذات اور کہاں یہ پتھر (چہ نسبت خاک را با عالم پاک)۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی بنائے اس میں پہاڑ جو بلند اور مضبوط ہیں جو اس زمین کے اوپر رکھے گئے۔ تاکہ زمین ہل نہ سکے۔

زمین کا ٹھہراؤ: شیخ اکبر فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر بچھایا۔ تو وہ ہلنے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ بنا کر اس پر گاڑ دیئے۔ اس سے زمین ساکن ہوگئی۔



ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا

پھر ارادہ فرمایا طرف آسمان کے اور وہ دھواں تھا۔ تو فرمایا اسے اور زمین سے دونوں آؤ

طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾

خوشی یا ناخوشی سے۔دونوں نے کہا ہم حاضر ہیں خوشی سے۔

(بقیہ آیت نمبر۹) **پہاڑوں کی تعداد:** مجموعی طور پر پہاڑ ایک سو اٹھتر ہیں۔زمین پر پہلا پہاڑ جبل ابوالقبس ہے۔

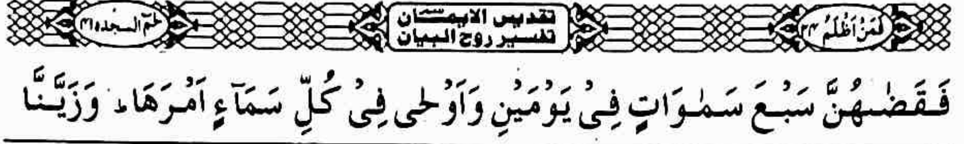
پہاڑوں کی تاثیرات: ان میں پانی کے خزانے۔سونے۔چاندی۔جواہرات۔لوہا۔تانبہ بے شمار اشیاء ہیں۔جو وقتاً فوقتاً برآمد ہوتی رہتی ہیں۔

مقام اولیاء: صوفیاء فرماتے ہیں۔زمین کا ٹھہراؤ بظاہر تو پہاڑ ہیں۔درحقیقت زمین اولیاء اللہ کے وجود سے ساکن ہے۔جو انسانوں میں اللہ تعالیٰ کے چنیدہ ہیں۔اسی لئے خاص اولیاء کو اوتاد کہا جاتا ہے۔شیخ اکبر قدس سرہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اوتاد میں ہی شمار کیا ہے۔(اوتاد جمع ہے وتد کی اور وتد کا معنی کیل ہے۔)

برکات اولیاء: علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔اولیاء اللہ کی برکت سے زمین پر بارشیں ہوتی ہیں۔زمین پر پودے اگتے ہیں۔ان کی دعاؤں سے بلائیں ٹلتی ہیں۔ان کی زندگی اور موت برابر ہے۔کیونکہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں۔(وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں۔)

آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو برکت سے بھر دیا ہے اور اس میں لوگوں کا رزق روزی کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں۔گندم۔جو۔چاول۔کھجور وغیرہ۔یہ تمام اشیاء چار دنوں میں۔سوال کرنے والوں کیلئے یہ درست جواب ہے۔جن میں کسی قسم کی زیادتی اور کمی نہیں ہے۔**حدیث شریف:** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی اللہ تعالیٰ سے رزق کا سوال کرے یا نہ کرے اسے ضرور ملے گا۔

(آیت نمبر۱۱) پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اپنی مشیت سے ارادہ فرمایا تا کہ آسمان کو مکمل کیا جائے جبکہ او پر دھواں ہی تھا۔تو پھر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حکم فرمایا کہ دونوں آؤ۔یعنی اب تمہارے وجود میں آنے کا وقت آ گیا ہے۔آنے کا مطلب کن ہے۔یعنی اب تم بن جاؤ۔خوشی یا ناخوشی سے یعنی تم چاہو یا تم نہ چاہو اس کا مطلب ہے کہ تم خود بخود اپنے اختیار سے فرمانبردار ہو کر آ جاؤ تو دونوں نے کہا ہم آتے ہیں فرمانبردار ہو کر۔



فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا

پھر پورا کیا ان کو سات آسمان دو دنوں میں۔ اور حکم بھیجے ہر آسمان میں اسی کام کے۔ اور مزین کیا ہم نے

السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

آسمان دنیا کو چراغوں سے۔ اور نگہبانی کیلئے۔ یہ اندازہ ہے عزت والے علم والے کا ۔

(بقیہ آیت نمبر ۱۱) **کعبہ کو ادب سے شان ملی:** بعض روایات میں ہے کہ زمین کے جس حصے نے سب سے پہلے فرمانبرداری کی وہ کعبہ والی جگہ ہے۔ اور آسمان پر وہ حصہ جو کعبہ کے برابر ہے اس نے بھی پہلے فرمانبرداری کا اعلان کیا۔ سب سے پہلے وہی بنا۔ اسی لئے سب سے اول بننے کی وجہ سے اسے ام القریٰ کہا گیا۔ یعنی بستیوں کی اصل۔

حضور ﷺ کو امی کہنے کی وجہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خمیر کعبہ شریف والی جگہ سے لیا گیا اور یہاں سے ہی زمین بچھائی گئی۔ اسی لئے مکہ شریف کو ام القری کہا گیا۔ لہذا آپ جسماً روحاً اصل الکل ہوئے۔ اسی لئے آپ کو نبی امی کہا جاتا ہے۔

خمیر مدینہ میں: تاریخ مکہ میں ہے کہ حضور ﷺ کا خمیر تھا تو کعبہ والی جگہ مگر طوفان نوح میں یہاں سے مدینہ طیبہ میں گنبد والی جگہ پر حکمت الٰہیہ سے پہنچ گیا۔ اسی لئے اسے ریاض الجنۃ کا لقب دیا گیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

صدیق و فاروق کی افضلیت: اسی سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال فرمایا کہ جناب صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما بعد از انبیاء سب سے افضل ہیں کہ ان کا خمیر بھی وہیں سے لیا گیا۔ جہاں سے حضور ﷺ کا خمیر لیا گیا۔

(آیت نمبر ۱۲) اللہ تعالیٰ نے سات آسمان مکمل فرمائے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے دو دنوں میں بنائے۔ دو دن سے مراد جمعرات اور جمعہ کا دن ہے۔ بمعہ ان کے اندرونی اشیاء کے۔ یعنی سورج۔ چاند ستارے۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اپنا حکم بھیجا۔ اس کا ایک معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر آسمان میں بے شمار چیزیں پیدا فرمائیں۔ جیسے فرشتے اور دیگر نورانی مخلوق۔ جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ان میں جسے چاہا ظاہر فرمایا۔ یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی مخلوق کو وہ امور القاء فرمائے جن کے وہ اہل تھے۔ یعنی انہیں جو بھی حکم دیا وہ اس کے پابند ہیں۔ آگے فرمایا کہ آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت بخشی۔ یعنی وہ رات کو ایسے چمکتے ہیں جیسے چراغ ہر طرف روشن ہوں۔ اگرچہ یہ مختلف آسمانوں میں ہیں لیکن نظر ایسے آتے ہیں جیسے وہ پہلے آسمان میں ہیں۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ؕ ﴿۱۳﴾

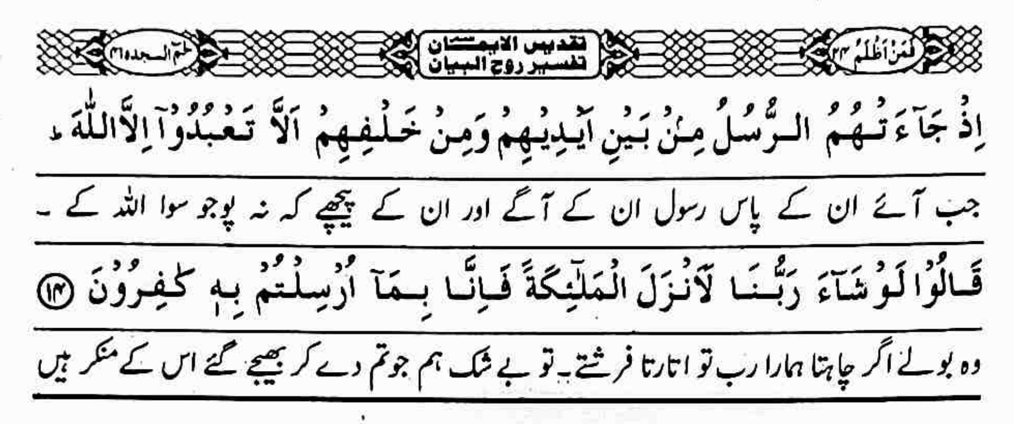
پھر اگر وہ منہ پھیریں تو فرمادو میں ڈراتا ہوں تمہیں ایک کڑک سے جیسے کڑک آئی عاد اور ثمود پر۔

(بقیہ آیت نمبر۱۲) ان میں اکثر جو زیادہ روشن نظر آتے ہیں۔ وہ پہلے آسمان میں ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے دنیا والے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا۔ دوسرا یہ کہ ہم نے چوروں سے بھی اسے محفوظ کیا۔ یعنی وہ شیاطین جو فرشتوں کی باتیں سننے چوری کی نیت سے آسمان کے قریب جاتے ہیں۔ تو انہیں آگ کے چنگارے مارے جاتے ہیں۔ جسے ہم کہتے ہیں ستارہ چھوٹا ہے۔ وہ اصل میں آگ کی چنگاری ہوتی ہے۔ جو شیطان کو ماری جاتی ہے۔ ستارہ اپنی ہی جگہ رہتا ہے۔ یہ قدرت والے کی قدرت کا ایک اندازا ہے اور وہ بہت بڑے علم والا ہے۔ جس کا علم ہر ایک چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے سامنے ہے۔

سات دن اور سید الایام: آدم علیہ السلام جمعہ کے دن عصر کے بعد بنائے گئے۔ اور ان میں روح پھونکی گئی۔ اس لئے جمعہ کو سید الایام کہا جاتا ہے۔ جس گھڑی میں روح ڈالی گئی۔ اس وقت میں کی ہوئی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ اگرچہ اس گھڑی میں اختلاف ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ وہ نماز عصر کے بعد کا وقت ہے۔

(آیت نمبر۱۳) اے محبوب آپ انہیں فرمادیں۔ اگر یہ کافر ایمان نہیں لاتے تو انہیں بتادیں کہ میں تمہیں اس طرح ڈرسناتا ہوں۔ یعنی اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جس کا واقع ہونا انتہائی سخت ہے۔ جیسے قوم عاد پر سخت آندھی کی شکل میں عذاب آیا اور انہیں تباہ و برباد کر گیا۔ اسی طرح قوم ثمود پر گرج پڑی تو وہ بھی تباہ ہو گئے۔ اس لئے مشرکین مکہ کو ڈرایا گیا کہ تمہارے کرتوت بھی ویسے ہی ہیں۔ اور تم بھی ایمان لانے سے روگردان ہو اور ان سابقہ کفار کی پیروی کرر ہے ہو۔ تمہاری تباہی بھی ان کی طرح ہوگی۔

فائدہ: اہل مکہ کو ڈرانے کیلئے صرف ان دو قوموں کا نام اس لئے لیا کہ اہل مکہ شام کی طرف جاتے ہوئے ان کے تباہ شدہ مقامات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔



اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

جب آئے ان کے پاس رسول ان کے آگے اور ان کے پیچھے کہ نہ پوجو سوا اللہ کے ۔

قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

وہ بولے اگر چاہتا ہمارا رب تو اتارتا فرشتے ۔ تو بے شک ہم جو تم دے کر بھیجے گئے اس کے منکر ہیں

(آیت نمبر۱۴) جب ان کے پاس ہمارے شان والے رسول تشریف لائے ۔ ان کے آگے اور پیچھے سے ۔ یعنی لگا تار رسول آئے ۔ اوران رسولوں نے انہیں ہر طرح سے سمجھایا ۔ ہر جانب سے آ کر انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا ۔ کبھی نرمی سے کبھی سختی سے کبھی شوق دلا کر کبھی ڈر سنا کر ۔

فائدہ : ہر طرف سے مراد جہت مکانی نہیں ہے ۔ بلکہ جہت زمانی ہے ۔ یعنی انہیں زمانہ ماضی کے کفار کی تباہی کا حال سنایا اور یہ بھی بتایا کہ اگر تم نے نہ مانا تو پھر تمہارا حال بھی وہی ہوگا ۔ یعنی اگر تم کفر وشرک سے باز نہ آئے ۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا تم کسی کی بھی پوجا مت کرو اور ہر نبی پاک اپنی قوم کو یہی وعظ سناتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ۔ لیکن ہر نبی کی بات کو کفار نے حقیر سمجھتے ہوئے یہی کہا ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنے کا ارادہ کیا تھا ۔ تو ضرور وہ کوئی فرشتے بھیج دیتا تا کہ ہم ان پر ایمان لاتے اس لئے کہ ان کے بارے میں ہمیں کوئی شک وشبہ بھی نہ تھا ۔ چونکہ تم ہماری طرح بشر ہو اس لئے ہم تم پر ایمان نہیں لاتے ۔ (اللہ تعالیٰ نے اس بات کے متعدد مقامات پر جواب دیئے ۔ کہ اگر فرشتہ بھیجتے تو پہلے تو دیکھ کر ہی وہ مر جاتے ۔ اور اگر نہ مرتے پھر یہ کہتے کہ انسان کیوں نبی بن کر نہیں آیا ۔ یہ سب ان کی حجتیں تھیں ۔ دل بدرا بہانہ بسیار (دل بدنیت تے حجتاں بے شمار)

فائدہ : کاشفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔ چونکہ ان کافروں نے نبی کے ظاہر کو دیکھا تھا ۔ وہ اگر نبی کا باطن اور اس کی حقیقت کو دیکھتے تو ایسا کبھی نہ کہتے (کیونکہ نبی فرشتہ سے اعلیٰ ہوتا ہے) لیکن وہ اس حقیقت سے ہمیشہ ہی محروم رہے ۔ (پتھروں کو خدا ماننے میں ذرا دیر نہیں لگائی ۔ نبی کے بارے میں اتنی شرائط لگا رہے ہیں ۔ اصل بات یہ ہے ۔ کہ ع : خدا جب دین لیتا ہے ۔ حماقت آ ہی جاتی ہے ۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ

البتہ قوم عاد نے تکبر کیا زمین میں ناحق اور بولے کون ہے سخت ہم سے قوۃ میں

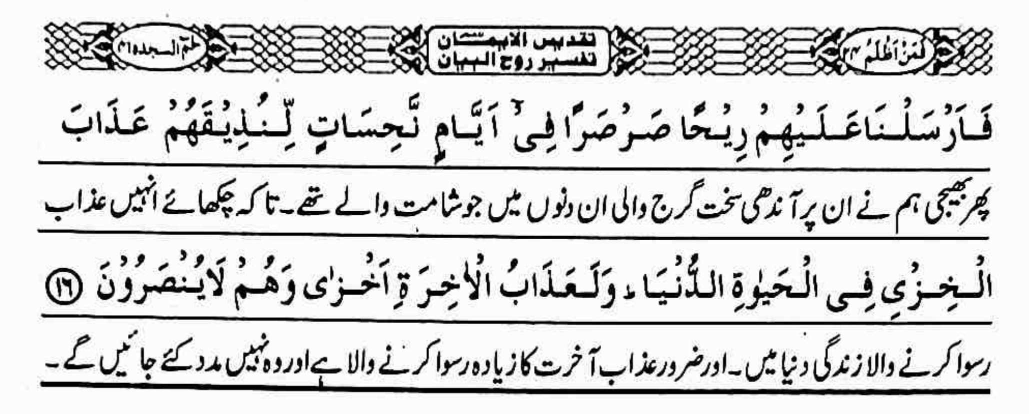
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

کیا نہیں جانتے کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے انہیں پیدا کیا وہ زیادہ سخت ہے قوۃ میں اور تھے ہماری آیتوں کے منکر

(آیت نمبر ۱۵) البتہ قوم عاد نے تو زمین میں بہت تکبر کیا۔ یعنی انہوں نے زمین پر ناحق تکبر کیا۔ جس کا انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ اور وہ اہل ایمان سے کہنے لگے۔ ہم سے قوت میں بڑھ کر کون ہے۔

فائدہ: وہ انتہائی لمبے ان کا جوان اٹھارہ ہاتھ لمبا ہوتا تھا۔ اور وہ بھاری سے بھاری پتھر بھی اٹھا لیتے تھے۔ اس قوت سے دھوکا کھا کر عذاب الٰہی کا مقابلہ کرنے لگے لیکن جب عذاب آ گیا تو اپنی شیخی اور تکبر کو بھول گئے۔ اپنی طاقت پہ گھمنڈ کرنے والے کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے۔ کیا وہ اتنے ہی غافل ہیں انہیں معلوم نہیں کہ جس نے انہیں پیدا کیا۔ بے شک وہ ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔ اس نے انہیں بھی پیدا کیا اور دیگر بھی اشیاء اسی نے بنائیں۔ ان سے بھی بڑی اور مضبوط اشیاء زمین وآسمان کو بنایا اور پہاڑوں کو بنایا جو ان سے قوت میں زیادہ سخت ہیں تو جس نے اتنی سخت طاقت والی اشیاء بنائی ہیں اس کی اپنی طاقت اور قدرت کا کیا عالم ہوگا۔ بلکہ سب کو قوت وطاقت تو اللہ تعالیٰ نے دی۔ لہٰذا وہ قوم عاد اپنے تکبر کی بناء پر ہماری ان آیات کا انکار کرتے تھے جو ہم نے ان کے رسولوں پر اتاری تھیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ان کی برائیاں تکبر اور شرک کے علاوہ۔ علو اور غلو فی الارض۔ فسق۔ احسان فراموشی۔ خروج عن الطاعۃ اور آیات خداوندی کا انکار اور رب تعالیٰ کی نافرمانی۔ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب جیسے بے شمار جرائم تھے۔ جن کی وجہ سے ان پر عذاب آیا۔



فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ

پھر بھیجی ہم نے ان پر آندھی سخت گرج والی ان دنوں میں جو شامت والے تھے۔ تاکہ چکھائے انہیں عذاب

الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

رسوا کرنے والا زندگی دنیا میں۔ اور ضرور عذاب آخرت کا زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور وہ نہیں مدد کئے جائیں گے۔

(آیت نمبر۱۶) تو ہم نے ان پر تیز آندھی بھیجی۔ تاکہ انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔ انتہائی سخت ٹھنڈی ہوا نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اتنی تیز تھی۔ کہ پہاڑوں کے اندر غاروں میں گھسے ہوئے کفار کو بھی تباہ کر دیا۔

فائدہ: وہ ہوا سخت سرد بھی تھی اور اس میں گرجدار آوازیں بھی تھیں اور ان منحوس دنوں میں۔ یعنی ایک بدھ سے دوسرے بدھ تک لگاتار چلتی رہی۔ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل یہ شوال کا آخری ہفتہ تھا۔

فائدہ: اکثر قوموں پر عذاب بدھ کو ہی آتا رہا۔ ان ایام کو کفار کے ساتھ نسبت کی وجہ سے منحوس بھی کہا گیا اور اور مشئوم بھی کہا گیا۔ **فائدہ**: یاد رہے۔ دن کوئی منحوس نہیں۔ کفار اور مشرکین منحوس تھے۔ ان کی نحوست سے دنوں کو نحس کہا گیا۔ **فائدہ**: وہ آندھی ایک ہی حالت میں اور ایک رفتار میں جاری رہی ان کی تباہی اور بربادی تک۔

وہم کا ازالہ: بذاتِ خود کوئی بھی دن منحوس نہیں۔ یہ نجومیوں یا جاہلوں یا ہندوؤں کی سوچ ہے (جو خیالات آج بعض جاہل قسم کے مسلمانوں میں بھی آ گئے) اور خواتین کا یہ خیال ہے کہ بعض دن نحس اور بعض نیک بخت ہوتے ہیں۔ خصوصاً شادی وغیرہ کے موقع پر عورتیں بعض دنوں کو منحوس سمجھ کر ان دنوں میں شادی نہیں ہونے دیتیں۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں۔ اسلام میں سب دن برابر ہیں۔ البتہ بعض وجوہ سے بعض دنوں کو برتری حاصل ہے۔ جیسے سید الایام جمعہ ہے۔ (یا سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں)۔ (کفار کی تباہی کے دنوں کو منحوس ان کفار کی نحوست کی وجہ سے کہا گیا)۔

آگے فرمایا کہ یہ اس لئے تاکہ ہم انہیں دنیا کے عذاب کا بھی مزہ چکھائیں۔ جس میں ان کے لئے ذلت اور رسوائی تھی اور آخرت والا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے۔ یعنی دنیا کی رسوائی سے زیادہ رسوائی ان کفار کی آخرت میں ہوگی اور ان کی کسی طرح پھر مدد نہ دنیا میں ہوئی۔ نہ آخرت میں مدد ہوگی۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

اور ثمود کو راہ دکھائی تو انہوں نے پسند کیا اندھے ہونے کو سوجھنے پر۔ تو پکڑ لیا انہیں

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کڑک والے عذاب نے ذلت سے بوجہ اس کے جو تھے وہ کماتے۔ اور نجات دی ہم نے انہیں جو ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور تھے وہ ڈرتے۔

(آیت نمبر ۱۷) البتہ قوم ثمود کو ہم نے سیدھی راہ دکھائی۔ یعنی ہم نے ان کے پاس نبی بھیجے تاکہ انہیں سیدھی راہ دکھائیں جو انہیں منزل مقصود تک پہنچائے۔ کیونکہ ہر پیغمبر کا کام صرف راہ دکھانا ہے۔ مطلوب تک پہنچانا یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر کفار اس راہ پر چلتے تو اللہ تعالیٰ انہیں منزل تک پہنچا دیتا تو قوم ثمود کو جب صالح علیہ السلام نے دین والی سیدھی راہ دکھائی تو انہوں نے سوچ سمجھ کر اور جان بوجھ کر (عمی اندھے پن) یعنی گمراہی کو اختیار کیا اور ہدایت کو چھوڑ دیا گویا کہ ایمان پر کفر کو ترجیح دی۔

فائدہ: بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ قوم ثمود نے پہلے دین حق کو قبول کیا۔ پھر وہ مرتد ہو گئے اور اپنے رسول کی تکذیب کی تو وہ عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ اس کفر و شرک کی وجہ سے نیست و نابود ہو گئے کیونکہ انہوں نے ہدایت کے بجائے (اندھا پن) گمراہی کو پسند کر لیا۔ آگے فرمایا تو پھر انہیں ذلیل و رسوا کرنے والے سخت عذاب نے گھیر لیا اور اوپر سے ایسی گرج پڑی کہ اس چیخ سے ہی ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ وہ گرج جناب جبریل امین کی آواز تھی جو صاعقہ بنی یا صاعقہ سے مراد وہ آگ ہے جو آسمان سے اتری اور انہیں جلا کر راکھ بنا گئی۔ بہ سبب اس کے جو وہ برے اعمال کرتے تھے یعنی ان کی گمراہی اور کفر اور گناہوں کی وجہ سے اور صالح علیہ السلام کی تکذیب کرنے اور اونٹنی کو ہلاک کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

(آیت نمبر ۱۸) اور ہم نے ایمان والوں کو اس عذاب سے بچایا۔ یعنی جو لوگ شرک سے بچے اللہ نے انہیں عذاب سے بچا لیا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام پر ایمان لائے۔ **سبق**: جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والے ہیں۔ وہ دنیا کے عذاب کے علاوہ آخرت کے عذاب سے بھی بچ جانے والے ہیں۔



وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور جس دن اکٹھے کئے جائیں گے دشمن اللہ تعالیٰ کے۔طرف آگ کے تو ان سے آگے والے روکے جائیں گے

(بقیہ آیت نمبر۱۸) **پل صراط پر گذر:** (۱) کچھ لوگ پل صراط پر سے اتنے تیز نکل جائیں گے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ دوزخ کدھر ہے۔(۲) بعض تیز بجلی کی طرح۔(۳) بعض تیز رفتار سواری کی طرح۔(۴) بعض کمزور ایمان وعمل والے گذریں گے مگر گرتے پڑتے۔(۵) بعض کو آگ ٹخنوں۔(۶) بعض کو گھٹنوں تک۔(۷) بعض کو گردنوں تک۔(۸) بعض کو سینے تک۔(۹) بعض گرتے ہی کوئلہ بن جائیں گے جو غیر مسلم ہوں گے۔

حدیث شریف :حضور ﷺ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا۔ان سب لوگوں کو جہنم سے نکال لو۔جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے۔جب نکلیں گے تو وہ سیاہ کالے ہونگے حکم ہوگا انہیں بحر حیاۃ میں ڈالو۔تو جب اس سے باہر نکلیں گے تو وہ اس سے صاف پودے کی طرح باہر نکلیں گے۔

فائدہ :معلوم ہوا۔جہنم کی آگ سے نجات کا اصل ذریعہ ایمان اور تقویٰ ہے۔ایمان اور عمل وہی مقبول ہے۔ جو دار تکلیف یعنی اس دنیا میں ہو۔جب یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر ہاتھ ملتا رہے گا۔

فائدہ: جو کفر پر مرے۔اس پر عذاب کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور جب مومن فوت ہوتا ہے۔تو جنت کے فرشتے اس سے آکر مصافحہ اور سلام کرتے ہیں۔

(آیت نمبر۱۹) جس دن دشمنان خدا اکٹھے کئے جائیں گے۔یعنی اے محبوب لوگوں کو وہ دن یاد دلائیں۔جس دن اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو جمع فرمائے گا۔اولین وآخرین جمع کر کے دوزخ کی طرف لے جائے جائیں گے۔

فائدہ :انہیں سوال وجواب کے بعد جبکہ ان کو موقف حساب سے جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے یا ان کا حساب ہی جہنم کے کنارے پر ہوگا۔دشمنان خدا وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر نہیں چلتے۔ دوستان خدا وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔اور ان کے احکام پر عمل کرتے ہیں تو جیسے دوستان خدا جنت کی طرف شان وشوکت سے لے جائے جائیں گے۔اسی طرح دشمنان خدا ذلت ورسوائی کے ساتھ دھکیل کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے تو پھر ایک جگہ روک دیئے جائیں گے۔اس رکاوٹ کی کئی وجوہات احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا

یہاں تک کہ جب آ جائیں گے اس کے پاس تو گواہی دیں گے ان کے خلاف کان اور آنکھیں اور چمڑے ان کے

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا

جو تھے وہ کرتے۔ اور کہیں گے اپنے چمڑوں سے کیوں گواہی دی تم نے ہمارے خلاف تو کہیں گے

اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

ہمیں بلوایا اللہ تعالیٰ نے جس نے قوۃ گویائی دی ہر چیز کو۔ اور اسی نے پیدا کیا تمہیں پہلی مرتبہ

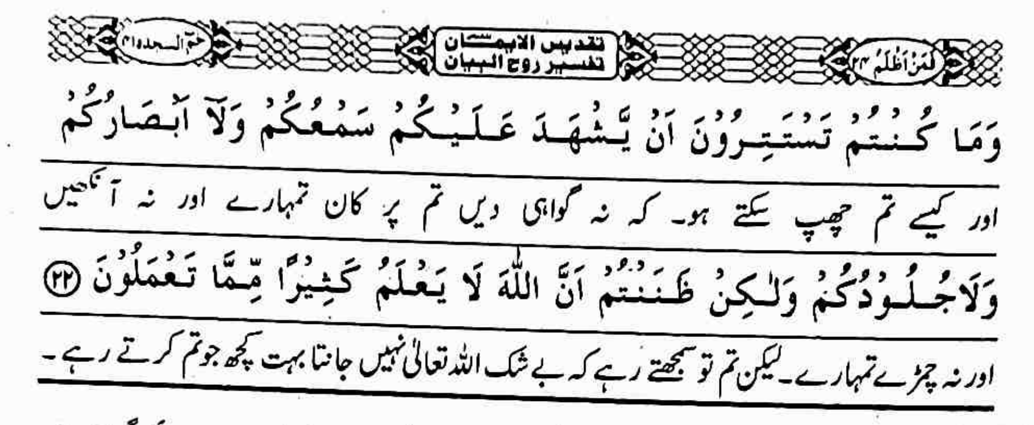
وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(آیت نمبر۲۰) یہاں تک جب اولین وآخرین جہنم کے قریب جمع ہو جائیں گے تو ان کے اعضاء بول پڑیں گے۔ کان ان کے خلاف اس بات کی گواہی دیں گے جو جوانہوں نے بری باتیں سنیں اور آنکھیں اس کی گواہی دیں گی جو جوانہوں نے برائی دیکھی اور چمڑے گواہی دیں گے جو جو کام ناجائز ان سے لیا گیا۔

فائدہ: سب سے پہلے دائیاں ہاتھ گواہی دے گا جو جو اس ہاتھ سے عمل کرتے رہے۔ یعنی اس وقت ان کے صرف برے اعمال کی ہی گواہی لے کر انہیں جہنم میں ڈالا جائے (تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہمیں بلا وجہ ڈالا گیا)۔ قدرت خداوندی ہے۔ کہ وہ جسے بولنے کی قدرت دے دے۔ جس بکری کے گوشت میں زہر ملائی گئی تھی۔ اس نے بول کر کہا۔ میرے اندر زہر ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ جس کو چاہے بلوالے۔ استن حنانہ بچوں کی طرح رونے لگا۔ **فائدہ:** چونکہ کفار جہنم کے قریب پہنچ کر اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور تمام گواہوں کا بھی انکار کر دیں گے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے موہوں پر مہر کر دیگا۔ اور ان کے اعضاء ان کے گناہوں پر گواہی دیں گے۔

(آیت نمبر۲۱) تو گناہ گار اپنے جسم کے اعضاء سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ بلکہ وہ ان پر غصہ کریں گے تو اعضاء انہیں ایسے جواب دیں گے۔ جیسے کوئی عقل والا کلام کرتا ہے اور اعضاء فر فر بول رہے ہوں گے۔ اور ایک ایک سرزد ہونے والا گناہ کی گواہی دیں گے۔



وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ

اور کیسے تم چھپ سکتے ہو۔ کہ نہ گواہی دیں تم پر کان تمہارے اور نہ آنکھیں

وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

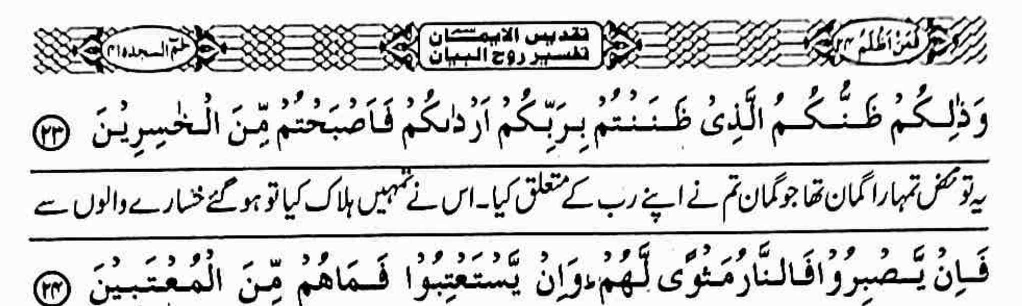
اور نہ چمڑے تمہارے۔ لیکن تم تو سمجھتے رہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں جانتا بہت کچھ جو تم کرتے رہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۲۱) **فائدہ**: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جلود سے مراد شرمگاہیں ہیں۔ وہ بھی گواہی دیں گی۔ جو جو گناہ ان سے سرزد ہوا۔ ایسے مجرموں کی رسوائی ایسے موقع پر اور زیادہ ہوگی۔ بہ نسبت کان اور آنکھ کے تو وہ کہیں گے۔ کہ تم ہمارے خلاف کیوں گواہی دیتے ہو تو چمڑے کہیں گے کہ ہم سے وہ ذات بلوا رہی ہے۔ جس نے ہر ایک کو بولنے کی طاقت دی اسی کا حکم ہے کہ ہم تمہارے کرتوتوں کی گواہی دیں۔ جن کا تم نے ہمارے ذریعے سے ارتکاب کیا۔ قدرت الٰہی ہے چاہے تو بولنے والے کا منہ بند کر دے وہ بول نہ سکے اور چاہے تو خالی جسموں کو بلوا لے اور وہ بولنے دیکھنے اور سننے لگ جائیں۔ آگے فرمایا کہ اسی ذات نے تمہیں پہلی مرتبہ بنایا۔ یعنی تمہیں عدم سے وجود میں لایا اور اسی کی طرف تم پھر لوٹائے جاؤ گے۔ یعنی جو تمہیں پہلی مرتبہ عدم سے وجود میں لے آیا۔ وہ دوبارہ بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔

درس: انسان پر لازم ہے کہ وہ گناہوں سے بچتا رہے اور نیک اعمال کر کے اپنے اعضاء کی گواہی سے ڈرتا رہے۔

(آیت نمبر ۲۲) اور تم اپنے جسم سے تو نہیں چھپ سکتے تھے کہ وہ تمہارے خلاف گواہی نہ دیں۔ تمہارے کان اور آنکھیں اور تمہارے چمڑے۔ جب تم دنیا میں گناہ کرتے اس وقت اپنے اعضاء سے چھپ نہیں سکتے تھے لیکن تمہیں اس بات کا احساس نہیں تھا کہ یہ تمہارے گناہوں کے وہ گواہ بن جائیں گے تم تو یہی سمجھتے تھے کہ یہ کہاں بول سکتے ہیں ۔اسی لئے دیوار اور پردوں کے پیچھے اور رات کی تاریکی میں گناہ کرتے تھے۔ تاکہ لوگوں کے سامنے رسوائی نہ ہو۔ بلکہ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ہمارے اکثر اعمال کا پتہ نہیں۔

سبق: مسلمان کیلئے اس میں تنبیہ ہے کہ اسے کبھی یہ خیال نہ آئے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ بلکہ یہ عقیدہ ہو کہ میرا رب ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے حال کو جانتا ہے۔ لہٰذا عقل مند پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی حفاظت رکھے اور حساب سے پہلے اپنا محاسبہ کر لے۔



وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

یہ تو تمہارا گمان تھا جو گمان تم نے اپنے رب کے متعلق کیا۔ اس نے تمہیں ہلاک کیا تو ہو گئے خسارے والوں سے

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

پس اگر صبر کریں گے تو بھی آگ ہے ٹھکانہ ان کا اور اگر منانا چاہیں تو نہیں ہے ان کے منانے سے ماننے والا

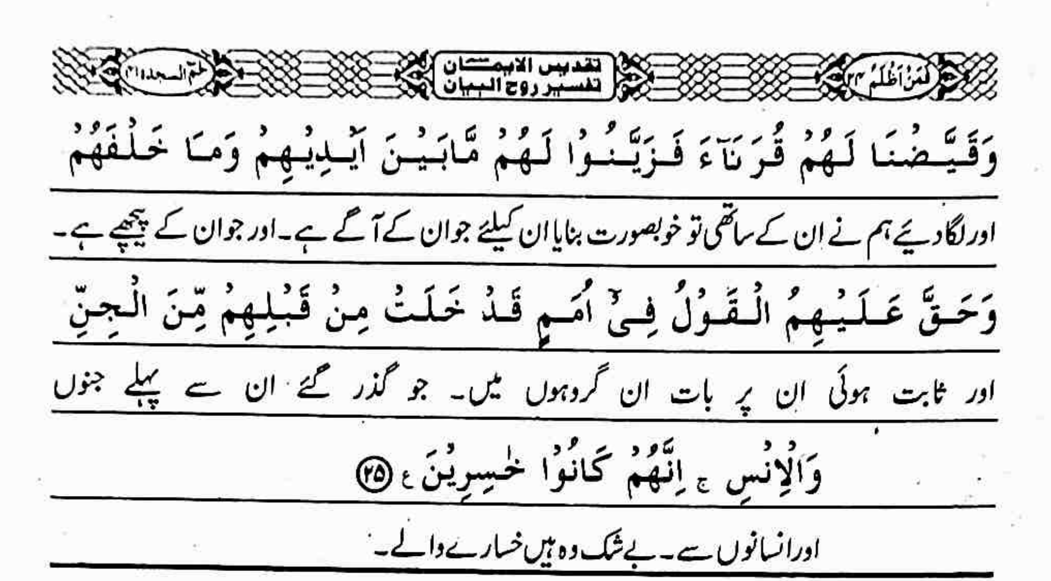
(بقیہ آیت نمبر۲۲) **شان نزول** : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کعبہ شریف کے پردوں میں چھپے تین شخص باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا ہم جو کر رہے ہیں کیا اللہ انہیں جانتا ہے۔ دوسرے نے کہا ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔ چھپے ہوؤں کو نہیں۔ تو میں نے ان کی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر بتائی تو اس پر یہ آیت کریمہ اتری۔

(آیت نمبر۲۳) یہ تمہارا گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو دنیا کے کلیات و جزئیات سب کو جانتا ہے۔ اسی بدگمانی کی سزا میں وہ تمہیں ہلاک کرے گا۔ تو تم اس وقت خسارہ والے ہو جاؤ گے۔ کیونکہ نیک بختی تمہیں دی گئی تھی۔ لیکن تم نے بدبختی مول لے لی۔ لہٰذا تم لامحالہ خسارے والے ہو گئے۔ چونکہ انہوں نے اپنے اختیار سے اتباع شہوات کیا اور طرح طرح کے گناہوں کا ارتکاب کیا۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے۔ الخاسرین سے مراد کاملین فی الخسارہ ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بدگمانی کی۔ اور یہ اکبر الکبائر ہے۔ یعنی کفر ہے۔ **فائدہ**: حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے دنیا کی خواہشات ایسا گھیر لیں کہ مرنے تک اسے توبہ کی فرصت نہ دیں تو انہیں کسی قسم کی بھلائی نصیب نہیں ہوگی۔ جو کہے میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے اور نیک عمل نہیں کرتا۔ وہ جھوٹا ہے اگر واقعی اس کا حسن ظن ہوتا تو وہ نیک اعمال بجالاتا۔

سبق: انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنا عقیدہ صحیح رکھے اور نیک اعمال کرنے میں پوری کوشش کرے۔

(آیت نمبر۲۴) پس انہیں چاہئے کہ وہ جہنم میں صبر کریں اور فریاد و زاری نہ کریں۔ نہ آگ کی تپش سے جزع فزع کریں اگر وہ یہ سمجھیں کہ شاید نجات حاصل ہو جائے تو یہ نہیں ہوگا۔ آگ ہی ان کا ٹھکانہ ہے۔ جو دائمی طور پر ان کے مقدر میں کر دی گئی ہے۔ لہٰذا اب کسی وقت بھی اس سے انہیں نجات نہیں مل سکے گی۔ اس لئے انہیں اب صبر کرنا یا نہ کرنا کچھ فائدہ نہیں دیگا۔ **فائدہ**: اس میں اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر ذلیل و خوار ہیں کہ اب وہ اس لائق ہی نہیں کہ ان سے بات کی جائے اور اگر وہ جزع فزع کر کے کوئی اپنا مطالبہ منوانا چاہیں تو بھی ان کی کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔



وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اور لگادیئے ہم نے ان کے ساتھی تو خوبصورت بنایا ان کیلئے جوان کے آگے ہے۔ اور جوان کے پیچھے ہے۔

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ

اور ثابت ہوئی ان پر بات ان گروہوں میں۔ جو گذر گئے ان سے پہلے جنوں

وَالْاِنْسِ ج اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ع ۲۵

اور انسانوں سے۔ بے شک وہ ہیں خسارے والے۔

(آیت نمبر ۲۵) اور ہم نے ان کیلئے ان کے ساتھی مقرر کردیئے۔ یعنی ان کافروں کے ساتھی جنوں اور انسانوں میں ان کے ساتھی ایسے شیاطین مقرر کئے جوان کے برے اعمال کو خوبصورت کر کے پیش کرتے ہیں۔ یعنی ان کے برے ساتھیوں نے ان کے دنیوی معاملات خصوصاً ان کے خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا اور جوان کے پیچھے یعنی آخرت کے بارے میں انہیں یہ سبق دینا۔ مرنے کے بعد اٹھنا نہیں تو پھر جزا وسزا اور حساب کیسا۔

فائدہ : اور بعض بزرگوں نے ما بین اید یہم سے آخرت اور ما خلفہم سے مراد دنیا لی ہے کہ وہ پیچھے رہ گئی ہے اور بھی بزرگوں نے اس جملہ کے کئی معانی لئے ہیں۔

آگے فرمایا کہ ان پر بات ثابت بھی ہوگئی۔ یعنی کلمہ عذاب ان کے لئے لازم ہوگیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمادیا کہ اے شیطان میں تجھ سے اور تیرے تابعداروں سے جہنم کو بھردوں گا۔ یہ بھی ان میں سے ہیں جو امتیں اس سے پہلے گذر گئیں۔ **فائدہ**: اس سے قوم عاد اور قوم ثمود مراد ہے اور ان سے پہلے جنوں اور انسانوں میں کئی امتیں گذری ہیں جو کفر میں اور نافرمانی میں ان کی ہی طرح تھیں۔ بے شک وہ اگلے پچھلے سب خسارے والے ہیں۔

بروں کی صحبت برا بناتی ہے: جب کوئی برائی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ برے ساتھی لگا دیتا ہے جو اسے حق کی مخالفت پر ابھارتے ہیں اور برائی کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے برے ساتھیوں میں نفس وشیطان بھی ہیں جو اسے ایسے برے کاموں پر لگاتے ہیں جو اس کی تباہی کا باعث بھی ہیں اور قیامت میں اس کے گواہ بھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو نفس کے ساتھ دشمنی رکھے۔ بروز قیامت اللہ تعالیٰ اسے عذاب سے امن دے گا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ

اور کہا کافروں نے نہ سنو اس قرآن کو۔ اور غل مچادو اس میں تاکہ تم

تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ

غالب آجاؤ۔ تو ضرور ہم چکھائیں گے کافروں کو عذاب سخت اور ضرور ہم بدلہ دیں گے ۔

اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

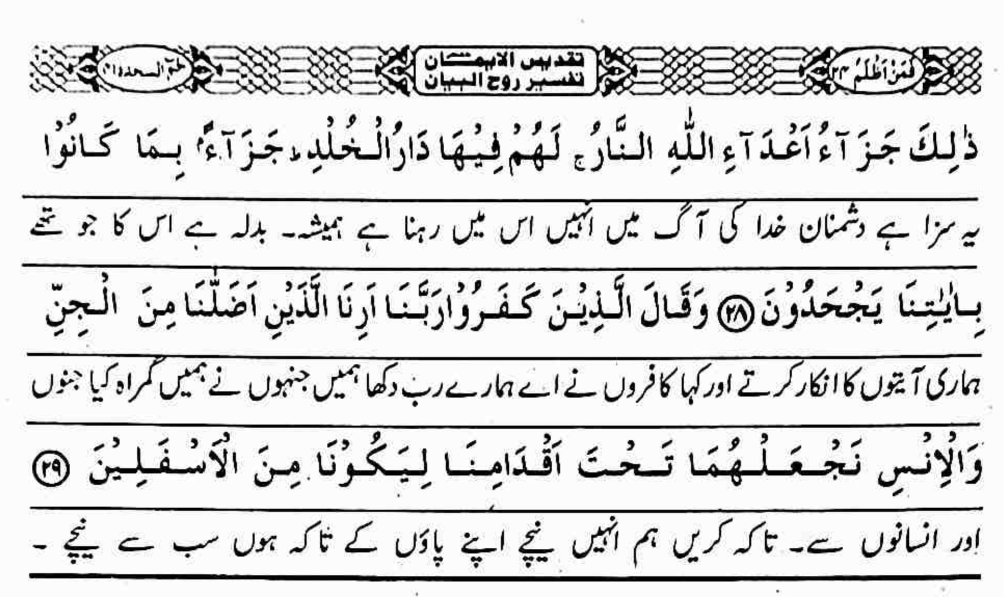
بہت برااس کا جو تھے وہ کرتے۔

(آیت نمبر۲۶) کفارومشرکین کے بڑے غنڈے چھوٹے بدبختوں سے کہتے کہ اس قرآن کومت سنو بلکہ ادھر کان ہی نہ لگاؤ۔ اور اس وقت تم بکواس اونچے آواز سے کر کے اس میں شور بپا کردو۔ یعنی گالی بکواس اور بے ہودہ اشعار اور سیٹیاں اور تالیاں بجانا شروع کردواور اتنا شور مچاؤ تاکہ قرآن پڑھنے والا پریشان ہوجائے اور صحیح طور پر پڑھ بھی نہ سکے۔ نہ کوئی سننے والا سن سکے۔ تاکہ تم اس کی قرات پر غالب آجاؤ۔ یعنی وہ قرآن پڑھنا چھوڑ دے۔ اس سے ان کی مراد مسلمانوں کو تکلیف اوراذیت دینا تھی۔ **فائدہ:** وہ یہ کام اس ڈر کی وجہ سے کرتے تھے کہ اگر عام لوگوں نے قرآن سن لیا تو وہ مسلمان ہوجائیں گے۔ یہ طریقہ ابوجہل وغیرہ نے نکالا تھا۔

(آیت نمبر۲۷) تو ہم ضرور بہ ضروران کافروں کوان کے لغویات اور بکواسات کا مزہ عذاب شدید کے ساتھ چکھائیں گے جو اتنا سخت ہوگا۔ کہ جس کا کوئی اندازانہیں لگا سکتا۔

فائدہ: ذوق کا معنی اگرچہ چکھنا ہے جو تجربہ کیلئے عمل میں لایا جاتا ہے۔ تو جب ذوق کا یہ حال ہے تو عذاب شدید کا کیا حال ہوگا۔ آگے فرمایا کہ ہم ان کے برے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں سزادیں گے۔ یعنی جن لوگوں کے کردار برے ہوں گے تو سزا بھی ان کی ویسی ہی ہوگی۔

فائدہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عذاب شدید انہیں بدر میں ایسا ملا کہ ان کی پورے جہان میں بہت بڑی رسوائی ہوئی۔ یا اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ جہاں انہیں عذاب بھی ہوگا۔ اوران کی رسوائی بھی ہوگی۔



ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

یہ سزا ہے دشمنان خدا کی آگ میں انہیں اس میں رہنا ہے ہمیشہ۔ بدلہ ہے اس کا جو تھے

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ

ہماری آیتوں کا انکار کرتے اور کہا کافروں نے اے ہمارے رب دکھا ہمیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں

وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾

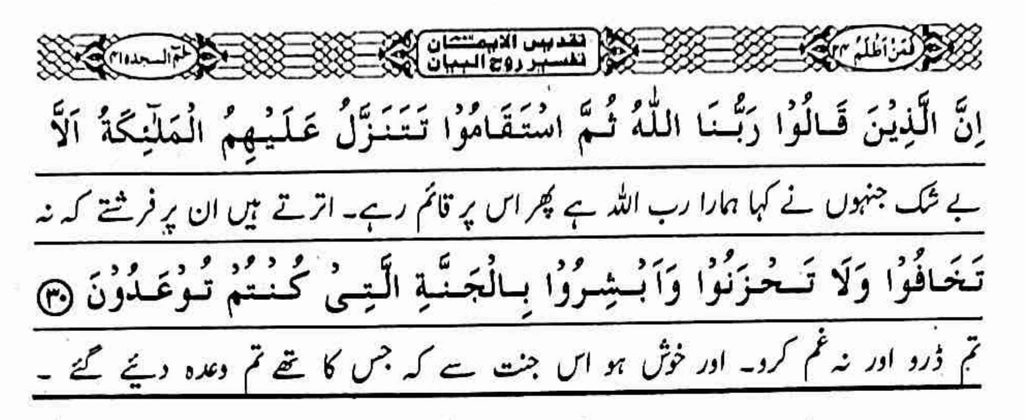
اور انسانوں سے۔ تاکہ کریں ہم انہیں نیچے اپنے پاؤں کے تاکہ ہوں سب سے نیچے۔

(آیت نمبر ۲۸) یہ جس سزا کا بیان ہوا۔ یہ وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کیلئے تیار کی ہے۔ وہ جہنم کی آگ ہے۔ ان کافروں اور مشرکوں کو اس جہنم میں ہمیشہ رہنے کیلئے ان کا گھر بنایا گیا ہے۔ یعنی ان کا اصل دارالاقامۃ جہنم ہی ہے۔ وہاں سے کبھی بھی منتقل نہیں ہوں گے۔ جس میں وہ اکیلے سزا پاتے رہیں گے۔ یا فی ظرفیہ کیلئے ہے۔ یعنی اس جہنم کے مختلف طبقات میں سخت سے سخت عذاب رکھے گئے ہیں۔ یہ خاص ان کافروں کیلئے ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے اور یہ سزا اس وجہ سے ہوگی کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے یا تلاوت آیات کے دوران طرح طرح کے بکواسات کرتے تھے۔ شوروغل مچاتے۔ تاکہ وہ قرآن پر غالب آجائیں۔

(آیت نمبر ۲۹) جب وہ عذاب میں پڑ جائیں گے۔ تو اس وقت کہیں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں وہ جن اور انسان دکھا۔ جنہوں نے طرح طرح کے مکروفریب کرکے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ یعنی وہ شیاطین جو ہمیں مکروفریب سے گناہوں پر اکساتے۔ اور ہم سے بڑے بڑے گناہ کرواتے۔ جن کی وجہ سے آج ہمیں جہنم میں آنا پڑا۔

فائدہ: یادرہے شیاطین جیسے جنوں میں ہیں ایسے گمراہ کرنے والے انسانوں میں بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں کئی جگہ ان کا ذکر آیا ہے۔ تو وہ کہیں گے۔ اے اللہ ہمیں گمراہ کرنے والے دکھا تاکہ ہم ان سے انتقام لیں اور انہیں پاؤں میں روندیں۔ تاکہ وہ ذلیل ترین مخلوق میں سے ہو جائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم انہیں جہنم کے سب سے نچلے حصے میں پھینکیں تاکہ انہیں سخت تکلیف ہو اور ہمارا دل خوش ہو۔

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن بہت قریبی دوست دشمن بن جائیں گے۔ اس لئے ایمان والا اپنا خیرخواہ اور مہربان صرف اللہ تعالیٰ کو جانے۔ یا اس کے نیک بندوں کو جانے۔ تاکہ کامیاب ہو۔



اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا

بے شک جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے۔ اترتے ہیں ان پر فرشتے کہ نہ

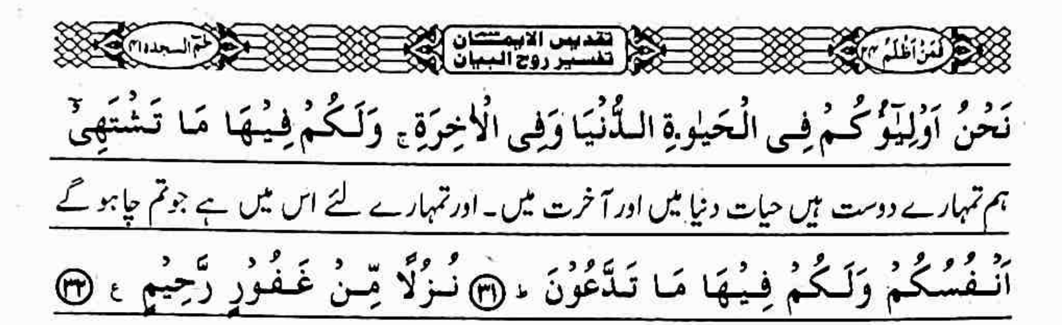
تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

تم ڈرو اور نہ غم کرو۔ اور خوش ہو اس جنت سے کہ جس کا تھے تم وعدہ دیئے گئے ۔

(بقیہ آیت نمبر۲۹) **حکایت**: ایک شخص کا محبوب دوست فوت ہوگیا۔ تو وہ اس کے فراق میں جزع فزع کرتے کرتے پاگل ہوا اور پاگل خانے میں چلا گیا۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو علم ہوا تو آپ اسے ملنے پاگل خانے میں گئے تو اسے زنجیروں میں بندھا ہوا دیکھ کر فرمایا۔ میاں تو نے عشق کی ابتداء اس سے کی جسے ایک دن مرنا تھا۔ اگر تو عشق زندہ (اللہ تعالیٰ) سے کرتا جس پر موت نہیں آئے گی تو تیرا یہ حال نہ ہوتا تو اس پاگل کی آنکھ کھل گئی اور وہ عبادت الٰہی میں مصروف ہوگیا۔

(آیت نمبر۳۰) بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر اس پر پختہ یعنی ثابت قدم ہو گئے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرنے کے بعد اس سے سر مو پیچھے نہیں ہٹے اور اس کے تمام تقاضے پورے کئے۔ یعنی اس کی عبادت میں معمولی سی بھی لغزش نہیں کھائی۔ **فائدہ**: اس میں تمام معتقدات و عبادات داخل ہیں۔ یعنی شروع سے موت تک اسی پر قائم دائم رہے۔ **فائدہ**: استقامت کا مرتبہ کرامت سے بھی بڑا ہے۔ مقصود اعلیٰ کرامت نہیں بلکہ استقامت ہے۔ یعنی انسان سیدھی راہ پر ہی چلتا ہے۔

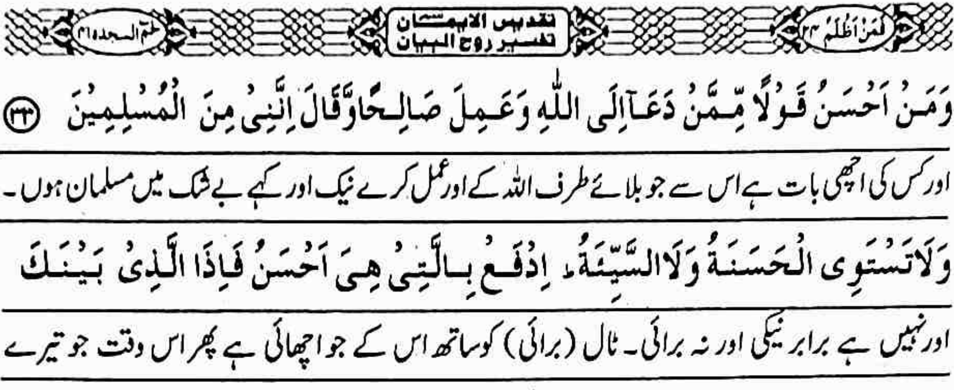
خلفاء راشدین میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ استقامت کا مطلب ایمان پر قائم رہنا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ استقامت کا مطلب عمل میں اخلاص ہے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ فرائض کی ادائیگی پابندی کے ساتھ۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دین کی تمام جزئیات (وکلیات) پر قائم رہنا۔ حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا (امتی ورب الكعبة) رب کعبہ میری امت کو یہ نصیب ہو۔ **فائدہ**: چونکہ یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین پر قائم نہ رہ سکے اس لئے انبیاء علیہم السلام سے بھی کفر کیا۔ **حدیث شریف**: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیان ثقفی کو فرمایا تو کہہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر قائم رہ۔ (ترمذی، کتاب الزہد، ۲۳۳۴)



(بقیہ آیت نمبر ۳۰) **دعا**: اے اللہ ہمیں دین پر استقامت نصیب فرما۔۔۔۔آگے فرمایا جو دین پر استقامت دکھائیں۔ان پر فرشتے اترتے ہیں اور وہ ان سے کہتے ہیں۔کہ تم دینی اور دنیوی امور میں کسی سے نہ ڈرو اور غم بھی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھلائی عطا فرمائے گا۔جنت اور اس کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور تمہارے (مسلمان) اہل وعیال بھی تم سے جنت میں ملا دے گا۔لہٰذا تم اس جنت سے خوش ہو جاؤ۔جس کا تم وعدہ دئے جاتے ہو۔یا وہ وعدہ جس کی رسولوں نے تمہیں خوش خبریاں سنائی تھیں۔**مومن کی تین بشارتیں**: حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ جب مومنین قبروں سے اٹھیں گے تو اپنے سامنے فرشتوں کو پائیں گے جو کہہ رہے ہوں گے نہ ڈرو نہ غم کھاؤ۔(۲) جنت کی نوید پر خوش ہو جاؤ۔وہ نعمتیں تمہیں جلد ملنے والی ہیں۔جن کا تمہیں گمان تک نہ تھا۔(۳) اور جس جہنم سے دنیا میں تمہیں ڈرایا گیا تھا۔وہ تمہارے لئے نہیں وہ اور لوگوں کیلئے ہے۔

(آیت نمبر ۳۱) اب ہم تمہارے مددگار ہیں۔دنیا میں بھی تمہارے ساتھی اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ ہیں۔ہر خیر و بھلائی میں ہم تمہاری راہنمائی کریں گے۔اس کی تائید دوسری آیات سے ہوتی ہے۔اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔جو طاعت وعبادت کے بعد اغراض کا طالب ہو مثلاً جنت وغیرہ کا تو فرشتے اس کی مدد کرتے ہیں اور جو عبادت کر کے مشاہدۂ حق کا طالب ہو تو اس کا حامی و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔آگے فرمایا۔ تمہارے لئے آخرت میں وہ وہ لذت والی چیزیں ہیں۔جن کو تمہارا دل پسند کرے گا اور تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے یا جس کی تم آرزو کرو گے۔

(آیت نمبر ۳۲) اور یہ مہمانی ہے۔اس کی طرف سے جو بہت بڑی بخشش والا مہربان ہے کہ وہ ایمان والوں کے درجات اور قربات کو بڑھاتا ہے۔(نزل) وہ چیز جو مہمان کیلئے تیار کی جائے۔یعنی جنت میں تمہاری خواہشات اس طرح پوری کی جائیں گے۔جیسے مہمان کو بطور اعزاز و اکرام مہمانی والی چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہو گی جو ہر آن میں ان کی نئی شان ہوگی۔



وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور کس کی اچھی بات ہے اس سے جو بلائے طرف اللہ کے اور عمل کرے نیک اور کہے بے شک میں مسلمان ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ

اور نہیں ہے برابر نیکی اور نہ برائی۔ ٹال (برائی) کو ساتھ اس کے جو اچھائی ہے پھر اس وقت جو تیرے

وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾

اور اس کے درمیان دشمنی ہے ہو جائیگی جیسے وہ دوست ہے گہرا حمایتی۔

(آیت نمبر ۳۳) اور کس کی بات زیادہ اچھی ہے اس سے جو بلائے طرف اللہ تعالیٰ کے۔ یعنی توحید اور عبادت کی طرف اور وہ عمل بھی نیک کرے اور کہتا ہے کہ بے شک میں مسلمان ہوں۔ یعنی اس بات پر اسے فخر ہے یا یہ مراد ہے کہ وہ اسلام کو ہی اپنا دین سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی مذہب کو نہیں مانتا۔

فائدہ :معلوم ہوا۔ "انا مسلم ان شاء اللّٰہ" نہیں کہنا چاہئے۔ علم کلام والوں نے تو کہا ہے کہ ایسا کہنے والا کافر ہے۔ اس لئے کہ اسے اپنے اسلام میں شک ہے۔ اور اسلام میں شک کفر ہے۔ البتہ اگر ان شاء اللہ برکت کے طور پر کہے تو کفر نہیں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ انا مسلم کے بعد "الحمد للّٰہ" کہے۔

فائدہ : "عمل صالحا" سے معلوم ہوا کہ عبادت کی طرف دعوت دینے والا خود بھی دعوت کے مطابق عمل کرے۔ پہلے خود اس راہ پر چلے پھر خلق خدا کو دعوت دے۔ تو اس کی تاثیر زیادہ ہوگی۔

دین کی دعوت ہر مسلمان دے سکتا ہے۔ البتہ علماء کا کام ہے کہ وہ لوگوں کو دلائل اور براہین سے حق تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ (کاشفی)۔ اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا۔ علماء اس لئے دعوت دین دینے کے اہل ہیں کہ وہ دینی معاملات کو وہ سمجھتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کا اپنا عمل بھی شرع کے مطابق ہو۔ **فائدہ**: اگر آیت میں مؤذن مراد ہوں تو عمل صالح سے اذان و اقامت کے درمیان نماز کی ادائیگی مراد ہوگی۔

(آیت نمبر ۳۴) نیکی اور برائی برابر نہیں ہے۔ **فائدہ**: حضور ﷺ کو گویا صبر کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ کہاں حضور ﷺ کے احسانات اور کہاں مشرکین و کفار کی اذیتیں۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتیں۔ اچھی خصلت اور بری جزاء اچھے انجام کے لحاظ سے برابر نہیں۔ اے محبوب جب آپ ان کی اذیتوں اور جہالت پر صبر کریں گے۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

اور نہیں ملتی یہ چیز مگر جنہوں نے صبر کیا۔ اور نہیں پاتے اسے مگر جو نصیب بڑے والے ہیں ۔

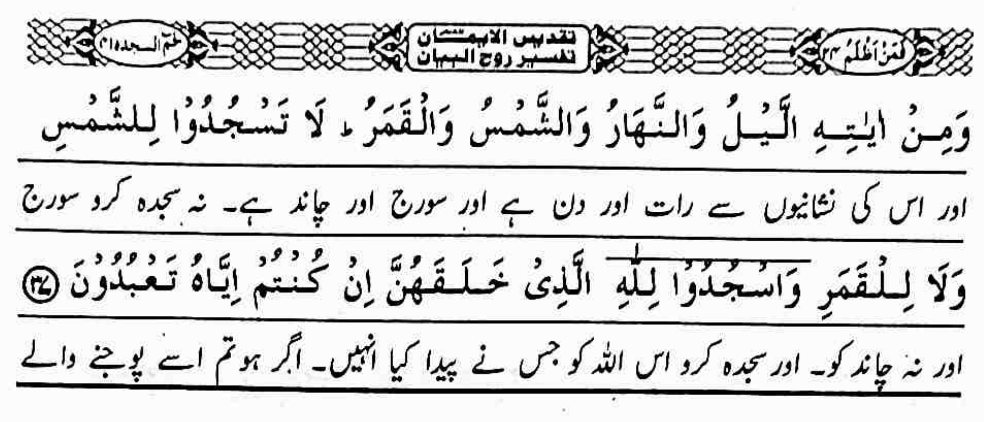
وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

اور اگر ٹھونکا تجھے پہنچے شیطان کی طرف سے تو پناہ مانگ اللہ کی۔ بے شک وہ سننے جاننے والا ہے ۔

(بقیہ آیت نمبر ۳۴) اور اس کا بدلہ نہیں لیں گے اور ان کی بے وقوفیوں کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے تو آپ کی دنیا میں بڑی عزت افزائی اور آخرت میں بہت بڑا ثواب ہوگا۔ اور ان کفار و مشرکین کی نہ دنیا میں عزت نہ آخرت میں ثواب۔ **فائدہ**: یا یہ معنی ہے کہ نیکیاں بھی آپس میں برابر نہیں نہ برائیاں برابر ہیں۔ آگے فرمایا دور کریں برائی کو اچھائی سے۔ یعنی برائی ہوگئی تو فوراً نیکی کریں۔ یا برائی کا بدلہ احسان سے دیں۔ شاعر کہتا ہے۔ برائی کا بدلہ برائی تو آسان ہے اگر مرد ہے تو برائی کا بدلہ اچھائی سے دے۔ **حدیث شریف**: حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو قطع رحمی کرے تو اس سے تعلق جوڑ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو تو اسے معاف کر اور جو تیرے ساتھ برائی کرے تو اس پر احسان کر۔ (مسند احمد و مستدرک)۔ **فائدہ**: جب ان مذکورہ باتوں پر عمل کرو گے تو تمہاری جان کا دشمن بھی تمہارا دوست ہو جائیگا اور تمہارے اور اس کے درمیان ایسا تعلق ہو جائیگا گویا وہ تمہارا گہرا دلی دوست ہے۔

(آیت نمبر ۳۵) یہ نیک خصلت اور برائی کا بدلہ نیکی سے دینا نہیں ملتا مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں کیونکہ صبر ہی نفس کو انتقام سے روکتا ہے۔ اور یہ خصلت و عادت نہیں عطا ہوتی۔ مگر ان لوگوں کو جو بہت بڑا حصہ پانے والے ہیں۔ **قاعدہ** ہے کہ جب نفس قوت جوہر رکھتا ہو تو وہ خارجی واردات سے متاثر نہیں ہوتا لہٰذا اسے تحمل و برداشت کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ **فائدہ**: جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ذوحظ عظیم کی توفیق اسی کو ملتی ہے۔ جسے عنایت حق سے وافر حصہ عطا ہوا اور ابن عطاء نے فرمایا۔ اس سے وہ شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے آگاہ ہو۔

(آیت نمبر ۳۶) اگر شیطان وسوسہ ڈال کر تجھے نیک کام سے روکتا ہے۔ یعنی جس بات کی تمہیں وصیت کی گئی ہے۔ کہ برائی کو احسان سے دور کرو۔ جب شیطان تمہیں اس کے برخلاف ابھارتا ہے تو تم فوراً شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی مدد کی طرف پناہ مانگ لو کہ اے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بچا لے۔ تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے استعاذہ کو سننے والا اور تمہارے ارادے کو جاننے والا ہے۔ لہٰذا وہ ضرور کرم فرمائے گا۔



وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ

اور اس کی نشانیوں سے رات اور دن ہے اور سورج اور چاند ہے۔ نہ سجدہ کرو سورج

وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

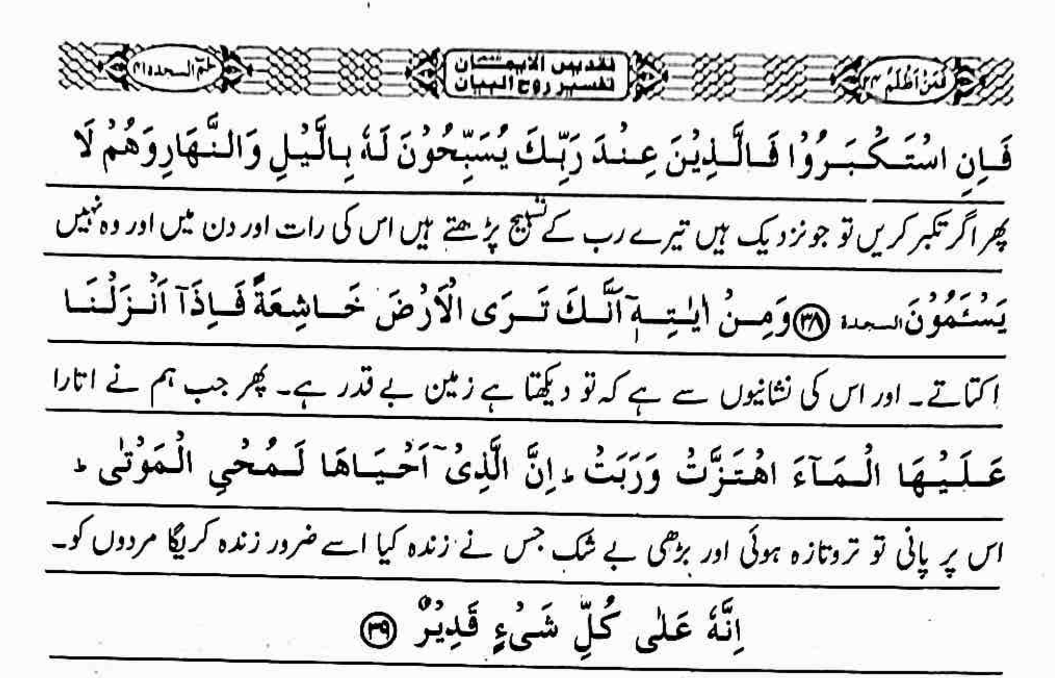
اور نہ چاند کو۔ اور سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے پیدا کیا انہیں۔ اگر ہو تم اسے پوجنے والے

(بقیہ آیت نمبر ۳۶) **فائدہ:** اس کا مطلب ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے دینا بھی شیطانی وسوسہ کی نشانی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کو بھی شیطان کے مکر کا خطرہ رہا کیونکہ وہ امتحان خداوندی ہے۔

شیطانی مکر سے بچنے کا طریقہ یہی ہے جوں ہی گناہ کا خطرہ محسوس ہو فوراً "اعوذ باللہ الخ" پڑھ لے۔ امت کا اجماع ہے اس بات پر کہ حضور ﷺ کو شیطان کے مکر سے حفاظت اور عصمت حاصل ہوگئی تھی۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کا شیطان تو مسلمان ہوگیا۔ پھر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنے قرین شیطان کے فتنہ اور وسوسات سے تعوذ کے ساتھ بچ جائیں گے۔

(آیت نمبر ۳۷) اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے رات اور دن ہے۔ اسی طرح سورج اور چاند ہیں۔ یہ سب آگے پیچھے آتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ اور ان میں مخلوق خدا کے منافع اور مصلحتیں ہیں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ وحدہ لاشریک ہے اور کمال طاقت و علم و حکمت والا ہے۔ لہٰذا اے لوگو نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ سجدہ کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرو۔ جس نے انہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں بھی پیدا کیا۔ **فائدہ:** اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جب اتنی بڑی اشیاء سجدہ کے لائق نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی سجدہ کے لائق نہیں۔ سجدہ کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو۔ **فائدہ:** چونکہ بہت لوگ سورج اور چاند کی پوجا کرتے تھے۔ اس لئے اس کا رد فرمایا۔

سورج نے شکایت کی: یا اللہ میں جب سامنے ہوتا ہوں لوگ مجھے پوجنا شروع کر دیتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس میں تیرا قصور نہیں۔ ایسے لوگوں کو میں قیامت کے دن جہنم میں داخل کروں گا۔



فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا

پھر اگر تکبر کریں تو جو نزدیک ہیں تیرے رب کے تسبیح پڑھتے ہیں اس کی رات اور دن میں اور وہ نہیں

يَسْئَمُوْنَ ۩ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا

اکتاتے۔ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تو دیکھتا ہے زمین بے قدر ہے۔ پھر جب ہم نے اتارا

عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ

اس پر پانی تو تروتازہ ہوئی اور بڑھی بے شک جس نے زندہ کیا اسے ضرور زندہ کریگا مردوں کو۔

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(آیت نمبر ۳۸) پس اگر وہ تکبر کرتے ہیں۔ یعنی تکبر سے اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرنے کے بجائے سورج کے آگے سجدہ کرتے ہیں (ان بے وقوفوں کو معلوم ہونا چاہئے سورج بذات خود اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتا ہے) اور جو مخلوق اللہ تعالیٰ کے قرب والی ہے یعنی فرشتے جو سورج کے قریب ہونے کے باوجود وہ رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ **فائدہ** : فرشتوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان کی تعداد باقی ساری مخلوق سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ عبادت بھی سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ غیرت مند ہیں کہ جس نے پیدا کیا اسی کے آگے سربسجود ہیں (معلوم ہوا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کی پوجا کرتے ہیں وہ بے غیرت ہیں کہ پیدا اور نے کیا اور سجدہ کسی اور کے آگے کرتے ہیں)۔ آگے فرمایا وہ تھکتے بھی نہیں۔ نہ کوئی انہیں ملال آتا ہے۔ بلکہ وہ عبادت یوں کرتے ہیں جیسے انسان سانس لیتا ہے اسی لئے وہ عبادت سے سیر نہیں ہوتے۔ اور وہ عبادت سے لذت و سکون پاتے ہیں۔

مسئلہ : امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے امام شافعی اور احمد کے نزدیک سنت ہے اور امام مالک کے نزدیک موجب فضیلت ہے۔ (منہ)۔

(آیت نمبر ۳۹) اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اے محبوب آپ دیکھتے ہی ہیں کہ جب زمین خشکی کی وجہ سے خیر و برکت سے خالی ہوتی ہے اور بے کار نظر آتی ہے تو اچانک ہم اس پر پانی اتار دیتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ

بے شک جو ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری آیتوں میں نہیں چھپے ہوئے ہم سے کیا پس جو ڈالا جائیگا آگ میں بہتر ہے

اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾

یا جو آئیگا امن کے ساتھ بروز قیامت۔ کرو جو تم چاہو بے شک جو بھی کرو وہ دیکھتا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر۳۹) تو اس جگہ گھاس وغیرہ اگنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو گویا زمین حرکت میں آ جاتی ہے۔ تو پھر گھاس پودے وغیرہ اونچے ہونا شروع ہوتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا زمین اونچی ہو گئی ہے۔ آگے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ جس نے اسے زندہ کیا۔ **فائدہ**: زمین کے زندہ ہونے سے مراد زمین کو بارونق بنانا ہے۔ زمین جب سرسبز و شاداب ہوتی ہے تو گویا اسے نئی زندگی مل جاتی ہے۔

آگے فرمایا کہ جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا وہی قیامت کے دن مردے بھی زندہ کرنے والا ہے۔ اور بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی وہ بہت بڑی قدرتوں کا مالک ہے جو اس نے وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ تاکہ لوگوں کے اعمال پر انہیں جزاء و سزا دے۔

(آیت نمبر۴۰) بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں اپنے الحاد کی وجہ سے ان میں طعن کرتے ہیں۔ کبھی کہا یہ جادو ہے۔ یا شعر ہیں یا جھوٹ ہے۔ یا ان میں تحریف یوں کرتے ہیں کہ اصل معانی کو چھوڑ کر دوسرے معنی لے لینا تو فرمایا۔ وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ یعنی ہم انہیں اس الحاد کی پوری سزا دیں گے تو کیا پس جسے آگ میں ڈالا جائیگا منہ کے بل وہ بہتر ہے۔ **فائدہ**: اس سے مراد کفار ہیں۔ خواہ کسی قسم کا کافر ہو۔ آگے فرمایا جسے آگ میں ڈالا جائیگا وہ بہتر ہے یا جو قیامت کے دن پورے امن کے ساتھ آئے گا۔ اس سے تمام اہل ایمان مراد ہیں۔ جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح خوشی خوشی آئیں گے۔ جیسے کوئی ملازم عرصہ کے بعد اپنے گھر چھٹی آتا ہے۔

نکتہ: اس میں ایمان والوں کی شان کے اظہار میں مبالغہ فرمایا گیا کہ کہاں جہنم میں ڈالے جانے والے اور کہاں ہر طرح کے خطرات سے محفوظ لوگ کہ جنہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ آگے فرمایا کہ جو چاہو عمل کئے جاؤ کیونکہ برے اعمال جہنم میں لے جائیں گے اور نیک اعمال سے جنت میں امن اور چین نصیب ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ ﴿۴۱﴾

بے شک جنہوں نے انکار کیا ذکر کا جب آیا ان کے پاس۔ بے شک وہ ضرور کتاب عزت والی ہے۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾

نہیں آ سکتا اس تک باطل اس کے آگے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ اترنا حکمت والے تعریف والے کی طرف سے

(بقیہ آیت نمبر ۴۰) **فائدہ**: اس میں سخت تہدید ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں برائی کی اجازت دے دی گئی ہے۔ بلکہ اس سے اصل مقصد یہ ہے کہ برے عمل والا اپنی موت سے پہلے برے عمل سے باز آ جائے۔

آگے فرمایا۔ بے شک جو بھی تم عمل کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ پھر اس کے مطابق جزاء یا سزا دے گا۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا۔ میری امت میں ایسی قوم پیدا ہوگی۔ جن کی زبانیں نبیوں کی طرح اور ان کے دل فرعون کی طرح ہونگے۔ دوسرے مقام پر فرمایا ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (یہ روایت صرف روح البیان میں ہی ہے۔)

(آیت نمبر ۴۱) بے شک جن لوگوں نے ذکر یعنی قرآن سے کفر کیا۔ جبکہ وہ ان کے پاس آ گیا۔ یعنی سنتے ہی بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا ہم اسے نہیں مانتے۔ اور بغیر غور وفکر اسے جھٹلایا۔ اور بے شک قرآن سے کفر بہت بڑا کفر ہے۔ اس لئے کہ وہ کتاب عزیز ہے۔ یعنی بے مثال اور کثیر المنافع ہے۔ یا عزیز بمعنی منیع یعنی جس کا مقابلہ۔ اور تحریف نہ ہو سکے۔ اگرچہ ہر زمانے میں طعن کرنے والوں نے اور باطل پرستوں نے اس میں کئی طرح کی غلط اور فاسد تاویلیں کرنے کی کوششیں کیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بالمقابل ایسے محقق پیدا فرمائے۔ جنہوں نے ان اہل زیغہ کے تمام الزامات کا منہ توڑ جواب دیا اور وہ دلائل و براہین سے مخالفوں پر غالب آئے۔

(آیت نمبر ۴۲) وہ کتاب ہے۔ جس تک پہنچنے کیلئے کسی جانب سے باطل کیلئے کوئی راہ نہیں۔ یہاں صرف دو جہتیں بیان فرمائیں جو عام اور مشہور ہیں۔ یعنی وہ نہ سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے لیکن اس سے تمام جہتیں مراد ہیں اور یہاں باطل سے شیطان مراد ہے۔ یعنی شیطان کی کیا مجال ہے کہ وہ قرآن مجید میں کچھ کمی بیشی کر سکے۔ آگے فرمایا۔ اس کتاب کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی کہ اس تک شیطان کی اپروچ اس لئے نہیں ہو سکتی کہ یہ اس ذات کی طرف سے اتری ہے کہ جو بے حد و بے حساب تعریفوں کا مستحق ہے اور حکیم ہے۔ وہی اس کتاب کا محافظ ہے۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ

نہیں فرمایا جائیگا آپ سے مگر جو کہا گیا رسولوں کو جو آپ سے پہلے ہوئے بے شک آپکا رب بخشش والا بھی ہے۔

وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾

اور عذاب دردناک والا بھی۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۲) اس کتاب کے معانی میں کوئی کیسے تبدیلی کرسکتا ہے۔ **حدیث شریف** :حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا۔ عنقریب فتنے اٹھیں گے۔ میں نے عرض کی۔ ان سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں اگلوں پچھلوں سب کی خبریں ہیں۔ (سنن الترمذی۔ فضائل قرآن) جو اس قرآن کو چھوڑے گا۔ وہ بے وقوف ہے۔ اس کے مخالف کو اللہ تعالیٰ تباہ کردیگا۔ جو اس کے علاوہ کسی چیز میں ہدایت تلاش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کردے گا اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لمبی ہے اور اس میں پندونصیحت ہے اور یہی سیدھی راہ دکھاتی ہے نہ اس سے زبانیں مخلوط ہوتی ہیں نہ علماء اس سے سیر ہوتے ہیں۔ نہ اس کی رونق میں کمی آتی ہے۔ نہ اسے پڑھنے والے اکتاتے ہیں۔

(آیت نمبر ۴۳) اے محبوب ﷺ جو کچھ کفار آپ کے حق میں یا قرآن کے متعلق کہتے ہیں یہ سب آپ سے پہلے رسولوں اور کتابوں کے متعلق بھی کہا گیا ہے۔ یعنی وہ جو آپ کو جادوگر یا کاہن یا مجنون کہتے ہیں۔ یا کتاب کو اپنی طرف سے گھڑی ہوئی کتاب کہتے ہیں۔ یہ پہلے بھی کہا گیا ہے۔ **فائدہ**: یعنی حضور ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے۔

آگے فرمایا۔ آپ کا رب بڑی بخشش والا ہے۔ ان کیلئے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لایا اور کتابوں پر ایمان لائے۔ اور وہ دردناک اور سخت سزا دینے والا ہے ان کو جو انبیاء کرام علیہم السلام یا ان کے پیروکاروں کو اذیتیں دینے والے ہیں۔ **فائدہ**: یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء کی مدد فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے۔ اس لئے اے محبوب اللہ آپ کی بھی مدد فرمائے گا اور آپ کے دشمنوں سے سخت بدلہ لیا جائیگا۔

فائدہ :علماء حق چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اس لئے ان کے بھی جو لوگ دشمن اور حاسد ہیں جو ان کے متعلق لعن طعن یا ان کی ملامت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی معاف نہیں کرے گا۔ لیکن اللہ والے صبر کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ اپنی مرادیں پالیتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے تکالیف پر صبر کیا تو پھر ان کو ہماری مدد پہنچی۔ ظاہری مدد تو یہ تھی کہ ان کے دشمن ہلاک ہوکر تباہ ہوگئے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ

اور اگر ہم بناتے اسے قرآن عجمی زبان والا تو ضرور کہتے کیوں نہ کھول کر بیان لائیں اس کی آیتیں کیا کتاب عجمی اور نبی عربی ہے

قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ

فرمادیں یہ ایمان والوں کیلئے ہدایت اور شفاء ہے۔ اور جو نہیں ایمان لاتے ان کے کانوں میں

وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی اُولٰٓئِكَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾

روئی ہے وہ ان پر اندھا پن ہے۔ یہی بلائے جاتے ہیں جگہ دور سے۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۳) **فائدہ:** یہ بھی حکمت الٰہی ہے کہ دنیا میں جو کچھ وہ کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کچھ نہیں کہتا۔ لوگوں نے خدا کی اولاد اور بیوی اور اس کے شریک تک کہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ اسی طرح انبیاء واولیاء کو جو اللہ تعالیٰ کے مقربین خاص ہیں۔ دنیا میں انہیں سخت اذیتیں دی گئیں۔ بہت کم کفار ہیں جنہیں اس پر فوری عذاب آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کیلئے آخرت میں آگ تیار کی ہے۔ جس میں جل کر وہ راکھ ہو جائیں گے۔ اور انبیاء واولیاء کو صبر کی تلقین کی گئی۔ جب وہ صابر اور ثابت قدم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے آگ کو بھی گلزار کر دیا۔ اس طرح وہ اس کی قضاء وقدر پر ایمان رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ہر مصیبت سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اجر عطا کرتا ہے۔

(آیت نمبر ۴۴) اگر ہم نے اس ذکر یعنی قرآن کو عربی کے بجائے عجمی زبان میں نازل کیا ہوتا۔ عجمی وہ ہوتا ہے جو اپنا مدعا نہ بیان کر سکے خواہ عرب کا باشندہ ہو۔ عموماً اس کا اطلاق غیر عرب پر کیا جاتا ہے۔ اس لئے عرب لوگ دوسروں کو عجمی کہتے ہیں۔ یعنی ان کے علاوہ سب لوگ گنگے ہیں۔

شانِ نزول: قریش مکہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کہتے تھے کہ یہ قرآن عجمی زبان میں کیوں نہیں اترا۔ یعنی کیوں اس قرآن کی آیات اپنی تفصیلات کے ساتھ بیان نہیں ہوئیں۔ یا وہ کہتے کہ اس کی کچھ آیات عجمی ہیں۔ ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ ان کے ساتھ تفصیلات بھی نہیں ہیں۔ یہ بھی ان کا قول غلط ہے۔ رسول سے بڑھ کر کون تفصیل بتا سکتا ہے۔ **فائدہ:** یعنی وہ لوگ انکار کرتے ہوئے لازماً کہیں گے کہ یہ عجمی زبان میں اترنے والا کلام ہے یا اس میں فضول الفاظ اور مہمل باتیں ہیں۔ یا یہ ہے تو عربی لیکن ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اس کا مفہوم ہمیں سمجھ نہیں آتا۔ حالانکہ یہ ان کی تمام باتیں مہمل ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اور تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تو اختلاف کیا گیا اس میں اور اگر نہ بات سبقت کر گئی ہوتی

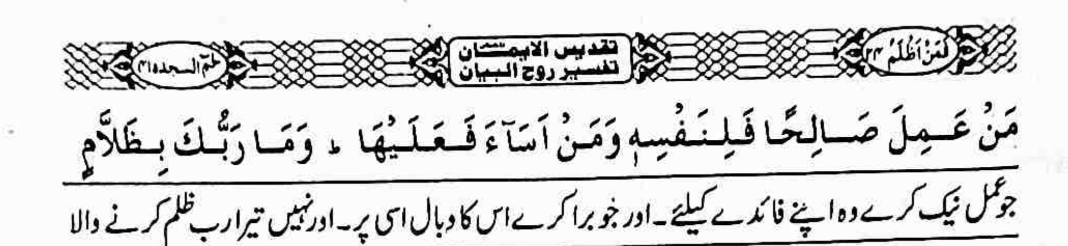
مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

تیرے رب کی طرف سے تو ضرور فیصلہ ہو جاتا ان میں۔ اور وہ ضرور اس شک میں ہیں جو دھوکا دینے والا ہے۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۴) پہلی بات یہ ہے کہ یہ قرآن بالکل واضح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول تو عربی ہے جو انہیں واضح طور پر سمجھاتا ہے۔ اصل میں یہ سب ان کے بہانے تھے اور اسی طرح وہ سرکشی کرتے ہوئے ٹال مٹول کرتے ہیں۔ جو حق بات کو ماننے والا نہ ہو وہ اسی طرح باتیں کرتا ہے۔ یہ کفار بھی اصل میں ماننے والے نہیں ہیں کیونکہ یہ اپنی خواہشات کے غلام ہیں (خوئے بدرا بہانہ بسیار) جو ماننا نہ چاہے وہ ہزاروں حجتیں نکال لیتا ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ مثال کے طور پر قرآن عربی و عجمی دونوں زبانوں میں نازل فرماتا تو پھر یہ اعتراض کر دیتے کہ یہ سریانی یا عبرانی زبان میں کیوں نہیں اترا۔ آگے فرمایا اے محبوب فرما دیں کہ یہ قرآن ان لوگوں کیلئے اترا جو ایمان لائے۔ اس میں ہدایت بھی ہے اور شفاء بھی اور جن لوگوں کے دلوں میں شک ہے قرآن ان کے شکوک وشبہات کو دور کرتا ہے۔ یا شفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ذریعے طرح طرح کے تفکرات سے نجات پاتے ہیں۔ یا اس سے عشق ومحبت رکھنے والے اس کی تلاوت سے دلوں کی تنگی دور کر کے شفا پاتے ہیں اور اس میں عارفین کے دلوں کی بھی شفاء ہے۔

آگے فرمایا کہ وہ لوگ جو اس کتاب پر ایمان نہیں لاتے۔ ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ یعنی ان کے کان سننے سے بہرے ہیں اور قرآن نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس سے مراد آنکھوں کا اندھا پن بھی ہو اور بصیرت کا بھی تو جب ان کے دلوں پر پردہ آ گیا آنکھوں پر بھی تو وہ کس طرح قرآن کے کامل جمال کو دیکھ سکتے ہیں۔ آگے فرمایا وہی لوگ جن کے کان حق کی بات سننے سے بہرے اور ظاہر باہر آیات دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہیں (اور جن کے دلوں پر پردہ ہے) وہ دور کی جگہ سے پکارے جائیں گے۔ یہ مثال ہے کہ کسی کو دور سے چیخ چیخ کر پکارا جائے لیکن وہ آواز تو سنے مگر اسے کچھ سمجھ نہ آئے تو اس پکار کا کیا فائدہ۔

(آیت نمبر ۴۵) البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا کہ بعض لوگوں نے اس کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب۔ یہی حال قرآن والوں کا ہے۔ البتہ توراۃ والوں نے بعد میں اس کے اندر تحریف کر دی لیکن قرآن میں کسی قسم کی تحریف نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کر رہا ہے۔



مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ

جو عمل نیک کرے وہ اپنے فائدے کیلئے۔اور جو برا کرے اس کا وبال اسی پر۔اور نہیں تیرا رب ظلم کرنے والا

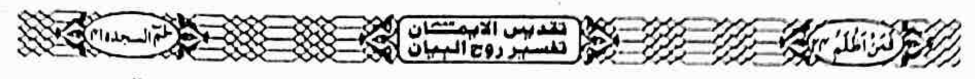
لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

اپنے بندوں پر۔

(بقیہ آیت نمبر ۴۵) **قرآن کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے:** باقی کتب سماویہ میں رد وبدل ہوا۔مگر اس میں نہیں ہو سکا۔اس میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی۔آگے فرمایا کہ اگر تمہارے رب کی بات سبقت نہ کر گئی ہوتی کہ دنیا میں انہیں عذاب نہیں ہوگا۔یہ بات نہ ہوئی ہوتی تو اب دنیا میں ہی ان کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔یعنی سابقہ قوموں کی طرح ان کو بھی تباہ کر دیا جاتا۔

مکہ میں عذاب نہ آنے کی وجہ: علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مکہ مکرمہ میں عذاب بھیجنا موزون نہیں تھا۔ایک تو نبی رحمۃ للعالمین کی رحمۃ پر حرف آتا۔دوسرا یہ کہ یہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی ہجرت گاہ ہے۔(۳) اور مقرب فرشتوں کے ہمہ وقت نزول گاہ ہے۔(۴) یہ کہ ہر وقت رحمت الٰہی کے نزول کا مقام ہے۔(۵) یہ دعاء خلیل کے خلاف ہوتا۔انہوں نے دعا فرمائی لوگوں کے دل کعبہ طرف مائل ہوں۔عذاب آنے سے لوگوں کو نفرت ہو جاتی۔اور کعبہ اور حجر اسود بذات رحمت کے مقامات ہیں۔آگے فرمایا کہ بے شک یہ کفار دھوکہ دینے والے شک میں پڑے ہیں۔یعنی ایسے تردد میں ہیں کہ کسی جانب فیصلہ نہیں کر سکتے۔اور اسی حالات میں وہ مریں گے۔

(آیت نمبر ۴۶) اور جو کوئی نیک عمل کرے گا۔یعنی کتابوں پر ایمان لا کر ان کے مطابق عمل کرے گا تو اپنے فائدے اور نفع کیلئے کرے گا۔اس سے کسی اور کو فائدہ نہیں ہوگا۔اور جو برائی کرے گا۔اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا اور تمہارا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔یعنی نا کردہ عمل کی سزا نہیں دیتا۔بلکہ وہ عادل اور فضل والا ہے جو ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جزاء وسزا دیتا ہے۔وہ ایسا نہیں ہے کہ نیکی نہ کرنے والے کو جزا دے اور نیکی کرنے والے کو سزا دے۔کیونکہ ایسا کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ سے ظلم محال ہے۔ظلام وہ ہوتا ہے جو ظلم کو جانے پھر ظلم کرے یا جو کثرت سے ظلم کرے۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم سے بالکل پاک منزہ اور مقدس ہے۔



حدیث شریف: جوظالم کے ساتھ اس لئے جاتا ہے کہ ظلم میں اس کی مدد کرے اور اسے یقینی علم ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ (رواہ الطبرانی)۔ بلکہ ظالم کے ظلم پر جو خوش ہو۔ وہ اور ظالم دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

حدیث شریف جوظالم کے ساتھ چند قدم بھی چلتا ہے وہ بھی اسی طرح کا مجرم ہے۔ ایسے مجرموں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں ایسے مجرموں سے انتقام لینے والا ہوں۔

عمر بن عبدالعزیز بارگاہ رسول میں:

ابن الماجشون فرماتے ہیں۔ میرے والد پر موت کی حالت طاری ہوئی۔ ہم نے انہیں غسل کیلئے تخت پر لٹایا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے قدموں کے نیچے سے پسینہ نکل رہا تھا۔ ہم نے غسل دینے میں توقف کیا یہاں تک کہ تین دن تک انتظار کیا۔ تیسرے دن کے بعد اٹھ بیٹھے اور فرمایا۔ مجھے ستو کھلاؤ۔ اس کے تناول فرمانے کے بعد فرمایا۔ میری روح کو فرشتے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ دروازہ کھلوانے پر انہوں نے پوچھا کہ کسے لائے ہو۔ بتایا گیا ماجشون کو۔ تو انہوں نے کہا۔ ابھی ان کی عمر باقی ہے۔ اس کے بعد مجھے واپس لے آئے۔ ایک مقام پر دیکھا کہ حضور ﷺ کی دائیں طرف صدیق اکبر اور بائیں جانب فاروق اعظم اور سامنے عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ میں نے پوچھا۔ عمر بن عبد العزیز کو یہ مقام کیسے ملا۔ تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ظلم کے دور میں حق پر ثابت قدمی دکھائی۔

فائدہ: ماجشون عمر بن عبدالعزیز کے مشیر مقرر تھے۔

پارہ اختتام مورخہ : ۱۵ دسمبر بمطابق ۱۵ ربیع الاول

بروز جمعرات بوقت عشاء

الحمدللہ جلد ہشتم ختم ہوئی